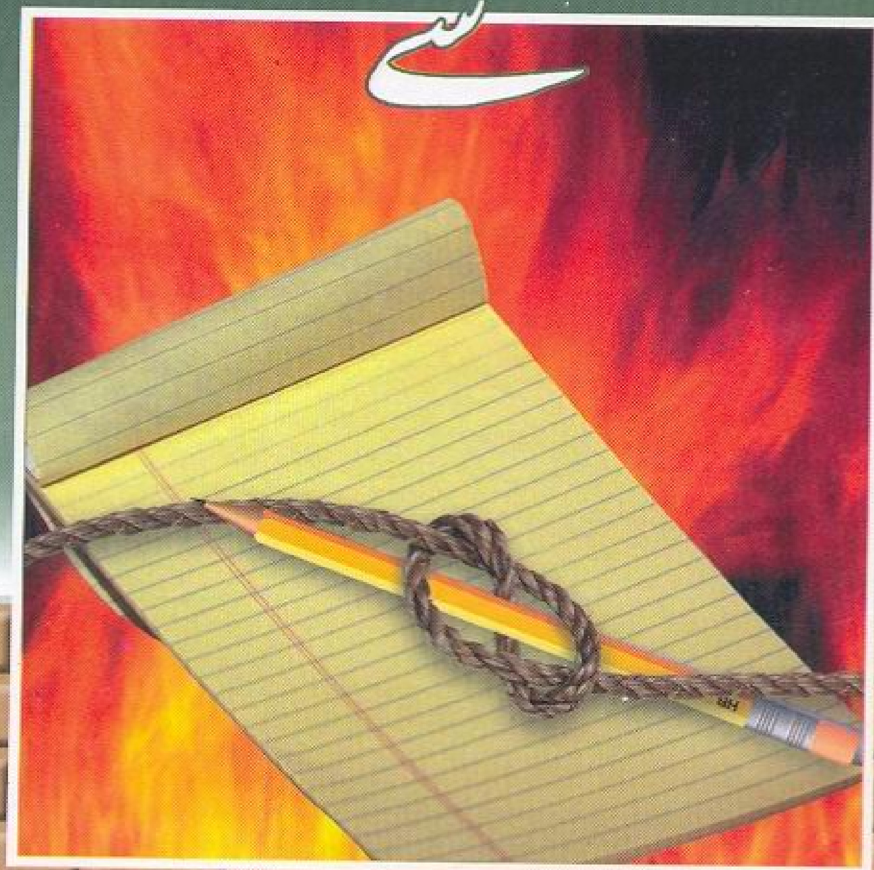
روزنِ زنداں سے



مولانا محمد مسعود اظہر

مکتبہ حسن

روزنِ زنداں سے

بھارتی جیلوں میں لکھے گئے سحر انگیز مضامین اور ولولہ خیز خطوط و بیانات

مولانا محمد مسعود اظہر

مکتبہ حسن

فہرست

۱	فیضانِ علم وحکمت جاری ہے	ابو حیدر میانا	۱۲
۲	مشاہدۂ نصرت	مولانا محمد مسعود اظہر	۲۳

سوزِ دروں (مضامین)

۳	پاکستان کے غیور مسلمانو!...... یاد رکھو!......	۳۶
۴	افغانستان میں بھارت کا کردار	۳۸
۵	زخمی پھول مسکراتے زخم	۴۵
۶	دو ٹکے کی آرسی، نائی بولے فارسی	۵۲
۷	خوابوں کی نگری	۵۵
۸	ایمانی غیرت	۶۰
۹	نعمت کا احساس	۶۳
۱۰	قید خانہ	۶۹
۱۱	صرف ایک سچ	۷۴
۱۲	مسلمانوں کی پستی کے دو اسباب	۷۸
۱۳	جہاد کا منکر دائرہ اسلام سے خارج کیوں؟	۸۲
۱۴	جہاد یا چکی	۸۶
۱۵	جہاد کے خلاف سات فتنے	۹۱
۱۶	مجاہدین کی تلاش	۹۶

۱۸	مولانا ارشاد احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مشن	۱۰۲
۱۹	ثابت قدمی کے نسخے	۱۰۶
۲۰	اسلحہ جنت کا زیور یا دوزخ کا طوق	۱۱۱
۲۱	رحماء جنہم کا مصداق	۱۱۷
۲۲	مشورہ جواب مشورہ	۱۲۵
۲۳	اندھے کیا سمجھیں؟	۱۲۹
۲۴	معرکہ ’کارگل: تجزیہ، تبصرہ اور حاصل شدہ سبق	۱۳۴
۲۵	پاکستان کو ڈاڑھی مبارک	۱۴۵
۲۶	امریکی سازش یا کچھ اور؟؟	۱۴۶
۲۷	مسلمانو! امیر المؤمنین کے ہاتھ میں ہاتھ دو	۱۵۱
۲۸	حضرت امیر المؤمنین کی امارت شرعیہ اور مجاہد تنظیموں کی ذمہ داری	۱۵۶
۲۹	طالبان بمقابلہ عالمی کفر، تیسری جنگ عظیم کا آغاز	۱۶۲
۳۰	مجاہدین کیلئے سنہری موقع	۱۷۲
۳۱	حضرت ایوبی کا راستہ	۱۷۶
۳۲	پاکستان کو مجبوری کیا ہے؟	۱۸۱
۳۴	دو اخبار	۱۸۵
۳۵	نیکی مشکل، گناہ آسان	۱۸۷
۳۶	ایک خطرناک بیماری	۱۹۲
۳۷	امت مسلمہ کی ماؤں، بہنوں اور نوجوانوں کے نام	۱۹۸
۳۸	گناہوں میں غرقاب مسلمانو! مسجد اقصیٰ تمہاری بھی ہے	۲۰۶
۳۹	ابتدائی تعلیم کے اثرات	۲۲۰
۴۰	دین اور ملک کے محافظ، حکمران قدر پہچانیں	۲۲۵
۴۱	دینی مدارس کا قیام اور حکمرانوں کیلئے مخلصانہ مشورہ	۲۳۶
۴۲	دینی مدارس کے طلبہ کرام سے چند گذارشات	۲۴۳
۴۳	یہ کیسی ترقی ہے؟	۲۵۰
۴۴	انگریزی اشتہار	۲۵۴
۴۵	جیلیں آباد کرنے کا شوق	۲۶۲
۴۶	وہ حسین لمحہ	۲۶۶
۴۷	بھارتی عقوبت خانے	۲۷۱
۴۸	۱۴۱۹ھ کی ڈائری	۲۷۸
۴۹	اکیسویں صدی کے شوشے	۲۸۱
۵۰	تم لاوارث نہیں	۲۸۷
۵۱	خانقاہی نظام اور اسے لاحق خطرات	۲۹۸
۵۲	اب تو میدان جنگ دور نہیں	۳۰۳
۵۳	دو باتیں	۳۱۰
۵۴	یہود کی چالیس بیماریاں	۳۱۳
۵۵	بانی جہاد کشمیر، شہید ہند، کمانڈر سجاد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے خاموش ملاقات	۳۱۷

نوائے دل (بیانات)

۵۶	عالم اسلام کے نام ایک قیدی کا دردناک پیغام	۳۳۴
۵۷	دشمن ہم سے قرآن چھیننا چاہتا ہے	۳۴۵
۵۸	ایڈوانی! میں پھر آ گیا ہوں	۳۵۴
۵۹	بابری مسجد ہم شرمندہ ہیں	۳۶۲

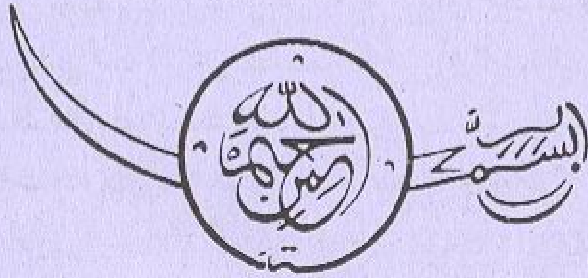
۶۰	غلامی کا خاتمہ اور قرآنی احکام کا نفاذ جہاد ہی کے ذریعے ممکن ہے	۳۶۹
۶۱	موت کا وقت اٹل ہے	۳۸۱
۶۲	ہمیں اب کشمیر کو سنجیدگی سے لینا ہوگا	۳۸۹
۶۳	اگر امت کو عروج دلانا ہے تو جہاد کا عمل اپنانا ہوگا	۴۰۴
۶۴	نماز اور جہاد میں فرق کیوں؟	۴۱۳
۶۵	طلبہ سے باتیں	۴۲۱
۶۶	مسلمانو! جہاد کو اس کا مقام دے دو	۴۲۸
۶۷	رہائی کے بعد پہلی پریس کانفرنس	۴۳۸

افکار دلپذیر (اظہار خیال)

۶۸	بھارتی افواج کی صفوں میں تہلکہ مچا دینے والی شخصیت: مشتاق احمد زرگر	۴۴۴
۶۹	افغانستان عراق نہیں ہے	۴۴۹

نوشتۂ اسیر (خطوط)

۷۰	مکتوب اسیر ہند بنام والدین شہید ہند	۴۶۲
۷۱	بنام "ضرب مؤمن"	۴۷۲
۷۲	استاذ کی خدمت میں	۴۷۵
۷۳	اس وقت کو غنیمت سمجھیں	۴۷۷
۷۴	ایک شہید کے والدین کے نام مولانا محمد مسعود اظہر کا خط	۴۸۲
۷۵	ایک شہید کے والدین کے نام تعزیتی پیغام	۴۸۵
۷۶	امیر جیش کا پیغام کارکنوں کے نام	۴۹۱
۷۷	جیش کی تاسیس کے موقع پر عمومی پیغام	۴۹۵
۷۸	جیش کی تاسیس کے موقع پر ذمہ داروں اور کارکنوں کو ہدایات	۴۹۷
۷۹	مقبوضہ کشمیر میں برسرپیکار مجاہدین کے نام امیر جیش کا پیغام	۴۹۸
۸۰	ڈاک کا ہجوم، چند گزارشات	۴۹۹
۸۱	چاکنگ کے بارے میں اہم ہدایات	۵۰۱
۸۲	سرفروشان جیش کے نام	۵۰۲



فیضان علم و حکمت جاری ہے

ابو حیدر رمیانا

اکابر سے نسبت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، جسے یہ نعمت میسر نہیں ہے اسے اس کی جستجو کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر اس نعمت کا سوال کرنا چاہئے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس نعمت سے نواز دیا ہے، اسے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہے اور دل کی گہرائی سے اس نعمت کی قدر کرنی چاہے اور نسبت کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی حتی الوسع کوشش جاری رکھنی چاہئے۔ اکابر سے نسبت ہی ہماری بنیاد پرستی ہے جس بنیاد پرستی کا رونا اسلام کے دشمن دن رات اپنے میڈیا پر روتے رہتے ہیں۔ اسی طرح بزرگان دین کی صحبت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جسے یہ نعمت میسر نہیں ہے اسے بزرگان دین کی صحبت اختیار کرنی چاہئے اور اسے اللہ تعالیٰ سے اس نعمت کا سوال کرنا چاہئے اور جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے یہ نعمت عطاء کردی ہے اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور صحبت کے ایک ایک لمحہ کو قیمتی بنانے کی کوشش و جستجو کرنی چاہئے اور اس موقع زریں کو غنیمت سمجھتے ہوئے علم و حکمت کے حصول میں ہرگز کوئی سستی نہیں کرنی چاہئے۔

اکابر کے تعارف کے ضمن میں "نقوش علماء دیوبند" میں لکھا ہوا ہے کہ الحمد اللہ! علماء دیوبند کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہی وہ جماعت ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ دنیا سے نفرت اور اس کی بے ثباتی دل میں جاگزیں ہوتی اور آخرت کی جانب رغبت ہوتی ہے۔ اور یہی وہ علامات ہیں جو خدا کے مقبول بندوں کے متعلق بتائی گئی ہیں (نقوش علماء دیوبند : ص ١٠١)

اکابر سے نسبت کی نعمت جسے مل گئی ہو وہ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھے۔ بزرگان دین کی صحبت ایک ایسی نعمت ہے جو کسی بھی وقت داغ مفارقت دے سکتی ہے لہٰذا اس نعمت سے نفع حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی کرنا علم و عرفان سے محرومی

کے سودے کرنے کے مترادف ہے۔ چنانچہ جب کبھی اس نعمت کے چھننے کا وقت (خدانخواستہ) آجائے تو اس وقت جو حال طالبان اور مساکین کا ہوتا ہے وہ الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے بلکہ اس چیز کے تصور ہی سے تن من کانپ جاتے ہیں۔

ع

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

قارئین کہیں اس وقت آپ کی آنکھوں میں وہ منظر تو نہیں گھوم گیا جب حضرت یوسف علیہ السلام قید سے رہا ہو رہے تھے اور ان کے جیل کے رفقاء آہ و بکا اور آبدیدہ آنکھوں سے انہیں وداع کر رہے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان پر ان قیدی ساتھیوں کیلئے یہ دعاء تھی : "اے اللہ! اپنے نیک بندوں کے دل ان پر مہربان فرما اور دنیا کے خبریں اور حالات ان سے پوشیدہ نہ رکھ۔" آخری جملہ سے شاید یہ مطلب ہو کہ یہ اہل دنیا سے ایسے منقطع نہ ہوں کہ ناامید ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ اسی دعاء کا اثر ہے کہ ذرائع ابلاغ کے نہ ہونے کے باوجود قید میں تمام خبریں پہنچتی رہتی ہیں (نقوش علماء دیوبند : ص ١٧)

قیدیوں کے درمیان دعوت و تبلیغ اور اصلاح و تعمیر کا جو عمل خیر حضرت یوسف علیہ السلام نے پانچ سال انجام دیا اور چلتے وقت اپنے ان رفقاء کے لئے دعائے خیر فرمائی اس کی جھلک اور ان کے عمل کا پرتو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہ کی مدت اسارت میں اور وقت رخصت کے منظر میں نظر آتا ہے چنانچہ "فیضان علم و حکمت جاری رہا" کے زیر عنوان نقوش علماء دیوبند میں لکھا ہوا ہے کہ شیخ الہند تحریک آزادی وطن کے سلسلہ میں قید ہو کر جب مالٹا پہنچے تو تاریخ گواہ ہے کہ غریب الوطنی، ضعف و ضعیفی، بے سروسامانی حتیٰ کہ مشکلات زندان ان کے فیضان علم و حکمت کو نہ روک سکے، گرفتاری سے قریب تین سال قبل آپ نے ترجمہ قرآن شروع فرمایا مگر دارالعلوم دیوبند میں تدریسی مصروفیات اور دیگر مشغولیات کے سبب صرف دس پارے ہی ہوپائے تھے کہ فرنگیوں نے حضرت شیخ کو گرفتار کر کے اپنے

جنازہ اقتدار کے تابوت میں آخری کیل پیوست کردی۔ چنانچہ حضرت کی کبرسنی‘ ضعف و نقاہت اور نظربندی کی وجہ سے وطن سے باہر اس کی تکمیل ناممکن نظر آتی تھی خلاصی کے بعد بھی ہندوستان میں سیاسی اتھل پتھل جلسے جلوس اور تحریکات آزادی کی طوفانی رفتار (جن میں سے بعض کے وہ خود سربراہ تھے) کے سبب ایک موہوم سی امید ہی تھی کہ شاید علمی دنیا اس گنجینہ علم و حکمت سے فیض یاب ہوسکے تاہم مالٹا کی صرف تین سالہ اسیری کی مدت میں نہ صرف یہ عظیم الشان کام سرانجام پایا بلکہ کتنے ہی تشنگان علوم اس بحربیکراں سے سیراب ہوئے! کتنے ہی تہی داماں علم و معرفت کے خزانوں سے مالا مال ہوئے! چنانچہ مالٹا کے اسی قلعہ میں (جس کو بطور جیل استعمال کیا جارہا تھا) طرابلس‘ مصر‘ روم اور شام کے جنگی اسیروں اور سیاسی نظر بندوں کے علاوہ اہل علم کی بھی ایک معقول تعداد تھی۔ سلانیک کے مفتی اعظم مولانا فخرالدین آفندی کے علاوہ قسطنطنیہ کے مفتی جو مشہور صاحب علم و قلم تھے وہیں اسیری کی زندگی گزار رہے تھے“ یہ علماء حضرت کے پاس نہایت عقیدت سے حاضر ہوتے اور علمی مسائل میں تحقیق وگفتگو فرماتے۔ موخرالذکر عالم حضرت شیخ الہندہی کی طرح اسارت کی اس گوشہ نشینی و یکسوئی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن مجید کا ترکی زبان میں ترجمہ کررہے تھے۔ انہیں جب حضرت شیخ الہند کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بھی خدمت قرآن کی یہ سعادت حاصل کررہے ہیں تو قربت اور تعلق اور بڑھ گیا۔ حضرت شیخ الہند کی تو عمر ہی تعلیم و تعلّم اور قرآن و حدیث کی خدمت میں گزری تھی چنانچہ ان نصیبہ ور مفتی صاحب نے حضرت شیخ الہند کی تبحر علمی‘ نادر تحقیقات‘ وسعتِ معلومات اور دقت نظر سے بھرپور استفادہ کیا“

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مولوی وحید احمد مدنی کو مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھانے بیٹھتے تو اہل علم کے علاوہ عام مسلمان قیدی بھی اردگرد جمع ہوجاتے گویا حلقہ درس قائم ہوجاتا اور رشد و

ہدایت کے دریا بہتے۔ حضرت شیخ الہند نے یہ ثابت کردیا کہ وارثین انبیاء اور داعین و مصلحین کے جسموں کو تو محصور کیا جاسکتا ہے مگر انہیں دعوت وعزیمت‘ اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت حق سے نہیں روکا جاسکتا۔ آپ کے اسی تقویٰ و پرہیزگاری‘ وعظ و ارشاد‘ علمی و عملی جامعیت‘ اخلاق و مروت‘ دینی حمیت و غیرت کا نتیجہ تھا کہ جب آپ اور آپ کے رفقاء کی مالٹا سے روانگی کا حکم آیا تو جہاں ایسے پاکیزہ نفوس کی رہائی کی خبر انتہائی خوش کن تھی‘ وہیں جیل کا ہر فرد اداس و غمگین تھا کیونکہ حضرت شیخ جیسی مقدس ہستی کی طویل رفاقت کا خیال ہی سوہان روح تھا چنانچہ رخصت کے دن تمام اسیر مُسلمانوں کا شیخ الاسلام فخرالدین آفندی کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جنہوں نے حضرت اور آپ کے رفقاء کیلئے ہاتھ اُٹھا کر دعائیں مانگیں۔ دیگر افسران بھی آمین آمین کہتے رہے۔ تمام لوگ حضرت شیخ الہند سے سلام‘ مصافحہ اور دعاؤں کی درخواست کرتے رہے۔ چلتے ہوئے آپ نے قریب پندرہ منٹ آہ وزاری اور رقت انگیز حالت میں دعاء کی۔ جدائی کے وقت ”رفیقان زنداں“ کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ بعض اپنی قلبی کیفیات کو ظاہر کرنے میں کامیاب ہوئے تو دردانگیز عربی اشعار پڑھنے لگے اور کچھ زبان حال سے یہی کہتے رہ گئے ع

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

معزز قارئین کرام! مجاہدین کے ہردل عزیز قائد اور عالمی جہادی تحریکوں کے روح رواں حضرت مولانا محمد مسعود اظہر جب ۱۹۹۴ء کے ابتدائی دنوں میں وادی کشمیر کے چپے چپے پر پھیلے ہوئے محاذ جنگ پر برسرپیکار مجاہدین کے حالات کا مشاہدہ کرنے اور انکی تالیف قلوب کیلئے کشمیر تشریف لائے تو دشمن نے اپنی شکست و ریخت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکتے ہوئے ان کو گرفتار کرلیا۔ اس اندوہناک خبر کے پھیلتے ہی جہاں مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے مجاہدین اداس ہوئے اور ان کی مسکراہٹیں چھن کر رہ گئیں وہیں حلقہ علماء میں بھی تشویش کی لہر دوڑ گئی اور آزاد فضاؤں میں رہنے والے یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ مولانا محمد مسعود اظہر کی کتنی شدت سے کمی

محسوس کی گئی اور ان کی ضرورت کس قدر محسوس کی جارہی ہے۔ یہ حقیقت میں ایسے لمحات تھے جن کو افسانہ نگار ہواؤں کے تھم جانے' فضاؤں کے پر سکوت ہوجانے' ہر سو اداسی پھیل جانے اور شاعر پتا پتا ڈالی ڈالی تیرے دکھ میں روتی ہے کے الفاظ سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

فوجی چھاؤنی میں کئی روز تک تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد جب ان کو فوج کے جنرل انٹیروگیشن سینٹر سرینگر لایا گیا تو اولاً قید خانے کے سامنے سے گزار کے طبی معائنے کیلئے میڈیکل روم لے جارہے تھے' اس وقت قیدی مجاہدین میں سے ایک قید خانے میں کھڑکی کے سامنے کھڑے ہوکر باہر فوجیوں کی غیر معمولی نقل وحرکت دیکھ کر حیران تھا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ فوجی دو نوگرفتار مجاہدوں کو کھڑکی کے سامنے سے گزار کر لے جارہے ہیں۔ یہ ساتھی تیز قدموں سے باقی ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں نئی صورتحال سے آگاہ کیا اور اسی شبہ کا اظہار کیا کہ کوئی عرب شیخ گرفتار کرکے لائے گئے ہیں۔ ایک اچٹتی نظر پڑنے پر اسے یہی لگا تھا چونکہ سب ساتھی طبی معائنے کے نام پر پیٹنے والے میڈیکل روم کے انسانیت سوز حالات سے واقف تھے' اس لئے سب ساتھی نئے آنے والے مجاہدین کی خیریت کیلئے مالک الملک کے سامنے دعائیں کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد مولانا اور ان کے ساتھی کو قید خانے میں لایا گیا۔ میانہ قد' مضبوط جسم' گھنی سیاہ داڑھی' دمکتا ہوا گندمی رنگ' ایسے لگتا تھا جیسے ببر شیر کو پنجرے میں بند کردیا ہو۔ قید خانے کی انتظامیہ نے ابتداً قیدیوں پر مولانا سے ملاقات کرنے' بات کرنے اور مصافحہ کرنے پر سخت پابندی لگادی مگر ساتھی موقع کی تلاش میں رہتے اور باری باری زیارت کرتے تھے اور جس تنگ وتاریک کوٹھڑی میں ان کو بند کیا گیا تھا اس کی آہنی سلاخوں سے ہاتھ گزار کر مصافحہ کی سعادت بھی حاصل کرتے۔ دشمن کے قید خانوں میں جرم جہاد کی غیر معینہ سزا کاٹنے والے مجاہدین جن کو یہ اندیشہ لاحق تھا کہ ان کی جوانیاں دشمن کی سازشوں کے تانے بانے میں الجھ کر برباد ہوجائیں گی' مولانا کو قید میں دیکھ کر خون کے آنسو رورہے تھے۔ وہ اپنے محبوب رہنما کو

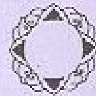
دشمن کے قید خانہ میں پابند سلاسل نہیں دیکھ سکتے تھے۔ پھر وہ اس گرفتاری سے تحریک جہاد کو پہنچنے والے نقصان سے بھی آگاہ تھے لیکن بایں ہمہ ان کے چہروں پر ایک غیر محسوس اطمینان بھی نظر آتا تھا۔ جی ہاں ! ! دشمن کے مکر وفریب کا مقابلہ کرنے کیلئے انہیں جس رہنما کی ضرورت شروع سے محسوس ہورہی تھی وہ انہیں میسر آگیا تھا۔ جہاں حالات دشمن کے سامنے آنکھ اٹھا کر بات کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے وہاں دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈنکے کی چوٹ پر بات کرنے والے آگئے تھے تو مجاہدین کے دلوں کو کیسے اطمینان نہ ہوتا۔ ماضی میں جس طرح اکابر نے قید میں رہ کر دشمن سے جنگ لڑی تھی اور علم وحکمت کے دیپ روشن کئے تھے آج وہی تابندہ تاریخ دہرانے کا وقت آگیا تھا۔

شروع میں قلم کاپی کتاب کچھ میسر نہ تھا۔ اس لئے قرآن پاک کے درس سے تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ تاریک سیلوں کے سامنے ڈھائی فٹ چوڑی گلی میں پانچ چھ ساتھی قطار میں بیٹھ جاتے اور مولانا انہیں درس قرآن دیا کرتے تھے۔ پھر سفر اسارت کے دوران انہیں کئی جیلوں میں جانا پڑا اور ہر جگہ علم کے پیاسے جگنوؤں کی طرح آپ کے گرد جمع ہوجاتے اور ہر کوئی اپنے ذوق کے مطابق علم وعرفان کے اس بہتے دریا سے اپنی پیاس بجھاتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ہندوستان کی بدنام زمانہ تہاڑ جیل دہلی میں ان کو دو سال کیلئے نظر بند کیا گیا تو عارضی تعطل کے بعد یہاں بھی درس و تدریس کا دور شروع ہوگیا۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے کاغذ قلم کی نعمت بھی عطا فرمادی تو جہاد بالقلم کا نہ تھمنے والا دریا بہہ پڑا۔ "تعلیم الجہاد" کی تکمیل ہوئی "آزادی مکمل یا ادھوری؟" "زاد مجاہد" اور "مسکراتے زخم" جیسے شاہکار شہ پارے دنیا کے سامنے آئے۔ نظر بندی کی میعاد پوری ہونے کے بعد یہاں آئے تو اس وقت رمضان شریف کے دن تھے۔ عید کے بعد ابتدائے شوال میں جس طرح مدارس میں اسباق شروع ہوتے ہیں اس جیل میں بھی کلاسیں شروع ہوگئیں۔ درس جہاد شروع ہوا تو ساتھیوں کے چہرے دمک اٹھے۔ احکامات جہاد (جن کی طرف

عام طور پر کم توجہ دی جاتی ہے) حضرت والا کھول کھول کر بیان فرماتے اور ایک ایک جز پر تفصیلی بحث فرماتے۔ اس کے بعد عربی کی کلاس ہوتی۔ درس قرآن کا مبارک عمل پورے جوش و خروش سے شروع ہوا اور یہیں اس کی تکمیل بھی ہوئی اور جن ساتھیوں نے اول تا آخر درس قرآن سنا تھا ان کے سروں پر دستار سعادت سجائی گئی۔

اسی دوران مولانا محمد مسعود اظہر نے حفظ قرآن کا ارادہ فرمایا اور ہر روز ایک پارہ حفظ فرماتے۔ بفضل رب العزت ایک ماہ میں قرآن شریف پورا حفظ کر چکے تھے۔ آج کل ترمذی شریف کا سبق پڑھانے بیٹھتے ہیں تو عام مجاہدین قیدی بھی ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں گویا حلقہ درس قائم ہو جاتا ہے اور رشد و ہدایت کے دریا بہتے ہیں۔ حفظ قرآن پاک' ناظرہ قرآن پاک' عربی کلاسیں اور مجالس اصلاح اس کے علاوہ ہیں۔ صحبت مرد صالح سے خوش قسمت مجاہدین بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ مولانا محمد مسعود اظہر نے اپنے قول و فعل سے یہ ثابت کر دیا کہ وارثین انبیاء اور داعین و مصلحین کے جسموں کو تو محصور کیا جا سکتا ہے مگر انہیں دعوت و عزیمت' اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت حق سے نہیں روکا جا سکتا۔ اور الحمد للہ ! دشمن کی سازشوں کا موثر توڑ کرنے کے ساتھ ساتھ اب بھی فیضان علم و حکمت جاری ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.



مشاہدۂ نصرت

اللہ تعالیٰ کی واضح ''نصرت'' کا مشاہدہ ایک عظیم نعمت ہے۔ اس کے ذریعے تندرست دلوں کو مزید قوت اور بیمار دلوں کو شفاء ملتی ہے۔ کم ہمتی، احساس کمزوری اور مایوسی کے امراض کا علاج بھی ''مشاہدۂ نصرت'' میں پوشیدہ ہے کیونکہ انسان جب اپنی آنکھوں سے ناممکن کو ممکن ہوتا دیکھتا ہے تو اس کے حوصلے ثریا کے عروج کو مات کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت نام ہی اس چیز کا ہے کہ جہاں ظاہری اسباب آخری ہچکی لیتے ہیں وہیں سے اللہ تعالیٰ کی غیبی طاقت اپنا آغاز کرتی ہے۔ صرف ایک نظر قرآن مجید کے ذکر فرمودہ واقعات پر ڈال لیجئے، اللہ تعالیٰ کی نصرت کے عجیب و غریب مشاہدے آپ کو قعر مایوسی سے اٹھا کر میدانِ عمل میں لا کھڑا کریں گے۔

یہ دیکھئے غار ثور میں کیا ہو رہا ہے؟ کیا عقل اسے ممکن بتاتی ہے؟ ہرگز نہیں! کیونکہ عرب کے بدو دنیا کے نامور اور ماہر ترین کھوجی تھے لیکن کس نے ان کی آنکھوں کو اندھا اور عقل کو ماؤف کیا؟ وہ غار کے منہ پر حیران و پریشان کھڑے ہیں اور ان کی نگاہیں اپنے قدموں کے نیچے دیکھنے سے عاجز ہیں۔ غار کے چاروں طرف کی خوفناک گھیرے بندی اور اس سے پہلے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مبارک کی زبردست گھیرے بندی کے باوجود ''نصرت'' اپنا کام دکھا گئی اور کافروں کو بھی کہنا پڑا کہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طاقت ناقابل تسخیر ہے۔

اب اگر کوئی پھبتی کسے کہ یہ سب کچھ ملی بھگت سے ہوا، یہ اہل مدینہ کے خلاف ایک سازش تھی ورنہ چھوٹے سے مکان کے گرد ایک سو بہادر، تجربہ کار اور خونخوار جنگجوؤں کی موجودگی میں اس طرح باہر آنا کہ انہیں خبر تک نہ ہو، کس طرح ممکن ہے؟ پھر اہل مکہ کے

کریک ڈاؤن کو توڑ کر غار ثور سے مدینہ منورہ تک کا طویل سفر طے کر لینا یہ بھی شبہ میں ڈالتا ہے؟

یقیناً اس طرح کی ظالمانہ پھبتیاں کسنے والے سے کہا جائے گا کہ خدارا اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ جس رب نے تمہیں پانی کے ایک قطرے سے اتنا خوبصورت انسان بنایا وہ اس پر قادر ہے کہ حقیر و ذلیل مشرکوں کے درمیان سے اپنے پاک نبی کو بچا کر لے جائے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو گوبر اور خون کے درمیان سے سفید، پاک صاف دودھ نکال سکتا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ دشمن کے گھیرے بندی کے درمیان سے کسی فرد یا چیز کو حفاظت کے ساتھ نکال دے۔

اس عظیم الشان واقعے کے علاوہ قرآن مجید نے اور بھی بہت سارے ایسے واقعات ہمیں سنائے ہیں جن میں خود کو ناقابل تسخیر سمجھنے والے کفر کو کمزور اور نہتے اہل ایمان کے ہاتھوں نصرت الٰہی کی بدولت ذلیل ہوتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جالوت جیسے طاقت کے نشے میں دُھت حکمران کی شکست، فرعون کا غرق ہونا، غزوہ بدر میں کفر کے عسکری سیلاب کا چند نہتے مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمرود کی آگ سے بچ نکلنا، مدینہ منورہ کے طاقتور یہودیوں کا کمزور لوگوں کے ہاتھوں قتل اور جلاوطن ہونا...... بلکہ قرآن مجید تو ہمیں بے شمار سچے واقعات کے تناظر میں یہ بات سمجھاتا ہے کہ اللہ کے دشمن کبھی بھی ناقابل تسخیر یا ناقابل شکست نہیں ہیں...... بلکہ اگر مسلمان عزم کر لیں تو اسلام کے ہر دشمن کو زیر کر سکتے ہیں اور اس کی ہر تدبیر اور سازش کا قلع قمع کر سکتے ہیں...... بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جو مسلمان کافروں کی طاقت کو ناقابل شکست سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں اور ان کی یہ غلطی انہیں گمراہی اور نفاق کے شرمناک گڑھوں میں دھکیل سکتی ہے۔ پس مسلمان کی نظر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور طاقت پر ہونی چاہئے اور اس کی ہر لمحہ

یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اعلیٰ نیت اور اعمال کے ذریعے اس نصرت کو اپنے ساتھ لے کر دنیا کے ہر کفر کو شکست دے، اسلام کے دشمنوں کی ہر پابندی کو توڑے اور اسلام کے خلاف اُٹھنے والی ہر طاقت کو پاش پاش کرے۔

اس بات کو سمجھانے کیلئے قرآن اپنے ہر پارے میں ہمیں نصرت الٰہی کے عجیب و غریب اور ایمان افروز مشاہدے کراتا ہے اور ہمیں بتاتا ہے کہ ہم کسی بھی کفر کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں اور نہ کبھی اس کے مقابلے سے پیٹھ پھیریں اور نہ اس کی طاقت سے مرعوب ہو کر اس کی حاکمیت کو تسلیم کریں بلکہ ہمیں ہمیشہ کفر کی طاقت سے ٹکرانا ہے اور اس کی ہر چال کو توڑنا ہے۔ پس جن مسلمانوں نے قرآن کے اس پیغام کو سمجھ لیا ہے وہ کبھی بھی کفر کے سامنے نہیں جھکتے۔ وہ اکیلے ہوں یا بہت سارے، مسلح ہوں یا نہتے، کمزوری کی حالت میں ہوں یا پابند سلاسل، وہ ہر حال میں کفر کی طاقت کو توڑنے کیلئے سر دھڑ کی بازی لگاتے رہتے ہیں اور کسی حال میں بھی اس نامبارک بات کا اظہار نہیں ہونے دیتے کہ کفر نے اسلام یا مسلمانوں کو دبالیا ہے۔

آج سے تقریباً سات سال پہلے جب میں انڈیا کے مشرکین کے ہاتھوں قید ہو گیا تو جس چیز نے مجھے اس اذیت ناک قید میں سب سے پہلے سہارا دیا وہ قرآن مجید تھا اور خصوصی طور پر قرآن مجید کے مقدس الفاظ میں نصرت الٰہی کے جا بجا مشاہدے میرے زخموں کیلئے مرہم اور میرے عزائم کیلئے آکسیجن کا کام دیتے رہے۔ اس قید کے دوران جسم و ذہن پر جو کچھ بیتا اس کا تذکرہ تو فضول ہے البتہ دین کے کام سے محرومی کا شدید احساس اس قابل ہے کہ اسے یاد رکھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام کے بغیر انسانی زندگی زمین پر ایک بوجھ ہے اور اگر طبیعت حساس ہو تو انسان کو اس وقت اپنے آپ سے شدید نفرت ہونے لگتی ہے جب وہ دین کے کام اور جہاد کی محنت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ گرفتاری کے چند دن بعد مجھ

پر یہی کیفیت سوار ہوگئی اور میں اس سوچ میں ہر وقت کڑھنے لگا کہ میں اب جہاد کے کام اور دین کی محنت سے محروم کردیا گیا۔عقوبت خانے کی تنگ کوٹھڑی نے میرے جسم کو اور احساس محرومی نے میرے دل کو اندھیروں کا مسکن بنادیا۔

گرفتاری سے پہلے قرآن مجید کے ساتھ آشنائی تو تھی مگر قرآن مجید کا قرب اور اس کی خاص رفاقت جیل ہی میں نصیب ہوئی۔عقوبت خانے میں میرے پاس کوئی مشغولیت نہیں تھی اور اپنے رفقاء سے ملاقات پر بھی پابندی تھی، اس لئے قرآن مجید کے ساتھ شب و روز گزرنے لگے اور تاریکی و مایوسی کے جالے اپنی موت آپ مرنے لگے۔قرآن مجید نے مجھے پابندیاں توڑنے اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی بار بار ترغیب دی اور مجھے بے شمار نئے مضامین بھی سکھائے۔اس وقت مجھے کاغذ اور قلم کی قدر معلوم ہوئی۔میرے ذہن میں کئی کتابوں کے خاکے مچل رہے تھے اور میرے دل پر مضامین کی بارش ہورہی تھی لیکن میں قلم اور کاغذ سے محروم تھا۔اس وقت میری خواہش بس اس قدر تھی کہ کوئی چھوٹا سا کاغذ مل جائے جس پر میں کچھ اشارے لکھ لوں تاکہ جب اللہ تعالیٰ موقع عطا فرمائے تو ان اشاروں کو زبان دی جاسکے مگر اس وقت کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی میسر نہیں تھا۔حالات آئے دن بد سے بدترین ہوتے جارہے تھے جبکہ قرآن مجید مجھے تسلی دے رہا تھا کہ دشمن جتنا بھی گھیرا تنگ کرلیں اگر تم ایمان پر رہے تو یہ گھیرا ٹوٹے گا اور بار بار ٹوٹے گا اور مشرکوں کو سوائے پچھتانے اور حسرت کے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

عقوبت خانے میں گزارے گئے ان سات مہینوں کے دوران صفحۂ تخیل پر کئی نظمیں، کئی اشعار اور کئی مضامین اُبھرے اور گم ہوگئے اور سوائے دو چار خطوط کے مجھے اور کچھ لکھنے کا موقع نہیں ملا، لیکن مجاہدین کے نام لکھے گئے ان دو چار رہنما خطوط کے باہر باحفاظت پہنچ جانے سے نصرت الٰہی کا کچھ کچھ مشاہدہ شروع ہوگیا۔اللہ تعالیٰ کیلئے یہ بھی مشکل نہیں تھا کہ

ان سات ماہ میں بھی وہ مجھے کتابیں اور مضامین لکھنے اور بھجوانے کے مواقع عطا فرمادیتا لیکن وہ حکیم ہے اور اس کی حکمت کو ہر عقل نہیں سمجھ سکتی۔ایسا لگتا ہے کہ وہ مجھے اس بات کا موقع عطا فرمارہا تھا کہ میں سات ماہ کے اس عرصے میں قرآن مجید کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزار کر سکون حاصل کرسکوں اور اس دوری اور غفلت کا تدارک بھی کرلوں جو قرآن مجید کے ساتھ چند سالوں سے ہورہی تھی۔عقوبت خانے کی تاریکیوں میں اگرچہ زیادہ کچھ لکھنے اور بھجوانے کی سہولت نہیں ملی لیکن مشاہدۂ نصرت اور کئی طریقوں سے ہوتا رہا۔حقیقت یہ ہے کہ ان تاریکیوں میں جو چیز ہمیں صاف نظر آتی تھی وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی جبکہ اس کے علاوہ باقی چیزیں دھندلی اور مٹی مٹی سی نظر آتی تھیں۔نصرت الٰہی کے ان مناظر کا تذکرہ اگر یہاں چھڑ گیا تو اصل موضوع سے انحراف ہوجائے گا اس لئے اسے کسی اور موقع کیلئے چھوڑ کر بات آگے بڑھاتے ہیں۔

اسلام آباد (اننت ناگ)، بڈگام اور سرینگر کے فوجی عقوبت خانوں میں سات ماہ کا عرصہ گزار کر ہم جموں کے مضافات میں واقع کوٹ بھلوال جیل منتقل کردیئے گئے۔اس جیل کا ماحول عقوبت خانے کے ماحول سے بہت مختلف تھا۔یہاں درس و تدریس کی سہولت اور کاغذ اور قلم جیسی نعمتیں میسر تھیں لیکن وہاں جاتے ہی درس و تدریس کے حلقے ایسے جمے کہ قریب ہونے کے باوجود کاغذ و قلم سے رشتہ نہ جُڑ سکا۔جیل میں مجاہدین کا ہجوم تھا۔ایک ہزار سے زائد مجاہدین کو پڑھانے کے علاوہ ان کے انتظامی معاملات کی وجہ سے زندگی کو پھر مصروفیت نصیب ہوگئی اور سونے کھانے کیلئے وقت تنگ پڑ گیا۔بہت کوشش کرکے تھوڑا سا وقت کاغذ و قلم کیلئے نکالا ہی تھا کہ اچانک جیل کے حالات خراب ہوگئے اور حالتِ جنگ جیسی کیفیت نے ہمیں سرنگ کھودنے، پہرے لگانے اور رات دن چوکس رہنے پر مجبور کردیا۔ایک ماہ سے زائد کا عرصہ ان ایمانی محنتوں میں سخت کشمکش کی حالت میں گزر گیا۔نومبر کے

بدلے ہمیں دو سال تک مزید جموں کے اس عقوبت خانے میں رہنا پڑے، لیکن میں نے سخت مجاہدہ کر کے خود پر قابو پایا اور اپنے آپ کو یہ دعاء مانگنے سے یہ سوچ کر روکے رکھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خود ہی بہتر معاملہ فرمائے گا۔ صبح کے وقت ہم سب ساتھیوں کو دہلی کی طرف روانہ کر دیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ہم سے پہلے تہاڑ جیل پہنچ کر راہ حق کیلئے ماریں کھائے ہوئے مسافروں کا انتظار کر رہی تھی۔ تہاڑ جیل پہنچ کر معلوم ہوا کہ واقعی وہ بہت سخت جگہ ہے لیکن وہاں دو سال تک جس طرح سے نصرت الٰہی کا مشاہدہ ہوتا رہا اس نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کو بڑھا دیا۔ جس صبح ہم نے تہاڑ جیل کے کالے دروازے میں قدم رکھا اس دن کے بعد سے لے کر رہائی کے دن تک اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل متوجہ رہا کہ چند گنے چنے دنوں کے علاوہ ہمیشہ لکھنے پڑھنے کی سہولت کسی نہ کسی طرح میسّر رہی اور اکثر اوقات لکھے ہوئے مضامین و مقالات کو بھجوانے کے مواقع بھی ملتے رہے۔

احادیث و روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کا خوف بھی بہت بڑی نعمت ہے اور اکثر اوقات اس نعمت کے بعد امن و سکون کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ تہاڑ جیل منتقل ہونے سے پہلے والی رات تمام رفقاء کیلئے سخت کرب، بے چینی اور خوف کی رات تھی اور اس رات زندگی سے زیادہ موت عزیز لگ رہی تھی، مگر سب رفقاء کرام نے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اس رات کے خوف کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ بس اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور تہاڑ جیل پہنچتے ہی قید و بند کی صعوبتوں میں کسی قدر کمی آگئی۔

تہاڑ جیل میں دو سالہ قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے بعض کتابیں اور ستر کے قریب مضامین لکھنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ ایک کتاب جو دو سو بڑے صفحات پر مشتمل تھی جیل حکام کی سختیوں کی وجہ سے ضائع ہوگئی۔ جبکہ باقی کتابیں اور مضامین باحفاظت پاکستان پہنچ گئے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بندہ نے جیل میں جو کچھ لکھا اسے بھجوانے

میں کچھ نہ کچھ مشقت اور مجاہدہ ضرور آیا لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت شامل حال رہی اور ہر بار نئے طریقے سے اس نصرت کا مشاہدہ ہوا۔ چنانچہ ہر کتاب کے جیل سے باہر نکلنے اور پاکستان تک پہنچانے کی عجیب داستان ہے۔ ایسی داستان جو ایمان بھی بڑھانے والی ہے اور حوصلہ بھی۔ لیکن چونکہ کشمیر کی تحریک جاری ہے اس لئے ان داستانوں کا تذکرہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ خلاصہ بس اس قدر ہے کہ جیل میں ان مضامین و کتب کا لکھا جانا اور پھر ان کا باحفاظت پاکستان پہنچ جانا جہاد کی زندہ کرامت اور اللہ تعالیٰ کی واضح نصرت ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ انڈیا کے مشرکوں کو آخری دن تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ جیل میں اس قدر کام ہو رہا ہے اور مختلف طریقوں سے یہ سب کچھ باہر بھی جا رہا ہے۔

مضامین اور کتابوں کو باہر بھجوانے میں جس قدر محنت اور پریشانی ہوتی تھی، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ بندہ نے کتاب ”فضائل جہاد“ کئی قسطوں میں ایک اور ملک کے راستے بذریعہ ڈاک پاکستان بھجوا دی مگر کئی ماہ گذرنے کے باوجود کتاب کے پاکستان پہنچنے کی خبر نہ آئی۔ انتظار کے یہ دن بے حد بے چینی میں گذرے اور غیر یقینی صورتحال ہونے کی وجہ سے مزید کچھ لکھنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ وہ ذریعہ جو ہم نے کتاب بھجوانے کیلئے استعمال کیا تھا کافی معتبر تھا، لیکن کئی ماہ تک جب کتاب کے پہنچنے کی اطلاع نہ آئی تو یہ ذریعہ بھی مشکوک ہو گیا اور ہم نے احتیاطاً اس ذریعے کا استعمال محدود کر دیا۔ اسی دوران وہ معتبر اور قیمتی ذریعہ ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا۔ انہی ایام میں ایک دن میں عصر کی نماز کے بعد چہل قدمی کے دوران دو ساتھیوں کو سبق پڑھا رہا تھا کہ مجھے ایک کاغذ موصول ہوا۔ میں نے چلتے چلتے اس کا مطالعہ شروع کر دیا جب میری نظر اس خبر پر پڑی کہ ”فضائل جہاد“ کا مسودہ باحفاظت پہنچ چکا ہے تو میں خوشی سے چیخ مار کر بے ساختہ زمین پر گر پڑا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے اٹھایا اور جب انہوں نے یہ خبر سنی تو ہم سب کی آنکھیں اظہار تشکر سے بھیگ

گئیں۔ آج جبکہ مجھے یہ سہولت میسر ہے کہ مضامین لکھ کر فوراً اشاعت کیلئے بھجوادیتا ہوں اور منٹوں کے اندر ان کے پہنچنے کی خبر بھی آجاتی ہے تو مجھے وہ دن یاد آتے ہیں جب ایک ایک مضمون کو بھجوانے کیلئے سخت محنت کرنی پڑتی تھی اور بہت ساری خلاف طبع ناگوار باتوں کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ میں ان حالات پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور موجودہ حالات پر بھی۔

ادھر تہاڑ جیل پہنچنے کے بعد لکھنے کی سہولت ملی اور ادھر پاکستان میں ہفت روزہ ''ضربِ مؤمن'' کا اجراء ہوگیا اور یوں میری تحریروں کا بہترین مصرف مجھے بغیر کسی محنت کے محض اللہ تعالیٰ کی نصرت سے نصیب ہوگیا۔ جیل میں لکھے جانے والے میرے اکثر مضامین ''ضربِ مؤمن'' میں شائع ہوئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کے ساتھ براہ راست رابطے کی یہ سہولت مہیا فرمادی۔ تہاڑ جیل میں قیام کے آخری ایام سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ میری رہائی کے دن تک جاری رہا۔ میں وقتاً فوقتاً مضامین لکھ کر بھجواتا رہا اور ''ضربِ مؤمن'' کے منتظمین حضرات نہایت اہتمام کے ساتھ انہیں شائع کرتے رہے۔ بعض اوقات مستقل کتابوں کی تصنیف، حفظ قرآن اور درس وتدریس میں زیادہ مشغولیت کی وجہ سے مضامین کا سلسلہ منقطع ہوجاتا تھا تو ''ضربِ مؤمن'' میں ان نئی تصنیف شدہ کتابوں کے اقتباسات یا بندہ کے بعض خط شائع کرکے خالی جگہ پر کرلی جاتی تھی اور یوں میری اسارت کے زمانے میں ''ضربِ مؤمن'' میرے ٹوٹے پھوٹے خیالات کا ترجمان بنا رہا۔ رہائی کے بعد ''معرکہ'' نامی کالم کے ذریعے ''ضربِ مؤمن'' کے ساتھ رشتہ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رشتے کو قبول فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت اور سبب مغفرت بنائے۔

''روزن زندان سے'' کے عنوان سے مضامین ومقالات کا یہ مجموعہ اب آپ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی نصرت کا کھلا مشاہدہ ہے جو کفر کی طاقت سے مرعوب ہوکر ہمت ہار رہے ہیں۔ دیکھئے! یہ تمام مضامین دشمن کے گھیرے سے نکل کر پاکستان کس طرح پہنچے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ کی نصرت ہی کے ذریعے یہ سب کچھ ممکن ہوا۔ ان مضامین کا لکھنا، انہیں سنبھال کر دشمنوں سے بچا کر رکھنا اور پھر دشمنوں کے درمیان میں سے انہیں پاکستان بھجوانا یہ سب اللہ تعالیٰ کی نصرت کے واضح کرشمے ہیں۔ آپ اس کتاب کو دیکھئے اور پھر اس بات کا یقین اپنے دل میں بٹھائیے کہ اللہ تعالیٰ واقعی ایمان والوں کے ساتھ ہے اور کفر کی بڑی سے بڑی طاقت اس کی نصرت کو اس کے بندوں تک پہنچنے سے نہیں روک سکتی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت جب چاہے اور جہاں چاہے آسانی کے ساتھ پہنچ کر دشمنوں کے گھیرے توڑ دیتی ہے۔ بس یہ کتاب مسلمانوں کیلئے اس انداز میں اللہ تعالیٰ کی نصرت کا واضح مشاہدہ ہے۔ اللہ کرے یہ مشاہدہ تمام مسلمانوں کیلئے سرمۂ بصیرت بنے تاکہ ان کی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی بیٹھ جائے کہ کفر کی طاقتیں انہیں مکڑی کا جالا نظر آنے لگیں۔

آخر میں تمام قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ بندہ کو اپنی کم علمی اور بے علمی کا مکمل اعتراف ہے، اس لئے اگر آپ کو اس کتاب میں کوئی کوتاہی نظر آئے تو آپ خیر خواہی کے جذبے کے تحت ضرور آگاہ فرمائیں اور اگر آپ کو اس کتاب سے کچھ فائدہ پہنچے تو بندہ کی بخشش اور اخروی کامیابی کیلئے دعاء فرمادیں۔ وأجرکم علی اللہ۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله وأصحابه أجمعین.

خادم الجہاد محمد مسعود اظہر

۲۹ شعبان ۱۴۲۱ھ یوم الاحد، بہاولپور

نصر من اللہ و فتح قریب

سوزِ دروں

مضامین

پاکستان کے غیّور مُسلمانو! ..... یاد رکھو! ....

دنیا بھر کے کافر متحد ہو کر کہہ رہے ہیں کہ ہم اس زمین پر اسلام کو نافذ نہیں ہونے دیں گے کیونکہ اگر دنیا کے کسی خطے پر اسلام نافذ ہو گیا تو پھر ہمارے ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں کا کیا فائدہ؟ ہماری صدیوں کی محنت اور جانفشانی کا کیا فائدہ؟ اس لئے وہ افغانستان میں اسلامی شریعت کے نفاذ کا راستہ روکنے کیلئے متحد ہو کر اپنی تمام تر توانائیاں خرچ کر رہے ہیں؟

بھارت' رُوس' ایران اور امریکا کی خفیہ ایجنسیاں اور یورپ کے مکار ایجنٹ اکٹھے سر جوڑ کر بیٹھے ہیں اور موضوع ایک ہے' اور وہ ہے افغانستان کو احیاء خلافت اور نفاذ شریعت کا مرکز بننے سے روکنا۔ دوسری طرف طالبان گلشن اسلام کے تحفظ کی خاطر دنیا بھر کے کفر سے اکیلے ٹکرا رہے ہیں۔ انہیں غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی مخالفت کا بھی سامنا ہے۔ انٹرنیشنل میڈیا ان کے خلاف زہر اُگل رہا ہے اور خود کو روشن خیال کہنے والے تاریک ذہن مُسلمان بھی طالبان پر برس رہے ہیں۔

مگر کفر و نفاق کی یلغار ابھی تک طالبان کو نہیں جھکا سکی اور منفی پروپیگنڈے اور خوفناک سیاسی سازشوں کے گندے چھینٹے ان کے سفید دامن کو داغدار نہیں کر سکے اور وہ کفر و اسلام کی اس عالمی جنگ عظیم میں نور خدا کی حفاظت کیلئے اپنا گرم لہو اور چڑھتی جوانیاں لٹا رہے ہیں۔

دراصل یہ کفر و اسلام کی وہ جنگ ہے جس میں ہارنے والا ہارتا ہی رہے گا اور جیتنے والا جیتتا ہی رہے گا۔

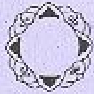
پاکستان کے غیّور مُسلمانو! آگے بڑھو اور عظیم جہاد میں کود پڑو اور اپنی جان' مال اور تمام صلاحیتیں حق کے محافظ طالبان کے پلڑے میں ڈال کر انصار اللہ بن جاؤ۔

یاد رکھو! ایسے سنہری مواقع کبھی کبھی آتے ہیں۔ آج اسلام کیلئے کچھ کر لینے کا بہترین موقع ہے۔ جنت اور روشن مستقبل کے بازار سجائے جا چکے ہیں۔ دیر مت

کرو جنگی محاذ ہو یا افغانستان کی تعمیر نو کا محاذ' مجاہدین کی آبادکاری ہو یا زخمیوں کی امداد' یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا ہو یا بیواؤں کے سر پر ڈوپٹہ' سیاسی میدان ہو یا صحافتی' ہر جگہ طالبان کے شانہ بشانہ شرکت ایک ایسی سعادت ہے جسے صرف خوش نصیب ہی حاصل کر سکتے ہیں اور خوش نصیب ہی حاصل کر رہے ہیں۔

افغانستان کے محاذ پر طالبان کے بازو مضبوط کیجئے اور کشمیر کے محاذ پر حرکۃ الانصار کی صفوں میں شامل ہو کر اپنی جان و مال سے جہاد میں حصّہ لیجئے۔ یہ اہم دینی ضرورت اور وقت کی پکار ہے۔

الداعی الی طریق العز و الشهادة : محمد مسعود اظہر' تہاڑ جیل نئی دہلی



افغانستان میں بھارت کا کردار

یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ بھارت نے یہ بات کبھی نہیں چھپائی کہ وہ ہمیشہ کابل کی کمیونسٹ انتظامیہ کے ساتھ رہا ہے اور اس نے کمیونسٹ اقتدار کو بچانے کیلئے ہر طرح سے تعاون کیا تھا۔ افغانستان کی دھرتی کو موت کا اژدھا بنانے والی بارودی سرنگوں سے لے کر بمبار طیارے اور پائلٹ تک ہندوستان نے فراہم کئے تھے۔ ماسکو کی طرح نئی دہلی بھی افغان کمیونسٹوں کی سرگرمیوں کا اہم مرکز تھا اور حکومت کے بڑے عہدیداروں کے بیوی' بچے دہلی میں مقیم تھے' لیکن انڈیا کی یہ تمام تر مدد بھی نجیب حکومت کو نہ بچاسکی اور ۹۲ء میں افغانستان سے کمیونسٹ حکومت کا خاتمہ ہوا اور انڈیا کے حکمران کف افسوس ملتے رہ گئے۔ دراصل انڈیا افغانستان کی جنگ کو مختلف پہلوؤں سے دیکھتا تھا۔ ان میں سے ایک پہلو یہ بھی تھا کہ وہ اس جنگ کو اپنی اور پاکستان کی' اور روس اور امریکا کی جنگ سمجھتا تھا۔ اس کے گمان میں نجیب حکومت کے خاتمے سے ایک طرف تو خود اس کی پاکستان کے ہاتھوں شکست ہوئی اور دوسری طرف اس کا قریب ترین اتحادی سوویت یونین بھی امریکا کے ہاتھوں شکست کھا گیا اور ہندوستان کو اس بات کا بھی شدید دکھ تھا کہ افغانستان کے راستے پاکستان وسطی ایشیا کی ریاستوں میں کھلی تجارت کرے گا اور ہندوستان منہ دیکھتا رہ جائے گا۔ اسی طرح اسے یہ غم بھی کھائے جارہا تھا کہ پاکستان کو چین کی سرحد کی طرح اب افغانستان کی سرحد پر بھی کسی طرح کا خطرہ نہیں رہے گا اور وہ پوری توجہ سے اپنی ان سرحدوں کی حفاظت کرے گا جو صرف ہندوستان سے ملی ہوئی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ افغانستان کے مجاہدین' کشمیری مجاہدین کی مدد کریں گے' جس سے ہندوستان کا اکھنڈ بھارت کا خواب چکنا چور ہوجائے گا۔

یہ وہ غم تھے جن میں اکیلا ہندوستان جل رہا تھا اور اندر ہی اندر سے کڑھ رہا تھا جبکہ مجاہدین کی کامیابی سے جو مجموعی صدمہ اسلام دشمن ممالک کو پہنچا تھا' اس کا بھی

ہندوستان پر شدید اثر تھا' لیکن جیسے ہی مجاہدین نے کابل پر قبضے کے بعد ایک دوسرے کے گریبانوں میں ہاتھ ڈالا تو انڈیا فوراً چوکنا ہوگیا۔ اسے مجاہدین کے درمیان بھڑکتی آگ میں امید کی کرن نظر آئی' اس وقت کابل میں ایک طرف صدر برہان الدین ربانی اور احمد شاہ مسعود تھے تو دوسری طرف گلبدین حکمتیار۔ پاکستان کی ظاہری حمایت گلبدین حکمتیار کے ساتھ نظر آرہی تھی اور جماعت اسلامی کے شور کی وجہ سے یوں لگتا تھا کہ پورا پاکستان حکمتیار کے پہلو میں کھڑا ہے۔ ادھر احمد شاہ مسعود افغان جہاد کے دوران ہی پاکستان کی بعض ایجنسیوں سے کبیدہ خاطر تھے اور انہیں یہ شکوہ تھا کہ ہتھیاروں کی سپلائی میں جانبداری برتی گئی ہے اور حکمتیار کو استحقاق سے زیادہ مدد دی گئی ہے۔ ہندوستان اس پوری صورتحال سے واقف تھا' اس نے احمد شاہ مسعود کی اس سوچ سے فائدہ اٹھایا اور روس اور ایران کے ساتھ مل کر ربانی حکومت کی مکمل تائید کا اعلان کردیا۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ابتدا میں پاکستان حکومت کا جھکاؤ حکمتیار کی نسبت ربانی حکومت کی طرف زیادہ تھا' لیکن پاکستان ربانی حکومت کی خواہش پر اس کے مخالفوں کو پاکستان سے نکالنے' ان کے دفاتر بند کرنے اور ان کے خلاف ربانی حکومت کی فوجی مدد کرنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ پاکستان کے اسلحہ دینے سے صاف انکار پر ربانی حکومت کو روس اور ہندوستان کے ساتھ مل جانے کا کھلا بہانہ ہاتھ آگیا۔ حالانکہ اندر اندر سے یہ اتحاد بہت پہلے ہوچکا تھا۔ ہندوستان کیلئے یہ سنہرا موقع تھا' وہ ہاری ہوئی جنگ پھر جیت رہا تھا۔ اسے پاکستان کو شکست دینے کیلئے ایک بہترین موقع ہاتھ آگیا تھا اور اسے وسطی ایشیا کی منڈیاں اپنے ہاتھوں مسخر ہوتی نظر آرہی تھیں۔ چنانچہ اس نے ربانی حکومت کی مدد میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور چونکہ وہ اس گر کو بھی سمجھ چکا تھا کہ ربانی صاحب کی طاقت اور عہدہ صرف اور صرف احمد شاہ مسعود کی فوجی قوت کا مرہون منت ہے' اسی لئے انڈیا نے براہ راست احمد شاہ مسعود سے پینگیں بڑھالیں' جو پہلے ہی پاکستان کا کسی قدر مخالف ہوچکا تھا۔ چنانچہ یہ دوستی اس قدر بڑھی کہ احمد شاہ مسعود نے انڈیا کے

اشارے پر پاکستان کے خلاف انڈین سیاست اور انڈین طرز عمل کو اختیار کیا۔ اس نے پاکستان میں بم دھماکے کرائے اور پاکستان کے خلاف جھوٹ اور مبالغہ پر مبنی پروپیگنڈہ کیا' اور تو اور چند پاکستانیوں کو پریس کے سامنے بھی پیش کردیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو پاکستان حکومت کی طرف سے ربانی حکومت کو توڑنے کیلئے کابل میں گھس آئے تھے۔

مجھے چڑھتے سورج کی طرح یقین ہے کہ اس طرح کا بچکانہ اور مضحکہ خیز پروپیگنڈہ احمد شاہ مسعود خود نہیں کرسکتا تھا' اس کے پیچھے مشرکوں کی ذہنیت کار فرما تھی' ورنہ احمد شاہ مسعود اس حقیقت سے خود واقف تھا کہ کتنے پاکستانی مجاہد خود آپ کی "شوریٰ نظار" کے رکن تھے' لیکن مشرکوں سے دوستی نے اس سے یہ ظالمانہ حرکت کروا ڈالی اور ماضی کے اس قابل فخر مجاہد نے خود اپنے ہاتھوں مجاہدین کو رسوا کیا۔ ہندوستان نے کابل میں اپنا سفارتخانہ کھولنے میں بھی دیر نہیں کی اور یہ سفارتخانہ کابل انتظامیہ کے خلاف عوامی ماحول بنانے کیلئے نت نئے طریقے کابل انتظامیہ کو سکھارہا تھا۔ اس طرح احمد شاہ کے فوجی اور جاسوسی اداروں کے اہم افراد نئی دہلی میں بیٹھے ہوئے تھے یا مسلسل ان کے آنے جانے کا سلسلہ جاری تھا۔ کابل سے نئی دہلی آریانا ایئر لائن کی فلائیٹیں بحال کردی گئیں اور یہ تعلقات خطرناک حد تک مضبوط ہوتے گئے۔ بلکہ ہندوستان اور ایران ربانی حکومت کے لئے بالکل وہی کردار ادا کررہے تھے جو کردار نجیب حکومت کیلئے سوویت یونین نے ادا کیا تھا۔ روزانہ درجنوں جہاز جنگی سامان لے کر کابل اور بگرام کے ہوائی اڈوں پر اترتے تھے' اور فوجی مشیر اور جاسوسی ادارے مسلسل ایک دوسرے کی رہنمائی کررہے تھے۔

یقیناً صورتحال کچھ کم خطرناک نہیں تھی۔ وہ رُوس جس نے لاکھوں مسلمانوں کو افغانستان میں قتل کیا تھا' وہ آج افغان حکومت کا دوست بن چکا تھا' اور وہ ہندوستان جو افغانستان کے ہر پتھر کو اپنا دشمن سمجھتا ہے افغانستان میں اپنے پاؤں جما

رہا تھا۔ ایسے وقت میں شہداء کا خون طالبان کی شکل میں ٹھاٹھیں مارنے لگا اور افغانستان کو ہر برائی سے پاک کرنے لگا۔ رُوس' ایران اور ہندوستان نے پہلے دن سے طالبان کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنالیا اور طالبان کی ڈٹ کر مخالفت کی' لیکن نور کا یہ سمندر افغانستان کے ہر کونے سے ظلمت کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ چنانچہ ہندوستان اور ایران کا اسلحہ' فوجی مشیر' جھوٹا پروپیگنڈہ اور واویلا کچھ کام نہ آیا اور طالبان نے کابل پر قبضہ کرلیا اور پھر جوش اور جذبات میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ ان دنوں ہندوستان کے اخبارات اور ریڈیو پر سوائے ماتم' افسوس اور آہ و زاری کے اور کچھ نہیں سنائی دیتا تھا۔

میں نے خود کئی ایک ریڈیو پروگرام سنے جن سے میں ہندوستان کے سیاستدانوں' صحافیوں اور معاشی ماہرین کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوا۔ ان کی گفتگو سے مجھے اندازہ ہوا کہ ہندوستان کس قدر افغانستان میں گھس چکا تھا اور اس نے ربانی حکومت کو بچانے کیلئے کس قدر وسائل خرچ کئے تھے اور اس نے مستقبل میں کیا کیا امیدیں باندھ رکھی تھیں؟ ادھر طالبان اگر جبل السراج پر قبضہ کرکے رک جاتے اور مزید آگے بڑھنے سے پہلے اپنے دفاع کو مضبوط کرلیتے اور اپنے ذرائع ابلاغ کے اور شمال کے علماء کرام کے ذریعے' شمال کے عوام کا ذہن صاف کرلیتے تو ہندوستان کی تمام امیدیں بالکل خاک میں مل جاتیں اور برہمنی سامراج کی رات کی نیندیں حرام ہوجاتیں' لیکن طالبان بھی انسان ہیں۔ ان سے یہ عسکری اور فنی غلطی ہوئی کہ وہ بغیر تیاری کے آگے بڑھ گئے اور انہیں یہ اندازہ نہیں ہوا کہ شمال کے لوگوں میں ان کے خلاف کس قدر زہر پھیلایا جاچکا ہے اور وہاں علاقہ پرستی کے جذبات کو کس قدر بھڑکا دیا گیا ہے؟ چنانچہ طالبان کو پیچھے ہٹنا پڑا اور ان کا کچھ نقصان بھی ہوا۔ اسی دوران رشید دوستم اور احمد شاہ مسعود میں اتحاد بھی ہوگیا اور شمال اور جنوب کو الگ الگ کرنے کی باتیں بھی شروع ہوگئیں۔

اس صورتحال سے ہندوستان کی ڈھارس پھر بندھی ہے اور کئی دن کی مسلسل

خاموشی کے بعد اب انڈیا گورنمنٹ نے پھر ربانی حکومت کی کھلم کھلا تائید کا اعلان کردیا ہے اور پہلے کی طرح امداد بھی بحال ہو چکی ہے' سفارتی اور جنگی تعاون بھی مسلسل جاری ہے۔ سابقہ حکومت کے کئی اہم افراد اب بھی دہلی میں مقیم ہیں اور نئی دہلی میں ربانی حکومت کے سفیر خلیل مسعودی آئے دن پاکستان اور طالبان کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں اور احمد شاہ مسعود کے کئی اہم نمائندے اب بھی دہلی سے مسلسل ہدایات لے رہے ہیں اور دہلی کے بڑے ہوٹلوں میں افغان انتظامیہ کے کئی اہلکار ٹھاٹھ کی زندگی گذار رہے ہیں۔ ایران کے وزیر خارجہ علی اکبر ولایتی نئی دہلی کا' ہندوستان کے ایک کمیونسٹ وزیر چترانن مشرا اور نائب صدر کے آر نارائن تہران کا دورہ کرچکے ہیں اور دوروں کا موضوع صرف اور صرف مسئلہ افغانستان تھا۔

حقائق پر مبنی اس پوری صورتحال سے قارئین کرام خود ہی اس بات کا اندازہ لگاسکتے ہیں کہ ہندوستان افغانستان میں کس قدر زیادہ دلچسپی لے رہا ہے اور کتنی مداخلت کررہا ہے؟ میں حیران ہوں! اس واضح صورتحال کے باوجود پاکستان کے بہت سارے قلمکار طالبان کی کس طرح سے اندھی مخالفت کررہے ہیں؟ خصوصاً تکبیر جیسا موقر ہفت روزہ جس کا ایک ایک حرف پاکستان کی بقا کی ضرورت اور پاکستان کے تحفظ کی دعوت دیتا ہے' کیوں طالبان پر خواہ مخواہ کیچڑ اچھال رہا ہے؟ کیا صرف حکمتیار صاحب کی محبت میں پاکستان کے تحفظ اور افغانستان کے اسلامی تشخص تک کو فراموش کردیا گیا ہے؟

میں جانتا ہوں کہ پاکستان کے کچھ ناعاقبت اندیش آفیسروں نے ماضی میں کمانڈر احمد شاہ مسعود کے ساتھ زیادتیاں کی ہیں اور روس کے ساتھ جنگ کے دوران انہوں نے کھلم کھلا جانبداری کا ثبوت دے کر فاش غلطی کی ہے' لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ احمد شاہ مسعود افغان جہاد کے دوران اس کی مہمان نوازی کرنے والے پاکستان کے عوام کو بم دھماکوں کا تحفہ دے۔ پاکستان نے اپنے سینہ ساٹھ لاکھ مہاجرین کیلئے فراخی کے ساتھ کھولا جبکہ ایران میں جانے والے مہاجرین مصائب کا

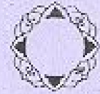
شکار ہوئے اور ابھی تک ہو رہے ہیں۔

پاکستان میں تشریف لانے والے مہاجروں کو پاکستان کے دیندار طبقے نے سینے سے لگایا' ہزاروں بچوں نے قرآن حفظ کیا' ہزاروں نوجوان عالم دین بنے اور افغانوں کی غیرت' عزت اور تشخص محفوظ رہا۔ لیکن ہندوستان میں افغانوں کو شراب اور بدکاری کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ملا۔ ہندوستان کی ہر گلی میں شراب بکتی ہے اور وہاں پر فحاشی کا دور دورہ ہے' جس سے وہاں جانے والے افغان شدید متاثر ہوئے ہیں اور ان کی غیرت اور تشخص سب تباہ ہو چکا ہے اور ان میں سے اکثر اسلام کا نام لینا گوارہ نہیں کرتے۔ پاکستان کے ہزاروں نوجوانوں نے تقریباً تمام مجاہدین تنظیموں کے شانہ بشانہ خوست سے لے کر قندوز تک' جلال آباد سے لے کر کنڑ تک اور قندھار سے لے کر ہرات تک جہاد میں شرکت کی اور انہوں نے افغانوں سے دو گز زمین' جس میں انہیں دفن کیا گیا' کے علاوہ کچھ نہیں مانگا' نہ آئندہ مانگیں گے۔ جبکہ ہندوستان کی بارودی سرنگوں نے مجاہدین کے جسموں کو بکھیر کر رکھ دیا اور اس کے پائلٹوں نے افغان مجاہدین پر آگ اور لوہے کی بارش کی۔ کیا یہ سب کچھ بھول جانے کے قابل ہے؟ کشمیری مجاہدین معلوم نہیں کب سے اپنے افغان بھائیوں کی طرف دیکھ رہے ہیں؟ اور ان کشمیریوں نے ان دنوں افغان جہاد میں حصہ لیا' جب خود ان کے گھر انڈیا آرمی کے ہاتھوں لٹ رہے تھے۔ کیا احمد شاہ مسعود جیسے مجاہدین کو ان مظلوموں کی آہ و زاری سنائی نہیں دیتی؟ حالانکہ اس نے خود مجھ سے بالمشافہ کشمیری مجاہدین سے تعاون کا وعدہ کیا تھا اور کہا تھا کہ میں انہیں گوریلا جنگ لڑنا سکھاؤں گا۔ لیکن پھر وہ خود کشمیریوں کے قاتلوں سے کیوں ہاتھ ملا بیٹھا؟

ہے کوئی احمد شاہ مسعود سے پوچھنے والا! اگر میں آج جیل میں نہ ہوتا تو ضرور احمد شاہ مسعود کے پاس جاتا اور اس سے پوچھتا کہ آخر آپ یہ سب کچھ کیا سوچ کر کررہے ہیں؟ ہم تو آپ کی محبت میں اس قدر گرفتار تھے کہ ہمیں مجاہدین میں آپ جیسا کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا۔ ہم آپ کا نام لیتے تھے تو ہمارے جسم میں خون کی

گردش خوشی اور فخر سے تیز ہوجاتی تھی۔ ہم آپ کے کارنامے بیان کرتے تو ہماری آنکھیں چھلک پڑتی تھیں۔ کیا آپ صرف پاکستان حکومت کی طرف سے غلط رویہ کی وجہ سے اتنی بڑی غلطی کر بیٹھے؟ کیا آپ جیسے آہنی ایمان والے شخص پر بھی وطن پرستی کا جادو چل گیا؟ اور ایمانی اقدار پیچھے رہ گئے۔ کاش!!! میری آواز تم تک پہنچ سکتی تو میں تمہیں اپنی چشم گریاں اور سینہ بریاں دکھلاتا اور تم سے یہی فریاد کرتا کہ تم پنجشیر کے نہیں اللہ کے شیر بنو! وطن پرستی اور انا پرستی کے نقاب کو نوچ ڈالو اور واپس لوٹ آؤ! تم اسلام کے جانباز ہو، تھوک دو! ہندوستان اور رُوس پر۔ طالبان کو گلے لگالو۔ مُلا عمر صاحب کو لکھ دو کہ آپ پنجشیر آجائیں، میں آپ کا استقبال کروں گا اور پھر اے احمد شاہ مسعود! تم اپنی بندوق اُٹھا کر اپنی غلطیوں کی تلافی کیلئے، کشمیر کی ماؤں بہنوں کی مدد کی خاطر، ہندوستانی فوج پر قہر خداوندی بن کر گرو اور انہیں اس طرح خاک میں ملادو، جس طرح تم نے رُوسیوں کو ملایا تھا۔

یاد رکھو! وطن پرستی اور انانیت تمہیں زیادہ سے زیادہ ہٹلر بناسکتی ہے جبکہ اسلام پرستی اور جہاد فی سبیل اللہ تمہیں اس دور کا محمد بن قاسم اور صلاح الدین بنادے گا۔



زخمی پھول، مسکراتے زخم

تقریباً ایک سال کا عرصہ عقوبت خانوں میں گذار کر جب مجھے جیل لایا گیا تو جیل اچھی لگنے لگی کیونکہ یہاں پر نہ تو چیخیں اور سسکیاں سن کر دل لرزتا ہے اور نہ ہی بے شرمی اور حیائی کے وہ مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو ہر عقوبت خانے (ٹارچر سینٹر) میں روزانہ کا معمول ہوتے ہیں۔ جیل میں بھی مجھے خصوصی اہمیت دی گئی یعنی اس وارڈ میں رکھا گیا جہاں کی سختی اور پابندی سے بڑے بڑے نامی گرامی مجرم گھبراتے ہیں۔ اصل میں یہ وارڈ جیل خانے کی "جیل" ہے جہاں پر سخت مجبوری کے عالم میں کسی قیدی کو جیل میں فساد وغیرہ کرنے پر بطور سزا کے زیادہ سے زیادہ ایک ماہ رکھا جاتا ہے۔ مگر مجھے جیل میں لاتے ہی اس وارڈ کی ایک (چکی) سیل میں ڈال دیا گیا اور مجھے یوں محسوس ہوا، جیسے سخت گرمی اور کڑکتی دھوپ کے بعد انسان کسی سایہ دار درخت کے نیچے آجاتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے جہاں تھے، وہاں صبح ہوتے ہی سب کے دل دھڑکنے لگتے تھے۔ علی الصبح ہاتھوں اور پاؤں سے بیڑیاں کھول کر بندوقوں اور ڈنڈوں کے سائے اور فحش گالیوں کی بوچھاڑ میں بیت الخلاء لے جایا جاتا، چونکہ چوبیس گھنٹے میں قضاء حاجت کیلئے صرف یہی موقع ہوتا تھا، اس لئے سب ہی گرتے پڑتے، گالیاں کھاتے اور ڈنڈے سہتے، لنگڑاتے اور کراہتے کراہتے اس مشکل مگر ضروری عمل سے فارغ ہوتے، پھر صبح نو بجے کے بعد پوری عمارت چیخوں سے تھر تھرا جاتی۔ جی ہاں! پوچھ تاچھ کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ کوئی الٹا لٹکا ہوا، قرآنی آیات پڑھ رہا ہے اور چیخ رہا ہے۔ کوئی کرنٹ کی خوفناک تکلیف میں اللہ اللہ پکار رہا ہے۔ کسی کی ٹانگیں دس دس مشرک مل کر چیر رہے ہیں۔ تو کسی کے ننگے بدن پر کوڑے برسائے جارہے ہیں۔ کسی کی ڈاڑھی اکھاڑی جارہی ہے۔ تو کسی کو شراب پینے پر مجبور کرنے کیلئے بری طرح روندا جارہا ہے۔ اکثر قیدی ننگے کردیئے جاتے، ان کی شرم گاہیں ایک دوسرے کے منہ میں دے کر پوچھا جاتا: "ہاں! کہاں ہیں تمہارے

مددگار؟ ہاں! مل گئی تم کو آزادی؟" کوئی پاگلوں کی طرح چیختا نظر آتا تھا' سے
پیٹرول کا انجکشن لگادیا گیا تھا' اور کسی کو کئی کئی دن کیلئے پنجوں کے بل باندھ کر کھڑا
رکھا جاتا اور کھانے کے وقت کھانے میں غلاظت ملادی جاتی۔ وہاں ان کا سب سے
پسندیدہ مشغلہ یہ تھا کہ کسی ایک مجاہد کو برہنہ کرکے سب گھیر لیتے اور تھپڑوں اور
مکوں سے مار مار کر ایک دوسرے کی طرف پھینکتے اور اسے کہتے: "ہاں! اب کرو
جہاد کی باتیں۔" پھر لوہے کی سلاخیں برسنے لگتیں کہ اپنی ماں کو گالی دو' پاکستان کے
خلاف نعرے لگاؤ' جہاد کے خلاف نعرے لگاؤ۔ وہ مجاہد جو نکلا ہی ماؤں کے تحفظ کیلئے
تھا اور جو نکلا ہی جہاد کو زندہ کرنے کیلئے تھا' وہ کہاں ان کی فرمائش پوری کرسکتا؟
بس پھر سلاخیں اپنا کام دکھاتیں' مجاہد گر پڑتا تو مشرک اس پر کودنے لگتے' کسی کے
منہ پر پیشاب ڈال دیا جاتا اور کسی کے ساتھ اور بے حیائی والے ہتھکنڈے آزمائے
جاتے اور جب ناک منہ سے خون ابل پڑتا' غنودگی طاری ہوتی تو یہ دلچسپ تماشہ ختم
ہوتا۔

آہ! بہت عجیب وغریب جگہ تھی وہ۔ جی ہاں! ایسے ہی سینکڑوں عقوبت خانے
دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں جہاں اللہ کے شیروں پر ترقی یافتہ دنیا کے ترقی یافتہ مظالم
ڈھائے جاتے ہیں۔ اس امید پر کہ شاید اسلام مٹ جائے۔ شاید یہ دیوانے تھک
جائیں۔ شاید یہ جھک جائیں' مگر حقیقت میں یہ وہ آگ کی بھٹیاں ہیں جن میں ایک
بار جو جلایا جاتا ہے' وہ کندن بنکر نکلتا ہے۔ یہاں جسم کٹتے ہیں مگر ایمان بڑھتا ہے'
یہاں دشمن کا اصلی چہرہ نظر آتا ہے' یہاں روح کو طاقت ملتی ہے' یہاں جسم لہو رستا
ہے مگر نظریات کو پختگی اور بلندی ملتی ہے' یہ وہی تربیت گاہیں ہیں جہاں سے سیدنا
بلال حبشی رضی اللہ عنہ اور سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کندن بن کر نکلتے تھے۔ یہاں
بے شک گوشت کے جلنے کی بدبو آتی ہے' مگر دل والوں کو یہاں پر پھلنے' پھولنے اور
پھولوں کی طرح تروتازہ ایمان کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ میں نے یہاں ایمان اور
کفر دونوں کی اس حقیقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا جو قرآن مجید نے بیان فرمائی

ہے۔ کفر کی حقیقت پہچانی اور ایمان کے یہ مناظر دیکھے کہ جب ایک بھائی کو مار
پڑ رہی ہوتی تو باقی سب ساتھی اپنے کمروں اور سیلوں میں سجدوں میں تڑپ اور
سسک رہے ہوتے تھے۔ وہ زمین آنسوؤں سے گیلی ہوجاتی' جہاں وہ سجدہ کرتے
تھے۔ وہ آہیں بھر بھر کر اپنے بھائی کی عافیت کیلئے بارگاہ ارحم الراحمین میں التجائیں
کرتے۔ یہاں سب کا یہ تجربہ رہا ہے کہ جس کو خود مار پڑتی اس کا صرف جسم دکھتا تھا
جبکہ باقی سب کے دل و جان دونوں دکھتے تھے۔

ایک بار مجھے ایک خصوصی مرحلے سے گزار کر جب لایا گیا تو ساتھیوں نے حالت
دیکھی تو چادروں میں منہ ڈال کر اتنا روئے کہ کمرہ ان کی سسکیوں سے گونجنے لگا۔
کافروں کی ضربوں نے میری آنکھ سے ایک آنسو بھی نہیں نکالا تھا۔ وہاں تو صرف
خون نکلا تھا مگر یہ ایمانی اخوت کا منظر دیکھ کر میرے آنسوؤں کا بندھن ٹوٹ گیا لیکن
میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ الحمدللہ! میں کفر کے تشدد سے نہیں بلکہ ایمان کی
حلاوت سے رویا ہوں۔ یہاں یہ بھی پابندی تھی کہ کوئی کسی کی خدمت نہ کرے اور
نہ کوئی کسی کو عزت سے پکارے مگر کتنے ساتھیوں نے عزت سے نام پکارنے کے جرم
میں خوفناک ماریں کھائیں۔ وہ ایمانی منظر میں کیسے بھول سکتا ہوں جب ہم رات کو
لیٹتے تو کوئی ساتھی کسی طرح سے آیوڈیکس یا کوئی دوائی منگواتا پھر اپنے زخمی جسم کو
بھول کر کمبل کے نیچے چھپ کر' لیٹ کر اتنی دور آتا جتنا اس کی ہتھکڑی کی زنجیر
اجازت دیتی۔ پھر سخت خطرہ اور مشقت مول لے کر ہمارے ہاتھوں اور پاؤں کی مالش
کرتا جو ڈبل روٹیوں سے بڑھ کر سوج چکے ہوتے تھے۔ بہرحال میں نے اس خوفناک
جگہ پر جس طرح ایمانی اقدار کو پھلتے پھولتے دیکھا' وہ میری زندگی کا ایک ایسا قیمتی
تجربہ ہے جس نے میرے نظریات کو تو مضبوط ترکیا ہی ہے' اس کے علاوہ بھی مجھے
بہت کچھ سکھا دیا ہے۔

ایسے تین بدنام عقوبت خانوں سے گزر کر اب جب جیل پہنچا تو یہاں پر راحت
کا محسوس ہونا ایک فطری اور قدرتی امر تھا' مگر جیل حکام کو ان کی خفیہ ایجنسیوں نے

بہت ڈرا دیا تھا' اس لئے انہوں نے کڑی نظر رکھی اور ہر آن سختی اور پابندی بڑھاتے ہی چلے گئے۔ ذہن کو جب کچھ سکون اور جسم کو قدرے راحت ملی اور کاغذ قلم بھی ہاتھ لگا تو پھر اپنے ادھورے کام کو مکمل کرنے کا جنون سوار ہوا۔ بہت کچھ دل و دماغ میں باقی تھا جو اُمت تک پہنچانا ضروری سمجھتا تھا اور بہت کچھ نیا سیکھا تھا' جس کی کارگذاری اس اُمت کو سنانی تھی جس کی عظمت رفتہ کی بحالی کی محنت کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر گھر سے نکلا تھا۔ چنانچہ موقع دیکھ کر لکھنا شروع کیا۔ ایک اہم موضوع پر دو سو (فل اسکیپ) صفحے لکھ ڈالے' کافی اہم اور معلوماتی اور ضروری مقالہ تھا مگر پھر حالات نے کروٹ بدلی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی اس محنت کو ضائع کرنا پڑا کہ مبادا دوستوں کے ہاتھ لگنے سے پہلے دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ ان صفحات کے ضائع ہونے پر دل کو بہت دھچکا لگا اور پہلی مرتبہ احساس محرومی ہونے لگا اور خیال آیا کہ شاید اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کی بدولت دین کے کام سے چھٹی کا وقفہ ختم نہیں ہوا۔ اس واقعہ کے تقریباً تین ماہ بعد پھر حالات میں کچھ سدھار آیا اور بعض حالات و واقعات پڑھ کر اور سن کر دل میں یہ درد پیدا ہوا کہ اُمت کے اہل مفکرین' اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور اُمت مسلمہ کی عظمت رفتہ کی بحالی کیلئے جس عمل کے احیاء کیلئے فکر مند تھے' وہ عمل جہاد الحمدللہ! اب پوری آب و تاب کے ساتھ شروع ہوچکا ہے اور وہ اس کام کیلئے اُمت کے جس طبقے کی تلاش میں تھے' وہ مجاہدین کا طبقہ اب تقریباً منظم طور پر وجود میں آچکا ہے لیکن اب پوری دنیا کے سازشی ذہن جہاد اور مجاہدین کے خلاف متحد ہوچکے ہیں اور ان کے خاتمے کیلئے ہر وہ حیلہ کررہے ہیں جو وہ کرسکتے ہیں اور مجاہدین کو ہر طرف سے خطرات کا سامنا ہے' اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ مجاہدین ابھی سے ایسی پیش بندی اور منصوبہ بندی کریں کہ وہ ہر قسم کے داخلی و خارجی خطرات سے محفوظ ہوجائیں۔

کل تک سب کے دل میں یہ کڑھن اور فکر تھی کہ اللہ کے کلمے کی بلندی اور اسلام کی عظمت کیلئے ایسا طبقہ میدان عمل میں اترے جو کردار کا غازی ہو اور زندگی

سے زیادہ موت کو عزیز رکھتا ہو' کفار کی ذہنی اور فکری غلامی سے آزاد ہو اور جہاد فی سبیل اللہ کا علمبردار ہو' کیونکہ اسلام کی حفاظت کے لئے جہاد اور مجاہدین کی ضرورت ہے۔ اور اب یہ فکر اور کڑھن پیدا ہوگئی کہ کسی طرح سے جہاد و مجاہدین کی حفاظت کا بھی پورا پورا بندوبست کیا جائے اور ابھی سے ایسے اقدامات کرلئے جائیں جن کی بدولت یہ عظیم نعمت جو اُمت کو صدیوں کے انتظار کے بعد ایسی شان و شوکت سے نصیب ہوئی ہے' ہر قسم کے فتن و آفات اور خطرات سے محفوظ ہوجائے۔ یہ فکر اور کڑھن دل میں اتنی شدت اور قوت سے پیدا ہوئی کہ فوری طور پر اپنے مجاہد ساتھیوں کو ایک مختصر کھلا خط لکھنے کا ارادہ کیا اور جلدی جلدی چند صفحات لکھ ڈالے۔ پہلے ارادہ تھا کہ چند صفحات کا خط فوری طور پر روانہ کردیا جائے اور مجاہدین کرام کو ان خطرات سے آگاہ کیا جائے جو ان کے اردگرد اور اوپر نیچے منڈلا رہے ہیں' پھر یہ مضمون تھوڑا سا طویل ہوگیا اور ایک مختصر رسالے کی شکل اختیار کرگیا۔ اس دوران جیل کے حالات پھر خطرناک ہوگئے مگر اب ان اوراق کو ضائع کرنے کی بجائے چھپانے کا انتظام ہوگیا۔ چنانچہ تقریباً ڈیڑھ دو ماہ یہ چند صفحات چھپانا کسی معرکے سے کم نہیں تھا' مگر اللہ تعالیٰ کی نصرت رہی اور یہ اوراق جو چھپ چھپ کر عام حالات سے کافی مختلف حالات میں لکھے تھے' ضائع ہونے سے بچ گئے۔

اس وقفے میں حسن اتفاق سے مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی (جن کا تذکرہ میں اپنے ان اوراق میں پہلے ہی کرچکا تھا) کی ایک کتاب (عالم پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر) ہاتھ لگی اور مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ اس کتاب نے میرے نظریئے اور خیالات کو اور زیادہ پختہ کردیا بلکہ اس کتاب کی اکثر باتیں وہی تھیں جو میرے ذہن میں اٹھتی اور دل میں تڑپتی تھیں۔ گویا کہ کتاب کے بعض مضامین میں میرے گونگے خیالات کی فصیح و بلیغ اور عالمانہ ترجمانی تھی۔ بعد میں جب حالات پھر کچھ درست ہوئے تو چھپائے گئے اوراق کو ترتیب دیا اور باقی ماندہ مضمون کو مکمل کیا اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی کتاب کے

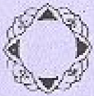
کچھ اقتباسات بھی اس مضمون میں شامل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور یوں یہ چند صفحات کا مضمون کئی ماہ کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اب مسئلہ تھا اسے اپنے مخلصین تک پہنچانے کا۔ چنانچہ یہ مشکل مرحلہ جو ایک مستقل معرکہ تھا' اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل وکرم سے طے پایا اور یہ مسودہ....... کی خدمت میں پہنچانے کا موقع مل گیا۔ جہاد اور مجاہدین سے ان کا لگاؤ اور اُمت مسلمہ کیلئے ان کا درد دل کسی سے مخفی نہیں' وہ جس طرح سے اپنی علمی مشغولیات کے ساتھ ساتھ راتوں کا آرام اور زندگی کی راحت قربان کرکے اُمت مسلمہ کیلئے کام کرتے ہیں' یہ انہیں کا حصّہ ہے اور اُمت مسلمہ کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ایسے باخدا' مخلص' محنتی' جانباز اور سرفروش علماء کرام کی قیادت حاصل ہے۔

یہ تھی مختصر داستان اس مضمون کے لکھنے اور بھیجنے کی' اس کے بعد اب آگے کیا ہوگا؟ میں نہیں جانتا۔ میں تو یہ امانت اُمت کے ایک رہنما تک پہنچا کر مطمئن ہوچکا ہوں اور اپنی کم علمی کی بنا پر ان سے درخواست کرچکا ہوں کہ وہ ان معروضات وگذارشات کے سلسلے میں جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔ اس اشاعت میں اُمت کیلئے فائدہ ہے تو ضروری تصحیح وترمیم کے بعد شائع فرمادیں اور اگر یہ معروضات قبل ازوقت یا بلاضرورت ہیں تو پھر ان اوراق کو ردی کی ٹوکری میں ڈالنے سے دریغ نہ فرمائیں۔

اگر یہ معروضات شائع ہوجائیں تو مجاہدین کرام (خواہ وہ کسی بھی تنظیم سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی محاذ پر مصروف عمل ہوں) سے خصوصی گذارش ہے کہ یہ معروضات آپ کے ہی ایک بھائی نے آپ ہی کیلئے تحریر کی ہیں۔ آپ ان معروضات کو مکمل غور سے پڑھیے' اگر کچھ اچھی باتیں ملیں تو خود بھی عمل کیجئے اور اپنے دوسرے بھائیوں تک بھی پہنچائیے اور یاد رکھئے! آج اُمت مسلمہ کی نظریں آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ مظلوم مائیں' بہنیں اور بیٹیاں آپ کے انتظار میں ایک ایک لمحہ گن گن کر گذار رہی ہیں۔ عقوبت خانوں سے اٹھنے والی اَحد اَحد کی صدا آپ کو پکار رہی ہے۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر اہل حق کی ہر

مسجد وخانقاہ میں آپ کیلئے دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ آپ کا وجود اُمت مسلمہ کیلئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ آپ کی زندگی سعادت اور موت شہادت ہے' مگر اللہ کے دشمن آپ کے خلاف متحد ہوچکے ہیں۔ رات دن آپ کے خلاف سازشیں کی جاتی ہیں۔ آپ کا وجود ہر دشمن اسلام کو کھٹک رہا ہے اور اب سب کی زندگیوں کا ایک ہی بڑا مقصد ہے' وہ ہے آپ کا خاتمہ۔ اقوام متحدہ کا ادارہ ہو یا انسانی حقوق کی تنظیمیں' اقتصادی اتحاد ہوں یا جنگی' ہر جگہ آپ کو دنیا کا سب سے خطرناک مسئلہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ اسلام دشمن ڈاڑھیاں رکھ کر' اور مکار وشیاطین ہمدردوں کی شکل میں آپ کی صفوں میں گھسائے جارہے ہیں۔ کافر ومنافق سب کو آپ سے خطرہ ہے۔ تمام شیطانی طاقتیں آپ کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ان شاء اللہ آپ کا رب آپ کو ان خطرات سے بچائے گا' مگر آپ کو بھی کچھ کرنا ہوگا۔ اگلے صفحات میں اسی "کچھ" کا تذکرہ ہے جو ہم نے اور آپ نے کرنا ہے۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد و علی آله و أصحابه أجمعین.



دوماشے کی آرسی' نانی بولے فارسی

کیا نام ہے؟..... کہاں سے پکڑے گئے؟..... کتنے فوجی مارے ہیں تم نے.....؟ کتنے پیسے ملتے ہیں تمہیں.....؟ یہ وہ سوال ہیں..... جن کا ہمیں دن رات..... جواب دینا پڑتا تھا..... ہم چھوٹے چھوٹے..... پنجرہ نما سیلوں میں..... بند تھے..... اور ہمیں دیکھنے والوں کا تانتا بندھا رہتا...... اول تو سنتری مسلط رہتے' پھر کوئی آفیسر آجاتا..... بعض آفیسر..... اپنے دوسرے دوست آفیسر کو بلاکر..... لے آتے..... تاکہ ہمیں دکھاکر. اپنی بہادری کا سکہ بٹھا سکیں..... کہ ہم نے ایسے..... خطرناک..... دہشت گرد پکڑ رکھے ہیں..... اس صورتحال سے ہم اتنے تنگ تھے..... کہ ہمیں چڑیا گھر کے..... جانور اچھے لگنے لگے..... جو بے زبان ہونے کی وجہ سے..... تماشا کرنے والوں کے..... خیالات سننے سے...... محفوظ رہتے ہیں..... مگر ہماری..... بے بسی تو..... ان جانوروں جتنی یا..... ان سے بھی زیادہ تھی..... اور اضافہ یہ کہ..... ہمیں سوالات کے جوابات بھی دینے پڑتے تھے..... اور بیوقوفوں کی باتیں بھی سننی پڑتیں.....

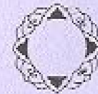
ایک مرتبہ تو حد ہوگئی ..... انڈین آرمی کے آفیسر..... عورتوں کو لے کر آگئے..... غالباً وہ عورتیں بھی آفیسر تھیں..... ہم..... اس ملاقات کے دوران نظریں جھکائے..... کھڑے رہے ..... اور ہم نے..... ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیا..... وہ مایوس..... اور ناراض ہوکر چلے گئے..... ہم نے آپس میں..... مشورہ کیا..... فوراً ہی فیصلہ ہوا..... اور عمل شروع ہوگیا..... ایک سیل سے بلی کی..... دوسرے سے بکری کی..... تیسرے سے گھوڑے کی..... اور چوتھے سے..... کسی اور جانور کی..... آواز آنے لگی...... سنتری دوڑتے ہوئے آئے..... انہوں نے خاموش کرانے کی..... پوری کوشش کی..... مگر..... یہ تو مرکزی شوریٰ کا فیصلہ تھا..... ہر ساتھی...... حسب استطاعت..... آنکھیں بند کرکے..... توجہ سے..... کوئی نہ کوئی آواز نکال رہا تھا..... مجھ جیسے اناڑی خاموش تھے..... مگر..... دل سے شریک تھے..... سنتریوں نے آفیسروں کو بتایا کہ..... پاکستانی دہشت

گرد..... عجیب وغریب آوازیں نکال رہے ہیں..... آفیسر بھی فوراً..... پہنچ گئے مگر یہاں سلسلہ جاری تھا..... انہوں نے پوچھا یہ کیا حرکت ہے؟ جواب ملا پہلے سارا دن مرد آتے تھے..... آج عورتیں بھی آگئیں..... گویا کہ یہ چڑیا گھر ہے..... اور ہم جانور..... اب ہم بھی جانوروں کی بولی' بولیں گے خواہ کوئی بھی آجائے..... بہرحال یہ سلسلہ جاری رہا..... ایک سنتری نے سمجھا..... یہ لوگ میرا مذاق اڑاتے ہیں..... میرے ساتھ ہی سیل میں..... ایک ساتھی..... بکرے کی آواز اتنی مہارت سے نکالتا تھا..... کہ اگر خود بکرا سن لیتا تو وہ بھی شک میں پڑجاتا..... یہ سنتری..... بکرے سے کچھ ملتا جلتا تھا..... اللہ کی مرضی..... جسے جیسا چاہے بنادے..... وہ آواز سن کر بدک جاتا..... ایک بار وہ آفیسر کو لے آیا..... آفیسر نے آکر ہمیں کہا..... یہ سنتری کچھ شکایت کررہا ہے..... اس نے سنتری کی طرف دیکھا...... سنتری نے کہا..... شر(سر) یہ مجھے بکرا کہتے ہیں..... میرے ساتھی نے کہا..... جناب آپ خود ان کی شکل دیکھیں..... یہ تو انسان ہیں..... بکرا تھوڑا ہی ہیں..... میں ان کو بکرا کیسے کہہ سکتا ہوں..... آفیسر نے سنتری کے چہرے کی طرف دیکھا..... تو خود اس کی ہنسی چھوٹ گئی..... اب وہ اپنی ہنسی پر قابو پانے کی کوشش بھی کررہا تھا..... اور رعب برقرار رکھنے کی بھی..... چنانچہ اس نے ان دونوں سے توجہ ہٹا کر..... مجھ سے کہا..... ہاں بھائی..... آپ بتاؤ..... کیا بات ہے.....؟ میں نے کہا..... سنتری کو خواہ مخواہ شک ہوگیا ہے..... ایسی کوئی بات نہیں ہے.....

خیر چھوڑیئے.....! بات چل رہی تھی..... ہمیں دیکھنے کیلئے آنے والوں کی..... اور ان کے سوالات کی..... ہر آنے والا ہم سے آخری سوال یہ کرتا..... کیا کھانا ملتا ہے؟..... ہم کہتے جی ملتا ہے..... بس پھر اس کا انداز بدل جاتا..... کوئی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر اداکاری کرتا تو..... کوئی..... دونوں ہاتھ کمر کے اطراف میں رکھ لیتا ..... اور بات سب کی ایک ہوتی..... یہ ہمارا ہندوستان ہے..... جو دشمنوں کو بھی کھانا دیتا ہے..... پاکستان میں..... ہمارے قیدیوں کو کھانا نہیں ملتا..... مگر ہمارے ہاں اصول ہیں..... ہم سب کو انسان سمجھتے ہیں..... بہرحال کیوں کہ وہاں کا کھانا..... کھانے کے

قابل نہیں ہوتا تھا..... اکثر پوچھنے والے تو اتنا ہی پوچھ لیتے کہ کھانا ملتا ہے؟ اور پھر ایک لمبی تقریر..... انڈیا کی فراخ دلی پر جھاڑتے..... اور چلے جاتے..... مگر بعض یہ بھی پوچھتے..... کھانا کیسا ہوتا ہے؟..... ہم کبھی تو یہ سوچ کر..... کہ کھانے میں کیا عیب نکالیں..... جواب دیتے..... بس ٹھیک ہی ہوتا ہے..... اس پر..... وہ مٹک مٹک کر پھر تقریر کرتے..... لیکن کبھی کبھار ہم تنگ آکر..... کہتے..... یہ کھانا تو..... جانور بھی نہیں کھاسکتے..... بس پھر ان کا انداز بدل جاتا..... اور کہتے..... کیا.....؟ ہم تمہیں اپنی پاکٹ سے دیں؟ جو گورنمنٹ نے دیا ہے وہی تمہیں کھانا پڑے گا..... اگر ہم کھانے کا عیب نہ نکالتے تو..... ہندوستان کی تعریف سنی پڑتی..... اور جب عیب نکال دیتے..... تو..... جواب ملتا ہم کیا کریں؟..... کیا ہم اپنی جیب سے دیں.....؟ اور ہم دل ہی دل میں سوچتے..... اللہ کا شکر ہے کہ..... کھانا اچھا نہیں دیتے..... کیوں کہ جب ریت سے بھری روٹی..... اور پانی میں ابلی..... خراب سبزی دے کر..... یہ مشرک..... اتنا احسان جتلا رہے ہیں تو اگر اچھا کھانا دیں گے..... تو ان کی..... کتنی فضول باتیں اور سننا پڑیں گی..... پھر جب اگلے دن..... کوئی مشرک پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کسی فنکار کی طرح..... کھانا دینے پر انڈیا کی تعریف..... کر رہا ہوتا..... تو میں دل ہی دل میں اردو کی کہاوت دہراتا رہتا تھا..... وہ کہاوت جو ایسے شخص پر بولی جاتی ہے..... جو احسان تو بہت معمولی کرتا ہے..... اور..... جتلاتا حد سے زیادہ ہے۔

دو ماشے کی آرسی
نانی بولے فارسی



خوابوں کی نگری

خوابوں کی دنیا بھی عجیب ہے..... کچھ لوگ خوابوں کے سہارے زندگی گذارتے ہیں تو کچھ خوابوں کے خوف سے جیتے جی مرجاتے ہیں..... اگرچہ اہل علم نے خوابوں کی تین قسمیں..... بتادی ہیں..... مگر خوابی مزاج افراد..... ان تینوں قسموں کے فرق سے بے نیاز..... اپنے ہر خواب کو..... غیبی اشارہ سمجھتے ہیں..... انہیں پتہ نہیں چلتا کہ..... کونسا خواب سچا ہے..... اور کونسا شیطانی وسوسے کا نتیجہ ہے..... اور کونسا خیالات اور اوھام کے قبیل سے ہے..... گیس کے مریض..... ہمیشہ اونچے خواب دیکھتے ہیں..... اور ہر لمحہ پرواز کرتے ہیں..... فارغ لوگ..... خوابوں میں ہی مصروف رہتے ہیں..... یعنی رات کو دیکھتے ہیں..... اور دن کو سناتے ہیں..... یوں ان کے چوبیس گھنٹے..... مصروف ہی گذرتے ہیں..... زیادہ سوچنے والوں کو..... اپنی ہر سوچ..... کا بدلہ رات کے خیالات میں ملتا ہے..... لیکن وہ اسے بھی کشف سمجھتے ہیں..... آج جبکہ..... جھوٹ بلندی پر ہے..... جھوٹ بکتا ہے..... جھوٹ دیکھا اور پڑھا جاتا ہے..... پھر بھی اصرار ہے کہ خواب سچے..... ہوتے ہیں..... حالانکہ تین تین گھنٹے کی..... جھوٹی فلمیں..... رات بھر ٹیلیویژن پر..... جھوٹے ڈرامے..... صبح صبح اخبارات..... سیاستدانوں کے..... جھوٹے بیانات..... دفتروں میں جھوٹ..... اسٹیشنوں اور مارکیٹوں میں جھوٹ بسوں اور گاڑیوں میں جھوٹ..... لیکن رات کو نظر آنے والا..... ہر خواب سچا..... یہ منطق سمجھ سے باہر ہے..... عجیب بات ہے کہ..... خواب پورا یاد بھی نہیں ہوتا..... پھر بھی کوئی نہ کوئی تعبیر نکالے..... بیٹھے ہوں گے..... ایک صاحب مجھے خواب..... سناتے تھے:

"میں ایک پہاڑ پر چڑھا..... معلوم نہیں میرا گاؤں تھا یا قریبی گاؤں..... وہاں اونچے اونچے درخت دیکھے..... پھر ایک بندر دیکھا..... معلوم نہیں بندر تھا یا آدمی..... ہاں ہاں! بندر تھا..... نہیں شاید آدمی تھا"..... وہ اس طرح..... معلوم نہیں یاد نہیں.....

کے غلاف میں ..... لپٹا خواب سناتے ..... اور پھر تعبیر پوچھتے ..... اب میں انہیں کیا جواب دیتا؟

کچھ لوگ تو ..... خواب پر نظریات کی بنیاد رکھتے ہیں ..... ان نظریات کو آگے پھیلاتے بھی ہیں ..... حالانکہ شریعت میں تو ..... اولیاء کے کشف کو بھی ..... دوسروں کیلئے ..... حجت قرار نہیں دیا گیا ..... لیکن بے وضو ..... پیٹ بھر کر ..... سونے والے ..... بہت سارے لوگ ..... اپنے گیس زدہ خیالات کو ..... دینی نظریہ بناتے ہیں ..... اور پھر لوگوں کو سنا سنا کر ..... ان کے عقائد و نظریات پر ..... زہریلی گیس گراتے ہیں ..... ایسے بدبخت لوگ بھی ..... آج موجود ہیں ..... جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے ..... اور آپ سے ہدایات لینے کا دعویٰ کیا ..... اور ان خوابوں کو ..... عوام کے سامنے پیش کیا ..... اور لکھ لکھ کر ..... ان کی اشاعت کی ..... اور پھر آخر میں کہہ دیا ..... ہم تو جھوٹ بول رہے تھے ..... ان ظالموں کو ..... جھوٹ بولنے کیلئے ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات ہی نظر آئی تھی؟ ..... یہ اسی صورت میں ممکن ہے ..... جب دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت نہ ہو ..... اللہ اور اس کے رسول کی ..... عظمت دل سے نکلنا ..... یہودیوں کی گمراہی ..... اور پستی کا ..... بڑا سبب بنا تھا ..... اور تو اور ..... بعض لوگ خوابوں کی بنیاد پر ..... بدگمانی ..... اور تہمت جیسے گناہوں کے مرتکب ہوتے ہیں ..... ایک شخص نے ..... ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ ..... ان کی ڈاڑھی کٹی ہوئی تھی ..... اس نے خود ہی ..... تعبیر سمجھ لی کہ ..... یہ بزرگ صحیح آدمی نہیں ہیں ..... اور ان کے بارے میں میرا نظریہ (کہ وہ غلط آدمی ہیں) ..... خواب سے ثابت ہو گیا ..... پھر اسی پر بس نہیں ..... وہ اس خواب کو ..... دوسروں کو بھی سنا رہا تھا ..... حالانکہ ان بزرگوں کی ڈاڑھی ..... پوری تھی ..... لاکھوں لوگوں نے انہیں کھلی آنکھوں سے ..... ڈاڑھی کے ساتھ دیکھا تھا ..... مگر ان کی بات کا اعتبار نہیں ..... جبکہ اس شخص نے بند آنکھوں ..... ڈاڑھی کٹی ہوئی دیکھ لی ..... تو غیبت اور بدگمانی کا جواز مل گیا ..... اس سے بڑھ کر ..... خطرناک واقعہ یہ دیکھنے کو ملا کہ ..... ایک

خاوند نادار ..... اپنی بیوی ..... اور چار عدد بچوں کی ماں پر ..... اس لئے ..... بدگمان ہوگئے کہ ..... انہوں نے خواب میں ..... اسے کسی اور کے ساتھ ..... دیکھ لیا تھا.....

جیل میں رہنے والے ..... ویسے ہی پریشان ہوتے ہیں ..... اور تنگ جگہ پر ..... نگاہیں دیواروں اور سلاخوں سے ٹکرا کر ..... واپس آتی ہیں ..... اور ذہن پراگندہ خیالات سے ..... بھر جاتا ہے ..... چلنے پھرنے کی سہولت کے فقدان ..... اور غیر صحت مند غذا ..... معدے پر ..... برے اثرات ڈالتی ہے ..... قیدی ..... بہت خواب دیکھتے ہیں ..... بعض خواب سچے بھی ہوتے ہیں ..... لیکن اکثر وہی ہوتے ہیں ..... جن میں یاد نہیں رہتا کہ ..... بندر دیکھا ہے یا آدمی ..... مختلف جیلوں میں ..... اپنے ساتھ والوں کے ..... بے شمار ..... الٹے سیدھے ..... بے ربط اور بے ضبط ..... خواب سن سن کر ..... کان پک گئے ..... اور اس اصرار پر ..... اور پریشانی ہوتی کہ ..... تعبیر بھی بتاؤ ..... اور وہ بھی من پسند ..... ایک مرتبہ ایک کشمیری نوجوان نے ..... خواب سنایا ..... میں نے کہا ..... ممکن ہے رہائی کی طرف اشارہ ہو ..... دیکھتے ہی دیکھتے بات پھیل گئی ..... اگلے دن ایک پینسٹھ (۶۵) سالہ بزرگ ..... خواب سمیت تشریف لائے ..... بہت ذاکر شاغل ..... اور صاحب عزیمت تھے ..... اور بڑھاپے میں ..... عقوبت خانے کی ..... سختی برداشت کر رہے تھے ..... ان کا خواب سن کر میں نے کہا ..... اصل علم تو اللہ کو ہے ..... لگتا ہے آپ کو ..... ایک سال یا کچھ زائد جیل میں رہنا ہوگا ..... بزرگ اپنے کمرے میں پہنچے ..... اور ان کی آہ و بکا سے ..... رفقاء دہل گئے ..... سب نے تسلی دی مگر ان کا رونا ..... بند نہ کرا سکے ..... مجھے کسی نے آکر بتایا ..... آپ کی تعبیر تو اس کی جان لے جائے گی ..... وہ آدھے رہ گئے ہیں ..... میں نے فوراً ایک ساتھی کے ہاتھ ..... تسلی بھجوائی کہ ..... مجھے تو تعبیر آتی ہی نہیں ..... وہ تو بس میرا اندازہ تھا ..... آپ کو اللہ تعالیٰ جلدی رہا فرما دے ..... تب ان کو تسلی ہوئی ..... مگر ایک سال ..... یا کچھ زائد ..... ہمارے ساتھ ہی رہے ..... اس واقعے کے بعد ..... جو بھی قیدی مجھے خواب سناتا ..... میرا دل چاہتا خواب سننے سے پہلے ہی ..... تعبیر بتا دوں کہ ..... ماشاء اللہ رہائی کی طرف ..... بڑا تگڑا غیبی اشارہ

ہے.....

خوابوں کی ..... اس نگری میں ..... کیا درست ہے کیا غلط .....؟ یہ تو صرف چند لوگ ہی جانتے ہیں ..... سچے خواب کو نہ آدمی بھلا سکتا ہے ..... اور نہ اس میں کوئی اور خواب خلط ہوتا ہے ..... سچے خواب کے اثرات انسان کی زندگی سے ..... ایسے ہی وابستہ رہتے ہیں ..... جس طرح زندگی کا کوئی اہم واقعہ ..... کہ مٹائے نہیں مٹتا..... اگر ڈراؤنا خواب ہو تو ..... حدیث میں حکم ہے کہ بائیں طرف ..... تھوک دو..... یا تھتکار دو ..... اور اس خواب کے شر سے ..... اللہ کی پناہ مانگ لو..... یہ خواب نقصان نہیں پہنچاسکے گا..... یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ ..... خواب ہر کسی کو نہ سناؤ ..... صرف ..... مخلص و خیرخواہ اور صاحب علم و عقل ..... شخصیات کو سناؤ ..... یہ بھی بتادیا گیا کہ ..... شیطان انسان سے کھیلتا ہے ..... ایسے شیطانی خیالات کی ..... تشہیر نہیں کرنی چاہیے ..... اور یہ بات بھی ..... واضح ہے کہ ..... کوئی خواب ..... حلال کو حرام ..... اور حرام کو حلال نہیں کرسکتا..... اور نہ ہی خواب میں کئے ..... ہوئے گناہ پر ..... حد یا سزا جاری ہوتی ہے ..... جبکہ لوگ خود کو ..... گناہ کرتا دیکھیں تو ..... کبھی نہیں بتاتے ..... لیکن کسی دوسرے کو بری حالت میں دیکھ لیں ..... تو وحی سمجھ لیتے ہیں.....

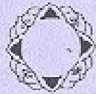
مجھے حیرانی ہوتی تھی ..... جب میرے مرشد ..... حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ..... نور اللہ مرقدہ ..... بعض خوابوں کی تو..... بہت اچھی تعبیر دیتے تھے ..... مگر اکثر خواب سنانے والے کو فرماتے : "یار تمہارا ہاضمہ خراب ہے..... اسپغول کا چھلکا پیو ....."

مگر اب حضرت کی بات ..... اچھی طرح سمجھ میں آگئی ہے ..... خصوصاً اس دن جب ایک عورت اپنے خاوند سمیت آئی ..... اور اس نے پردے کے پیچھے سے ..... ہانپتے ہوئے بتایا کہ ..... میں نے اپنی ساس کو دیکھا..... اس نے میرے بچے کو ذبح کردیا ..... پھر میں نے ساس کو دیکھا ..... وہ میرا گلا گھونٹ رہی تھی ..... وغیرہ وغیرہ ..... میں سمجھ گیا کہ ..... وہ مجھے ..... خواب نہیں سنارہی ..... بلکہ اپنے خاوند کو ..... اس کی ماں

کے عزائم سے آگاہ کررہی ہے ..... اور حضرت کی بات پر ..... زیادہ یقین اس وقت آیا ..... جب خواب کی بنیاد پر ..... لوگوں کو ..... ایک دوسرے سے بدگمان کرتے دیکھا ..... اور نیک ہستیوں پر ..... کیچڑ اچھالتے دیکھا.....

خواب دیکھنے والوں کو میرا نیک مشورہ ہے کہ ..... خواب ہر کسی کو نہ سنایا کریں ..... خوابوں کی بجائے ..... حقائق پر زیادہ اعتبار کریں ..... لیکن اگر کوئی ..... ایسا خواب نظر آئے ..... جو حقیقت میں سچا خواب ہو تو عام لوگوں کو بتانے ..... یا خود کتابیں دیکھ کر رائے قائم کرنے کی بجائے صرف ..... اہل علم ..... اہل دل ..... اللہ والوں سے ..... تعبیر لیں ..... اور وہ حضرات ..... جو لوگوں کے الٹے سیدھے خوابوں سے ..... تنگ آچکے ہوں ..... ان سے گذارش ہے کہ ..... اسپغول کا چھلکا..... ہمیشہ ساتھ رکھیں اور گیس زدہ خوابوں کی تعبیر کے طور پر ..... خواب دیکھنے والے کو ایک پڑیا دے دیا کریں.....

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا محمد و علیٰ آله و أصحابه أجمعین.



ایمانی غیرت

جیل میں اچانک ...... خوشی کی لہر دوڑ گئی ...... تقریباً سو قیدیوں کی رہائی کا اعلان ہوا ...... بڑے گیٹ کے پاس ...... اونچی جگہ کھڑے ہو کر ایک شخص نے ...... آزاد ہونے والوں کے ...... ناموں کی فہرست سنائی ...... پھر جموں کی ...... بدنام ...... کوٹ بلوال جیل کا ...... ماحول ہی بدل گیا ...... ہر طرف گہما گہمی شروع ہو گئی ...... کوئی اِدھر دوڑ رہا ہے ...... کوئی اُدھر ...... حالانکہ رہائی ...... دو دن بعد تھی ...... مگر لگتا تھا ...... ابھی جیل خالی ہونے والی ہے ...... کوئی اپنی رہائی پر خوش تھا ...... تو کوئی اپنے دوست کی رہائی پر ...... سامان باندھا ...... جا رہا تھا ...... دعوتیں شروع تھیں ...... گہرے دوست ...... بارکوں کے ...... کونوں میں ...... بیٹھ کر ...... یوں باتیں کرنے لگے ...... جیسے اب ...... شاید آیندہ کبھی ...... ملاقات نہ ہو ...... میں اس پورے ماحول سے ...... بے نیاز ایک سیل میں ...... بیٹھا تھا ...... مگر تھوڑی ...... ہی دیر میں ...... ملاقات کرنے والوں کا تانتا بندھ گیا ...... کوئی نصیحت طلب ...... کر رہا تھا ...... تو کوئی تعویذ ...... کسی نے دُعاء یا وظیفہ ...... لکھوانے کیلئے ...... کاپی اٹھائی ہوئی تھی ...... تو کوئی گلے لگ کر ...... آنسو بہا رہا تھا ...... بعض ذمہ دار الگ ملاقات کے لئے ...... وقت مانگ رہے تھے ...... انہوں نے تحریک کے بارے میں بات کرنی تھی ...... اس ماحول میں گھر کر میں مصروف بھی ہو گیا ...... اور اداس بھی ...... بعض ساتھی روتے ...... تو میرا دل بھی ...... بھر آتا ...... بہر حال ...... میں ...... مسلسل ...... ان جانے والوں کی ...... خدمت میں مصروف رہا ...... اسی دوران ...... میری نظریں ...... ایک نوجوان پر پڑیں ...... جو میرے گرد بیٹھے ہوئے ...... کئی مجاہدین میں سے ایک تھا ...... مگر کچھ ...... بے چین ...... بے تاب ...... اس کی نگاہوں میں ...... کوئی پیغام تھا ...... جو میں سمجھنے سے قاصر تھا ......

بالآخر کافی دیر بعد ...... اس نے مجھے ...... سب سے الگ کر ہی لیا ...... اب میں سمجھ گیا کہ ...... وہ تنہائی ...... اور خلوت ...... چاہتا تھا ...... جب سیل میں ...... ہم دونوں

رہ گئے ...... تو اس نے ایک مرتبہ دائیں بائیں دیکھا ...... اور پھر نظریں جھکا لیں ...... مجھے بات سننے کی جلدی تھی ...... کیونکہ سارے ملنے والے منتظر تھے ...... میں نے کہا ...... فرمائیے! ...... آپ نے کیا کہنا ہے؟ ...... میرا خیال تھا ...... وہ کوئی گھریلو مجبوری ...... یا دشمن کے تشدد کے ...... دوران اپنی ...... کسی جسمانی تباہی کا تذکرہ کرے گا ...... اور کوئی ...... دعا یا وظیفہ مانگے گا ...... مگر اس نے ...... جب بات شروع کی ...... تو میں ہکا بکا رہ گیا ......

اس نے کہا ...... آپ کو معلوم ہے ...... میرا نام بھی ...... چھوٹنے والوں کی فہرست میں ہے ...... مگر میری آرزو ہے کہ ...... آپ میری جگہ چلے جائیں ...... میں یہاں رہ لوں گا ...... ابھی میں کچھ بولنا ہی ...... چاہتا تھا کہ ...... اس نے درد بھری آواز میں کہا ...... آپ کا باہر جانا ضروری ہے ...... یہ جیل والے کسی کو نہیں پہچانتے ...... پھر اب تو سو (۱۰۰) ...... آدمی اکٹھے ہوں گے ...... جیل والے نام پکاریں گے ...... اور گاڑیوں میں ...... بٹھادیں گے ...... آپ میرے نام پر چلے جائیں ...... اور مجھے انکار نہ کریں ...... میں نے کہا ...... آپ تو مجاہد ہیں ...... آپ کا جانا ضروری ہے ...... میں باہر نکل کر کیا کروں گا ...... ویسے ممکن بھی نہیں ...... اور یہاں تو ...... مخبر بھی ...... ہر وقت منڈلاتے رہتے ہیں ...... بہر حال ...... بہت مشکل سے ...... میں نے اس نوجوان کو ...... ٹالا ...... ورنہ وہ اسی پر مصر تھا ...... کہ میں اس کی جگہ رہا ہو جاؤں ...... اس کی عمر مجھ سے بھی ...... سال دو سال کم نظر آرہی تھی ...... اس کی بہنیں بھی ...... گھر میں اس کی منتظر ہوں گی ...... اس کی ماں ایک ایک ...... منٹ اس کی جدائی میں ...... گن گن کر ...... گذار رہی ہوگی ...... اور معلوم نہیں ...... کون کون ...... اس کا منتظر ہوگا ...... پھر اگر ...... میں اس کی جگہ ...... چلا جاتا ...... (جو ناممکن تھا) ...... تو اس پر وہ ...... وحشیانہ تشدد کیا جاتا جسے سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ...... یہ نوجوان کئی سال سے ...... خود جیل کاٹ رہا تھا ...... اور دلچسپ بات یہ کہ ...... وہ میری تنظیم کا بھی نہیں ...... تھا ...... حالانکہ کشمیر میں ...... تنظیم پرستی ...... کافی بڑھ چکی ہے ...... پھر جیل

میں ..... قیام کے دوران ..... وہ میرا قریبی بھی نہیں رہا..... میں نے اسی دن اسے قریب سے دیکھا..... جب وہ..... یہ فرمائش لے کر آیا.....

آخر کون سی بات تھی ..... جس نے ..... اسے اتنی بڑی ..... قربانی پر مجبور کیا؟ ..... یہ اس کی ایمانی غیرت تھی ..... جو ایک (صرف نام کے) مجاہد کو..... دشمنوں کی جیل میں دیکھ کر..... بھڑک اٹھی ..... اس نے تو..... اپنے گلے پر چھری چلالی تھی..... آگے خدا کی مرضی کہ ..... لیکن میرے لئے ایسا ممکن ..... نہیں تھا..... جب اس کا ..... یہ حال تھا ..... تو ان قریبی ..... ساتھیوں کا حال کیا ہوگا..... جو جاتے وقت بلک بلک کر رو رہے تھے ..... حقیقت میں ..... یہی ..... وہ بات ہے ..... جس نے اسلام کے غلبے کو..... ہر دور میں ..... ممکن بنایا ..... آج مُسلمانوں کو..... مٹانے کی تدبیریں..... کرنے والوں کو..... اگر ایثار و قربانی کا یہ واقعہ اور اس واقعہ کے پیچھے چھپا..... اسلامی نظریہ ..... اور مُسلمانوں کا مزاج سمجھ آجائے ..... تو..... وہ مایوسی سے بغلیں جھانکیں گے ..... اور بے چین ہو کر..... اپنی ہی دُم کو کاٹ لیں گے۔



نعمت کا احساس

کہنے والے کہتے ہیں ..... جوانی میں بچپن کی ..... اور بڑھاپے میں جوانی کی ..... قدر آتی ہے ..... ماں باپ اس وقت اچھے لگتے ہیں ..... جب دنیا میں نہیں رہتے ..... صحت کی تب قدر آتی ہے ..... جب بیماری سوار ہوجاتی ہے ..... بے شک حقیقت ہے کہ ..... انسان بہت غافل ہے ..... اسے کسی بھی نعمت کی قدر ..... اس وقت ہوتی ہے ..... جب وہ نعمت چھن جاتی ہے ..... حالانکہ ..... قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ ..... انسان ہمیشہ ..... بیدار مغز رہے ..... اور اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت پر ..... شکر گزار رہے ..... یہ شکر گذاری تب ہوتی ہے ..... جب انسان کو یہ احساس ہو کہ ..... واقعی یہ چیز نعمت ہے ..... اور مجھے اس کی ضرورت ہے ..... اور اس کے چھن جانے سے ..... مجھے نقصان ہوگا..... یا تکلیف ہوگی ..... یا ..... میری محرومی ہوگی.....

مگر اول تو انسان بہت ساری نعمتوں کو..... اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے ..... اس لئے ان نعمتوں کو ..... اس قابل نہیں سمجھتا کہ ..... شکر ادا کرے ..... مگر جب حالات آتے ہیں ..... اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ..... رحمت ہوتی ہے ..... تو انسان ہر وقت خود کو ..... اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں ..... کے احسان تلے دبا ہوا پاتا ہے ..... اور بے ساختہ شکر ادا کرتا ہے ..... اور اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ..... کرنے سے شرم آتی ہے ..... وہ سوچتا ہے ..... میں کس طرح اس مالک کو ..... ناراض کروں ..... جو صبح شام مجھ پر ..... اپنی نعمتیں اور رحمتیں بارش کی طرح برسا رہا ہے ..... میں اس بارے میں اپنے چند واقعات ..... عرض کرتا ہوں ..... ممکن ہے ..... انہیں پڑھ کر..... ہمیں یہ سمجھ آجائے کہ ..... کتنی بڑی بڑی نعمتوں کی ..... ہم صرف اس لئے ناقدری کرتے ہیں کہ ہم انہیں نعمت ہی نہیں سمجھتے.....

دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد ..... جب تیرہ دن تک ..... مجھے ایک کیمپ میں رکھا گیا..... ایک چھوٹا سا کمرہ ..... بالکل تنہائی ..... بات تک کرنے کی اجازت

نہیں تھی..... اجازت ہوتی تو بھی کس سے کرتا؟..... بعض دفعہ پہرے دار..... تو کوئی
بات کرنا چاہتا..... کوئی آفیسر آکر..... مجھے سختی کا نشانہ بناتا..... عجیب و غریب دن تھے.....
ان کو یاد کرکے بھی دل بیٹھنے لگتا ہے..... ہر وقت پوچھ تاچھ، تشدد اور بدتمیزی.....

پھر ایک دوسرے سینٹر لایا گیا..... روزے کی حالت میں پہلے..... جسم پر بے شمار
داغ لگائے گئے..... جہاں لاٹھی پڑتی وہاں نشان چھوڑ جاتی..... مار پیٹ کرکے..... مجھے
ایک سیل میں لائے..... جب وہاں موجود قدرے نرم بستر پر لیٹا..... تو میرے جسم نے
سکون محسوس کیا..... یہ بستر پہلے سے موجود..... کچھ پاکستانی مجاہدین نے..... ہمارے
لئے بچھا دیا تھا..... میرے آنکھوں سے آنسو نکلے۔ میں نے اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا
کیا..... گیارہواں روزہ تھا..... میں نہ تو افطاری کرتا..... تھا نہ سحری..... بس ایک آدھ
لقمہ..... سحری کے طور پر..... اور ایک آدھ لقمہ..... افطاری کے طور پر..... جس کی
وجہ سے جسم میں..... پانی ختم تھا..... پیشاب خون کی طرح سرخ آرہا تھا..... آج پہلی
مرتبہ..... کچھ مجاہدین کو دیکھا..... ان میں پاکستانی بھائی بھی تھے..... اگرچہ بات چیت پر
پابندی تھی..... مگر انہوں نے سلام دعا کرلی..... اور تسلی دی..... افطاری کے وقت.....
مجھے ایک مجاہد نے..... ایک آلو کا سموسہ لاکر دیا..... اسے کھانے سے پہلے میں رو پڑا
..... مجھے یہ اتنی بڑی نعمت نظر آئی جس کا..... شکر ادا کرنے سے میں قاصر تھا.....

مگر سب سے..... عجیب بات یہ ہوئی کہ..... ایک فوجی کو..... جو ملٹری پولیس کا تھا
..... مجھ پر ترس آیا..... اس نے دو دن بعد ایک مترجم قرآن..... لاکر دے دیا..... مجھے
اس نعمت کے ملنے کا یقین نہیں آرہا تھا..... روتے روتے میری حالت غیر ہوگئی..... بار
بار قرآن پاک کو..... چومتا سینے سے لگاتا..... آنکھوں سے لگاتا..... بے شک یہ عظیم
نعمت تھی..... پھر تو سات ماہ..... میرے اس خوفناک مرکز میں..... قرآن کے ساتھ
باتیں کرتے ہوئے..... آسانی سے گزر گئے..... نہ تنہائی کا احساس رہا..... نہ کوئی پریشانی
..... قرآن مجید روزانہ..... مجھے ڈھیروں باتیں بتاتا..... اور مجھے تسلی دیتا کہ تم ہارے
نہیں..... تم نے شکست نہیں کھائی..... تم ناکام نہیں ہوئے..... قرآن کی ان باتوں

سے مجھے حوصلہ ملتا..... کیونکہ دشمن دن رات..... منہ چڑا رہا تھا اور کہتا تھا..... تم اب
ہار چکے ہو..... ناکام ہو چکے ہو..... پہلی دفعہ مجھے احساس ہوا کہ..... قرآن مجید کا مل جانا
کتنی عظیم نعمت ہے..... اس نعمت کا احساس..... بخارا، سمرقند کے مسلمانوں کو تھا.....
اس نعمت کا احساس سوویت یونین کے شکنجے میں جکڑے ہوئے..... کروڑوں مسلمانوں
کو تھا..... کیونکہ ان سے..... قرآن مجید چھین لیا گیا تھا..... اس لئے جب جزوی آزادی
کے بعد..... کوئی انہیں قرآن مجید لاکر..... دیتا تو..... وہ روتے تھے..... شکر ادا کرتے
تھے ارر شکر ادا کرتے نہیں تھکتے تھے..... جیل میں..... ان کی اس کیفیت کا اندازہ ہوا
..... اللہ کرے..... آزادی کا سانس لینے والے مسلمانوں کو بھی..... احساس ہو کہ.....
ان کے گھروں میں..... قیمتی غلافوں میں لپٹا ہوا..... قرآن مجید کتنی عظیم نعمت ہے.....
اور وہ اس کی قدر کرکے..... اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں..... سمجھیں اور سینوں میں
محفوظ رکھیں..... اور کوئی دن ایسا نہ گزرے..... جس میں وہ اس نعمت سے..... فیض
حاصل نہ کریں۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ..... چند مسلمانوں کا آپس میں..... اکٹھا رہنا.....
بات چیت کرنا..... کتنی بڑی نعمت ہے..... ہم لوگ بات کرنے کو ترستے تھے..... تب یہ
بھی سمجھ میں آیا کہ..... جنت کی نعمتوں میں..... اونچے اونچے پلنگوں پر بیٹھ کر آپس
میں گفتگو کا..... کیوں ذکر ہے؟..... واقعی آپس میں ایمان افروز..... مثبت..... اور بے
تکلف گفتگو ایک بڑی نعمت ہے..... جس کا عام زندگی میں احساس نہیں ہوتا۔

اس تفتیشی مرکز میں..... بیت الخلاء جانا..... ایک مشکل مرحلہ تھا..... اول تو
اجازت ہی نہیں ملتی تھی..... سیلوں پر تالے لگے رہتے..... اجازت ملتی تو باہر سے شور
جاری رہتا..... جلدی کرو..... جلدی کرو..... ایک وقت تو یہ بھی آیا..... جب رجسٹر میں
اندراج کراکے جانا پڑتا تھا..... انڈیا کے بہادر سپاہی..... ہر بیت الخلاء جانے والے کا
اندراج کرتے تھے..... جیسے وزیر اعظم ہاؤس میں داخلے والوں کا کیا جاتا ہے..... مگر
زیادہ تکلیف تب ہوئی..... جب جموں پولیس کے ایک انٹروگیشن سینٹر (عقوبت

خانے) میں لے جایا گیا..... یہاں چوبیس گھنٹے میں..... صرف ایک بار..... بیت الخلاء لے جایا جاتا تھا..... اور بس..... وہ بھی اس طرح کہ..... صبح بیڑیاں اور ہتھکڑیاں کھول کر..... کچھ لوگ ڈنڈے ہاتھ میں لے کر دوڑاتے ہوئے..... لے کر جاتے..... اور چند منٹ میں..... دوڑاتے ہوئے واپس لے آتے..... چاروں طرف..... مسلح بندوق بردار..... آتے جاتے..... غلیظ گالیاں بکتے..... اوپر دائیں بائیں..... دیکھنے کی اجازت نہیں تھی..... جب اس مشکل مرحلے سے نکل کر..... ہم دعا پڑھتے: "الحمدللہ الذی أذهب عني الأذى و عافاني." ..... تو یہ شکر..... یہ الحمدللہ..... دل سے نکلتا تھا..... یقیناً..... بیت الخلاء جانے کی سہولت بھی ایک نعمت ہے جس پر جتنا شکر کیا جائے کم ہے..... مگر اس کا احساس تب ہوتا ہے جب..... کوئی بیماری اس عمل کو..... متاثر کردے..... یا دشمنوں کی طرف سے پابندی اور ذلت کا سامنا ہو..... مگر شریعت نے..... اس موقع کیلئے..... شکر کی دعاء سکھا کر..... پہلے ہی سمجھا دیا کہ..... یہ بڑی نعمت ہے.....

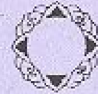
جیل میں..... کافی عرصے تک..... میرا دل چاہتا تھا کہ..... کوئی مجھے سلام کرے..... یا میں کسی کو سلام کروں..... مگر وہاں سب غیر مسلم تھے..... صبح صبح سلامتی کی روح پرور دعاء نہیں ملتی تھی..... تب اس نعمت کا بہت احساس ہوا.....

ایک مرتبہ ملیریا نے آپکڑا..... کتنے دن تک بستر پر تھا..... دل چاہتا تھا کوئی آکر..... سر پر ہاتھ رکھ کر..... اتنا پوچھ لے..... کیا حال ہے..... تب عیادت کا فلسفہ اچھی طرح..... سمجھ میں آگیا..... اور یہ بات ذہن نشین..... ہوئی کہ اس عمل..... کی اس قدر فضیلت کیوں ہے.....

ایسی کئی مثالیں..... اس وقت میرے ذہن میں موجود ہیں..... ان سب کا تذکرہ کروں تو..... مضمون لمبا ہوجائے گا..... میں نے قرآن مجید جیسی مقدس نعمت سے لے کر..... بیت الخلاء جیسی بظاہر ادنیٰ..... سہولت تک..... کا ذکر کیا..... اب آپ ان..... دونوں کے درمیان موجود..... ان ہزاروں لاکھوں..... نعمتوں کا اندازہ لگاسکتے ہیں.....

جو دن رات..... ہم پر برستی ہیں..... اور ہم ان سے فیض یاب ہوتے ہیں..... مگر پھر بھی..... صرف پانچ وقت کی نماز..... ہمیں بھاری لگتی ہے..... ان نعمتوں کا شکر تو..... دور کی بات ہے..... احساس تک ہمیں نصیب نہیں ہوتا..... میں نے اپنے..... اکابر میں یہ دیکھا ہے کہ..... وہ اللہ تعالیٰ کی ایک ایک نعمت کا..... احساس رکھتے ہیں..... اور ان پر بے حد شکر اداء کرتے ہیں..... اور ان کا ذہن..... ان نعمتوں سے گذر کر..... منعم کی ذات کی..... طرف منتقل ہوجاتا ہے..... اور پھر وہ ایسا والہانہ شکر ادا کرتے ہیں کہ سننے والے حیران ہوجاتے ہیں..... حضرت اقدس..... مفتی رشید احمد صاحب..... دامت برکاتہم العالیہ..... جب کبھی اپنی جیب میں موجود..... قیمتی قلموں کا..... اور کبھی ہاتھ میں بندھی گھڑی کا..... اور کبھی اپنے کمرے اور اپنی گاڑی کا ذکر کرتے ہیں..... تو بعض ظاہر بین کہتے ہیں..... اور سوچتے ہیں کہ..... اتنے بڑے عالم کو..... دنیا کی ان گھٹیا چیزوں کی قدر و قیمت بتانے میں اتنا وقت..... خرچ نہیں کرنا چاہئے..... آخر ان کے تقوے..... اور علم کے سامنے..... لاکھوں روپے کی گاڑی کی..... کیا حیثیت ہے کہ..... اس کا ذکر اس اہتمام سے کیا جارہا ہے؟..... حالانکہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم..... کے قریب رہنے والے جانتے ہیں کہ ان کے دل میں..... دنیا کی جتنی حقارت..... اور نفرت ہے..... وہ انہیں کا حصہ ہے..... وہ تو..... استغناء کی زندہ مثال ہیں..... دنیا کی زیب و زینت اور آرائش کو پاؤں کی دھول کے برابر بھی نہیں سمجھتے..... مگر ان نعمتوں کے پیچھے..... جس ذات کا ہاتھ ہے..... اس سے مفتی صاحب..... والہانہ عشق و محبت رکھتے ہیں..... وہ جانتے ہیں کہ..... یہ نعمتیں اللہ تعالیٰ نے..... کس محبت سے عطاء فرمائی ہیں..... تب پھر..... ان نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے..... ان کی توجہ..... مالک و منعم کی طرف ہوجاتی ہے..... اور ان کا انداز والہانہ..... اور لہجہ بے ساختہ ہوجاتا ہے:..... سننے والے بعض ظاہر بین سمجھتے ہیں..... قلم اور گاڑی کی تعریف ہورہی ہے..... حالانکہ وہ قلم اور گاڑی دینے والے کی تعریف کررہے ہوتے ہیں..... لوگ سمجھتے ہیں کہ دنیا کی چیزوں کی تعریف ہورہی ہے..... حالانکہ وہ دنیا کی چیزوں کو..... اہل

علم کے قدموں پر جھکانے والی ذات ..... کی تعریفیں کر رہے ہوتے ہیں ..... لوگ سمجھتے ہیں کہ مصنوعات کا ذکر ہے ..... حالانکہ وہ صانع کی شان میں رطب اللسان ہوتے ہیں ..... اگر کسی کے دل کی آنکھیں ..... کھلی ہوں ..... اور اس کے سر میں ..... دماغ موجود ہو ..... اور عقل سلیم اسے حاصل ہو تو ..... وہ حضرت کی محفل میں بیٹھ کر ..... یہی سمجھتا ہے کہ یہ اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں ..... اور احسانات کا والہانہ بیان ہو رہا ہے ..... اس لئے جو بھی سچے دل سے ..... ان کی محفل میں جاتا ہے ..... وہ خدا سے جڑتا ہے ..... کسی خاص کمپنی کے قلم یا گاڑی سے نہیں ..... حضرت مفتی صاحب تو ..... بہت بڑے ظرف والے ..... ولی ہیں ..... اگر کسی اور کو ..... اس کیفیت کا کچھ حصہ بھی ..... نصیب ہو جائے تو ..... شاید وہ اپنے پاؤں کے جوتے ..... اور جرابوں کا تذکرہ کرتے نہ تھکے کیونکہ ..... یہ تذکرہ اسے مالک سے قریب کر رہا ہو گا ..... اور محسن کی پہچان دلوا رہا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ..... اپنی نعمتوں کا احساس نصیب فرمائے ..... اور ان پر شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ..... کیونکہ شکر کرنے سے نعمت برقرار رہتی ہے اور بڑھتی بھی ہے۔



قید خانہ

جیل میں کیا ہوتا ہے؟ ..... جیل سے باہر کی ..... دنیا میں رہنے والے ..... ایک شخص نے ..... اس قیدی سے پوچھا جس نے جیل ہی ..... میں ہوش سنبھالا تھا.....

جیل تو بہت ہی عجیب جگہ ہے ..... قیدی نے جواب دیا.....

کچھ ہمیں بھی تو بتاؤ! ..... بیرونی دنیا کے آدمی نے پوچھا.....

جیل میں ..... جو کچھ ہوتا ہے ..... اس کی لمبی داستان ہے ..... مگر میں آپ کو کچھ باتیں بتا دیتا ہوں۔

(۱) جیل میں سب سے بڑا جرم ..... غریبی ہے ..... بے چارہ ..... غریب یہاں سب سے بڑا مجرم ہے ..... سب ہی اسے ..... لاٹھی سے ہانکتے ہیں ..... آفیسر اسے دیکھتے ہیں ..... تو ان کی تیوریاں چڑھ جاتی ہیں ..... عام سے عام ملازم ..... اسے گالیاں دیتے ہیں ..... اور مارتے ہیں ..... قیدی بھی اس سے ..... مشقت لیتے ہیں ..... جبکہ مالدار ..... بڑے مجرم ..... جیل کے شرفاء ..... اور معزز فرد ہوتے ہیں ..... جیل حکام ان کے اردگرد ..... ملازموں کی طرح منڈلاتے ہیں ..... ہر آدمی ان کو سلام کرتا ہے ..... وہ گویا کہ ..... جیل کے حکمران ہیں ..... وہ جو چاہیں جیل میں وہی ہوتا ہے ..... جیل کے تمام قوانین ..... غریب قیدیوں پر نافذ ہوتے ہیں ..... ان مالداروں پر نہیں .....

(۲) جیل میں ہمیں ..... ڈسپلن سے رہنا پڑتا ہے ..... (کھانے ..... نہ کھانے ..... کرنے نہ کرنے کے ..... کچھ قوانین ہیں جن کی خلاف ورزی پر سزا ..... ملتی ہے) ..... جب تک جیل والے چاہتے ہیں ہم کھلے پھرتے ہیں ..... جب وہ چاہتے ہیں ..... ہمیں بارکوں میں بند کر دیتے ہیں ..... جیل میں چلنے کیلئے راستے مقرر ہیں ..... اگر ان راستوں سے ..... کوئی ہٹ کر چلے تو اسے لاٹھیاں کھانی پڑتی ہیں ..... جیل میں کوئی مستقل رہنے کی جگہ نہیں ..... ایک آدمی اچھا خاصا ..... ایک جگہ سیٹ ہو جاتا ہے ..... مگر جیل والے اچانک ..... اس کی جگہ تبدیل کر دیتے ہیں ..... جیل والوں کا دل چاہتا ہے تو ..... ہر

طرف نرمی ہوجاتی ہے ..... قیدی کھیلتے ہیں ..... کھاتے ہیں پیتے ہیں ..... رشتے داروں سے ملتے ہیں ..... مگر جب قیدیوں کی ..... کسی حرکت پر جیل حکام ناراض ہوجاتے ہیں ..... تو پھر اچانک سختی ہی سختی کا ماحول نظر آتا ہے ..... نہ کھیلنے کی اجازت ..... نہ کھانے پینے کی سہولت ..... نہ رشتے داروں سے ملاقات ..... بس سارا دن پنجروں میں بند ..... خلاصہ یہ ہے کہ جیل کی ..... راحت بھی عارضی ہے ..... اور جیل کی سختی بھی عارضی ..... البتہ جو جیلر کے مقرب ہوتے ہیں ..... ان کے ہر حال میں مزے ہیں ..... اور جن کا بیرونی دنیا میں ..... جتنا مقام ہوتا ہے ..... جیل میں بھی ..... اس کے اثرات نظر آتے ہیں.....۔

(۳) جیل میں سب قیدی ہوتے ہیں ..... اس لئے انہیں چاہئے کہ ..... دکھ درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں ..... آخر کس نے مستقل یہاں رہنا ہے ..... ہر دن نئے قیدی یہاں آتے ہیں ..... اور پرانے رہا ہوتے ہیں ..... مگر افسوس یہ کہ ..... اکثر قیدیوں کا رویہ ایسا ہے ..... جیسے کہ بس انہوں نے جیل ہی میں رہنا ہے ..... اس لئے وہ ایک دوسرے کو ..... لوٹتے ہیں ..... ایک دوسرے کو ستاتے ہیں ..... ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں ..... ایک دوسرے کو تکلیف پہنچاتے ہیں ..... اگر کوئی انہیں سمجھائے کہ بھائی چار دن کی جیل ہے ..... آپس میں پیار و محبت سے کاٹ لو ..... اور جیل کے اصولوں پر چلو تاکہ ..... یہ تھوڑا سا وقت اچھا کٹ جائے ..... پھر اصل تو باہر کی زندگی ہے ..... مگر جو غلط لوگ ہوتے ہیں ..... بلکہ اکثر غلط لوگ ہوتے ہیں ..... ان کے کان پر ..... نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا ..... اور ان کی شرارتوں کی ..... وجہ سے باقی قیدی بھی ..... مصائب کا شکار ہوتے ہیں ..... اور بعض قیدی اپنی بالادستی قائم کرنے کیلئے ..... دوسروں کو ستاتے ہیں ..... مجھے یہ دیکھ کر ہنسی آتی ہے کہ ..... یہاں بالادستی کا کیا مطلب ہے ..... یہ تو پرائی جگہ ..... اور دکھ کا گھر ہے.....۔

(۴) جیل حکام بہت لالچی ہیں ..... ان کا کام بس قیدیوں کو لوٹنا ..... اور ان کی بے بسی ..... اور بے کسی سے فائدہ اٹھانا ہے ..... وہ خود ہی قانون بناتے ہیں ..... اور پھر پیسے لے

کر..... اسے توڑ دیتے ہیں ..... ایسا لگتا ہے کہ ..... حکام صرف پیسے کے پجاری ہیں ..... ان حکام کی زبانیں بہت گندی ہیں ..... اور کردار بھی ..... بہت برا ہے ..... میری نظر میں کوئی ایسی ..... برائی نہیں..... جو ان میں نہ پائی جاتی ہو ..... مگر بے بس قیدی ان کے ساتھ ..... کیا کرسکتے ہیں؟ وہ یا تو ان کے مصائب جھیلتے رہتے ہیں ..... یا کبھی کوئی قیدی تنگ آکر..... حکام میں سے کسی کو مار دیتا ہے ..... اور پھانسی چڑھ جاتا ہے ..... لنگر میں جو کچھ قیدیوں کیلئے آتا ہے ..... اس کا پچاس فیصد سے ..... زیادہ حصہ ..... پکنے سے پہلے حکام کے پاس چلا جاتا ہے ..... جیل میں جو دودھ آتا ہے ..... اس میں پانچ جگہ پانی ملایا جاتا ہے ..... جیل کے دفتر سے لے کر قیدی تک پہنچنے کے درمیان ..... جیل حکام میں سے ہر ایک ..... اپنا حصہ نکال کر ..... اتنا پانی ڈال دیتے ہیں ..... چنانچہ ہم تک ..... صرف ..... دودھ نما ..... پانی پہنچتا ہے ..... جیل کی قیمتی دوائیاں ..... جو خیراتی ادارے دیتے ہیں ..... جیل حکام وہ بیچ کھاتے ہیں ..... ادنی سے ادنی ..... ملازم ..... قیدیوں کے مال سے ..... اپنی جائیداد بنا چکا ہے ..... اور بنا رہے ہیں ..... ہر کام کے ریٹ مقرر ہیں ..... اور ہر رینک کے آفیسر کے ریٹ الگ ہیں ..... کوئی کام پیسے بنا ..... ممکن نہیں ہوتا ..... اور پیسے سے ..... ہر ناممکن کام بھی ہوجاتا ہے ..... رشوت کھا کھا کر..... جیل حکام کی شکلیں بگڑ چکی ہیں ..... صحتیں تباہ ہوچکی ہیں ..... مگر وہ بڑے بڑے ڈاکٹروں سے علاج کروانے کیلئے قیدیوں کو لوٹتے ہیں.....۔

(۵) جب کسی قیدی کی رہائی کا وقت قریب آتا ہے تو وہ قیدی ..... جس کا باہر..... اپنا گھر ..... اپنا خاندان ..... اپنا کاروبار ہوتا ہے ..... وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا ..... وہ جیل سے جلدی ..... بھاگنے کی کوشش کرتا ہے ..... مختصر سامان لے کر..... بلکہ سارا سامان چھوڑ کر..... تن کے کپڑے لئے ..... وہ خوشی سے جھومتا ..... اور مسکراتا ہوا ..... جیل سے دوڑتے ہوئے نکلتا ہے ..... مگر وہ قیدی ..... جس کا باہر کچھ نہیں ..... اس کا برا حال ہوتا ہے ..... وہ جیل سے یوں جاتا ہے جیسے بچے کو ماں کی ..... گود سے جدا کیا جارہا ہو ..... جیل میں تو اسے ..... کھانا ..... پینا ..... دوائی ..... جیسے تیسے مل جاتی تھی ..... سر

چھپانے کی جگہ بھی تھی ..... اوڑھنے کو پرانے اور بدبودار کمبل تو مل ہی جاتے تھے .....
مگر اب اسے کچھ بھی نہیں ملے گا..... اور وہ باہر نکل کر..... جیل آنے کی تمنا کرتا ہے
..... اور روتے روتے ..... مشکل سے ..... جیل چھوڑ کر جاتا ہے.....

یہ ہیں جیل کے کچھ حالات ..... قیدی نے رک کر کہا..... اب آپ باہر کی دنیا کے حالات سنائیے ..... بیرونی دنیا کے ..... آدمی نے سر اٹھایا تو ..... تو اس کا چہرہ ..... آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا..... ناک رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی ..... تھوڑی دیر تو اس سے بولا نہ گیا..... پھر اس نے رندھی ہوئی آواز میں کہا..... باہر بھی وہی کچھ ہے جو تم نے ..... جیل کے اندر دیکھا ہے ..... دنیا کے عارضی حکمران بالکل ..... جیل حکام کی طرح ..... ہیں ..... بد طینت ..... بد خصلت ..... لٹیرے ..... اور ہر برائی کا مرقع ..... عوام کی رشوتیں کھا کر..... بیمار ہوتے ہیں..... اور عوام کے پیسے سے ..... بیرون ممالک علاج کرواتے ہیں ..... یہاں بھی ..... جیل کی طرح ..... مال کی پوجا ..... آخرت سے غافل ہو کر دنیا کی چند روزہ زندگی کی مستیاں ..... غریبوں پر مظالم ..... اور پھر اس دنیا سے جدائی کے وقت ..... وہ خوش ہوتا ہے جس کی آخرت بن چکی ..... وہ ہنستے مسکراتے یہاں سے رخصت ہوتا ہے ..... مگر جس کی آخرت نہیں بنی ..... وہ روتے روتے دنیا سے جاتا ہے ..... اور وہاں جا کر واپس آنے کی تمنا کرے ..... دنیا کی خوشیاں اور غم ..... بھی عارضی ہیں ..... ہاں وہ خوش ہے جس نے مالک سے تعلق جوڑ لیا ..... یہاں بھی کسی کا مستقل ٹھکانہ نہیں ..... معلوم نہیں کب کس کی تقدیر کسے کہاں پھینک دے ..... یہاں بھی ایک ڈسپلن ہے ..... کچھ چیزیں کھانا جائز ہے ..... کچھ ناجائز ..... کچھ کام کرنے کے ہیں ..... کچھ نہ کرنے کے ..... مگر یہاں ڈنڈا اور لاٹھی چھپی ہوئی ہے ..... اس لئے بہت سے لوگ یہ ڈسپلن توڑ دیتے ہیں ..... اور ..... بے آواز لاٹھی کا شکار ..... ہو جاتے ہیں ..... اگر جیل کی لاٹھی کی طرح ..... یہاں کی لاٹھی بھی ..... ظاہر ہوتی ..... تو کسی کی ہمت نہ ہوتی ..... کہ نظام کو توڑے ..... یا خلاف قانون چلے ..... بس بھائی تم بھی ..... قید میں ہو ..... ہم بھی قید میں ہیں ..... اللہ تمہیں بھی ..... باہر کی دنیا کی

..... وسعت دکھلائے ..... اور ہمیں سرخرو کرے ..... آخرت کی وسعتیں عطا فرمائے ..... آج تم سے جیل کے حالات سن کر ..... مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ..... کی حدیث ..... اچھی طرح سمجھ میں آ گئی کہ "الدنیا سجن المؤمن و جنۃ الکافر."

"دنیا مؤمن کیلئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔"



صرف ایک سچ

ہندوستان ...... ایک ایسا ملک ہے ...... جہاں جھوٹ آسانی سے بولا جاتا ہے ...... جبکہ سچ بولنے کیلئے ...... بہت ساری احتیاطی تدابیر کی جاتی ہیں ...... اس ملک کی ...... اکثریت ...... جھوٹ بولنے کی عادی ہے ...... اور جھوٹ ان کی زندگی کا ...... ایک ...... اٹوٹ انگ ...... بن چکا ہے ...... اگر یہاں کوئی ...... سچ بولنا چاہتا ہے ...... تو پہلے دائیں بائیں دیکھتا ہے ...... پھر آواز کو آہستہ کرتا ہے ...... اور پھر اپنا منہ ...... سننے والے کے کان کے ساتھ ...... فٹ کرتا ہے ...... تب جا کر سننے والے کو ...... بات کرنے والے کے منہ کی بدبو ...... کے بھبھکوں میں ...... سچ کی خوشبو ...... محسوس ہوتی ہے ...... یہاں چونکہ ...... جھوٹ زندگی کا ...... ایک حصّہ ...... ضرورت ...... اور فیشن ہے ...... اس لئے ...... اس کے انداز ...... اور اس کا معیار بھی مختلف ہے ...... بعض لوگ جان بوجھ کر ...... جھوٹ بولتے ہیں ...... اور بعض بلا سوچے سمجھے ...... کچھ لوگ ...... اپنی شان و شوکت بنانے کیلئے ...... ایسا کرتے ہیں ...... تو کچھ لوگ ...... ملک کی شان بڑھانے کے لئے ......

مجھے انڈین آرمی کا ...... ایک حوالدار ملا ...... اس نے کہا ...... آپ لوگ انڈیا سے نہیں لڑسکتے ...... انڈیا بہت بڑی شکتی (طاقت) ہے ...... انڈیا کے پاس ...... تیش (تیس) کروڑ فوج ہے ...... اس کی بات سن کر ...... مجھ سے رہا نہ گیا ...... میں نے کہا ...... جناب تیش کروڑ ...... کس طرح ...... ممکن ہے ......؟ پھر تو ...... یہاں کا ہر تیسرا آدمی ...... فوجی ہونا چاہئے ...... حالانکہ ...... یہاں ڈیڑھ کروڑ ...... تو معذور لوگ ہیں ...... ایک کروڑ کے قریب ...... ایڈز کے مریض ہیں ...... عورتوں کی تعداد ...... مردوں سے بڑھ رہی ہے ...... بچے بھی ...... کافی ہیں ...... حوالدار جی کہنے لگے ...... چلو تیش کروڑ نہیں، بیش کروڑ ...... (دس کروڑ ...... فوج کو نگل گئے) ...... میں نے بیش کروڑ پر بھی ...... اعتراض کیا ...... مگر وہ ڈٹے رہے ......

بادامی باغ ...... آرمی انٹروگیشن سینٹر ...... (پوچھ تاچھ مرکز) کا نگران ایک صوبیدار ...... نصیب سنگھ تھا ...... مگر حقیقت میں بڑا بدنصیب تھا ...... ہم نے پانچ مہینے میں ...... اس سے صرف ایک بات ...... سچ سنی ...... اس کے علاوہ ...... اس نے کبھی سچ بولنے کی تکلیف نہیں کی ...... اس کی باتیں ...... اور اس کی حرکتیں دیکھ کر ...... اندازہ ہوتا تھا کہ ...... یہ شخص انڈیا کے ...... کلچر ...... اور تہذیب کا ...... چلتا پھرتا نمونہ ہے ...... اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ...... وہ شراب پی کر بھی جھوٹ بولتا تھا ...... حالانکہ ہم نے تجربہ کیا کہ ...... اکثر ہندو ...... شراب پی کر سچ بولتے تھے ...... کیونکہ شراب دماغ کو الٹ دیتی ہے ...... بڑے بڑے آفیسر ...... رات کو شراب کے نشے میں دھت ...... جب قیدیوں کی کوٹھڑیوں کے چکر لگاتے ...... تو کئی اہم راز ...... بتاجاتے ...... اور نشے میں کی ہوئی ...... ان کی اکثر باتیں سچی نکلتی تھیں ...... جبکہ مسلمانوں کا معاملہ برعکس تھا ...... وہ شراب پی کر جھوٹ بولتے تھے ...... لیکن نصیب سنگھ ...... اپنے دماغ کی سیدھی اور الٹی طرف صرف اور صرف ...... جھوٹ ہی محفوظ رکھتا تھا ...... اس لئے ...... ہر حال میں ...... جھوٹ بولنا اس کیلئے ...... بسہولت ...... ممکن رہتا تھا ......

جب وہ ...... سینٹر میں داخل ہوتا ...... تو دروازے سے ہی ...... کچھ نہ کچھ بولتا ہوا آتا تھا ...... اور ہم ذہنی طور پر ...... جھوٹ کی بو سونگھنے کیلئے ...... تیار ہوجاتے ...... وہ ہمارے پاس آکر ...... ایک ایک کو پکارتا ...... ہاں بھائی پترکار (صحافی) ...... ہاں بھائی پھوٹو گراپھر (فوٹو گرافر) ...... ہاں بھائی کمانڈر ...... اور پھر ہم سب کو اکٹھا کرکے ...... نشانے باندھ باندھ کر جھوٹ بولتا ...... کبھی کہتا ...... بس عنقریب میں پاکستان جارہا ہوں ...... آپ لوگوں کے بارے میں بات کرنے کیلئے ...... کبھی وہ اقوام متحدہ والوں سے مل کر آیا ہوتا تھا ...... اور کارگزاری سناتا تھا ...... ایک بار پندرہ دن غائب رہا ...... واپس آیا ...... تو کہنے لگا ...... میں پاکستان ہو آیا ہوں ...... تم سب کے باپ ملے تھے مجھے ...... ہمارے ایک ساتھی نے کہا ...... میرے والد بھی ملے تھے؟ ...... کہنے لگا ...... ہاں! وہ تو

خاص طور پر ملے تھے ...... اس ساتھی نے کہا ...... میرے والد کا تو کافی عرصہ پہلے ......
انتقال ہو چکا ہے ...... نصیب سنگھ فوراً گالی دے کر بولا ...... پھر انہوں نے کوئی نقلی آدمی
ملا دیا ہو گا ...... ایک بار وہ آیا ...... ہم نماز پڑھ رہے تھے ...... وہ دیکھتا رہا ...... ہم فارغ
ہوئے تو کہنے لگا ...... تم غلط طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے ...... میں کل ہی سری
نگر شہر میں گیا تو سوچا ...... چلو آج مسلمانوں کی نماز بھی پڑھ لوں ...... مسجد میں جا کر
...... جب میں نے نماز پڑھی ...... تو وہ تو دوسری طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے ...... تم
عجیب لوگ ہو ...... تمہیں اتنا بھی اپنے دھرم (دین) کا علم نہیں ......

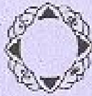
اس بدنصیب شخص کی معلومات بھی عجیب تھیں ...... کہتا تھا ...... پاکستان اور
انڈیا کی جنگ ...... ۴۷ء میں ہوئی تھی ...... جو قیدی پکڑے گئے تھے ...... ان کا کیمپ
میں چلاتا تھا ...... ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی اسی لاکھ تھی اب ...... سات کروڑ
ہو چکی ہے ...... وہ اپنی زندگی کی غلاظتیں کھل کر بلکہ ...... مبالغے سے بتاتا ...... ہمیں
شرم آتی ...... مگر کل جب میں نے ...... انڈیا کے سب سے نیک نام ...... ہندو لیڈر ......
نرسمہا راؤ کے ...... معاشقے کی داستان بی بی سی پر سنی ...... تو مجھے یقین ہوا کہ ......
ہندوستان میں ...... شرافت اور پاکبازی ...... صرف گنگا ...... اور جمنا دریاؤں کیلئے ......
وقف ہے ...... روئے زمین پر تو ...... اس کی مثال ملنا مشکل ہے ...... وہ شخص جب
گفتگو کرتا تو ...... ہر لفظ کے بعد ...... ماں یا بہن کی گالی بکنا ...... ضروری سمجھتا تھا ......
اب آپ اس کی گفتگو کی صرف دو سطریں ملاحظہ فرمائیں اس کی گالی کی جگہ ...... کاٹے
کا نشان لگا رہا ہوں ......

"یار ہماری گورنمنٹ بڑی X ہے۔ تم جیسے ملی ٹینٹوں کیلئے یہاں پر تین سو X
آرمی والے ہیں اور سات ہم X سی ایم پی والے ہیں اور کھانا پکانے والے X الگ
ہیں"۔

...... ایک مرتبہ بابری مسجد کی بات چلی تو ...... اس نے داستان گھڑلی ...... کہنے لگا
میں ...... ایودھیا ...... جاتا تھا ...... میں نے خود دیکھا ...... وہاں مسجد بھی تھی ...... اور مندر

بھی ...... دونوں بالکل اکٹھے تھے ...... اور دونوں چھوٹے چھوٹے تھے ...... پھر کسی نے
چندہ دیا ...... دونوں بڑے بن گئے ...... اور جھگڑا شروع ہو گیا ......

بابری مسجد تنازعہ کی ...... یہ داستان اس کے علاوہ شاید ...... کسی کو معلوم نہیں
تھی ...... ہم پانچ مہینہ ...... اس کے جھوٹ کی ...... نحوست برداشت کرتے رہے ......
لیکن اس کے بعد ...... بھی جو ملا ...... جھوٹا ہی ملا ...... ہندوؤں میں جھوٹ ...... اس قدر
کیوں ہے ؟ ...... اس پر بھی ...... بات ہوگی ...... ان شاء اللہ ...... مختصر یہ کہ اس نے
...... پانچ مہینے میں ...... بے شمار جھوٹ بولے ...... ان میں سے جو مجھے یاد ہیں ...... ان کو
اگر لکھا جائے تو ...... لطیفوں کی ایک کتاب بن جائے ...... لیکن اس نے ایک سچ بھی
بولا ...... انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ...... اس سچ کا تذکرہ ...... ضرور کیا جائے ...... ایک
دن کوئی خبر آئی ...... وہ اس پر تبصرہ کر رہا تھا ...... ہمارے ایک ساتھی نے چھیڑنے کیلئے
کہا ...... جناب اس سے تو ...... انڈیا کی بڑی ...... بدنامی ہوگی ...... اس نے برجستہ کہا
...... "یار! بدنامی اس کی ہوتی ہے جس کی کچھ عزت ہو ......"



مُسلمانوں کی پستی کے دو اسباب

پچھلی کچھ نشستوں میں ..... عصرِ حاضر کے ..... بعض فتنوں کے بارے میں ..... کچھ عرض کیا تھا..... یہ موضوع ممکن ہے ..... اگلی نشستوں پر بھی ..... حاوی رہے ..... اگر ..... اللہ تعالیٰ نے چاہا ..... اور اس نے ..... توفیق بخشی ..... درمیان میں ..... آج کی نشست کو..... ایک جملہ معترضہ سمجھ لیجئے.....

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ ..... اسیرِ مالٹا ..... جب جیل سے رہا ہوئے ..... تو اُنہوں نے فرمایا تھا..... مُسلمانوں کی ذلت اور پستی کے دو اسباب سمجھ میں آئے ہیں ..... ایک قرآن مجید کو چھوڑ دینا ..... اور دوسرا آپس کے اختلافات اور جھگڑے ..... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کو..... کسی تصدیق کی ضرورت نہیں ہے ..... لیکن اپنا اجر بڑھانے کیلئے کہا جاسکتا ہے کہ ..... حضرت واقعی اُمت کے نبض شناس تھے ..... اور آپ نے بیماری کی بھی درست تشخیص فرمائی ..... اور علاج بھی ..... بالکل درست ..... تجویز فرمایا..... بے شک اُمت اگر..... آج قرآن مجید کو..... سمجھے اور تھام لے ..... اور آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو چھوڑ دے ..... تو یہ اُمت ..... اپنی عظمت رفتہ کو پاسکتی ہے ..... مگر یہ دواء اور یہ علاج ..... آسان نہیں ہے ..... الفاظ بہت سادہ ہیں ..... مگر ان کے اندر ..... معانی کے ..... دریا پوشیدہ ہیں.....

قرآن مجید ..... محض ..... پڑھ لی جانے والی ..... کتاب نہیں ..... بلکہ الٰہی احکام کا ..... مجموعہ ہے ..... قرآن کو تھامنے کا مقصد ..... حقیقی مُسلمان ..... بننا ہے ..... اور قرآن کو ..... مُسلمان ہی تھام سکتا ہے ..... قرآن ..... ایک دعوت ہے ..... جو غالب ہونے کیلئے آئی ہے ..... قرآن ایک ..... نظام ہے ..... جو نافذ ہونے کیلئے اُترا ہے ..... قرآن ..... ایک پیغام ہے ..... جسے سمجھنے والے اپنی جانوں کی پروا کئے بغیر..... مشرق سے مغرب تک ..... جان دینے ..... اور لینے ..... سے نہیں گھبراتے ..... اسی طرح ..... اتفاق و اتحاد بھی ..... آسان کام نہیں ہے ..... ضرورت تو اس بات کی تھی کہ ..... حضرت شیخ

الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے ..... اس پیغام کو سمجھا جاتا..... اور پھر حتی الوسع ..... اس پر عمل کرکے ..... مُسلمانوں کی عزت و عظمت کیلئے ..... راہیں ہموار کی جاتیں ..... مگر افسوس صد افسوس ..... ان لوگوں پر ..... جنہوں نے ..... حضرت کی بات تک کو ..... نہ سمجھا..... بلکہ اسے وہ معنیٰ پہنادیئے ..... جو حضرت شیخ الہند کے ..... وہم و گمان میں بھی نہیں تھے.....

مثلاً..... حضرت نے پہلا علاج یہ بتایا کہ ..... مُسلمان قرآن مجید کو..... تھام لیں ..... حضرت کا اشارہ قرآن مجید سمجھ کر..... شعوری مُسلمان بننے ..... اور پھر جہاد فی سبیل اللہ ..... اور دیگر قرآنی احکام کی طرف تھا..... مگر کچھ لوگوں نے اس کے یہ معنیٰ سمجھے کہ ..... ہر جاہل آدمی ..... قرآن مجید کی تفسیر لکھ ڈالے ..... اور یہ اردو خوان ..... قرآن مجید کا..... درس دینا..... شروع کردے ..... چنانچہ ایسی تفسیریں ..... لکھی گئیں ..... جنہوں نے اُمت کو ..... سوائے گمراہی ..... تاریک روشن خیالی ..... فاسد جدت پسندی ..... اور ناجائز آزادی ..... کے سوا اور کچھ نہیں دیا اور درس قرآن کے ایسے حلقے قائم کئے گئے ..... جن میں قرآنی مفہوم کو..... توڑا جاتا ہے ..... اپنی عقل پر تولا جاتا ہے ..... اور معانی کو بدل کر..... دین کا حلیہ ..... مسخ کرنے کی ..... مذموم کوشش کی جاتی ہے ..... اللہ کرے ..... اہل حق ..... آگے بڑھیں ..... گلی گلی ..... کوچے کوچے ..... درس قرآن کے حلقے ..... قائم کریں ..... اپنے ماہناموں ..... ہفت روزوں ..... اور رسائل میں درس قرآن کے ..... عنوان قائم کریں ..... مسجد ..... اور مدرسے میں عوام کو..... قرآن مجید ..... سمجھانے کا انتظام کریں ..... تاکہ حضرت شیخ الہند کے ..... بتائے ہوئے نسخے پر ..... درست عمل ہو ..... اور اس کے فوائد ..... ظاہر ہوں۔

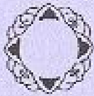
حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ ..... نے دوسرا نسخہ یہ تجویز فرمایا کہ ..... مُسلمان باہمی اختلافات اور جھگڑے ..... چھوڑ دیں اس بات کو..... بعض لوگوں نے غلط سمجھا ..... اور اُنہوں نے اس چیز کی دعوت دینا شروع کی کہ ..... اہل حق ..... اپنے اندر ..... اہل باطل کے عقائد کو ..... قبول کرنے کا..... حوصلہ پیدا کریں ..... اور ان کی خرافات

کو قبول کرکے ..... باہم شیر و شکر ہوجائیں ..... چنانچہ کوئی ..... دُشمنانِ صحابہ کو بھائی
بنانے کی فکر میں ہے ..... تو کوئی سیکولر قوتوں کا ہاتھ تھام کر ..... خود بھی صراط مستقیم
سے ..... ہٹتا جارہا ہے ..... کسی کے ہاں شرک وبدعت بھی قابل قبول ہے ..... تو کوئی .....
ائمہ اربعہ کو برا کہنے والوں کے پیچھے ..... دوڑ رہا ہے ..... اس طرح کے غیر فطری اتحاد
..... روزانہ ..... کسی ہوٹل کے خوبصورت ..... اور ٹھنڈے لان میں ..... بنتے ہیں .....
اور نئے نئے فرقے وجود میں آتے ہیں ..... تجربہ گواہ ہے کہ ..... اس طرح کی ہر
کوشش نے ..... اُمت مسلمہ میں ..... ایک نئی دراڑ ..... ڈالی ہے اور ایک نئے فرق کو
جنم دیا ہے ..... حالانکہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کا ..... تجویز فرمودہ نسخہ ..... بالکل
واضح تھا ..... اور حضرت خود اس کا بہترین نمونہ تھے ..... یعنی ..... اہل حق ..... اپنے
عقیدے اور موقف پر قائم رہیں ..... اور اس سے ..... ایک رتی برابر ..... دستبردار نہ
ہوں ..... البتہ دُشمنانِ اسلام ..... کُفار و غاصبین کے مقابلے میں ..... مُسلمانوں کے
دوسرے فرقوں کے ساتھ مل کر ..... مضبوط صف بندی کریں ..... اور بڑے دُشمن کے
مقابلے میں متحد ہو کر لڑنے کیلئے ..... اپنے باہمی اختلافات کو ..... آڑ نہ بننے دیں .....
یعنی اپنا ..... عقیدہ ..... مضبوط رکھیں ..... اور مُسلمانوں کو ..... حتی الوسع ..... اسی سچے
عقیدے ..... اور مسلک پر متحد کریں ..... مگر اپنا رویہ ..... نرم رکھیں ..... اور ضرورت
پڑنے پر ..... دُشمنانِ اسلام کے مقابلے میں ..... دوسرے فرقوں کو بھی ساتھ ملالیں .....
یہاں جیل میں ..... اس کی بہترین مثال ہے ..... وارڈ کی چار دیواری کے باہر ..... اسلام
دُشمن مشرک ہیں ..... جبکہ اندر ..... اہل حق کے ساتھ ..... مختلف نظریات کے لوگ
بھی ہیں ..... کچھ لوگوں نے ..... ان خرافات کو قبول کرکے ..... شیر و شکر ہونے کی .....
کوشش کی ..... مگر وہ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے ..... اہل حق نے ..... اپنے لوگوں
میں ..... یہ آواز لگائی کہ ..... عقیدہ اور مسلک مضبوط رکھو ..... رویہ نرم رکھو .....
مسلک پر سودے بازی نہ کرو ..... البتہ دوسروں کے ساتھ معاشرت اچھی رکھو .....
چنانچہ ..... نہ صرف ماحول درست ہوگیا ..... سب متحد ہوگئے ..... بلکہ بہت سارے افراد

..... اہل حق سے آملے ..... اور نظریاتی ..... اور شعوری طور پر ..... مُسلمان بنے .....
دوسرے فرقے والوں نے ..... جب اہل حق کی ..... اپنے عقیدے میں مضبوطی .....
اخلاق میں خوبصورتی ..... اور رویے میں نرمی دیکھی ..... تو وہ بھی حالات کے مطابق
..... خود کو ڈھالنے لگے ..... باوجود ..... ماحول کی گھٹن اور پریشانیوں کے ..... الحمدللہ ابھی
تک ..... اتحاد بھی قائم ہے ..... دُشمن بھی مرعوب ہیں ..... اور اہل حق کے عقائد بھی
..... محفوظ ہیں ..... عام لوگ ..... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ کے نسخے پر ..... قیدیوں
کی بنسبت ..... زیادہ اچھی طرح عمل کرسکتے ہیں .....

چونکہ حضرت کے نسخے کے مطابق ..... اتحاد کیلئے ضروری ہے کہ اہل حق اپنے
عقائد پر ..... اور اپنے مسلک پر ..... مضبوط ہوں ..... اسی لئے ..... قلم کا رُخ ..... وقتی
طور پر ..... کچھ باطل فرقوں کی طرف ..... مڑگیا ہے ..... اللہ تعالیٰ سے ..... توفیق ..... اور
اعانت کی دُعا ہے ..... اور اس سے یہ دُعا ہے کہ ..... مجھے اس ..... نیک مقصد میں .....
اچھے معاون ..... اور کامیابی ملے آمین ..... یارب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أ صحابہ
أ جمعین.



جہاد کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج کیوں؟

جہاد کے بارے میں .... ایک مُسلمان کا .... کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟ .... اسے اچھی طرح سے .... سمجھ لیجئے .... یاد کر لیجئے .... دل میں اتار لیجئے .... اور مُسلمانوں کے .... بچے بچے کو .... یاد کرا دیجئے .... سب سے پہلے مختصر الفاظ میں اس عقیدے کو بیان کیا جاتا ہے .... اور پھر اس کے .... مختصر .... دلائل کا تذکرہ ہوگا .... پہلے عقیدہ سنئے .... : "جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ .... اسلام کے .... قطعی فرائض میں سے .... ایک فریضہ (فرض) ہے .... چنانچہ اس فرض کا انکار کرنے والا .... اسی طرح کافر ہے .... جس طرح نماز کا انکار کرنے والا .... اور فرض عین ہونے کے بعد .... اسے (جہاد کو) بلا عذر .... چھوڑنا .... گناہ ہے .... اور اس میں فضول بحث کرنا گمراہی ہے"

جی ہاں! .... جہاد ایک قطعی فریضہ ہے .... اس کا ثبوت .... قرآن مجید سے ہے .... ایک آیت سے نہیں بلکہ .... کئی آیات سے .... چونکہ مُسلمان کیلئے .... قرآن مجید کی ایک آیت ہی کافی ہے .... اس لئے .... یہاں وہ آیت لکھی جا رہی ہے .... جس میں .... نہایت صراحت کے ساتھ .... قتال کی فرضیت کا تذکرہ ہے .... لیجئے پڑھئے اور یاد رکھیے :

ترجمہ : "تم پر (اللہ کے راستے میں) لڑنا فرض کر دیا گیا اور وہ تم کو (طبعًا) برا لگتا ہے' اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو' اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو' اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے۔" (سورہ بقرہ : آیت ۲۱۶) ....

اس فرضیت کی تصدیق .... احادیث سے بھی ہوتی ہے .... ایک دو نہیں بلکہ بہت ساری احادیث سے .... لیکن چونکہ .... آج کے سبق کا مقصد اس عقیدے کو دلائل کے ساتھ یاد کرانا ہے .... اس لئے ایک حدیث .... اس

کے الفاظ کے ساتھ یاد کر لیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"امرت ان اقاتل الناس حتی یقولو الا الہ الا اللّٰہ' فمن قال لا الہ الا اللّٰہ عصم منی مالہ و نفسہ الا بحقہ' و حسابہ علی اللّٰہ" (بخاری' مُسلم) ترجمہ : "مجھے حکم دیا گیا کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کر لیں (یعنی یا تو مُسلمان ہو جائیں یا مُسلمانوں کی حکومت کو تسلیم کر کے انہیں جزیہ دیں) پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا اس نے اپنا مال اور جان مجھ سے محفوظ کر لی سوائے اس کے شرعی حق کے' اور اس کا حساب اللہ پر ہے .... یہ حدیث جہاد کی فرضیت پر .... بالکل واضح ہے .... اور اس میں .... دفاعی نہیں بلکہ .... اقدامی جہاد کا تذکرہ ہے .... اور جہاد کو امر (حکم) الٰہی .... قرار دیا گیا ہے .... اور جہاد کی منزل .... لا الہ الا اللہ کا .... غلبہ .... قرار دی گئی ہے۔

اب آئیے دوسرے جز کی طرف کہ جہاد کا منکر .... کافر ہے .... یہ بات کسی نے اپنی طرف سے نہیں گھڑی .... بلکہ .... یہ قانون ہے کہ .... جو شخص .... قرآن مجید سے ثابت شدہ کسی .... فرض کا انکار کرتا ہے .... وہ کافر ہو جاتا ہے .... چنانچہ حضرات فقہاء کرام کی کتابوں میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ .... جہاد نماز کی طرح .... فرض ہے .... اور جس طرح نماز کا .... انکار کرنا یعنی اسے .... اسلامی فریضہ تسلیم نہ کرنا .... کفر ہے .... اسی طرح جہاد کا انکار کرنا بھی .... کفر ہے .... کیونکہ .... جہاد کا منکر .... قرآن مجید کی .... سینکڑوں آیات کا .... انکار کرتا ہے .... تفصیل کیلئے .... علامہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب .... مبسوط .... اور دیگر معتبر .... کتب فقہ .... کا مطالعہ کیجئے۔

اب آئیے .... اپنے دعوے کے .... تیسرے جز کی طرف کہ .... جب جہاد .... فرض عین ہو جائے .... یعنی جب .... مُسلمانوں کا امیر .... جہاد

میں نکلنے کا حکم دے دے .... یا مسلمانوں اور کافروں کی صفیں .... میدان جنگ میں آمنے سامنے .... آجائیں .... یا کافر مسلمانوں کے کسی علاقے پر .... قبضہ کرلیں .... یا قبضے کے لیے پیش قدمی .... شروع کردیں .... یا کچھ مسلمانوں کو گرفتار کرلیں .... یا شعائر اسلام پر .... پابندی لگ جائے .... ان تمام صورتوں میں .... جہاد فرض عین .... ہوجاتا ہے .... اورعام حالات میں .... کم از کم .... سال میں ایک مرتبہ .... ایک اسلامی لشکر کا .... جہاد کیلئے نکلنا .... فرض ہوتا ہے .... بہرحال فرض ہونے کی صورت میں .... جو بلا عذر کوتاہی کرے گا .... وہ بڑے جرم .... اور بڑے گناہ کا مرتکب ہوگا .... قرآن مجید کی کئی آیات میں .... جہاد کو ترک کرنے .... اور چھوڑنے پر .... شدید .... وعیدیں آئی ہیں .... مثال کے طور پر .... سورہ توبہ کی مندرجہ ذیل دو آیات .... ان آیات کا .... ترجمہ .... اور آیت نمبر .... یاد رکھیں .... اور خود بھی عبرت لیں .... اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔

پہلی آیت :

"آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارا خاندان، اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں، اور وہ تجارت جس کے بند ہوجانے کا تم کو ڈر ہے، اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب وسزا) بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتے نافرمانوں کو۔" (سورہ توبہ : آیت ۲۴)

دوسری آیت :

"اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں (جہاد کیلئے) کوچ کرو تو تم زمین پر گرے جاتے ہو!! کیا تم آخرت کو چھوڑ کر دنیا

کی زندگی پر راضی ہوچکے ہو؟ سو دنیا کی زندگی کا نفع اٹھانا تو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے۔ اگر تم (جہاد میں) نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کردے گا اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" (توبہ آیت : ۳۸، ۳۹)

جہاں تک .... احادیث کا تعلق ہے .... تو اس بارے میں .... بہت ساری احادیث پیش کی جاسکتی ہیں .... عبرت .... اور عمل کیلئے .... یہ حدیث شریف مع ترجمہ وحوالہ یاد رکھیں .... :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے .... : "من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه، مات على شعبة من النفاق." (مسلم) "جو شخص مر گیا اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کی نیت اس کے دل میں آئی، وہ شخص نفاق کے ایک حصے پر مرے گا۔" ....

اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے .... کتنی سخت وعید ہے؟ .... اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے .... نفاق کے شر سے .... اور اپنے ایمان کو کھوٹ اور نفاق سے بچانے کیلئے جہاد فی سبیل اللہ .... میں نکلنا چاہئے۔

جب یہ ثابت ہوا کہ .... جہاد .... یعنی قتال فی سبیل اللہ .... ایک قطعی فریضہ ہے .... تو یہ بھی خود بخود .... ثابت ہوگیا کہ .... اس قطعی فریضے .... میں .... فضول بحث اور جھگڑے ڈالنا .... طرح طرح کے بہانے .... تراشنا .... ایک گمراہی ہے .... اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی .... اس گمراہی سے .... حفاظت فرمائے .... ہر مسلمان کو چاہئے کہ .... اس نظریئے کو .... مضبوطی سے تھام لے .... اور پھر علماء کرام .... اور مجاہدین سے مل کر .... جہاد .... یعنی قتال فی سبیل اللہ .... کے کسی بھی شعبے کیلئے .... اپنی ترتیب بنائے .... وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين.

جہاد یا چکی

قرآن مجید نے صرف ..... جہاد کا حکم ہی نہیں دیا .. . بلکہ ..... جہاد کرنے کی تدبیریں بھی ..... سکھائیں ..... لڑائی کرنے کے ..... گر بھی بتائے ..... پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... خود جنگیں فرمائیں ..... اور جنگی حکمت عملی کی ..... عظیم مثالیں ..... قائم فرمائیں ..... اور ساتھ ساتھ ..... زبانی طور پر بھی دشمن کو زیر کرنے کی تدبیریں ..... اور طریقے ..... اُمت کو سکھائے ..... اس موضوع پر ..... قرآن و حدیث میں ..... اس قدر ..... مواد موجود ہے کہ ..... اگر اسے جمع کیا جائے ..... اور اسکی تشریح و توضیح کی جائے تو ..... سیکڑوں صفحے ..... لکھے جاسکتے ہیں ..... ماضی میں ..... اکابر اُمت نے ..... اس موضوع کو ..... لکھا ..... اور حق ادا کرنے کی ..... کوشش فرمائی ..... مگر آج کے اس ..... مختصر درس میں ..... اس موضوع کی ..... کچھ بنیادی باتیں ..... بیان کی جاتی ہیں ..... اور مقصد صرف یہ ہے کہ ..... مجاہدین کے ذہن ..... جہاد کے اس اہم پہلو کی طرف ..... متوجہ ہوں ..... اور پھر وہ ..... قرآن و حدیث کے ..... سمندروں میں سے ..... حضرات علماء کرام کی ..... رہنمائی میں ..... اس موضوع کے انمول ..... موتی چنیں ..... اور ایسی حکمت عملی سے ..... جہاد کریں کہ ..... ان کا دشمن ..... زمین چاٹنے پر مجبور ہوجائے .....

اب آیئے ..... اس موضوع کی ..... بنیادی باتوں کی طرف ..... قرآن و حدیث میں ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے غزوات و سرایا میں ..... اور فاتحین اُمت کی معروف جنگوں میں ..... غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ..... مُسلمان جب بھی ..... میدان میں اترتا ہے ..... اس کی جنگ کا ..... طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ..... دشمن کا زیادہ سے زیادہ ..... نقصان ہو ..... اور اپنا ..... زیادہ سے زیادہ بچاؤ کیا جائے ..... یہی وہ جنگ ہے جو قرآن نے سکھائی ہے ..... یہی جنگ ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... سکھائی ہے ..... مگر اب مُسلمان ..... اس بنیادی جنگی اصول ..... کو بھولتے

جارہے ہیں ..... چنانچہ ان کا نقصان ..... زیادہ ہوجاتا ہے ..... اور دشمن کا ..... قلع قمع بھی ..... نہیں ہوتا ..... اس کی بڑی وجہ یہ ہے ..... کہ پہلے جنگ کرنے والے ..... اور جنگ کرانے والے ..... سب لوگ خود ..... میدانوں میں ہوتے تھے ..... اس لئے ..... سب مل کر ..... اچھی حکمت عملی بناتے تھے ..... جنگ کرنے والوں کو ..... اپنے رفقاء کا خیال ہوتا تھا کیونکہ ..... یہی رفقاء خود انکی ..... اور اسلام کی قوت ..... ہوتے تھے ..... چنانچہ جنگ کرنے والے ..... ایسی حکمت عملی وضع کرتے تھے ..... جس سے ..... ان کے رفقاء کا ..... کم سے کم نقصان ہو ..... دوسری طرف جنگ کرنے والے ..... جب یہ دیکھتے کہ ..... ان کے جنگ کرانے والے ..... امیر ..... حاکم ..... کمانڈر ..... انکے ساتھ ہیں ..... تو وہ پوری احتیاط سے ..... لڑتے تھے ..... اور اپنے دفاع کو ..... مضبوط سے مضبوط تر ..... بناتے تھے ..... تاکہ ان کے ..... بڑوں پر ..... کوئی آنچ نہ آئے ..... مگراب ..... نقشہ کوئی بناتا ہے ..... جنگ کوئی کراتا ہے ..... اور لڑتا کوئی ہے ..... لیڈروں کے دلوں میں ..... مجاہدین کی ..... وہ قدر و قیمت نہیں رہی ..... جو اسلام نے سکھائی اور ..... سمجھائی ..... چنانچہ خون بہتا رہتا ہے ..... اور لیڈر ..... پرانی ڈگر پر چکی چلاتے رہتے ہیں۔.....

صحابہ کرام کے دور میں ..... جس لڑائی میں ..... صحابہ کرام کا نقصان زیادہ ہوتا تھا ..... خلیفہ اور امیرالمومنین ..... اپنے عمائدین کو لیکر ..... سر جوڑ کر بیٹھ جاتے تھے ..... ان کے چہروں پر تفکر ..... اور دلوں پر غم چھا جاتا تھا ..... وہ کھانا پینا بھول کر ..... اس بات پر غور کرتے تھے کہ ..... آخر ہمارا زیادہ نقصان کیوں ہوا؟ ..... چنانچہ جنگی حکمت عملی پر ..... غور کیا جاتا تھا ..... پرانی حکمت عملی کو بدل دیا جاتا تھا ..... بعض اوقات میدان جنگ کے کمانڈر کو ..... تنبیہ کی جاتی تھی ..... بعض اوقات اسے معزول بھی کردیا جاتا تھا ..... اس میں شک نہیں کہ ..... شہادت کی موت ..... انہیں مرغوب تھی ..... وہ اس موت کو ..... دنیا کی سب سے لذیذ ..... چیز سمجھتے تھے ..... اور ہر وقت ..... اس کی تمنا رکھتے تھے ..... مگر وہ شہادت کی محبت میں ..... قرآن کے بیان کردہ ..... اور آقا

صلی اللہ علیہ وسلم کے ..... سکھائے ہوئے جنگی طریقہ کو ..... نہیں بھولتے تھے .....
چنانچہ ..... ہر جنگ کی ..... بھرپور تیاری کی جاتی تھی ..... تاکہ "واعدوالھم مااستطعتم"
..... کا قرآنی حکم ..... پورا ہو ..... آپس میں طویل مشورے کئے جاتے تھے ..... اعلیٰ دماغ
بیٹھ کر ..... جنگی حکمت عملی وضع کرتے تھے ..... سب سے پہلے دفاعی لائن ..... کو مستحکم
کیا جاتا تھا ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ..... "الحرب خدعة" (متفق
علیہ) ..... (یعنی جنگ چال اور خفیہ تدبیر کا نام ہے) کے مطابق ..... طرح طرح کی
جنگی چالیں ..... اور تدبیریں طے کی ..... جاتی تھیں ..... بعض اوقات مہینوں تک .....
محاصرہ رکھا جاتا تھا ..... لشکر کے مختلف حصے کر کے بعض حصے چھپادیئے جاتے تھے .....
گوریلا کاروائیوں کے ذریعے ..... دشمن کے جنگی ماہرین کو ..... قتل کرادیا جاتا تھا .....
بعض سرداروں کو ..... جنگ سے پہلے اغواء کر کے ..... پورے کے پورے علاقے .....
بغیر جنگ کے ..... حاصل کرلئے جاتے تھے ..... ہر اگلی جنگ میں ..... پچھلی جنگ کے
برخلاف ..... تدبیر اختیار کی جاتی تھی ..... جاسوسوں کا جال پھیلایا جاتا تھا ..... یہ سب کچھ
اس لئے تھا ..... تاکہ دشمن کا خوب نقصان ہو ..... مُسلمان محفوظ رہیں ..... مجاہدین کی
طاقت ..... برقرار رہے ..... ان حضرات کے سامنے ..... اسلام کی سربلندی کا ..... عظیم
ہدف تھا ..... جبکہ انکی تعداد ..... تھوڑی تھی ..... ان کا دشمن ان سے ..... سینکڑوں گنا
..... طاقتور تھا ..... مگر پھر بھی اُنہوں نے ..... اس طرح کی ..... جنگی تدبیریں ..... اختیار
کیں کہ ..... صرف تیس سال کے عرصے میں ..... دنیا کی ساری ..... سپر طاقتوں کو .....
صفر کر کے ..... وہ دنیا کی واحد ..... سپر طاقت بن گئے ..... اس میں شک نہیں کہ ..... ان
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی ..... اس میں شک نہیں کہ ..... ان پر تربیت محمدی کا
اثر تھا ..... مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ..... اُنہوں نے قرآن وسُنّت کی روشنی میں
..... جنگ کرنے کا وہ طریقہ ..... سیکھ لیا تھا ..... جس کی بدولت ..... وہ تھوڑے وقت میں
..... اپنا کم نقصان کر کے ..... اپنے بڑے دشمنوں کو ختم کرنے میں ..... کامیاب
ہو گئے .....

مگر آج صورتحال بدل چکی ہے ..... آج کے قائدین ..... اپنے ساتھیوں کی
شہادت کی خبر ..... کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے ..... کھانے کی میز پر سنتے ہیں ..... پھر بعد
میں سر جوڑ کر بھی نہیں بیٹھتے ..... بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ..... شہادت ایک نعمت ہے .....
ہزاروں افراد کا خون بہ جانے کے باوجود ..... جنگی حکمت عملی ..... تبدیل نہیں کرتے
..... کیونکہ اس میں ان کے مفادات کو خطرہ ہوتا ہے ..... اور ان کی شہرت ..... کو
نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے ..... چنانچہ کچھ دور بیٹھے لوگ ..... کسی جگہ ..... جنگ کی
چکی چلا دیتے ہیں ..... باقی لوگ دونوں ہاتھوں سے ..... اس میں قیمتی جانیں ڈالتے
جاتے ہیں ..... چکی سے نکلنے والے خون ..... کو اشتہارات ..... اور رسائل کی سرخی بنایا
جاتا ہے ..... کسی کے دل میں ..... ٹیس نہیں اٹھتی ..... ایک میدان چھوڑ کر دوسرے
میدان میں ..... دشمن پر ضرب لگانے کا ..... خیال تک نہیں آتا ..... کیونکہ مرنے والے
اور لوگ ہیں ..... اور لڑائی کرانے والے اور ..... چنانچہ ..... آج بعض تحریکوں کو سالہا
سال ..... کا عرصہ گزر چکا ہے ..... ہزاروں لاکھوں ..... افراد کا قیمتی خون بہ چکا ہے مگر
چکی ..... اسی طرح ..... چل رہی ہے ..... حالانکہ اگر ..... بار ..... بار ..... حکمت عملی بدلی
جاتی ..... پینترے بدل بدل کر ..... حملہ کیا جاتا ..... ہاتھی کے پاؤں پر مارنے کی
بجائے ..... اس کے سر پروار کیا جاتا ..... آمنے سامنے ..... درجنوں افراد کو ..... قتل
کرانے کی بجائے ..... خاص موقعوں پر ..... ایک ایک ..... فرد کی ..... الگ الگ قربانی
پیش کی جاتی ..... دشمن کی کمزوریوں کو سمجھا جاتا ..... پھر ان کمزور مواقع پر وار کیا جاتا
..... تو ..... جو کام ..... پانچ سو افراد ..... کے شہید ہونے سے ..... نہیں ہوسکتا ..... وہ پانچ
افراد کے ..... جان دینے سے ہوجاتا .....

مگر اس کیلئے ضروری ہے کہ ..... قرآن مجید کو سمجھا جائے ..... رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ..... احادیث اور طریقہ جہاد کو ..... سمجھا جائے ..... خود قائدین کو .....
میدانوں میں ..... مجاہدین کے ہمراہ ..... اتارا جائے ..... جہاد کا کنٹرول ..... ایمان والوں
کے ہاتھ میں رکھا جائے ..... مجاہدین کے خون کی ..... قیمت کو سمجھا جائے ..... ہر دن .....

اور ہر رات ..... اپنی حکمت عملی پر غور کیا جائے ..... تب جہاد ..... جہاد ہو گا..... ورنہ چکی چلتی رہے گی ..... اور کسی دن ..... اس پر ..... سیاسی سودے کا..... کاغذ چپکا کر..... شہیدوں کے خون پر..... مٹی ڈالنے کی..... کوشش کی جائے گی۔.....



جہاد کے خلاف سات فتنے

جہاد فی سبیل اللہ ..... کے خلاف ..... فتنوں کی تعداد ..... بہت زیادہ ہے ..... خلاصے کے طور پر..... انہیں سات قسموں میں ..... تقسیم ..... کیا جاسکتا ہے ..... ان سات میں سے ..... تین فتنے ..... علمی ہیں ..... اور چار عملی ..... پہلے تذکرہ تین فتنوں کا.....

ان تین میں سے ..... پہلا فتنہ ..... انکار جہاد کا ہے ..... یعنی کچھ لوگ ..... خود کو مُسلمان کہتے ہیں ..... مگر جہاد کا انکار کرتے ہیں ..... اور کہتے ہیں کہ اب ..... جہاد ..... نہ تو مشروع ہے ..... اور نہ ممکن ..... یہ لوگ مرزا قادیانی کے جمع کردہ دلائل کا..... سہارا لیتے ہیں ..... یہ لوگ شاید بھول گئے ہیں کہ ..... اُمت کا اجماع ہے کہ ..... نماز کی طرح..... جہاد کا منکر بھی کافر ہے .....

دوسرا فتنہ ..... اقدامی جہاد ..... (جو اصل جہاد ہے) ..... کا انکار ..... یہ لوگ ..... عمومی طور پر دینداروں کا لبادہ ..... اوڑھے ہوئے ہیں ..... اور کافروں کے اعتراضات سے مرعوب ہیں ..... ان لوگوں نے ..... اسلام کے ایک اہم شعبے اور فرض کا..... انکار کیا ہے ..... اور اسلام کے قابل فخر..... تاریخی واقعات پر..... معذرت اور ندامت کی ..... دھول ڈال دی ہے ..... حقیقت میں یہ لوگ بھی ..... جہاد کے مکمل منکر ہیں ..... مگر اسکی ہمت نہیں رکھتے ..... اس لئے ..... انہوں نے تاویل کا دامن پکڑا ..... اور اقدامی جہاد کا انکار کر دیا ..... جو قرآن سے ثابت ہے ..... اور احادیث سے بھی ..... جسکی تصدیق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عمل سے بھی ..... ہوتی ہے ..... اور صحابہ کرام ..... اور اسلاف اُمت کے عمل سے بھی ..... مگر بدقسمت لوگوں نے ..... اسلام کو محدود کیا ..... اور خود بھی جہاد جیسی نعمت سے محروم ہوئے ..... اور دوسروں کو بھی ..... محروم کرتے پھر رہے ہیں ..... اللہ تعالیٰ ..... انہیں عقل دے ..... ہدایت دے .....

تیسرا فتنہ ہے ..... آیات جہاد میں ..... تحریف معنوی ..... کا، یعنی جس طرح .....
یہودی تورات کی آیات میں ..... تحریف معنوی کرتے تھے ..... یعنی الفاظ درست
پڑھتے تھے ..... ترجمہ بھی ٹھیک کرتے تھے ..... مگر تشریح کرتے وقت ..... ڈنڈی مار
جاتے تھے ..... اور وہ مطلب بیان کرتے تھے ..... جو انکا ..... من گھڑت ..... اور من پسند
ہوتا تھا ..... بالکل اسی طرح ..... آج آیات جہاد کو ٹھیک پڑھا جاتا ہے ..... ترجمہ بھی
درست کیا جاتا ہے ..... مگر لفظ جہاد کا ..... وہ مطلب بیان نہیں کیا جاتا ..... جو حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ..... اور سمجھایا ..... جو صحابہ کرام نے ..... سمجھا ..... اور
سمجھایا ..... جسے صحابہ کے ..... بوڑھے ..... بچے ..... عورتیں ..... سب سمجھتے تھے ..... بلکہ
جہاد کا ..... وہ مطلب بیان کیا جاتا ہے ..... جو من گھڑت ہے ..... اور من پسند ہے .....
حالانکہ ..... جہاد کا مطلب ..... بے غبار ہے ..... اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں ..... اور بعد میں بھی ..... جب یہ لفظ بولا جاتا تھا ..... اسکا مطلب ..... دشمنان
اسلام سے ..... جنگ ہی ہوتا تھا .....

یہ ہیں جہاد کے خلاف ..... تین عملی فتنے ..... ذرا دائیں بائیں ..... دیکھئے ..... آگے
پیچھے غور کیجئے ..... کہیں آپ کے آس پاس ..... ان تین فتنوں میں سے ..... کوئی .....
منڈلا نہ رہا ہو ..... اگر ..... نظر آئے ..... تو ..... فوراً علاج کیجئے ..... یاد رکھئے .....! اگر
کسان ..... گندم اور کپاس کی فصل کے ..... آس پاس سے ..... وہ جڑی بوٹیاں تلف نہ
کرے ..... جو گندم اور کپاس کو ..... نقصان پہنچاتی ہیں تو ..... کسان ..... شدید نقصان
اٹھائے گا ..... اسی طرح ..... جہاد' اسلام کی عظمت ..... اور مسلمانوں کی ..... حفاظت کا
واحد راستہ ہے ..... چنانچہ ..... جو فتنے جہاد کی جڑوں کو کاٹ رہے ہیں وہ اسلام کو
مغلوب ..... اور مسلمانوں کو مظلوم دیکھنا چاہتے ہیں ..... ان فتنوں کا فوراً تدارک کیجئے
..... تاکہ جہاد پھلے پھولے ..... اور پھر جہاد کی برکت سے ..... اسلام کو عظمت ملے .....
غلبہ ملے اور مسلمان ..... عزت اور سکون کا سانس لے سکیں.....

جہاں تک ..... جہاد کے خلاف ..... عملی فتنوں کا تعلق ہے ..... تو ان کی تعداد .....

چار ..... ہے ..... پہلا فتنہ ..... بے عملی ..... اور بد عملی کا ہے ..... مسلمانوں کی ایک بڑی
تعداد ..... دنیا کے چکروں ..... اور مستقبل سنوارنے کی فکر میں ..... پڑکر آخرت کو
بھول چکی ہے ..... اپنے اسلامی تشخص ..... اور ایمانی ذمہ داری کو ..... فراموش کر چکی
ہے ..... یہ لوگ یا تو دنیا کی غلاظت میں پھنس چکے ہیں ..... یا دنیا کے پیچھے دیوانہ وار
دوڑ رہے ہیں ..... انہیں ..... جہاد کا خیال تک ..... نہیں آتا ..... آئے بھی تو کیسے آئے
.....؟ انہیں نہ تو اپنی آخرت کی فکر ہے ..... اور نہ ..... اسلام کا غم ..... ایسے لوگوں
کیلئے ..... دعا کرنی چاہیے ..... اور انہیں ..... مسلمان بننے کی ..... دعوت دینی چاہئے
کیونکہ ..... وہ اسلام سے بہت دور جاچکے ہیں ..... اور صرف جہاد ہی نہیں بلکہ .....
اسلام کے دیگر فرائض کی بھی ..... پروا نہیں کرتے .....

دوسرا فتنہ ..... ان لوگوں پر مسلط ہے ..... جنہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ..... جہاد
..... کسی اور مخلوق کا کام ہے ..... ہم نہ تو صحابہ جیسا ایمان رکھتے ہیں ..... اور نہ انکی
طرح ,بہادر ہیں ..... اور نہ یہ زمانہ ..... جہاد کا زمانہ ہے ..... چنانچہ ان ..... لوگوں نے .....
جہاد کے متبادل کچھ کام ..... دیکھ لئے ہیں ..... چنانچہ وہ ان کاموں کو ..... جہاد سمجھنے لگے
ہیں ..... کسی کے ہاں ..... خاموش مظاہرے ..... اور سڑکوں پر دھرنے ..... جہاد ہیں ..... تو
کسی کے نزدیک ..... مسلمانوں کو کلمہ نماز ..... سکھانا ..... جہاد کا قائم مقام ہے ..... ان
لوگوں کو ..... سمجھانے کی ضرورت ہے ..... کیونکہ ..... اگر اسلام کے پرزے ..... اپنی
مرضی سے ..... اسی طرح بدلے جانے لگے ..... تو پھر ..... نماز ..... روزہ ..... حج ..... اور
زکوۃ کے بھی ..... متبادل ..... ڈھونڈ لئے جائیں گے ..... اور ذکریوں کی طرح ..... نماز کے
فضائل ..... ذکر پر ..... اور منکرین حدیث کی طرح ..... حج کے فضائل ..... عالمی لیڈروں
کی کانفرنس ..... پر چسپاں کردیئے جائیں گے ..... یا اللہ .....! اسلام کی حفاظت فرما .....

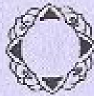
تیسرا ..... عملی فتنہ ..... بحالی جمہوریت ..... میں جدوجہد ..... صرف کرنا ..... اور اسے
جہاد سے افضل سمجھنا ہے ..... حالانکہ ..... جمہوریت ..... یا تو ..... بے نظیر کو لاتی ہے ..... یا
نواز شریف کو ..... دنیا میں کہیں بھی جمہوریت ..... اسلام کو نہیں لاسکی ..... خصوصا

ہمارے ملک میں تو ..... جمہوریت کے ذریعے ..... انقلاب تبھی ممکن ہے ..... جب
فرشتے آسمانوں سے ..... ووٹ ڈالنے ..... زمین پر آئیں ..... ورنہ عوام تو ..... لٹیروں .....
اور جاگیروں کو ہی ..... منتخب کریں گے ..... اگرچہ ..... مسلمانوں کیلئے ..... سیاسی پلیٹ
فارم بھی ..... ضروری ہے ..... اور اس میدان کو بھی ..... خالی نہیں چھوڑنا چاہئے .....
لیکن یہ خیال دل سے ..... نکالنا ضروری ہے کہ ..... اسلامی نظام ..... جمہوریت کے
ذریعے ..... نافذ ہوجائے گا..... جب یہ خیال دل سے نکل جائے گا..... تو پھر..... جہاد کی
وہ راہیں کھلیں گی ..... جو جان بوجھ کر..... بند کردی گئی ہیں.....

جہاد کے خلاف ..... چوتھا عملی ..... فتنہ ..... انگریزوں کا ..... خصوصی طور پر .....
مسلط کردہ ہے ..... اور یہ فتنہ چند مسائل کو ..... دین قرار دیکر ..... مسلمانوں کو .....
انہیں مسائل میں ..... الجھانا ..... اور جہاد سے انہیں غافل رکھنا ہے ..... مسلمانوں کے
پاس ..... جو قرآن مجید ہے ..... اس کی آیات کی تعداد ..... چھ ہزار دو سو بتیس ہے .....
احادیث ..... کی تعداد کا اندازہ ..... اس سے لگائیے کہ ..... امام بخاری کے بقول .....
انہیں ..... چھ لاکھ ..... احادیث یاد تھیں ..... ان میں سے ..... ایک لاکھ صحیح احادیث
تھیں ..... اور ان ایک لاکھ میں سے ..... صرف ساڑھے سات ہزار ..... احادیث .....
امام صاحب نے ..... اپنی کتاب صحیح بخاری میں ..... ذکر فرمائی ہیں ..... مسلمانوں کے .....
عمومی فقہی مسائل کی تعداد ..... جنکی تخریج ..... حضرت امام اعظم ابو حنیفہ ..... نے خود
فرمائی ..... بارہ لاکھ ہے ..... اسلام کے ..... معاشی ..... اقتصادی ..... عدالتی ..... حکومتی .....
دفاعی احکامات پر..... لاکھوں صفحات لکھے جاچکے ہیں ..... مگر کچھ لوگوں نے ..... اسلام
کے ..... وسیع ..... نظام ..... کو ..... صرف چار پانچ مخصوص ..... مسائل میں ..... محدود
کردیا ہے .....اور انہیں چند مسائل پر..... مسلمانوں کی ..... بے پناہ توانائیاں ..... صرف
کرائی جارہی ہیں ..... رفع یدین ..... فاتحہ خلف الامام ..... آمین بالجہر..... آٹھ تراویح .....
تین طلاق ..... جیسے مسائل پر..... لاکھوں روپے کے ..... اشتہارات ..... کروڑوں روپے
کا لٹریچر..... چھاپا جارہا ہے ..... ان مسائل کے نام سے ..... ادارے بنائے جاتے ہیں .....

اربوں روپے کے ..... بجٹ مقرر کئے ہیں ..... فتنہ پسند ..... مناظر..... تیار کئے جاتے ہیں
..... اور صدیوں سے ..... جہاد اور خلافت کا..... علم تھامنے والے ..... اہلسنت والجماعت
..... احناف ..... کے ایمان کو ..... ان چند مسائل پر تولا جاتا ہے اور انہیں ..... لاکھوں
روپے کے چیلنج کئے جاتے ہیں ..... چنانچہ ..... آج ہزاروں مسلمان ..... انہیں مسائل پر
بحث کرنے کو..... اسلام سمجھتے ہیں ..... اور وہ مسلمانوں کے ساتھ ..... ان مسائل پر.....
اتنا لڑتے ہیں ..... جھگڑتے ہیں کہ ..... انہیں ..... کافروں کے ساتھ ..... جہاد کا خیال تک
نہیں آتا.....

یہ ہیں ..... چار فتنے ..... ذرا ..... غور سے ..... جائزہ لیجئے ..... آپ کو اپنے چاروں
طرف ..... ان فتنوں ..... کے جالے ..... نظر آئیں گے ..... مگر آپ ان جالوں سے متاثر
نہ ہوں ..... بلکہ ..... خود اچھی طرح ..... جہاد کو سمجھئے ..... پھر اسکی تربیت لیجئے ..... اپنے
آپ کو جہاد کیلئے پیش کیجئے ..... اور لوگوں کو ..... جہاد کی دعوت دیجئے ..... اسکا لٹریچر
تقسیم کیجئے ..... یہ جالے ..... ٹوٹ جائیں گے ..... فضا صاف ہوجائے گی ..... جہاد نکھر
آئے گا..... جہاد نکھرے گا تو ہر سو اسلام چمکے گا..... ہر طرف جگمگائے گا..... ان شاء
اللہ۔



مجاہدین کی تلاش

جب آپ نے ..... اللہ تعالیٰ کے ..... راستے میں ..... جہاد کا ارادہ کرلیا..... اور اللہ تعالیٰ کی رضا..... اور اسلام کی عظمت کیلئے ..... کمر کس لی ..... اور لیلائے شہادت کی تڑپ ..... دل میں پیدا ہوگئی تو..... اب ..... آپ کو جہاد میں شرکت کیلئے ..... ایک اور مرحلہ ..... طے کرنا ہے ..... یہ مرحلہ بے حد اہم ہے ..... اور قدرے ..... جستجو طلب ہے ..... اور یہ مرحلہ ..... اصل مجاہدین کی تلاش کا ہے ..... آج دنیا میں ..... عمومی دستور ہے کہ ..... لوگ اچھے سے اچھے کی تلاش میں رہتے ہیں ..... رشتہ طے کرنے کیلئے ..... بیسیوں گھروں ..... اور درجنوں لڑکیوں کو ..... دیکھتے ہیں ..... شہد اور گھی ..... خریدنے سے پہلے اس کی اصل ہونے کی ..... جانچ کرتے ہیں ..... دودھ خریدنے والی کمپنیاں ..... ایسے آلات سے ..... دودھ کو جانچتی ہیں ..... جس سے ..... اصلی ..... اور ملاوٹی کا..... فرق ہوجاتا ہے ..... سنار..... سونا خریدنے سے پہلے اسے ..... کسوٹی پر پرکھتا ہے ..... اسی طرح ..... اصلی ..... اور جعلی ..... نوٹوں کی ..... شناخت کیلئے بھی ..... آلات تیار کرلئے گئے ہیں ..... حالانکہ ..... یہ سب چیزیں دنیاوی ہیں ..... اور ان کا نقصان بھی ..... محدود ہے ..... لیکن اس نقصان سے بھی ..... صرف وہی محفوظ رہتا ہے جو ..... چھان پھٹک کر خریدتا ہے ..... اور اصلی نقلی کی جانچ کرتا ہے ..... یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ..... یہ بات اچھی طرح ..... سمجھ میں آسکتی ہے کہ ..... ایک مجاہد کو..... جہاد میں شرکت سے پہلے ..... ان لوگوں کو جانچنا چاہئے ..... جو مجاہدین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تاکہ اس کا جہاد ..... محفوظ رہے ..... اور مقبول ہو ..... اور اس کی طاقت اور صلاحیت کا..... غلط استعمال ..... نہ کیا جائے ..... اور اس کی جان ..... ضائع نہ ہو.....

آج جس طرح سے ..... نقلی شہد اور گھی ..... بیچنے والوں کی کمی نہیں ہے ..... اسی طرح ..... نقلی مجاہدین بھی ..... ہر طرف بکھرے ہوئے ہیں ..... آج ..... جس طرح ..... دیگر مقدس ناموں سے ..... لوگوں کو ..... دھوکا دیا جارہا ہے ..... اسی طرح ..... جہاد کے

ذریعے سے ..... دھوکا دینے والوں کی بھی ..... کمی نہیں ہے ..... آج کا قوم پرست ..... اپنے ذاتی اور علاقائی مفادات کیلئے ..... جہاد کا نعرہ لگارہا ہے ..... آج کے مروجہ سیاستدان ..... اپنے ..... سیاسی مفادات کیلئے ..... ہاسٹلوں پر قبضے ..... اور مخالفین کی قتل وغارت کو..... جہاد قرار دیتے ہیں ..... کچھ لوگ ..... چند شخصیتوں کو ..... کرسی پر لانے کیلئے ..... لڑنے کو..... جہاد قرار دیتے ہیں ..... جبکہ بعض دوسرے لوگ ..... اپنی تنظیمی بالادستی کیلئے ..... دیگر افراد کے قتل کرنے پر ..... جہاد کا لیبل لگاتے ہیں ..... حالانکہ ..... ان تمام چیزوں میں کوئی بھی ..... جہاد نہیں ہے ..... جہاد تو ..... وہ ہے ..... جس میں صرف اور صرف ..... اللہ تعالیٰ کے کلمے کی ..... بلندی ..... یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت ..... اور اللہ تعالیٰ کے نظام کی تنفیذ کیلئے ..... لڑائی کی جائے ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ..... : "من قاتل لتکون کلمة اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ" (بخاری) یعنی وہی شخص ..... اللہ تعالیٰ کے راستے کا..... مجاہد ہے ..... جو اس کے کلمے کی بلندی ..... کیلئے لڑتا ہے ..... چونکہ ..... جہاد کا لفظ ..... مسلمانوں کو بہت عزیز ہے ..... اس لئے کئی سیاسی پارٹیاں ..... جن کے منشور اور دستور میں ..... جہاد کا نام ونشان نہیں ہے ..... اور انہوں نے ..... جمہوریت کو ..... اپنا مقصد ..... اور نصب العین ..... بنا رکھا ہے ..... صرف اپنی مقبولیت کیلئے ..... جہاد کی ذیلی تنظیمیں کھڑی کرتی ہیں ..... ان کا مالی تعاون کرتی ہیں ..... اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ..... ان تنظیموں میں بھرتی کرکے ..... اپنی سیاسی قوت کو مستحکم کرتی ہیں ..... حالانکہ ان پارٹیوں کے لیڈر اور اراکین ..... خواب میں بھی ..... جہاد کی نیت نہیں رکھتے ..... بلکہ لڑائی کے دوران ..... میدان جہاد سے ..... کوسوں دور رہتے ہیں ..... البتہ فتح کا جشن منانے کیلئے پیش پیش رہتے ہیں ..... یہ لوگ چونکہ ..... جہاد کے حقیقی مفہوم ..... اور مقصد سے ..... دور ہوتے ہیں ..... اس لئے ان کی ذیلی جہادی تنظیموں میں ..... فتنہ فساد ..... اور بے راہ روی پائی جاتی ہے ..... اور وہ ..... ذاتی اور تنظیمی بالادستی کیلئے ..... قتل وغارت کرتے ہیں ..... اور مجاہدین کی ..... دینی تربیت پر بھی توجہ نہیں دیتے ..... یقیناً ..... ایک مجاہد کو..... ایسے لوگوں سے .....

دور رہنا چاہئے ..... اسی طرح کچھ لوگوں نے ..... اپنے نئے نئے مسلک گھڑ لئے ہیں ..... وہ بھی جہادی تنظیمیں بناتے ہیں تاکہ ..... جہاد ..... اور مجاہدین کے نام کو ..... استعمال کرکے ..... اپنے فرقے کو مضبوط بنائیں ..... اور مسلح ہو کر ..... اہل حق کے خلاف ..... جدوجہد کر سکیں ..... اس طرح کی تنظیموں کے ..... لیڈر اور قیادت بھی ..... میدان جہاد سے ..... دور رہتی ہے ..... یہ سب لوگ ..... لم تقولون مالا تفعلون ..... (الصف) ..... تم وہ کہتے کیوں ہو جو نہیں کرتے؟ ..... کا مصداق ہیں.....

یاد رکھئے ..... اصلی مجاہدین کی پہلی نشانی ..... علم ..... یعنی دین کی سمجھ ہے ..... کیونکہ جہاد ..... اللہ کے راستے میں ..... لڑنے کا نام ہے ..... اور بغیر علم و تفقہ کے ..... اللہ تعالیٰ کے دین ..... اور اس کے راستے کو کس طرح ..... سمجھا جاسکتا ہے؟ ..... اسی طرح جہاد کا مقصد ..... دنیا میں اسلام کے نظام کو غالب کرنا ہے ..... تو جو لوگ ..... یہ نہیں جانتے کہ ..... اسلام کا نظام ہی کیا ہے ..... وہ اسلام کو ..... کس طرح سے ..... نافذ کریں گے؟ ..... اسی طرح ..... وہ تنظیمیں ..... جن کے لیڈر ..... اپنے پانچ چھ فٹ کے ..... جسم پر ..... اسلام کو نافذ نہیں کرسکتے ..... وہ ملکوں اور قوموں پر ..... کس طرح سے اسلام نافذ کریں گے؟ ..... یاد رکھئے ..... اہل حق مجاہدین کی پہلی نشانی ..... تفقہ فی الدین ..... یعنی دین کا مکمل علم ..... اور دین کی مکمل سمجھ ہے ..... لفظ مکمل اس لئے لکھا کہ ..... بعض لوگ ..... دین کو سمجھنے کا دعویٰ کرتے ہیں ..... مگر انہیں ڈاڑھی جیسا عام فہم ..... واجب ..... سمجھ میں نہیں آسکا ..... اور انہیں سلوک واحسان ..... یعنی تصوف ..... سمجھ نہیں آسکا ..... ایسے ..... کم فہم لوگوں کے بارے میں ..... یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انہیں ..... تفقہ فی الدین ..... کی دولت حاصل ہے ..... اس لئے ..... جہاد کا ارادہ کرنے کے بعد ..... ان مجاہدین کو تلاش کیجئے ..... جنہیں تفقہ فی الدین ..... کی دولت حاصل ہو ..... کیونکہ ..... ایسے لوگوں کے اہل حق ہونے کی گواہی ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... دی ہے ..... درود شریف پڑھئے ..... اور اس حدیث شریف کو غور سے ملاحظہ فرمائیے ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا..... :

"من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین' و إنما أ نا قاسم واللہ یعطی' ولن تزال ھذہ الأ مۃ قائمۃ علی أ مراللہ لا یضر ھم من خالفھم حتی یاتی أ مراللہ." .....

ترجمہ: ..... "جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ ..... خیر کا ارادہ فرماتے ہیں۔ تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ اور یہ اُمت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی اور اس کو کوئی مخالف ضرر نہیں پہنچاسکے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم (قیامت) نہ آجائے"۔ (بخاری: ج ا ص ۱۴)

تفقہ فی الدین کے معنی ..... صرف دین کو دماغ سے سمجھنا نہیں ..... بلکہ دل بھی ..... دین کو سمجھے اور تسلیم کرے ..... مزاج بھی دین کو سمجھے اور تسلیم کرے ..... یعنی ..... اللہ تعالیٰ کی ..... نازل کردہ شریعت کی مکمل سمجھ بھی ہو ..... اس کا مکمل علم بھی ہو ..... اس پر مکمل یقین بھی ہو ..... اور اس پر مکمل عمل بھی ہو ..... یعنی تفقہ فی الدین میں ..... علم کے ساتھ ساتھ ..... دین کی پختگی اور صلابت بھی شرط ہے ..... صرف چند کتابیں پڑھ لینا یا لکھ لینا ..... کافی نہیں ہے ..... اب آپ ..... غور کیجئے کہ ..... اس حدیث کا مصداق کون سے مجاہدین ہیں ..... چنانچہ انہیں کے شانہ بشانہ اس اہم فریضے میں ..... شرکت کیجئے ..... تاکہ حقیقی معنوں میں ..... اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کا..... موقع ملے ..... اور جہاد کا مقصد حاصل ہو.....

آپ نے کچھ عرصہ پہلے ..... دیکھا ہوگا کہ ..... افغانستان پر ..... ان لوگوں کو تسلط ملا ..... جو مجاہدین ..... کہلاتے تھے ..... پوری دنیا ..... یہاں تک کہ ہم اور آپ بھی انہیں مجاہد کہتے تھے ..... مجاہد لکھتے تھے ..... مگر یہ لوگ ..... پھیکے تربوز ..... نکلے ..... کابل آتے ہی ..... ان کی سوچ بھی ..... بدل گئی ..... اور شکلیں بھی ..... ان کی نظروں میں ..... نہ تو فحش فلمیں دکھانے والے سینما کھٹکے ..... نہ بے پردہ ..... عورتیں ..... ان لوگوں میں سے اکثر نے ..... اپنے چہروں پر سے ..... سُنّت کا نور ..... اڑادیا ..... اور عیاشیوں میں پڑگئے ..... کیونکہ ..... ان میں سے اکثر کو دین کی سمجھ نہیں تھی ..... بعض کو .....

تھوڑا بہت علم تھا..... مگر دین ان کے ..... دلوں تک نہیں اترا تھا..... یعنی انہیں دین پر پختگی ..... نصیب نہیں تھی ..... چنانچہ ..... کابل کو ..... اسلامی ..... رنگ میں رنگنے کی بجائے ..... خود کابل کے نقش ..... رنگ میں رنگے گئے ..... مگر جب کابل میں وہ لوگ آئے ..... جنہیں دین کی ..... مکمل سمجھ تھی ..... اور دین ان کے دلوں میں اترا ہوا تھا ..... تو چند ہی دنوں میں ..... ملک کے اکثر حصے کا رنگ ..... اور شکل بدل گئی ..... اور اصل جہاد ..... اس کا نور ..... ہر سو جگمگانے لگا..... بس اسی ایک مثال سے ..... پوری دنیا کے ..... جہاد..... اور مجاہدین کا حال ..... آپ سمجھ سکتے ہیں.....

اب آخر میں ..... حقیقی مجاہدین ..... کی کچھ مزید صفات بیان کی جاتی ہیں ..... تاکہ آپ کو ..... راستہ ڈھونڈنے میں آسانی رہے ..... اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ توبہ میں ..... جہاں مجاہدین کی ..... جان ومال کو ..... جنّت کے بدلے خریدنے کا ذکر ..... فرمایا ہے..... اس سے اگلی آیت میں ..... مجاہدین کی کچھ صفات بیان فرمائی ہیں ..... ارشاد ربّانی ہے ..... :

ترجمہ : ... ”وہ توبہ کرنے والے ہیں ... بندگی کرنے والے ہیں ... شکر کرنے والے ... روزہ رکھنے والے ... رکوع کرنے والے ... سجدہ کرنے والے ... نیک بات کا حکم کرنے والے ... بری بات سے منع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں ... اور آپ ایمان والوں کو خوشخبری سنا دیجئے“... (التوبہ : ۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن مبارک نے ..... اپنی کتاب الجہاد میں ..... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ..... سے نقل فرمایا ہے ..... مجاہدین ..... دو قسم کے ہیں ..... پہلی قسم وہ لوگ ..... جو کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ..... اور ایک دوسرے کو اس کی یاد دہانی کراتے ہیں ..... جب چلتے ہیں تو فساد سے بچتے ہیں ..... اپنے ساتھیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں ..... اور اپنے قیمتی اموال اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگاتے ہیں ..... جب وہ لڑائی کے میدان میں ہوتے ہیں ..... تو اللہ تعالیٰ سے اس بات پر حیا کرتے ہیں (ڈرتے ہیں کہ) وہ ان کے دلوں کے شک پر مطلع ہو ..... یا مسلمانوں کی

رسوائی ہو ..... جب انہیں مال غنیمت میں سے چوری اور خیانت کا موقع ملتا ہے ..... تو ان کے دل اور ..... عمل ..... اس چوری سے ..... محفوظ رہتے ہیں ..... شیطان ایسے لوگوں کو فتنے میں نہیں ڈال سکتا ..... اور نہ ان کے دلوں کو ایک دوسرے سے توڑ سکتا ہے ..... ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں ..... اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ..... غالب فرماتا ہے..... اور اپنے دشمنوں کو..... ذلیل ورسوا کرتا ہے.....

دوسرے قسم کے ..... لڑنے والے وہ ہیں ..... جو نہ کثرت سے ..... اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کو اس کی یاد دہانی کراتے ہیں ..... اور اپنا مال خرچ نہیں کرتے مگر مجبوراً ..... اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں ..... اور شیطان انہیں اس مال کے بارے میں غم میں مبتلا کرتا ہے ..... جب لڑائی میں نکلتے ہیں ..... تو سب سے ..... پیچھے ..... رہتے ہیں ..... اور رسوا کرنے والوں میں ..... شامل رہتے ہیں ..... میدان جہاد سے بھاگ کر ..... پہاڑوں پر چڑھ جاتے ہیں ..... اور وہاں سے جنگ کا منظر..... دیکھتے ہیں ..... پھر اگر اللہ تعالیٰ مُسلمانوں کو..... فتح عطا فرماتا ہے تو ..... یہ لوگ بڑھ چڑھ کر جھوٹ بولتے ہیں ..... (یعنی اپنے جنگی کارنامے بیان کرتے ہیں ..... اور دوسروں کی کارروائیوں کی ذمہ داری ..... قبول کرتے ہیں) ..... اگر ان لوگوں کو ..... چوری اور خیانت کا موقع ملے تو ..... بھرپور طریقے سے ..... چوری کرتے ہیں ..... اور شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے کہ ..... یہ سب کچھ مال غنیمت ہے ..... ایسے لوگوں کو اگر ..... وسعت ملتی ہے تو اکڑتے ہیں ..... اور اگر تنگی میں پڑجائیں تو ..... شیطان ان کو فتنے میں ڈال دیتا ہے ..... ایسے لوگوں کو ..... مُسلمانوں کے اجر میں سے ..... کچھ نہیں ملتا..... وہ تو بس جسمانی طور پر..... میدان میں ..... مُسلمانوں کے ساتھ نظر آتے ہیں ..... مگر ان کی نیت اور اعمال ..... مُسلمانوں سے بالکل جدا ہوتے ہیں ..... قیامت کے دن ..... اللہ تعالیٰ انہیں ..... ایمان والوں کے ساتھ پہلے جمع فرمائے گا..... اور پھر جدا فرمادے گا..... و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.

مولانا ارشاد احمد شہید کا مشن

جس کی روح پاکیزہ اور عقل روشن ہو، اسے جہاد فوراً سمجھ میں آجاتا ہے۔ اور اس کی روح کا حصہ بن جاتا ہے۔ پھر ان میں سے بعض خوش قسمت افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو جہاد کی روح بن جاتے ہیں۔ ایسے ہی افراد میں حضرت مولانا ارشاد احمد شہید کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ مولانا ارشاد احمد شہید نے جہاد اس وقت سمجھا جب اسے سمجھنے والے افراد بہت کم تھے اور ان کے دل میں شوق شہادت کی شمع اس وقت فروزاں ہوئی جب اس شمع کو گرمی بازار نصیب نہیں ہوئی تھی۔ مولانا ارشاد رحمہ اللہ مدرسے کے طالب علم تھے اس لئے ان کے دن اور رات قرآن و سُنّت کے ساتھ گذرتے تھے۔ اس زمانے میں پاکستان کے پڑوس میں جہاد افغانستان کا مبارک آغاز ہوا۔ یہ سورج اگرچہ پاکستان کے پڑوس میں طلوع ہوا تھا مگر اس کی کرنیں آہستہ آہستہ اپنا دامن پھیلا رہی تھیں اور سعادت مند روحیں ان کرنوں کی تپش پاکر بیدار ہو رہی تھیں۔

ان حالات میں کچھ افراد نے ان حقائق کو سمجھ لیا جن کو بعض بدنصیب ابتک نہیں سمجھ سکے۔ نوجوانوں اور جاں بازوں کے وہ ابتدائی قافلے جو افغان جہاد کی نصرت کیلئے پاکستان سے روانہ ہوئے تھے ان میں مولانا ارشاد احمد شہید رحمہ اللہ بھی تھے۔ اور کچھ ہی عرصے کے بعد تمام پاکستانی مجاہدین نے انہیں اپنا امیر تسلیم کرلیا اور یوں اہل حق مجاہدین کو ایک تحریک اور ایک پلیٹ فارم نصیب ہوگیا۔ جہاد ایک اجتماعی عمل ہے اس لئے اس میں امیر کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور تنظیم کی بھی۔ مولانا ارشاد احمد شہید نے اہل حق کو ایک تنظیم بھی عطاء کی اور وہ خود بھی ایک غیر متنازع امیر کی صورت میں ابھرے۔

مولانا ارشاد احمد شہید نے جو کام شروع فرمایا تھا وہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ دینی مدارس کی بنیاد ہی علم و جہاد پر پڑی ہے مگر طویل عرصہ تک عملی جہاد سے دوری کی

وجہ سے ان مدارس میں بھی جہاد محض ایک نصابی مسئلہ بن چکا تھا۔ جب مدارس کی یہ حالت تھی تو عام افراد کا خود ہی اندازہ لگالیا جائے کہ وہ جہاد سے کس قدر دور تھے۔ مولانا شہید کو خود بھی جہاد کرنا تھا اور جہاد کی دعوت بھی دینی تھی۔ انہوں نے محاذ جنگ بھی سنبھالنا تھا اور مسلمانوں کے درمیان جہاد کے خلاف پھیلے ہوئے وساوس کا توڑ بھی کرنا تھا۔ انہوں نے اپنی نئی تنظیم کو بھی منظم رکھنا تھا اور نئے آنے والے مجاہدین کی تربیت کا بندوبست بھی کرنا تھا۔ پھر اس زمانے میں جہاد کے معاونین بھی کم تھے اور جہاد کی تائید کرنے والے افراد بھی خال خال ہی ملا کرتے تھے' دوسری طرف محاذ جنگ پر بھی وہ سہولتیں موجود نہیں تھیں جو الحمدللہ آج بکثرت پائی جاتی ہیں' اسی طرح اس زمانے میں محاذ جنگ بے حد گرم رہتا تھا کیونکہ دشمنان اسلام کا مورال بلند تھا اور انہیں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے سامنے کوئی مضبوط رکاوٹ بھی نظر نہیں آرہی تھی۔ یقیناً وہ ایک مشکل دور تھا اور مولانا ارشاد شہید ان تمام مشکلات میں مکمل طور پر گھرے ہوئے تھے مگر انہوں نے دین کی اشاعت اور عظمت کے راستے میں آنے والی ان مشکلات اور مصروفیات کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھا اور آخری دم تک جہاد کے ہر شعبے کا حق ادا کرنے کیلئے کوشاں رہے۔ وہ چاہتے تو ایک لیڈر اور قائد کی حیثیت سے میدان جنگ چھوڑ کر دور کہیں کسی آرام دہ دفتر میں بیٹھ جاتے یا خود کو ملکی اور غیر ملکی دوروں کیلئے وقف کرلیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا' بلکہ وہ جس طرح دوسروں کو جہاد و شہادت کی دعوت دیتے رہے' خود بھی وہ ان جذبوں سے مکمل طور پر سرشار رہے اور بالآخر میدان جہاد میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو سچا کر دکھایا اور اللہ تعالیٰ خود ان کا خریدار بن گیا۔

آپ کی ذات میں جو خوبیاں جمع تھیں انہیں تفصیل سے بیان کرنے کے لئے کوئی مختصر مضمون ہرگز کافی نہیں ہوسکتا۔ آپ مجاہد تھے' عالم تھے' مجاہدین کے امیر تھے' اہل حق کی ایک تحریک کے بانی تھے اور بالآخر آپ نے اس دنیائے فانی کی عظیم ترین نعمت یعنی شہادت کو بھی پالیا۔ مولانا ارشاد احمد شہید رحمہ اللہ کی آنکھیں جب

اس دنیا سے بند ہو رہی تھیں اور آپ کو ایک نئی اور عظیم زندگی کی بشارت مل رہی تھی' اس وقت آپ نے یہی دیکھا تھا کہ آپ کے تمام رفقاء مجاہدین متحد ہیں اور اہل حق کی قوت منظم ہے' اگرچہ وہ بالکل ابتدائی مراحل میں ہے۔ لیکن مولانا ارشاد احمد شہید کے بعد اہل حق مجاہدین کی یہ بدقسمتی رہی کہ انہیں ایسا کوئی مرد مجاہد نہیں مل سکا جو انہیں متحد رکھتا اور ان کی قوت کو منظم طریقے سے بڑھاتا۔ چونکہ جہاد کی آواز لگ چکی تھی اور یہ آواز جب ایک بار بلند ہوتی ہے تو پھر سالہا سال تک دلوں کو گرماتی رہتی ہے' اسی طرح شہداء کرام کا خون بھی مُسلمانوں کو عزت و عظمت کے راستے کی طرف بلا رہا تھا' اس لئے جہاد کا کام بڑھتا رہا اور مخلص مجاہدین محاذ جنگ، اور دعوت جہاد کے میدانوں کو رونق بخشتے رہے۔ مگر متحدہ قیادت کا بہرحال فقدان رہا' اور اس کی وجہ سے وہ سب کچھ حاصل نہ ہو سکا جس کے حاصل ہونے کی توقع بھی تھی اور ضرورت بھی۔ الحمدللہ سینکڑوں افراد کو جام شہادت نصیب ہوا۔ ہزاروں افراد جہاد کی تربیت سے مالا مال ہوئے۔ لاکھوں افراد تک جہاد کا پیغام پہنچا اور لاکھوں مُسلمان جہاد کی مخالفت سے تائب ہوئے۔ جہاد کی تحریک ملکوں کی حدود اور کافروں کی خودساختہ سرحدوں کو بھی عبور کرگئی۔ مگر اتحاد و اتفاق کا میدان تشنہ رہا اور اہل حق کی قوت بٹتی اور بکھرتی رہی۔ اور اسلامی قوت کے ان انمول اور خوبصورت موتیوں کو کسی ایک لڑی میں نہ پرویا جاسکا۔

آج مولانا ارشاد احمد شہید کی شہادت کو پندرہ سال گذر چکے ہیں اور وقت کا اہم ترین تقاضا یہ ہے کہ اہل حق مجاہدین کو متحد و متفق ہو کر ایک ایسے لشکر محمدی کی تشکیل کرنی چاہئے جس لشکر کی کمان کسی ایک مرد مجاہد کے ہاتھ میں ہو۔ اس لشکر کا ہر سپاہی دوسرے سپاہی پر اعتماد کرتا ہو اور اس لشکر کے تمام مجاہدین ایک دوسرے کے ساتھ ایثار کے معاملے میں مثالی جذبات سے مالا مال ہوں۔ یہ لشکر اسلامی خطوط پر کام کرے' اور اس کا ہر جانباز سب سے پہلے اپنی ذات پر پورا اسلام نافذ کرے اور اپنی ذات میں اسلام کو داخل کرے اور خود اسلام میں پورا پورا داخل ہوجائے۔ اس لشکر

کا مزاج اسلامی' یلغار طوفانی اور قلوب ایمانی ہوں۔

ان صفات سے مالا مال مجاہدین کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر وہ ٹولیوں اور گروہوں میں بٹ کر خود کو اور ایک دوسرے کو ضائع کر رہے ہیں اور آپس کے اختلافات میں مبتلا ہو کر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع دے رہے ہیں۔ مگر اب ایک متحدہ لشکر محمدی کی تشکیل کی فکر عام ہو رہی ہے اور مخلص مجاہدین اس کی خاطر اپنی تنظیموں کے ناموں سمیت ہر قربانی کیلئے تیار نظر آ رہے ہیں۔ اللہ کرے یہ لشکر جلد تشکیل پائے' تب مولانا ارشاد احمد شہید کی روح اور زیادہ خوش ہوگی کیونکہ یہی ان کا مشن تھا۔ اور ہمارے شہید ساتھی خلد بریں میں اس پر خوشیاں منائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه سيدنا مُحمد و على آله و أ صحابه أ جمعين.

ثابت قدمی کے نسخے

پچھلے درس میں آپ نے .... پڑھ لیا کہ .... شیطان .... مجاہدین کے خلاف .... خصوصی انتقامی کارروائیاں کرتا ہے .... اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ .... مجاہد .... جہاد کو .... چھوڑ دے .... قرآن مجید نے .... مجاہدین کو ثابت قدمی کے .... ایسے نسخے .... بتادیے ہیں .... جن پر عمل کرنے سے .... شیطانی داؤ فریب .... ناکام ہوجاتے ہیں .... اور مجاہد کو .... جہاد کی زندگی .... اور شہادت کی موت سے .... محرومی .... نہیں ہوتی .... یہاں .... اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو .... ان نسخوں پر عمل کی توفیق .... عطا فرمائے .... قرآنی نسخوں کا مختصر تذکرہ .... کیا جاتا ہے۔

پہلا نسخہ :

ذکر اللہ .... قرآن مجید میں .... ارشاد باری تعالیٰ ہے .... "یا أیھا الذین آمنوا إذا لقیتم فئة فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون." (الأنفال : ۴۵) "اے ایمان والو! جب (جہاد میں) تمہارا کسی لشکر سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔"

ذکر اللہ سے مراد .... اللہ تعالیٰ کی یاد ہے .... یعنی اللہ تعالیٰ کا دھیان .... اور اس کی یاد .... مجاہد کے دل و دماغ پر .... حاوی رہے .... اور زبان پر جاری رہے تو .... وہ فلاح پائے گا .... کامیاب ہوگا .... اور اسے ثابت قدمی نصیب ہوگی .... یہ عظیم قرآنی نسخہ ہے .... تاریخ گواہ ہے کہ .... اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے والے .... کبھی .... شیطان کے ہتھے نہیں چڑھتے .... لیکن جو لوگ .... بولتے وقت .... کچھ کرتے وقت .... چلتے وقت .... لڑتے وقت .... آپس میں معاملہ کرتے وقت .... جاتے وقت .... آتے وقت .... اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں

رکھتے .... اور اس سے غافل ہوجاتے ہیں تو .... شیطان ان پر حملہ آور ہوجاتا ہے .... اور .... انہیں .... وہ میدان جہاد سے .... دور کردیتا ہے .... پس اے مجاہد! .... تو کبھی بھی .... مالک کی یاد سے غافل نہ ہو .... تو پیدل چل رہا ہو .... یا تیرے نیچے پجارو گاڑی ہو .... 'تو خچر یا گھوڑے پر سوار ہو .... یا ہوائی جہاز پر' .... تو ڈھول سے اٹے ہوئے میدان میں ہو .... یا ائرکنڈیشن دفتر میں' .... تو میدان جہاد میں .... جنگ کا نقشہ بنارہا ہو .... یا کسی دفتر میں تنظیمی اجلاس میں .... مصروف ہو' .... تو کسی حال میں بھی .... اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو .... تیرا دل .... اس کی یاد سے معمور .... اور تیری زبان اس کے ذکر سے .... معطر ہونی چاہئے .... تیرے ہاتھ میں اسلحہ ہو .... یا ٹیلیفون کا ریسیور .... 'تو تنہا زخمی .... پڑا تڑپ رہا ہو .... یا ہزاروں لوگ .... تیرا استقبال کررہے ہوں .... 'تو دشمن کی .... قید میں ہو .... یا .... اپنے محبت کرنے والے مجاہد دوستوں کے درمیان .... 'تو .... خلوت میں ہو یا .... جلوت میں .... 'گھر میں ہو یا .... میدان میں .... 'تجھے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ .... تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے .... وہ تیری شہہ رگ سے بھی .... زیادہ قریب ہے .... اور تو نے .... اسے .... اپنے .... قول و فعل کا .... جواب دینا ہے .... یہ ہے اللہ کی یاد .... اور یہ یاد .... جسے .... جس قدر .... نصیب ہوگی .... وہ اسی قدر ایمان پر .... اور جہاد پر .... ثابت قدم رہے گا .... موت .... اسے نہیں ڈرا سکے گی .... دشمن کی طاقت .... اسے .... خوفزدہ نہیں کرسکے گی .... لوگوں کی باتیں .... اس کے حوصلے پست نہیں .... کرسکیں گی .... اور وہ .... فتنوں سے بچا رہے گا .... اسی لئے قرآن مجید نے فرمایا .... واذکروا اللہ کثیرا .... یعنی .... اللہ تعالیٰ کو بہت .... یاد کرو .... کثیراً .... اسی لئے کہہ دیا کہ .... ایک مجاہد کو .... بہت زیادہ ذکر کی ضرورت پڑتی ہے .... اور یہی ذکر .... اس کی قوت بھی ہے .... اور ذریعہ استقامت بھی۔

چند اور نسخے :

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"و أ طیعو اللہ و أ طیعو الرسول' ولا تنازعو فتفشلوا و تذھب ریحکم' واصبروا' إن اللہ مع الصابرین." (الأ نفال :۴۶)

"اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور آپس میں نہ جھگڑو' ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ اور صبر کرو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔"

اس آیت میں کئی نسخے ارشاد .... فرمائے ہیں .... جن میں سے .... پہلا .... اللہ اور اس کے رسول کی .... اطاعت کا ہے .... اللہ تعالیٰ کی اطاعت .... وہ مضبوط حصار ہے .... جس میں بیٹھ کر .... انسان .... ہر طرح کے شیطانی اثرات سے .... محفوظ ہوجاتا ہے .... کیونکہ .... اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے .... شیطان کی اطاعت نہیں کرتے .... اور اللہ تعالیٰ نے .... جہاد کا .... حکم فرمایا ہے .... چنانچہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا .... اس وقت تک جہاد سے .... پیچھے نہیں ہٹے گا .... جب تک اپنی منزل نہ پالے .... جہاں تک .... اطاعت رسول کا تعلق ہے تو .... یہ وہ شاہراہ ہے .... جس پر چلنے والا .... شیطان کے اغوا سے .... محفوظ رہتا ہے .... اور اطاعت رسول کا .... اہم تقاضہ بھی جہاد ہے .... اسی طرح حکم دیا گیا کہ .... ولا تنازعوا .... یہ بھی ایک مستقل نسخہ ہے .... کیونکہ باہمی نزاع اور جھگڑوں سے .... مجاہدین کے حوصلے پست ہوجاتے ہیں .... اور ان کی منزل دور .... اور ہمت کمزور ہوجاتی ہے .... آپس میں لڑنے والے .... کبھی بھی .... پوری قوت کے ساتھ .... کفر کا مقابلہ نہیں کرسکتے .... اور شیطان .... انہیں .... جہاد کے راستے سے بھی .... ہٹالیتا ہے .... اس موضوع پر .... تفصیلی بحث کیلئے .... "زادِ مجاہد" کا مطالعہ کیجئے .... یہاں ایک ایسی حدیث شریف .... بیان کرنے پر .... اکتفا کیا جاتا ہے .... جس پر عمل کرنے

سے .... انسان .... بہت سارے جھگڑوں سے .... بچ جاتا ہے .... درود شریف پڑھئے .... اور حدیث شریف پر غور کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

"أ حبب حبیبک ھونا ما عسی أ ن یکون بغیضک یوما ما' وابغض بغیضک ھونا ما عسی أ ن یکون حبیبک یوما ما."

(ترمذی شریف : ص۲۰ ج۲)

"اپنے دوست سے متوسط درجے کی محبت رکھو..... ممکن ہے کسی دن وہ تمہارا مخالف ہوجائے .... اور اپنے مخالف سے .... متوسط درجے کا .... بغض رکھو .... ممکن ہے .... کسی دن وہ تمہارا .... دوست ہوجائے ...." مجاہد کو چاہئے کہ .... اپنے مشن سے .... اور اپنے کام سے غرض رکھے .... نہ کسی کی ذاتیات میں بلا وجہ دخل دے .... اور نہ ہی کسی کو .... اپنی ذاتیات .... میں دخل دینے دے .... اور .... محبت و مخالفت میں .... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ .... طریقے کو .... ملحوظ رکھے .... ان شاء اللہ تنازعات سے .... محفوظ رہے گا .... اور جہاد سے بھی .... محروم نہیں ہوگا۔

ایک اور نسخہ :

ارشاد باری تعالیٰ ہے .... "وقاتلو ھم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین کله للہ' فإ ن انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر." (الأ نفال : ۳۹) .... "اور لڑتے رہو ان (اسلام دشمنوں) سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ (فساد) اور ہوجائے حکم سب اللہ تعالیٰ کا۔ پھر اگر یہ باز آجائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں۔"

آیت کریمہ سے .... معلوم ہوا کہ .... جہاد کا مقصد یہ ہے کہ فتنہ نہ رہے .... اور فتنہ سے مراد .... کفر کا زور .... اور کفر کی طاقت .... اور .... شوکت ہے .... یعنی اس وقت تک لڑتے رہو .... جب تک .... دنیا سے کفر کی طاقت .... اور ان کا زور نہیں .... ٹوٹ جاتا .... اور آگے فرمایا کہ .... ویکون

الدین کلہ للہ .... کہ دنیا میں .... صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلے .... یعنی اسلام غالب ہوجائے .... ایک مجاہد کو چاہئے کہ .... جہاد کے اس ہدف کو سامنے رکھے .... اور جب تک یہ مقصد حاصل نہ ہوجائے .... اس وقت تک .... گھر بیٹھنے کا .... اور جہاد چھوڑنے کا .... تصور بھی دل میں نہ لائے ....

قرآن مجید نے .... ایک مجاہد کو .... جہاد پر قائم .... اور ثابت قدم .... رکھنے کیلئے .... بہت سارے .... نسخے تجویز فرمائے ہیں .... جنہیں اس مختصر .... درس میں .... بیان کرنا .... ممکن نہیں ہے .... حقیقت یہ ہے کہ .... جو شخص .... جہاد کی .... حقیقت کو سمجھ لے گا .... اور جہاد کے مقصد کو پہچان لے گا .... اور زیادہ وقت .... میدان جہاد میں .... اور جنگ میں .... گزارے گا .... اور اللہ‘ رسول کی .... اطاعت .... اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو لازم سمجھے گا .... اور .... اپنے رفقاء کے .... حقوق کا خیال بھی رکھے گا .... اور زیادہ عرصہ تک .... جنگ چھوڑ کر .... تنظیمی امور میں .... مصروف نہیں رہے گا .... ان شاء اللہ .... وہ .... جہاد نہیں چھوڑے گا .... بلکہ .... کسی نہ کسی طرح .... مرتے دم تک .... جہاد ہی کے ساتھ .... وابستہ رہے گا .... لیکن جو شخص .... ان امور کا خیال نہیں رکھے گا .... اس کیلئے .... شدید .... خطرہ ہے کہ .... وہ نعمت جہاد سے .... محروم ہوجائے .... یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ .... ہم .... اللہ تعالیٰ کے بھی محتاج ہیں .... اور اس کے دین کے بھی .... اللہ تعالیٰ .... اور اس کا دین .... کسی کا محتاج نہیں ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.

اسلحہ جنّت کا زیور یا دوزخ کا طوق

اسلحہ ہاتھ میں آتے ہی اگر .... احساس ذمہ داری بڑھ گیا .... بردباری‘ برداشت میں اضافہ ہوا اپنوں کیلئے تواضع اور دردمندی .... آگئی .... اور دل میں یہ خوف پیدا ہوگیا کہ .... یہ اسلحہ غلط استعمال نہ ہو .... ورنہ بڑا برا انجام ہوگا .... اور یہ نیت پختہ ہوگئی کہ .... یہ اسلحہ اسلام کی عظمت اور شوکت کیلئے ہے .... اپنوں پر ذاتی عظمت حاصل کرنے کیلئے نہیں .... اور یہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے .... مُسلمانوں پر ذاتی بالادستی حاصل کرنے کا نہیں .... اگر ایسا ہے تو .... اے مجاہد .... ! تجھے اسلحہ مبارک ہو .... صد ہزار بار مبارک .... کیونکہ اب .... تیری پرواز کو بھی .... کوئی نہیں .... روک سکے گا .... اور تیری یلغار کو بھی .... لیکن اگر .... اسلحہ ہاتھ میں آتے ہی دل میں تکبّر پیدا ہوگیا .... مُسلمانوں کے سامنے چلتے وقت بھی .... چال بدل گئی .... لوگوں کو ڈرانے .... دھمکانے .... ستانے کا سلسلہ شروع ہوگیا .... لوگوں پر ذاتی بالادستی کیلئے .... اسلحہ کی نمائش ہونے لگی .... پڑوسیوں اور رشتے داروں کو بھی .... گھریلو معمولی جھگڑوں پر .... برے انجام کی دھمکیاں دینا شروع کردیں .... اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی .... نیت دل سے نکل گئی .... اور مُسلمانوں پر عظمت پانے کا جنون .... سوار ہوگیا ....

اگر ایسا ہوا تو .... اے اسلحہ بردار .... نام نہاد مجاہد .... ! یاد رکھ .... تکبّر اللہ تعالیٰ کی چادر ہے .... جو اسے .... اوڑھنے اور چھیننے کی کوشش کرتا ہے .... اللہ تعالیٰ .... اس کے ٹکڑے کردیتا ہے .... اپنے .... انجام بد کی .... فکر کر .... تیری مائیں‘ بہنیں .... کافروں کے ہاتھوں بے عزت ہورہی ہیں .... اور تجھے .... ذاتی حیثیت بنانے کی .... فکر لگی ہے .... اللہ سے ڈر .... توبہ کر .... ورنہ .... دنیا میں کسی جابر کا انجام .... اچھا نہیں ہوا .... تیرا اسلحہ .... دوزخ کا طوق ہے .... اس اُمت میں .... سب سے پہلے .... جہاد کی خاطر اسلحہ .... حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اٹھایا .... قرآن مجید

نے ان کی ..... صفت بیان فرمائی کہ ..... "أشداء علی الکفار رحماء بینھم "..... "یعنی
وہ کافروں کے خلاف بہت سخت تھے جبکہ ایمان والوں کیلئے بے حد رحم دل تھے"۔.....
کفر..... ان کے خوف سے ..... لرزتا تھا..... جبکہ اہل ایمان ..... کی عزت ..... اور جان و
مال ان کے ہاتھوں ..... محفوظ تھا..... کافر..... سات پردوں میں چھپ کر بھی ..... اسلام
دشمنی کرتا ..... تو صحابہ کرام کے ہاتھ ..... اس کی گردن کو ..... ناپ لیتے تھے ..... جبکہ
اہل ایمان کیلئے ..... موت کے لمحات میں بھی ..... تلخی اور پیاس برداشت کرنا ..... اور ان
کے ہونٹوں تک پانی لے جانا ..... اپنا ..... فرض سمجھتے تھے ..... ایک مجاہد ..... تبھی ..... سچا
مجاہد ..... بن سکتا ہے ..... جب اس میں بھی ..... اشداء علی الکفار رحماء بینھم ..... کی
لازمی ..... صفت موجود ہوگی ..... یاد رکھئے ..... میدان جہاد میں ..... کافر کو قتل کرنے کا
ثواب ..... جنت ہے ..... لیکن کسی مُسلمان کو قتل کرنا..... کفر و شرک کے بعد ..... سب
سے بڑا ..... اور خطرناک گناہ ہے ..... ایک مجاہد کو چاہئے کہ ..... وہ اپنے دل میں
مُسلمان کی عزت ..... اور اس کے خون ..... اور مال کی حرمت اور قدر و قیمت کو .....
اس طرح بٹھالے کہ ..... اگر ..... شیطان اسے گمراہ کرکے ..... مُسلمانوں کے خلاف لڑانا
چاہے ..... تو ..... اس کا دل ..... دھڑکنا بند کردے ..... اور اس کے بازو ..... اُٹھنے سے .....
انکار کردیں ..... لیجئے ..... قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ ..... اور چند احادیث کو پڑھئے
..... بار بار ..... پڑھئے ..... دل میں بسائیے ..... اور خود کو ..... گناہ عظیم سے ..... بچائیے .....

ارشاد باری تعالیٰ ہے ..... : "اور جو شخص کسی مُسلمان کو قصداً (جان بوجھ کر)
قتل کرڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہے گا اور اس پر اللہ
تعالیٰ کا غضب ہوگا اور اس کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس کیلئے بڑی سزا تیار کرے
گا"۔ (النسآء : ۹۳)

احادیث شریفہ :

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر مُسلمانوں کو وصیت
فرمائی : "اے مُسلمانو! خبردار تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں

ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح آج کے دن، اس شہر اور اس مہینے کی
حرمت ہے۔ خبردار میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے
لگو"۔ (بخاری)

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : "تمام دنیا کا تباہ ہوجانا اللہ تعالیٰ
کے نزدیک ایک مُسلمان کے قتل ہونے سے ہلکا ہے"۔ (ترمذی)

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے : "مُسلمان کو گالی دینا فسق ہے
اور اس سے قتال کرنا کفر ہے"۔ (ترمذی)

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر آسمان و زمین کے (تمام) رہنے والے
ایک مُسلمان شخص کے قتل میں شریک ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو دوزخ میں
الٹ دے گا"۔ (ترمذی)

⑤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے مُسلمان کے قتل میں
آدھے لفظ سے بھی اعانت کی، وہ اللہ کی بارگاہ میں اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ اس
کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے"۔
(ابن ماجہ)

اس موضوع پر قرآنی آیات اور احادیث بہت ساری ہیں ..... حضرت شیخ الاسلام
..... مولانا سید حسین احمد مدنی ..... نوراللہ مرقدہ ..... نے خالقدینا ہال کراچی میں .....
مقدمہ بغاوت کے دوران ..... انگریز جج کے سامنے ..... انگریزی فوج میں ..... مُسلمانوں
کی بھرتی کی حرمت پر دلائل دیتے ہوئے ..... اس موضوع پر ..... قرآن مجید کی چھ
آیات ..... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ..... چونتیس احادیث ..... بیان فرمائیں
..... حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ ..... نے اپنی تصنیف ..... اسیران
مالٹا ..... کے صفحہ ۱۱۰ تا ۱۲۵ پر ..... حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ ..... کا مکمل بیان
نقل فرمایا ہے ..... حضرت کی اس مدلل تقریر کا ..... مقصد یہ تھا کہ ..... کسی مُسلمان
کیلئے دوسرے مُسلمان کو ..... قتل کرنا ..... زخمی کرنا ..... یا اس پر ہاتھ اُٹھانا ..... حتیٰ کہ

گالی دینا تک ..... جائز نہیں ہے ..... جبکہ انگریزی فوج میں ..... بھرتی ہو کر ..... مُسلمانوں کو ..... دوسرے مُسلمانوں کے خلاف ..... بلاجواز شرعی ..... یہ سب کچھ کرنا پڑتا ہے ..... چنانچہ ..... انگریز کی فوج میں مُسلمانوں کا بھرتی ہونا ..... حرام ہے .....

اس مسئلے کیلئے ..... ہمارے اکابر نے ..... سردھڑ کی بازی لگا دی اور ..... قیمتی زندگیاں جیلوں میں گزار دیں ..... مگر اب ..... آہستہ آہستہ ..... مُسلمانوں کے دلوں سے اس مسئلے کی اہمیت ..... نکلتی جارہی ہے ..... اور وہ خون مُسلم کے جرم کی ..... سنگینی کو بھولتے جارہے ہیں ..... تنظیمی جھگڑے ہوں یا علاقائی ..... لسانی ہوں یا قومی ..... بے دریغ ..... مُسلمانوں کو قتل کیا جاتا ہے ..... تنظیموں کی بنیاد ..... شریعت پر نہیں رکھی جاتی ..... مگر ان تنظیموں سے نکلنے کو ..... شرعی بغاوت قرار دے کر ..... اس کی شرعی سزا قتل کو ..... جاری کردیا جاتا ہے ..... شخصیت پرستی پر ..... اتنے مُسلمان قتل کئے جاتے ہیں ..... جن کا شمار ..... مشکل ہے ..... إنا للہ و إنا الیہ راجعون.

مجاہد کا کام تو ..... اسلام اور مُسلمانوں کا ..... تحفظ ہے مگر وہ بھی ..... بعض اوقات سطحی نعروں کا ..... شکار ہوجاتا ہے ..... اور سیاسی لوگوں کے ہاتھوں ..... "کھلونا بم" بن کر ..... اپنے مُسلمانوں کا خون ..... بہانے لگتا ہے ..... تب وہ مجاہد نہیں رہتا ..... بلکہ ..... گندا قاتل ..... بن جاتا ہے ..... اور وہ ..... زمین پر اللہ کی رحمت بننے کی بجائے ..... اس زمین پر ..... بوجھ بن جاتا ہے ..... اور اسلام کی بجائے ..... کفر کا مددگار بن جاتا ہے ..... یہ جرم ..... اتنا گندا ہے کہ ..... اس میں ملوث ..... انسان کی روح ..... بالکل ناپاک ہوجاتی ہے اور ..... انسانیت کی ساری ..... صفات اس سے نکل جاتی ہیں ..... ایک مُسلمان کا ناحق قتل ..... اتنا بڑا جرم ہے کہ ..... آسمان بھی ..... لرز جاتا ہے .....

اس لئے ..... لازمی ہے کہ ..... مُسلمانوں کو ..... اصلی جہاد سکھایا جائے ..... تاکہ ان میں باہم محبت ..... اور تواضع پیدا ہو ..... اور ان کی قوت غضبیہ ..... تمام کی تمام کفر پر ..... استعمال ہو ..... اور مُسلمانوں کیلئے ان کے قلوب میں ..... سوائے محبت کے ..... اور کچھ باقی نہ رہے ..... تربیت دیتے وقت ..... خاص طور پر ..... اس موضوع کو اہمیت

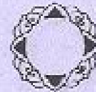
دی جائے ..... اور ان کے دلوں میں ..... یہ بات بٹھادی جائے کہ ..... مُسلمان کی طرف ..... اسلحہ کا اشارہ کرنے سے بھی ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... منع فرمایا ہے (ترمذی) ..... اور حکم دیا ہے کہ ..... مُسلمان جب اسلحہ لے کر ..... مُسلمانوں کے درمیان سے گذرے تو ..... اسکے دھار والے حصّے کو پکڑ لے ..... یعنی بند کردے اور ..... ڈھانپ لے۔ (بخاری) اسی طرح ..... مجاہدین کی کمانڈری کا منصب ..... صرف انہیں افراد کے ..... سپرد کیا جائے ..... جو دین کا علم رکھتے ہوں ..... اور متقی پرہیزگار ..... ذاکر شاغل ہوں ..... ورنہ کئی پرانے نامور مجاہدین ..... جو اہل علم نہیں تھے ..... محض اپنے تجربے کی بنا پر ..... کمانڈر بنادیئے گئے تو ..... انہوں نے کئی مُسلمانوں کو ناحق قتل کیا ..... اور اپنے مجاہدین کے ذریعے سے بھی یہ بھیانک اور گھناؤنا ..... جرم کرایا ..... افسوس کی بات یہ ہے کہ ..... جہادی تنظیموں میں ..... کمانڈر بنانے کے بارے میں ..... اس احتیاط کو ..... ملحوظ نہیں رکھا جاتا ..... بلکہ اب تو ..... امارت بھی ..... ان لوگوں کو دے دی جاتی ہے ..... جن میں نہ تو دین کا علم ہوتا ہے ..... نہ تقویٰ ..... جو نہ اللہ سے ڈرتے ہیں ..... اور نہ خون مُسلم کی قدر و قیمت کو سمجھتے ہیں ..... اور تو اور ..... وہ اہل حق کے عقیدے اور مسلک تک کو ..... نہیں سمجھتے ..... ماضی میں ..... مجاہدین کے کمانڈر رہنے والے کچھ افراد نے ..... جب قرآن و حدیث کے ..... ان احکامات کو سنا ..... جن میں مُسلمان کے قتل کو ..... کفر و شرک کے بعد ..... سب سے بدترین جرم ..... اور ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا ذریعہ ..... قرار دیا گیا ہے تو ..... کہنے لگے ..... : کاش! ہم کمانڈر نہ ہوتے ..... اور کاش ..... ہماری تنظیمیں ..... صرف انہیں افراد کو ..... کمانڈر بنائیں ..... جنہیں شرعی احکامات کا علم ہو .....

مجاہد تنظیموں کیلئے ..... دو کام آسان ہیں ..... یا تو وہ ..... ان افراد کو ..... کمانڈر بنائیں ہی نہیں ..... جنہیں دین کا علم نہ ہو ..... خواہ وہ تجربے اور بہادری کے ..... کتنے بلند مقامات تک ..... کیوں نہ پہنچ جائیں ..... اور اگر ..... غیر علماء میں ..... ایسے متقی اور باصلاحیت ..... افراد مل جائیں ..... جنہیں کمانڈر بنانے میں ..... جہاد اور مجاہدین کا فائدہ

ہے تو ..... ایسے افراد کو ..... سال چھ ماہ کیلئے ..... جہاد کے شرعی احکامات سیکھنے ..... یاد کرنے ..... اور سمجھنے کیلئے ..... بھیج دیا جائے ..... تاکہ ..... انہیں ..... اسلحہ کے استعمال کی حدود کا..... اور دیگر ..... شرعی مسائل کا علم ہوجائے ..... ان افراد کو اگر ..... اسلحہ کی تربیت کیلئے ..... ماہر اساتذہ کے پاس بھیجنا ضروری ہے تو ..... شرعی مسائل سیکھنے کیلئے ..... ماہر علماء کرام کی صحبت میں بھیجنا بھی ..... جہاد کی اہم ضرورت ہے ..... جس سے ..... قطعاً غفلت نہیں کرنی چاہئے.....

یاد رکھئے ..... ! مجاہدین کی قیادت ..... اور ذمہ داری ..... پھولوں کی سیج نہیں ..... کانٹوں بھرا راستہ ہے ..... جہاد میں ..... خون بہتا ہے ..... اور اس کا حساب ..... بلکہ اس کے قطرے قطرے کا حساب ..... انہیں قائدین سے لیا جائے گا..... "کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ" ..... یہ وہ عہدہ نہیں ہے ..... جسے مسکرا کر قبول کرلیا جائے ..... بلکہ یہ وہ ذمہ داری ہے ..... جسے اس وقت تک ..... قبول نہیں کرنا چاہئے ..... جب تک ..... لوگ مجبور نہ کردیں ..... اور اگر مجبوراً ..... یہ ذمہ داری قبول کرنی پڑے ..... تو ..... پھر پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ..... کسی مسلمان کا خون ..... ناحق ..... نہ گرے ..... اور کسی کی جان ..... ناحق ..... ضائع نہ ہو ..... جہاد سے ..... اسلام کو عظمت ..... اور مسلمان کو تحفظ ملتا ہے ..... قائدین کو ..... ہمیشہ یہ غور کرنا چاہئے کہ ..... کیا ایسا ہورہا ہے یا نہیں ؟ ..... اگر ایسا ہورہا ہو تو ..... اپنی محنت کو ..... تیز تر کردینا چاہئے ..... لیکن اگر ..... اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہو ..... اور مسلمان کے ہاتھوں ..... مسلمان قتل ہورہے ہوں تو ..... قیادت چھوڑ کر ..... دوسرے اہل افراد کو سونپ دینی چاہئے ..... ورنہ قیامت کا دن ..... زیادہ دور نہیں ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین



رحماء بینھم کا مصداق

آج دُنیا میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً باہمی نزاع، اختلافات اور افتراق کا دور دورہ ہے۔ انہی اختلافات کی نحوست سے اُمت مسلمہ کی اجتماعیت فنا ہوچکی ہے اور اُمت مختلف قوموں، قبیلوں، علاقوں اور نظریات میں بٹ چکی ہے۔ آئے دن اس تفریق اور تقسیم میں اضافہ ہی اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ وہ قومیت اور عصبیت جس کی جڑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹ ڈالی تھی اور جس کے جاہلانہ نعروں کے توڑ کیلئے قرآن مجید نے "انما المؤمنون اخوۃ." (تمام ایمان والے بھائی بھائی ہیں) کا عظیم اصول اتارا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے نعروں کو بدبودار اور مردار قرار دیا تھا، آج پھر مُسلمانوں میں سر اُٹھا چکی ہے اور مُسلمان جسمانی اور ذہنی، فکری اور قلبی طور پر مختلف علاقوں اور زبانوں کے نام پر تقسیم ہوچکے ہیں اور آج قومیت کا نعرہ ہی سب سے طاقت ور نعرہ بن چکا ہے۔ اسی طرح وہ مسائل جن کا فیصلہ چودہ سو سال پہلے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام اور اُمت کے ائمہ مجتہدین نے فرمادیا تھا، آج کل ان مسائل پر نئی تحقیقات کے نام سے مُسلمانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا گیا ہے اور ہر گروہ دوسرے گروہ کا دشمن ہے۔ ان دو طرح کے نزاعات کے علاوہ ایک نزاع جو اُمت کے ہر طبقے اور ہر گروہ میں داخلی طور پر موجود ہے، وہ ہے نفس پرستی، خود غرضی اور انانیت کا نزاع، جس نے تنظیموں کو کھوکھلا اور بڑے بڑے اداروں کو تباہ کردیا ہے۔ کئی فعال انجمنیں ان نفسانی اختلافات کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں اور کئی بڑے بڑے ادارے ان اختلافات کا شکار ہوچکے ہیں۔ ہر تنظیم میں گروہ بندی اور ہر ادارے میں جتھے بندی موجود ہے۔ دُنیاوی اور سیاسی جماعتوں اور اداروں میں تو اس طرح کے اختلافات کا وجود سمجھ میں بھی آتا ہے مگر وہ تنظیمیں اور ادارے جن کی بنیاد محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے رکھی گئی ہے اور ان کے مقاصد بہت بلند اور عزائم بہت مبارک

ہیں' ان میں اس طرح کے نفسانی اختلافات کا داخلہ اور "تو تو' میں میں" کا ماحول بہت ہی عجیب لگتا ہے۔ اور دکھ کی بات یہ ہے کہ آج اس طرح کے اختلافات کا سب سے بڑا شکار دینی تنظیمیں اور دینی ادارے ہیں۔ بعض ایسے افراد جن کی نظر میں ان کی عزت اور مقام ہی دُنیا کا سب سے اہم مسئلہ ہوتی ہے اور انہیں اپنی اہمیت جتلانے کا از حد شوق ہوتا ہے' اس طرح کے اختلافات کی بنیاد بنتے ہیں اور پھر غلط فہمیوں کا ایک طوفان اٹھتا ہے جو ان تنظیموں اور اداروں کی وحدت کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتا ہے اور دُنیا تماشا دیکھنے لگ جاتی ہے۔

اے اللہ کے دین کے مجاہدو! خبردار اس طرح کے نفسانی اختلافات کو اپنے قریب مت آنے دینا کیونکہ تمہاری کامیابی صرف اور صرف اتحاد میں ہے۔ اگر خدانخواستہ تم بکھر گئے اور تمہارے دل ایک دوسرے سے ٹوٹ گئے اور تم بھی باہمی خلفشار کا شکار ہوگئے تو تم اللہ تعالیٰ کی نظر میں بھی گر جاؤ گے اور دشمن کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور شکست تمہارا مقدر بن جائے گی۔

اے ایمان کی خاطر جان دینے والو! شیطان کے مکر سے خود کو بچا کر چلو۔ تمہاری زبانیں ایک دوسرے کی غیبت سے محفوظ ہونی چاہئیں اور تمہارے دل ایک دوسرے کیلئے محبت سے بھرے پیمانے ہونے چاہئیں۔ جس طرح تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم "أشداء علی الکفار" بنو اسی طرح تم پر یہ بھی لازم ہے کہ "رحماء بینھم" کا مکمل ثبوت پیش کرو۔ ان لوگوں سے ہوشیار رہو جو تمہیں آپس میں لڑانا چاہتے ہیں اور تم میں وسوسے پھیلاتے ہیں۔ ایسے انسان نما شیطانوں سے بھی محتاط رہو جو تمہیں اپنے بڑوں اور اپنے ساتھیوں کے خلاف بغاوت پر اُکساتے ہیں۔ یاد رکھو! آج اُمت مسلمہ کی نظریں تم پر لگی ہوئی ہیں۔ بوڑھی مائیں آنسوؤں سے تر آنچل اور جوان بہنیں اپنی پھٹی ہوئی پوشاکوں کی جھولی پھیلا کر تمہاری کامیابی کی دعا مانگ رہی ہیں۔ بڑے بڑے اکابر و مشایخ رات کے آخری

اندھیروں میں تمہارے لئے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑا رہے ہیں۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے کی گئی دُعاؤں سے گونج رہے ہیں۔ ایسے وقت میں تمہارے لئے ہرگز جائز نہیں کہ تم ایک دوسرے کا گریبان پکڑو۔ تمہارے لئے حرام ہے کہ تم اپنے حقوق اور عہدوں کی بات کرو۔ تمہارے لئے ناجائز ہے کہ تم اپنی ذاتی عزت اور وجاہت کے جھگڑے نمٹاؤ۔ یقین کرو! اگر مجاہدین کو چلانے والے چار افراد بھی ایسے میسر آگئے جو ایک جسم کی طرح ہوئے اور ان کے دل ایک دوسرے کے احترام اور محبت سے لبریز ہوئے تو ایسی تنظیم کو نہ امریکا شکست دے سکتا ہے نہ اسرائیل' لیکن اگر تم ہزاروں میں ہوئے اور تمہارے دل ایک دوسرے سے الگ الگ رہے اور تم ایک دوسرے کی غیبت کرتے رہے تو تم ایک کمزور دشمن کو بھی شکست نہیں دے سکتے۔ آج جبکہ مجاہدین میں اتفاق و اتحاد برقرار رکھنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے اور دشمنان اسلام کی کوشش ہے کہ کسی طرح سے مجاہدین باہمی نزاع اور تفرقے کا شکار ہوجائیں' مجاہد تنظیموں کو چاہئے کہ ایسے اقدامات کریں جن سے مجاہدین کے باہمی تعلقات میں کسی طرح کا رخنہ نہ آئے اور وہ باہم شیر و شکر رہیں۔ اس سلسلے میں ہم بعض اہم اقدامات کو مختصر طور پر بطور اشارے کے بیان کرتے ہیں:

① جہادی تنظیموں کے اراکین شوریٰ اور عاملہ زیادہ وقت ایک دوسرے کے قریب گزارنے کی کوشش کریں اور اپنے تمام امور مشورے سے طے کریں اور دوسرے کے کارکنوں کی زبانی ایک دوسرے کے خلاف کچھ نہ سنیں۔ ہاں اگر کسی کارکن کی کوئی جائز شکایت کسی رکن کے بارے میں سنیں تو پھر فوراً رکن کو مطلع کردیں۔

② جو شخص جتنا بھی باصلاحیت ہو' وہ اپنے شعبے کو تنظیم سے الگ کوئی حیثیت یا مقام نہ دے اور نہ ہی اپنی من مانی کرے بلکہ اس شعبے کو مرکز اور دیگر اراکین کے مشورے سے چلائے۔

③ تمام اراکین شوریٰ و عاملہ اپنے کام اور اپنے شعبوں کی تمام تر کارگزاری شوریٰ

میں پیش کریں اور کوئی ایسا ذاتی قدم نہ اٹھائیں جسے وہ اپنے ماتحتوں تک محدود رکھنا چاہتے ہوں بلکہ جو کام بھی ہو وہ دیگر اراکین اور امیر کے علم میں ہونا چاہیے۔

(۴) امیر سے لے کر ہر کارکن تک اپنا مکمل حساب امیر اور شوریٰ کو پیش کریں خصوصاً جب کوئی سفر سے واپس آئے یا کوئی نیا کام شروع کرنا ہو۔

(۵) کوئی کارکن اکیلا سفر نہ کرے بلکہ کم از کم ایک ساتھی ساتھ ہونا چاہیے۔ اسی طرح کوئی ذمہ دار کسی بھی حکومتی ذمہ دار ادارے یا اہل خیر سے اکیلا نہ ملے بلکہ اس کے ساتھ کم از کم ایک ذمہ دار اور ہونا چاہیے۔ امیر کو چاہیے کہ اس معاملے کی خصوصی نگرانی کریں۔

(۶) عام کارکنوں کے سامنے اپنے ذمے دار ساتھیوں یا عاملہ و شوریٰ کے رفقاء کی کوئی غلطی اور عیب بیان نہ کریں بلکہ شوریٰ اور عاملہ کا معاملہ شوریٰ اور عاملہ میں طے ہونا چاہیے۔

(۷) شوریٰ اور عاملہ کے اجلاس کے بعد کارکنوں کو یہ نہ بتلائے کہ فلاں فیصلہ تو میرے مشورے سے ہوگیا ورنہ دوسرے لوگ تو نہیں مان رہے تھے۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۸) اراکین شوریٰ و عاملہ کمانڈر حضرات اور دیگر ذمے دار ایک دوسرے کو زبانی پیغام بھیجنے سے پرہیز کریں کیونکہ ممکن ہے کہ پیغام لے جانے والا پیغام میں کچھ کمی بیشی کرلے یا' لہجہ بدل دے' یا کچھ بھول جائے تو پیغام کا مقصد بدل جائے گا اور اس سے بعض اوقات بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

(۹) ہر شعبے کے قوانین و ضوابط دوسرے شعبے کے حضرات کے پاس بھی ہونے چاہئیں تاکہ آپس میں غلط فہمیاں پیدا نہ ہوں' مثلاً اگر اصول ہے کہ ٹریننگ سینٹر میں چالیس دن سے کم کسی کو نہیں لیا جائے گا تو یہ اصول تمام شعبۂ دعوت کے تمام یونٹوں کو معلوم ہونا چاہیے تاکہ وہ کسی ایسے فرد کو نہ بھیجیں جو چالیس دن سے کم وقت رکھتا ہو۔ اسی طرح کوئی قانون اس وقت تک نافذ نہ کریں جب تک تمام متعلقہ افراد کو اس کا علم نہ ہوجائے۔

(۱۰) شوریٰ کے فیصلوں سے تنظیم کے تمام کارکنوں کو باخبر رکھنا چاہیے اور انہیں ان فیصلوں کے فوائد اور منافع بھی بتانے چاہئیں۔ ہاں اگر کوئی بہت خفیہ فیصلے ہوں تو وہ مستثنیٰ ہیں۔

(۱۱) عاملہ اور شوریٰ کے بعض افراد دوسرے بعض کو چھوڑ کر کوئی مشورہ نہ کریں اور نہ کوئی اتحاد قائم کریں۔

(۱۲) کسی بھی دوسری تنظیم سے شرائط کی بنیاد پر اتحاد نہ کریں اور نہ ہی ان افراد کو تنظیم میں اہم مقامات پر لائیں جو اپنی خدمات کو بعض شرائط سے مشروط کرتے ہوں۔

(۱۳) ایک دوسرے کی دعوت کیا کریں۔ کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کیا کریں اور ہفتے یا مہینے میں کم از کم ایک بار بڑوں اور چھوٹوں سب کو اتفاق و اتحاد کی دعوت دیں اور افتراق و انتشار کی قباحت اور نقصانات کو بیان کریں۔

(۱۴) ایک دوسرے کو طعنہ دینے سے اور ایک دوسرے کے ساتھ بے ادبی سے پیش آنے سے مکمل اجتناب کریں۔ حق بات بھی سلیقے سے کی جائے اور تنقید بھی اخلاق کے دائرے میں رہتے ہوئے کی جائے۔

(۱۵) مختلف ذمے داریاں اور شعبے کے افراد بدلتے رہنے چاہئیں تاکہ کسی کی کسی شعبے پر ایسی اجارہ داری قائم نہ ہو جو بعد میں تفریق و اختلاف کا باعث بن جائے۔

(۱۶) ہر فیصلہ شریعت کے مطابق کیا جائے اور افراد کی اہلیت اور صلاحیت کو مدنظر رکھا جائے اور محض کسی کو جوڑنے کیلئے اور کسی کا دل رکھنے کیلئے کوئی غلط قدم نہ اٹھایا جائے کیونکہ اس سے جوڑ نہیں' توڑ پیدا ہوتا ہے۔

(۱۷) قائدین اور کارکنوں میں شعوری طور پر قوم پرستی کے خلاف ذہن بنایا جائے اور عملی طور پر ہر شعبے میں مختلف قوموں کے افراد کو اکٹھے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

(۱۸) قائدین خصوصاً اور کارکن عموماً ان جگہوں اور ان کاموں سے بچیں جن میں کوئی تہمت لگنے کا اندیشہ ہو۔ یہ سوچ کر کہ میرا دل صاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں فیصلہ

ہوجائے گا' کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو تہمت کا باعث بن سکے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت کی جگہوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

(۱۹) جب امیر یا کسی ذمے دار کا انتخاب ہو رہا ہو تو مشورے دینے والے ایسے فرد کا نام پیش کریں جس کی اطاعت کرنے کا ان کا مکمل ارادہ ہو۔ اگر خدانخواستہ مشورہ دیتے وقت یہ مدنظر رہا کہ ایسے آدمی کو امیر یا ذمہ دار بنایا جائے جسے ہم آسانی سے چلاسکیں اور جب چاہیں گھماسکیں تو اس سے بہت فسادات پیدا ہوتے ہیں اور تنظیمیں افتراق و انتشار کا شکار ہوجاتی ہیں۔

(۲۰) تنظیمی معاملات میں فیصلہ کرتے وقت انصاف کا بھرپور ثبوت دیا جائے اور قرابت یا رشتے داری کی وجہ سے کسی طرح بھی فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑنا چاہئے۔

اطاعت امیر :

اطاعت امیر مجاہد کیلئے ضروری بھی ہے اور اس کی کامیابی کی ضمانت بھی۔ اور امیر کی نافرمانی مجاہد کیلئے ناکامی اور تباہی کا ایسا غار ہے جس میں گرنے کے بعد نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایک مجاہد خواہ وہ کارکن ہو یا کمانڈر' کسی چھوٹے منصب پر ہو یا بڑے عہدے پر' جب تک وہ امیر کی اطاعت پر کاربند رہتا ہے' آسمانی نصرتیں اور زمینی سعادتیں اس کے دوش بدوش چلتی ہیں اور وہ ان مقامات تک پہنچتا ہے جن کا ابتداء میں اسے تصور بھی نہیں ہوتا' لیکن جب اطاعت امیر کا جذبہ کمزور پڑجاتا ہے تو مجاہد کے زوال کا وقت شروع ہوجاتا ہے جو صرف اس کیلئے ہی نہیں بلکہ پوری اُمت اور پوری انسانیت کیلئے مضر ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس فرامین میں امیر کی اطاعت پر بہت زور دیا گیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کی اطاعت کو اپنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت قرار دیا ہے اور امیر کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی قرار دیا ہے اور اس آدمی کیلئے نفاق سے بری ہونے کا اعلان فرمایا ہے جو مخلص ہو اور امیر سے خیرخواہی کرتا ہو اور جماعت کو لازم پکڑے

ہوئے ہو۔ آج جبکہ مجاہدین کی جان توڑ اور انتھک محنتوں کا ایک ہدف زمین پر نظام خلافت کو قائم کرنا ہے تو اس خلافت کا پہلا خاکہ انہیں اپنی تنظیموں میں پیش کرنا ہوگا اور امیر کی مکمل اطاعت کرنی ہوگی۔

چونکہ امیر کی اطاعت پر ہی تحریک کی کامیابی اور ناکامی کا مدار ہے' اس لئے امیر کے انتخاب کے وقت پوری محنت اور احتیاط سے کام لینا چاہئے اور ایسے فرد کو امیر منتخب کرنا چاہئے جو دینی' علمی اور جسمانی طور پر امارت کا اہل ہو۔ اور اس میں اس قدر ہمت بھی ہو کہ وہ اس بار گراں کو برداشت کرسکے اور خود اس میں اس عہدے کی تڑپ اور طلب بھی نہ ہو۔ پھر جب کسی کو اس معیار کے مطابق امیر منتخب کرلیا جائے تو پھر ہر اس معاملے میں اس کی اطاعت کرنی چاہئے جو شریعت سے متصادم نہ ہو۔

مجاہد کا آئینہ :

ذیل میں ہم چند سوالات پیش کررہے ہیں' ہر مجاہد ان سوالوں کے تناظر میں اپنی شخصیت اور ذات پر غور کرے اور جواب دے اور پھر اگر اپنے اندر کوئی کمی دیکھے تو اسے پورا کرنے کی کوشش کرے۔

(۱) کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر' آخرت پر' مرنے کے بعد زندہ ہونے پر' تمام کتابوں اور تمام نبیوں اور تمام فرشتوں پر اور تقدیر پر' میرا ایمان کامل اور شعوری ہے؟ کیا میں ان تمام چیزوں کو دل سے مانتا ہوں؟

(۲) میرے دل میں دُنیا کی عیش و عشرت کا شوق زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہونے کا؟

(۳) کیا جہاد فرض ہے؟ اور اگر جہاد فرض ہے تو میں نے اب تک اس فریضے کی ادائیگی کیلئے کیا کیا ہے؟

(۴) کیا میں نے قرآن مجید ناظرہ تجوید کے ساتھ پڑھ لیا ہے؟ اور اپنی نماز کسی کو سنا کر

درست کرلی ہے؟

(۵) کیا مجھے اسلامی فرائض، ضروری احکام اور حلال و حرام کا علم ہے؟

(۶) کیا میں نے جہاد کی تربیت مکمل کرلی ہے؟

(۷) کیا میری زندگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں اور طریقے کے مطابق ہے؟ یا اس میں کچھ کمی ہے؟

(۸) میں اپنے امیر کی اطاعت کس حد تک کرنے کا جذبہ رکھتا ہوں؟

(۱۰) اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے میرے آیندہ کیا ارادے اور عزائم ہیں؟

ہر مجاہد اپنے آپ کو مخاطب کرکے یہ سوال کرے اور پھر اپنے دل سے ان کے جوابات لے اور ان جوابات کی روشنی میں اپنی شخصیت اور فکر کی تعمیر میں مدد لے۔

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ

بمطابق

۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء

مشورہ جواب مشورہ

۱۹۹۲ء کو گزرے کافی سال گزر چکے ہیں ..... مگر یہ سال کبھی نہیں بھلایا جاسکے گا ..... خصوصاً اس کے دسمبر کا مہینہ ..... اور اس کی بھی چھ تاریخ ..... جی ہاں ..... ! اسی دن ..... بابری مسجد کی شہادت کا ..... المناک ..... سانحہ پیش آیا تھا ..... اور اسی دن سے ..... پورے ہندوستان میں ..... خوفناک مسلم کش فسادات ..... کا سلسلہ شروع ہوا تھا ..... یہ تاریخ یاد رکھی جائے گی ..... یاد رکھوائی جائے گی ..... یاد دلائی جائے گی ..... اور اپنی یاد کے زخم ..... دھرائے گی ..... اور ..... مکافات عمل بن کر ..... خود کو منوائے گی ..... آج اس تاریخ کا تذکرہ ..... اس لئے آگیا کہ ..... ۹۲ء میں ..... بابری مسجد کی شہادت کے بعد ..... بمبئی میں ..... خوفناک فسادات ہوئے تھے ..... پوری دنیا کی لعن طعن ..... اور اندرونی و بیرونی پھٹکار ..... کے بعد ..... انڈیا حکومت نے ..... ان فسادات کی تحقیقات کیلئے ..... ایک کمیشن مقرر کیا ..... اور ایک جج کے نام کی مناسبت سے اس کمیشن کا نام ..... شری کرشنا کمیشن قرار پایا ..... یہ کمیشن اپنی ..... روایتی سست روی ..... اور سیاسی مصلحت کوشی کا شکار ہونے کے باعث ..... طویل عرصے تک ..... اپنی رپورٹ مرتب نہ کرسکا ..... پچھلے صوبائی انتخابات میں ..... جب ..... متعصب ہندو جماعت ..... شیوسینا ..... اور بی جے پی نے ..... صوبہ مہاراشٹر (جس کا دارالحکومت بمبئی ہے) کی حکومت سنبھالی ..... تو اس نے فوراً ..... اس کمیشن کو توڑدیا ..... مگر پھر زبردست سیاسی دباؤ کے باعث ..... ملک کے تیرہ روزہ وزیر اعظم ..... اٹل بہاری واجپائی نے ..... اس کمیشن کو دوبارہ بحال کردیا ..... اب اسی ہفتے ..... اس کمیشن نے ..... اپنی رپورٹ پیش کردی ہے ..... اور اس رپورٹ میں ..... مسلمانوں کے قتل عام کی ذمہ داری ..... شیوسینا کے چیف ..... بال ٹھاکرے ..... اور اس کے ..... کارکنوں کے سر ..... ڈالی ہے ..... یہ رپورٹ ..... اب صوبائی اسمبلی ..... میں پیش کی جاچکی ہے ..... مگر نہ تو ..... بال ٹھاکرے کے ہاتھ میں ..... ہتھکڑی پڑی ہے ..... اور نہ شیوسینا کے کسی

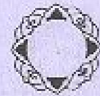
کارکن کو گرفتار کیا گیا ہے ..... اس موقع پر ..... پھر..... ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کی تاریخ ..... یاد آجاتی ہے ..... بال ٹھاکرے ..... ہزاروں مُسلمانوں کا قاتل ہے..... اس کے شیوسینکوں نے ..... بمبئی کے مُسلمانوں کا جینا..... دوبھر کر رکھا ہے ..... اور اب ہائی کورٹ کے جج کی سربراہی میں قائم ..... کمیشن نے بھی بال ٹھاکرے کو مجرم ..... قرار دے دیا ہے ..... مگر..... نام نہاد سیکولر حکومت ..... بال ٹھاکرے کے آگے ..... بے بس نظر آرہی ہے ..... پولیس کو..... اس کے گھر کا پتا معلوم ہے ..... مگر وہ اسے گرفتار نہیں کرسکتی.....

آخر یہ سب کچھ کیا ہے ؟ ..... انڈیا میں اگر کوئی شخص ..... فاختہ کو ماردے تو ..... اسے تین سے چھ ماہ تک ..... قید بھگتنی پڑتی ہے .. گائے کو ذبح کرنے والوں کو..... سالہا سال تک ..... جیل کاٹنی پڑتی ہے ..... مختلف جنگلی جانوروں کے شکار پر..... سخت سزائیں دی جاتی ہیں ..... بعض علاقوں میں ..... چوہے مارنے پر بھی ..... سزا دی جاتی ہے ..... کیونکہ ..... ان علاقوں میں ..... چوہوں کی پرستش کی جاتی ہے ..... مگر اسی انڈیا میں ..... نہ تو مُسلمانوں کی ..... مساجد محفوظ ہیں ..... اور نہ ..... ان کی جان ..... مال ..... اور آبرو ! ..... کئی سیاسی پارٹیاں ..... یک آواز ہو کر ..... بال ٹھاکرے کی ..... گرفتاری کا مطالبہ کررہی ہیں ..... مگر..... معاملہ جوں کا توں ہے ..... دوسری طرف ..... خود بال ٹھاکرے ..... اس رپورٹ پر ..... سخت برس رہا ہے ..... اور کمیشن کی طرف سے ..... کی گئی ..... اپنی اس گستاخی پر..... غُصّے سے پھٹا جارہا ہے ..... حال ہی میں اس نے اپنے ..... مراٹھی اخبار ..... کے اداریئے میں لکھا ہے کہ ..... میں نے مُسلمانوں کے خلاف ..... جو کچھ لکھا تھا..... وہ محض ..... مشورہ تھا..... فیصلہ نہیں تھا..... یعنی بقول اس کے ..... اس نے مُسلمانوں کے قتل عام کا..... مشورہ دیا تھا..... فیصلہ نہیں دیا..... چنانچہ ..... صرف مشورہ دینے سے ..... وہ ..... مجرم نہیں بنتا..... اور اس نے یہاں تک لکھا کہ ..... کمیشن کے تمام اراکین جج ..... بے وقوف ہیں ..... کیونکہ انہیں ..... مشورے اور فیصلے کے ..... درمیان فرق تک ..... معلوم نہیں.....

بال ٹھاکرے کی یہ منطق ..... اگر تسلیم کرلی جائے تو..... پھر بہت سارے معاملات

پر ..... سوالیہ نشان لگ جاتا ہے ..... ۹۲ء میں جب ..... بابری مسجد ..... شہید ہوئی تو ..... ہم نے بھی ..... اپنی تقریروں میں ..... مُسلمانوں کو جہاد کا..... مشورہ دیا تھا..... بابری مسجد کے انتقام کا مشورہ دیا تھا..... الحمدللہ ! ..... بہت سارے مُسلمانوں نے ..... یہ مشورہ سنا..... اور مان لیا ..... اور پھر..... ایڈوانی کا وہ عزم ..... پورا نہ ہوسکا ..... جو اس نے تین ہزار مسجدوں کو..... گرانے کیلئے ..... کر رکھا تھا..... الحمدللہ ! وہ تین ہزار مساجد محفوظ ہیں ..... اور تو اور ..... کاشی اور متھرا کی مساجد میں ..... الحمدللہ ..... اذانیں گونج رہی ہیں ..... اور خود اجودھیا میں ..... جہاں بابری مسجد کا سانحہ پیش آیا ..... بابری مسجد سے ..... تھوڑے فاصلے پر..... موجود مسجد میں..... جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہے ..... ہم نے بھی ..... صرف مشورہ دیا تھا ..... مگر..... پانچ سال ہونے کو ہیں ..... ابھی تک ..... صرف اسی مشورے کی پاداش میں ..... قید ہیں ..... اور انڈیا کی مختلف ایجنسیاں ..... جیل ہی میں ..... قتل کرانے کی ..... کوششوں میں مصروف ہیں ..... وہ چاہتے ہیں کہ ..... مجھے قتل کردیا جائے ..... اور ..... اس خون کی ذمہ داری ..... انڈیا حکومت پر بھی نہ پڑے ..... اگر میری قسمت کے اچھے دن آگئے ہیں ..... تو..... ممکن ہے ..... خفیہ ایجنسیاں ..... اپنی ..... اس کوشش میں کامیاب ہوجائیں ..... اس لئے میں سوچتا ہوں کہ ..... کیوں نہ ..... اپنی زندگی میں ..... اپنے مُسلمان ..... نوجوان بھائیوں ..... اور دوستوں کو ..... بال ٹھاکرے کے بارے میں مشورہ دے جاؤں ..... اس وقت بال ٹھاکرے بڈھا ہوچکا ہے ..... اور ..... وہسکی ..... کے گھونٹ پر جی رہا ہے ..... کچھ عرصہ پہلے ..... اس کی بیوی مرگئی ..... ابھی چند ماہ قبل ..... اس کے جوان بیٹے کی ..... موت ہوئی ..... حال ہی میں ..... اس کی پارٹی شیوسینا میں ..... سخت اختلافات ظاہر ہوئے ہیں ..... جس کے بعد بال ٹھاکرے نے ..... وقتی طور پر ..... سیاست سے ..... "سنیاس" ..... لے لیا تھا ..... ابھی کچھ دن پہلے ..... وہ دوبارہ میدان میں گھسیٹ کرلایا گیا..... اس کا چھوٹا بیٹا ..... اور بدمعاش بھتیجا ..... اسے گھسیٹ کر لائے ہیں ..... اور اب اس کے پرانے ..... چیلے ..... اور مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ ..... منوہر جوشی نے بھی ..... بال ٹھاکرے کی جڑیں ..... کاٹنا

شروع کردی ہیں ..... اس وقت بال ٹھاکرے کی مثال ..... اس خارش زدہ باؤلے کتے جیسی ہے ..... جسے اندرونی طور پر ..... سخت خارش اور تکلیف کا ..... اور بیرونی طور پر ..... پتھروں کا سامنا ہے ..... بال ٹھاکرے پر ..... عذاب الٰہی شروع ہوچکا ہے ..... اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ..... اس کا تعلق ..... مراٹھا قوم سے ہے ..... اور وہ خود کو ..... مراٹھوں کا ..... نجات دھندہ لیڈر سمجھتا ہے ..... پانی پت کے میدان میں ..... قندھار سے ..... تشریف لانے والے ..... بابا احمد شاہ ابدالی ..... رحمہ اللہ تعالیٰ نے ..... اس قوم کی ..... ایک پوری نسل کا ..... صفایا کردیا تھا ..... بال ٹھاکرے ہمیشہ ..... اس واقعہ کو دھراتا ہے ..... اور اپنی قوم کو ..... سناتا ہے ..... یقیناً بال ٹھاکرے کو ..... معلوم ہوچکا ہوگا کہ ..... اب افغانستان کی ..... حکومت ..... اور مجاہدین کی امارت ..... احمد شاہ ابدالی کے ..... ایک فرزند ..... حضرت امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد ..... کے ہاتھ میں ہے ..... یقیناً یہ خبر ..... خارش زدہ مرہٹے ..... بال ٹھاکرے کیلئے ..... مزید تکلیف کا باعث بنی ہوگی ..... ان تمام تکلیفوں میں ..... گھرے ہوئے ..... اس بدخصلت ..... مشرک ..... کے بارے میں ..... مسلمانوں کو ..... کوئی مشورہ دینا ..... مناسب نہیں لگتا ..... بلکہ اندازہ ہے کہ اب وہ ..... اپنی قوم ہی کو کاٹے گا ..... اور زیادہ سے زیادہ نقصان خود کو ہی پہنچائے گا ..... ورنہ ارادہ تھا کہ ..... بال ٹھاکرے کے اداریے کا جواب ..... خود اسی کے بارے میں ..... ایک مشورے سے دے دیا جائے ..... ایسا مشورہ ..... جو بال ٹھاکرے کے مشورے کا ..... جواب بن سکے ..... وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین



اندھے کیا سمجھیں؟

کپواڑہ کے سرحدی گاؤں میں پانچ بھاڑے کے ٹٹو مارے گئے ..... عرب ممالک کے کرائے کے فوجی کشمیر میں داخل کرنے کی آئی ایس آئی کی سازش بے نقاب ..... ڈوڈہ میں کمائے کے افغانی دہشت گردوں نے کئی ہندو قتل کردیئے ..... یہ ہیں ہندوستانی اخبارات کی چند سرخیاں ..... آپ اِن کو پڑھ کر بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ ..... دوسرے ممالک سے آنے والے مجاہدین کو ..... یہ مشرکین ..... کرائے کا فوجی ..... اور کرائے کا دہشت گرد کہتے ہیں ..... انہیں گمان ہی نہیں ..... بلکہ یقین ہے کہ ..... جو مجاہدین ..... پاکستان کے ہوں یا دیگر ممالک کے ..... اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ..... اپنے کشمیری بھائیوں ..... اور ماؤں بہنوں کی ..... مدد کے لئے آتے ہیں ..... یہ صرف تنخواہ اور اُجرت کی لالچ میں ..... یہاں آتے ہیں ..... انہیں انڈیا آرمی سے لڑنے کیلئے ..... بھاری رقوم دی جاتی ہیں ..... یہ بے روزگار نوجوانوں کا ٹولہ ہے ..... جنہیں ان کی شجاعت کے بدلے ..... روزی ملتی ہے ..... سوائے چند ایسے ..... مشرکین کو چھوڑ کر ..... جنہیں اسلام اور مسلمانوں سے ..... قریب کی واقفیت ہے ..... باقی سب مشرک ..... یہی سوچتے ہیں ..... چنانچہ اس کا اظہار ..... اخبارات کی سرخیاں بھی کرتی ہے ..... ریڈیو اور ٹیلیویژن پر بھی اس کا برملا اظہار ہوتا ہے ..... اور جب کوئی مجاہد ..... گرفتار ہوجاتا ہے تو اس پر بھی۔

ایسے ہی سوالات داغے جاتے ہیں ..... دراصل اس میں ..... ان مشرکین کا کوئی قصور نہیں ہے ..... انسان بہت کمزور ہے ..... اور کنوئیں کا مینڈک ہے ..... اس کی آنکھوں پر جس رنگ کا چشمہ چڑھا دیا جائے ..... وہ ہر چیز کو اسی رنگ میں ..... رنگا ہوا دیکھتا ہے ..... اگر یہ انسان بیمار ہوجائے ..... تو اسے میٹھا بھی ..... کڑوا لگتا ہے ..... انسان اگر بدخصلت ہو ..... تو اسے نیکی سمجھ میں نہیں آتی ..... اور نیک ہو تو ..... برائی سمجھ میں نہیں آتی ..... ایک اچھے مسلمان کو ..... خنزیر کا گوشت ..... کھلانے کیلئے لاکھ جتن

کئے جائیں ..... طرح طرح کے چٹ پٹے مصالے ..... ڈالے جائیں ..... دیسی گھی میں بھون دیا جائے ..... اور ہر طرح کے فوائد بیان کئے جائیں ..... مگر وہ کھانا تو درکنار ..... دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا..... اور اگر وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں بند ہو..... تو شاید یہ یقین بھی نہ کرے کہ ..... دُنیا میں کچھ لوگ ..... اس غلاظت کو کھاتے ہیں ..... ایک اچھے انسان کیلئے ..... یہ سوچنا بھی ممکن نہیں کہ ..... اپنی والدہ سے بھی ..... بدکاری کی جاسکتی ہے ..... وہ کبھی اس چیز کو مان ہی نہیں سکتا ..... مگر ہندوستان میں ..... روزانہ ایسے درجنوں واقعات ہوتے ہیں ..... جہاں باپ اپنی بچی سے ..... اور بیٹا ماں سے ..... منہ کالا کرتے ہیں ..... ان گھرانوں کو جہاں ..... بہو کو ..... بیٹی کا درجہ حاصل ہوتا ہے ..... اگر یہ بتایا جائے کہ ..... ہندوستان میں ..... اوسطاً روزانہ ..... ایک درجن سے زائد ..... بہوئیں ..... جہیز کم لانے کی وجہ سے جلا دی جاتی ہیں ..... تو وہ ماننے سے انکار کردیں گے ..... اور کہیں گے ..... یہ ناممکن ہے ..... تم جھوٹ بولتے ہو ..... بھلا بیٹیوں کو بھی زندہ جلایا جاتا ہے ؟..... بالکل اسی طرح ..... جب ہم ..... مشرکین کو بتاتے ہیں کہ ..... مجاہدین کو ..... اُجرت نہیں ملتی ..... یہ کرائے کے فوجی نہیں ہیں بلکہ ..... اللہ کو راضی کرنے کیلئے ..... اپنے مُسلمان بھائیوں کی مدد کی خاطر..... جانیں لٹا رہے ہیں ..... تو مشرک کو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ..... وہ دو ٹوک کہہ دیتے ہیں ..... یہ ناممکن ہے ..... تم جھوٹ بول رہے ہو.....

بات دراصل یہ ہے کہ ..... ہندوستان میں کوئی کام ..... بغیر اُجرت کے نہیں ہوتا ..... یہاں تو ..... وزیر اعظم بھی ..... کروڑ دو کروڑ میں بآسانی بک جاتے ہیں ..... گذشتہ دنوں تقریباً ..... ایک درجن وزیروں پر رشوت کا الزام لگا..... اور انہیں وزارت سے ہاتھ دھونا پڑا ..... اپنے آپ کو ..... صاف ستھرا کہنے والی ..... بھارتی جنتا پارٹی ..... (بی جے پی) کے صدر ..... لال کرشن ایڈوانی ..... اور ان کے دلی کے وزیر اعلیٰ ..... مدن لال کھوڑانہ بھی ..... پیسے بٹورنے کے الزامات کی وجہ سے ..... عدالت کے روبرو ہیں۔ ہندوستان کی آبادی ..... اب ایک ارب کے قریب ہے ..... اور کہا جاتا ہے کہ .....

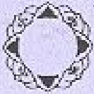
پورے ملک میں صرف تین آدمی ..... رشوت نہیں لیتے ..... مگر تحقیقات سے پتہ چلا کہ ..... وہ تینوں بھی ..... کھلم کھلا نہیں لیتے ..... پردے کے پیچھے لیتے ہیں ..... یہاں مشہور ہے کہ ..... رشوت لیتے ہوئے پکڑے گئے ..... اور رشوت دے کر چھوٹ گئے ..... یہاں کوئی بھی کام کرانا ہو ..... دارو (شراب) کی ایک بوتل ..... سب راستے کھول دیتی ہے ..... اخبارات میں روزانہ ڈھیروں ..... واقعات آتے ہیں ..... جنہیں پڑھ کر شرم آتی ہے ..... کوئی ادنیٰ ملازم ..... کسی چھوٹے سے کام کیلئے بڑے آفیسر کو ..... اپنی بیوی دیتے ہوئے پکڑا گیا وغیرہ وغیرہ ..... جس شخص سے بھی آپ ملیں ..... اس کی زبان پر..... پیسہ ہی پیسہ ہے ..... ہر آدمی غریب ہو یا مالدار ..... ہائے پیسہ ! ہائے پیسہ ! کہتے ہوئے ملتا ہے ..... ہم نے فوجیوں کو دیکھا ..... وہ سگریٹ کی بجائے بیڑی پیتے ہیں ..... بیس بیڑیوں کا پیکٹ ..... دو روپے کا آتا ہے ..... مگر انہیں دکھ ہوتا ہے کہ ..... پورے مہینے میں (تیس) روپے خرچ ہوگئے ..... جیل میں ..... مشکل سے مشکل کام ..... پیسے دینے سے ہو جاتا ہے ..... اور تو اور عقوبت خانوں میں ہم نے دیکھا..... وہ حوالدار اور صوبیدار ..... جنہوں نے ..... شروع شروع میں ہماری ڈاڑھیاں ..... اُکھاڑیں ..... اور ہمیں خوفناک تشدد کا نشانہ بنایا ..... بعد میں ہم سے ..... ایک ایک روپیہ مانگ کر..... ہمارے نوکر بنے ہوئے تھے ..... اور دس دس بار پوچھتے تھے : کوئی سیوا (خدمت) ہو تو بتائیں ..... ہمیں ہنسی آتی کہ ..... پاکستان میں تو ..... بچے بھی آج کل دو روپے نہیں لیتا ..... مگر انڈیا کے جاسوس دو روپے میں بک جاتے ہیں ..... آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے ..... مگر یہ ہو رہا ہے ..... یہاں تک کہ ..... یہ مشرک اپنے بتوں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں ..... اور ان کی منت کرتے ہیں کہ ..... ہمارا فلاں کام کرادو ..... جس میں پیسہ ملے گا..... اگر کام ہوجائے تو بہت اچھا ..... اگر نہ ہو تو ..... بتوں تک کو توڑ کر..... پھینک دیتے ہیں ..... اور انہیں ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں ..... پچھلے دنوں ..... ہندوؤں کی سب سے متعصب پارٹی ..... شیوسینا کے سربراہ ..... بال ٹھاکرے ..... کی بیوی مرگئی..... وہ دل کی مریضہ تھی ..... کسی جگہ پوجاپاٹ کیلئے گئی ..... تو اپنی دوائیاں گھر

بھول گئی ..... وہاں اسے دورہ پڑا ..... اور ہسپتال میں ..... پہنچ کر وہ مرگئی ..... بال ٹھاکرے ..... جو خود کو بہت مذہبی آدمی کہتا ہے ..... اور ہر وقت بھگوا لباس ..... پہنتا ہے ..... ہاتھوں اور گلے میں ..... مالائیں ..... ڈالے رہتا ہے ..... ایک دم بپھر گیا ..... اس نے اپنے گھر سے تمام مورتیاں ..... اور تمام بت نکلوا دیئے ..... اپنے ہاتھوں سے اور گلے سے ..... مالائیں بھی اُتار دیں ..... اور بتوں کا انکار کردیا ..... جب اخبار والوں نے پوچھا کہ ..... آپ تو ہندوؤں کے محافظ سمجھے جاتے ہیں ..... یہ آپ نے بھگوانوں کے ساتھ کیا کیا؟ ..... اس نے کہا: ..... ہندو قوم کا میں اب بھی ..... محافظ ہوں مگر ..... یہ بت فراڈ ہیں ..... اُنہوں نے میری بیوی کو دوائی کی یاد کیوں نہیں دلائی ..... جو ہمارا کام نہیں کرتے ..... ہم ان کی پوجا کیوں کریں؟

اس واقعہ سے آپ ..... ہندو ذہنیت کا اندازہ لگائیں ..... وہ تو اپنے معبودوں کو بھی ..... اس وقت تک مانتے ہیں ..... جب تک ان کے گمان میں وہ انہیں ..... کچھ دیتے رہتے ہیں ..... تو ایسے ہندو کہاں سمجھ سکتے ہیں کہ ..... کوئی شخص اپنی قیمتی جان ..... اپنے خدا کو دے سکتا ہے اور کوئی جوان آدمی ..... بغیر پیسوں اور اُجرت کی لالچ کے ..... اپنے گھر کو چھوڑ سکتا ہے ..... مگر اس سوچ کے باجود ..... چند باتیں انہیں حیران کردیتی ہیں ..... وہ جب ان غیر ملکی مجاہدین کو ..... لڑتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ..... ان کے دل سے آواز آتی ہے کہ ..... کرائے کی خاطر کوئی ..... اس طرح جانبازی سے نہیں لڑتا ..... کرائے کی خاطر ..... اور تنخواہ کی مجبوری میں ..... تو بی ایس ایف ..... بارڈر سیکورٹی فورس والے ..... لڑتے ہیں ..... جب دھماکے کی آواز سنتے ہیں تو ..... پھر ان کا دوڑ میں اس طرح مقابلہ ہوتا ہے ..... جس طرح اٹلانٹا اولمپک میں چار سو گز کی دوڑ ہو ..... سپاہی آفیسر کو ..... اور آفیسر سپاہیوں کو روندتے ہوئے دوڑتے ہیں ..... کئی مرتبہ تو دو مجاہد ہوتے ہیں ..... اور بلا مبالغہ ہزاروں فوجی اور ..... کئی کئی گھنٹے مقابلہ ہوتا ہے ..... کئی مرتبہ ..... کسی گاڑی کا ٹائر پھٹ گیا ..... اور ان بہادر فوجیوں نے ..... بدحواس ہو کر فائر کھول دیئے ..... اور کئی سویلین افراد کو ..... شہید کردیا ..... گرفتاری کے دنوں میں .....

ایک کیمپ میں ..... ایک اعلیٰ آفیسر مجھ سے ..... تعویذ مانگ رہا تھا ..... میں نے حامی بھرلی ..... اس نے مجھے کرسی پر بیٹھا دیا ..... میں تعویذ لکھنے لگا ..... اس نے ڈیوٹی آفیسر کو بلایا اور پٹرولنگ کی ڈیوٹیاں لگانے لگا ..... جب ڈیوٹی آفیسر نے بتایا ..... فلاں فلاں فلاں بیمار ہے ..... تو وہ غصے سے دھاڑا ..... یہاں تو سب ٹھیک ہوتے ہیں ..... سالے گولی کے ڈر سے بیمار پڑجاتے ہیں ..... یہ واقعہ دیکھ کر مجھے ..... گرفتاری سے دو دن پہلے کا منظر یاد آگیا ..... جب میں اپنے کچھ مجاہدین سے ..... ملنے گیا ..... مجاہدین میں سے بعض نے میری موجودگی میں ..... کمانڈر سجاد خان صاحب سے ..... بار بار شکوہ کیا ..... کہ کہیں ایکشن میں ..... کیوں نہیں بھیجا جاتا ..... ہم یہاں لڑنے اور جہاد کرنے آئے ہیں ..... بیٹھنے نہیں آئے ..... کمانڈر صاحب انہیں سمجھاتے رہے کہ ..... یہ گوریلا جنگ ہے ..... یہاں بہت کچھ دیکھ کر ایکشن کیا جاتا ہے ..... تم لوگ اب نکل چکے ہو ..... تمہارا اجر اللہ کے ہاں لکھا جارہا ہے .....

یہ سب حالات ..... مشرکوں کے سامنے ہیں ..... تنخواہ والے فوجیوں کو بھی وہ دیکھتے ہیں ..... اور اللہ کے ان شیروں کو بھی دیکھتے ہیں ..... ان کا دل اندر سے بولتا ہے: ..... تنخواہ اور اُجرت کا معاملہ نہیں ..... یقیناً "کچھ اور" ہے ..... مگر وہ "کچھ" ..... ان اندھوں کو سمجھ میں نہیں آسکتا .....



معرکۂ کارگل

تجزیہ، تبصرہ اور حاصل شدہ سبق

معرکۂ کارگل اپنے پیچھے چند سوالات اور کچھ نصیحتیں، عبرتیں اور سبق چھوڑ گیا ہے۔ اسیر ہند حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کشف اللہ عنہ کربہ نے اس بصیرت افروز تحریر میں اس یادگار جنگ کا محققانہ تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ علمائے کرام، مجاہدین، سیاستدانوں اور صحافی حضرات کیلئے مستقبل میں راہ عمل کی نشاندہی کی ہے اور مفید اور کارآمد تجاویز دی ہیں جو استفادہ عام کیلئے شائع کی جارہی ہیں۔

جنگ کرگل :

کرگل کا محاذ اب ٹھنڈا ہوچکا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کے اس معرکے میں کئی خوش قسمت مجاہد شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مبارک خون کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ ہم ان سب شہداء کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں، بغیر وردی والوں کو بھی اور وردی والوں کو بھی۔ مگر زیر نظر تحریر کا مقصد جہاد کرگل کے حالات بیان کرنا نہیں ہے بلکہ بعض ایسے اہم پہلوؤں کا جائزہ لینا مقصود ہے جو اس جہاد کے دوران ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ سردست ان میں سے چھ اہم پہلوؤں پر ایک مختصر تجزیاتی نظر ڈالتے ہیں۔

① بھارتی دعوؤں کی قلعی :

تقریباً ستائیس سال پہلے ۱۹۷۱ء کی پاک و ہند جنگ کا نتیجہ یا انجام جہاں دنیا بھر کے مسلمانوں کیلئے عموماً اور مسلمانان پاکستان کیلئے خصوصاً شرمندگی اور غم کا باعث ہے، وہاں بھارتیوں کیلئے اس جنگ نے لاف زنی، شیخی اور ناجائز فخر کا ایک موقع پیدا کردیا ہے۔ ہر سال یوم آزادی یعنی ۱۵ اگست کی پریڈ میں ملک کا صدر اس جنگ کا

تذکرہ کرتا ہے اور نوے ہزار سے زائد پاکستانی فوجیوں کے ہتھیار ڈالنے کا واقعہ سینہ تان کر سناتا ہے۔ ملک کے عام سیاستدان بھی وقتاً فوقتاً اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہیں جبکہ فوجی آفیسر تو باقاعدہ ترانے کی طرح اس واقعہ کو بار بار دہراتے ہیں اور اپنی فوج کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ۱۹۷۱ء کی اس لڑائی کے بعد انڈیا کی بعض ایجنسیوں نے ایک ایسی گپ چھوڑی ہے جو بھارت کے تقریباً ہر شخص نے سنی اور مان بھی لی۔ اخبارات نے بار بار اس گپ کو چھاپا اور خود کو سنجیدہ سمجھنے والے کئی صحافیوں نے درجنوں بار اپنے مضامین میں اس گپ کو دہرایا۔ وہ گپ جسے کرگل کی لڑائی سے پہلے بھارت کے وزیراعظم سے لے کر فٹ پاتھ پر سونے والے بھارتی تک نہایت بے تکلفی کے ساتھ ہانک دیا کرتے تھے۔ یہ تھی کہ بھارت کی فوجیں پانچ گھنٹے میں پورے پاکستان پر قبضہ کرسکتی ہیں۔ راقم جب گرفتار ہوا تو کئی فوجی آفیسروں اور سپاہیوں نے بار بار یہ گپ ہانکی اور ہم نے پوری قوت سے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی مگر جواب ایک ہی تھا "میں نہ مانوں"۔

دو سال پہلے انڈیا کے خفیہ اداروں کے بعض بڑے اہلکار راقم کے پاس جیل میں پوچھ گچھ کیلئے آئے۔ ان لوگوں کا مقصد یہ اندازہ لگانا ہوتا ہے کہ ذہن سے جرم جہاد مٹایا نہیں؟ دورانِ گفتگو ان میں سے سب سے اعلیٰ افسر نے ترنگ میں آکر پھر وہی گپ ہانک دی۔ اس پر راقم نے اسے دلائل کے ذریعے شرمندہ کیا مگر پھر بھی اسے یہی اصرار تھا کہ ہم جب چاہیں پانچ گھنٹے میں پورے پاکستان پر قبضہ کرسکتے ہیں۔ اس کی بات سن کر یہ محسوس ہوا کہ یہ گپ اب واقعی تمام بھارتیوں کے دماغ میں بیٹھ چکی ہے اور وہ اسے ایک حقیقت سمجھنے لگے ہیں اور میرا یہ احساس اس وقت درست ثابت ہوا جب کرگل کی لڑائی کا آغاز ہوا اور ہندوستانی حکمرانوں کو یہ اندازہ ہوا کہ مجاہدین بہت اندر تک آچکے ہیں تو جیسے ہی یہ خبر دہلی پہنچی، انڈیا کے وزیر دفاع جارج فرنانڈس نے بھری پریس کانفرنس میں یہ اعلان کردیا کہ ہم چوبیس گھنٹے کے اندر ان گھس بیٹھیوں کو کھدیڑ (نکال) دیں گے۔ وزیر دفاع نے غالباً احتیاط سے

کام لے کر کچھ زیادہ گھنٹے بتا دیئے تھے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ انڈین فوج تو پانچ گھنٹے میں پورا پاکستان ہڑپ کر سکتی ہے جبکہ یہاں تو چند پہاڑیوں کا معاملہ ہے۔ چنانچہ ان کا گمان یہ تھا کہ میں چوبیس گھنٹوں کا اعلان کردوں گا لیکن جب ہماری بہادر فوج دو ڈھائی گھنٹوں کے اندر یہ جنگ جیت کر واپس آجائے گی تو اس سے ہماری شان اور بڑھ جائے گی کہ چوبیس گھنٹے کا اعلان کیا اور کام اس سے بھی پہلے کر دیا۔ پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ وزیر دفاع کے بیان پر کسی اخبار، کسی صحافی یا کسی دانشمند نے حیرانی کا اظہار نہیں کیا کیونکہ ان سب کا بھی یہی خیال تھا کہ وزیر دفاع صاحب نے تو چوبیس گھنٹے کا وعدہ کیا ہے جبکہ یہ کام تو منٹوں کا ہے۔

چنانچہ وزیر دفاع کے بیان کے فوراً بعد اخبارات ہم نے دیکھے، ان میں بعض کے اداریوں میں یہی بات لکھی ہوئی تھی کہ انڈین فوج جب چاہے پانچ گھنٹے میں پورے پاکستان پر قبضہ کر سکتی ہے۔ لیکن جب چوبیس گھنٹے گذر گئے اور پھر دن پر دن گذرنے لگے اور انڈیا کے مختلف شہروں میں کرگل میں مارے جانے والے فوجیوں کی لاشیں آنے لگیں تب پورے انڈیا کو ہوش آیا اور اخبارات نے جم کر وزیر دفاع کی کھچائی کی اور ان کے چوبیس گھنٹے والے بیان کا خوب مذاق اُڑایا۔ مگر مذاق اُڑانے والے یہ بھول گئے کہ خود اُنہوں نے کیا کچھ لکھا تھا؟ بہرحال یہ پہلا موقع تھا جب ستائیس سال کے اس عرصے میں انڈیا کے لوگوں کو پانچ گھنٹے والی گپ کچھ مشکوک لگی ہے جبکہ حکمرانوں کو تو اس بات کا یقین ہوچکا ہے کہ اب تک خفیہ ایجنسیاں اور فوجی ادارے انہیں یہ گپ ہانک کر بدھو بنا رہے تھے اور وہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ سوچ رہے ہیں کہ اس فوج کا کیا کریں جو ملک کا بیشتر بجٹ کھا رہی ہے مگر نہ تو چند ہزار کشمیری مجاہدین کو قابو کر سکی ہے اور نہ دو تین ماہ کی مسلسل لڑائی کے باوجود کرگل میں کچھ پیش قدمی کر سکی بلکہ اس نے کشمیر کے دیگر محاذوں کی طرح کرگل میں بھی بے حد خسارہ اُٹھایا۔ دو مگ لڑاکا طیارے، ایک گن شپ ہیلی کاپٹر اور بے شمار اسلحہ تباہ کروانے کے علاوہ بڑی تعداد میں فوجی آفیسر اور سپاہی بھی مارے گئے۔

انڈیا کی بری فوج کے سپاہی تو روزانہ کشمیر میں اور شمالی مشرقی صوبوں میں مرتے ہیں اور اب تک وہ کسی بھی تحریک کو نہیں دبا سکے جبکہ ائرفورس کے پائلٹ ہر دوسرے دن کوئی نہ کوئی طیارہ خود ہی گرا دیتے ہیں۔ اب تک وہ سینکڑوں جنگی طیاروں کا نقصان کروا چکے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کرگل کی لڑائی نے انڈین فوج کا وہ حقیقی چہرہ دکھایا ہے جو اُنہوں نے ۱۹۷۱ء کی نام نہاد فتح کے مکھڑے کے پیچھے چھپا رکھا تھا۔ اس وقت انڈین حکمرانوں کا حوصلہ بہت ہی پست ہوچکا ہے اور عوام بھی کافی خوفزدہ ہیں۔ کل جماعتی حریت کانفرنس کے ایک سرکردہ لیڈر نے راقم کو بتایا کہ کرگل کی لڑائی کے دنوں میں انڈین حکومت کے اعلیٰ عہدیدار سخت پریشانی کے عالم میں ان کے دفاتر کے گرد چکر کاٹتے تھے اور حریت کانفرنس کے دفاتر کے عام ملازمین تک کی منت سماجت کرتے تھے کہ آپ لوگ اس مسئلے کے حل میں ہمارا تعاون کریں۔ حالانکہ اس سے پہلے انڈین حکومت کے یہ اہلکار حریت کے بڑے بڑے لیڈروں کو بھی قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے۔ سچ ہے کہ مشرک صرف قوت کی زبان سمجھتا ہے۔ کرگل کی لڑائی کے دوران انڈین حکومت کے کئی اداروں کے درمیان باہمی اختلافات بھی عروج کو پہنچے۔ خفیہ اداروں کی جہالت، بیوقوفی اور غفلت بھی کھل کر سامنے آگئی اور یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اگر ۷۱ء میں بھی پاکستان کے کچھ عیاش حکمران اور کچھ کم عقل عیش پرست جرنیل انڈیا سے عملی تعاون نہ کرتے تو بنگال کی سرزمین انڈین فوج کا وسیع قبرستان بن جاتی اور پاکستان بھی ٹکڑے نہ ہوتا۔ بہرحال کرگل کا محاذ بہت شاندار رہا۔ یہ تو برا ہو صدر کلنٹن کا اور اس کے دست بستہ فرمانبرداروں کا جنہوں نے انڈیا کو خوفناک تباہی سے بچالیا اور فاتحین کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔ غالباً ہمارے حکمرانوں نے انڈین سیاستدانوں کے زور دار دھمکی آمیز بیانات کو تو سن لیا لیکن وہ ان کی دھوتیوں کے اندر کانپتی ٹانگوں کو نہیں دیکھ سکے۔ اگر خبرگیری کا نظام مضبوط ہوتا اور کانپتی ٹانگوں کو دیکھ لیا جاتا تو کبھی بھی بڑی جنگ کے مفروضے کی وجہ سے فاتحین کی واپسی کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔

④ ناقابلِ یقین اقدام :

مال اور پیسے کی محبت ویسے تو اکثر لوگوں میں ہوتی ہے لیکن ہندو کی مال سے محبت ایک مثال کا درجہ رکھتی ہے اور اس حقیقت کو نہیں جھٹلایا جاسکتا کہ مشرکین مال سے بے حد محبت رکھتے ہیں اور ایک ایک کوڑی کی خاطر مرتے ہیں لیکن کرگل کی لڑائی کے جھٹکوں میں اس قدر شدت تھی کہ ہندو بنیوں نے بھی اپنی تجوریاں کھول دیں اور انہوں نے فوج کیلئے اس قدر عطیات دیئے جو یقیناً حیران کن ہیں۔ ہم گذشتہ تین ماہ سے ایسے اخبارات دیکھ رہے ہیں جن میں اکثر پورا ایک صفحہ ان لوگوں کے ناموں سے بھرا ہوتا ہے جنہوں نے ملک کے دفاع کیلئے اموال دیئے ہوتے ہیں۔ کمپیوٹر کی باریک لکھائی کی وجہ سے ایک صفحہ پر ہزاروں نام آجاتے ہیں' نیز روزانہ ان بڑے صنعت کاروں یا مذہبی رہنماؤں کے رنگین فوٹو شائع ہوتے ہیں جنہوں نے کروڑوں یا لاکھوں روپے اس مد میں وزیراعظم کو پیش کیے ہوتے ہیں۔ اس جنگ کے دوران انڈیا کے کھلاڑیوں' فنکاروں' گلوکاروں نے طرح طرح کے پروگرام کرکے دفاعی فنڈ کیلئے رقوم مہیا کیں۔ کئی جیلوں کے قیدیوں نے بھی لاکھوں روپے چندہ کرکے وزیراعظم کو بھجوایا۔ ہیجڑوں کی ملک گیر تنظیم نے پورے ملک میں دورے کیے اور اپنے ممبران سے (جو انڈیا میں بہت زیادہ ہیں) رقوم جمع کیں۔ ایک نائی نے لوگوں کی مفت حجامت بنائی اور ان سے دفاع فنڈ میں چندہ جمع کیا۔ اخبارات میں ایسی تصویریں بھی چھاپی گئیں جن میں بہت چھوٹے بچے اپنے جیب خرچ یا ماہانہ بچت اس فنڈ میں جمع کراتے نظر آئے۔ سادھوؤں نے مندروں میں اور بعض قبر پرست سجادہ نشینوں نے درباروں پر لاکھوں روپے جمع کرکے بھجوائے۔ ملک کے اکثر سرکاری ملازمین نے اپنی کئی کئی دن کی تنخواہ اور بعض بوڑھوں نے اپنی پنشن اور وزراء نے اپنی تنخواہیں اس فنڈ میں جمع کروائیں۔ تعجب یہ ہے کہ جنگ تو ختم ہوچکی ہے مگر اخبارات کے صفحے اب بھی عطیات دینے والوں کے ناموں سے بھرے پڑے

ہیں اور اب بھی تصاویر میں صنعت کار پچاس لاکھ سے لے کر پانچ کروڑ تک کی رقم کے چیک وزیراعظم یا کسی وزیر کو دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بلا مبالغہ اب تک کروڑوں روپے جمع کیے جاچکے ہیں اور عوام کا جوش و خروش اب بھی بدستور باقی ہے۔ یہ سب کچھ کیا ہے؟ یقیناً ہندوستان کے لوگوں پر اپنے ملک کی تباہی کا خوف سوار ہوچکا ہے اور ان کا پانچ گھنٹے میں پاکستان کو تباہ کرنے کا سپنا بکھر چکا ہے اور لوگ اپنے اس وطن کو جو انہیں انگریز نے مسلمانوں سے چھین کر تھالی میں رکھ کر پیش کر دیا' محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں اور ان میں اپنے ملک کی دھرتی کی حفاظت کا جذبہ پیدا ہوگیا ہے۔ ہندوؤں کا یہ طرز عمل مسلمانوں کو بھی بہت کچھ سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔ مسلمانوں نے مجاہدین اور فاتحین کے تعاون کیلئے وہی کردار ادا کیا جس کی جھلک آپ اوپر کے الفاظ میں دیکھ چکے ہیں؟ مسلمانوں کے عوام و خواص کو بھی اسلام اور اسلامی وطن کی حفاظت کی اتنی فکر ہے جتنی ہندوؤں کو اپنے ملک کی حفاظت کی فکر ہے؟ مسلمانوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہندو تو مال پرست اور مفاد پرست ہے جبکہ مسلمان کے ذمے تو جہاد پر خرچ لازم ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو افغانستان کی امارت اسلامیہ کی شکل میں جو عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے' تمام دنیا کے کافر اسے ختم کرنے پر متفق ہوچکے ہیں۔ کاش! پاکستان کے عوام بھی افغانستان کی عظیم امارت اسلامیہ کے تحفظ کیلئے ایسا جوش و خروش دکھائیں جس کے سامنے بھارت کی حفاظت کیلئے ہندوؤں کا جوش و خروش پھیکا نظر آنے لگے۔ کاش! مسلمانانِ پاکستان کے دل میں پاکستان کی اس سے بڑھ کر قدر پیدا ہوجائے جتنی ہندو کے دل میں اپنے ملک کیلئے ہے۔ جب بھی انڈین اخبارات میں دفاع وطن کے نام پر عطیات دینے والوں کے نام اور تصویریں نظر آتی ہیں تو دل چاہتا ہے کہ یہ سب خبریں کاٹ کر پاکستان بھیج دی جائیں' شاید انہیں دیکھ کر بہت ساری سوئی ہوئی غیرتیں جاگ جائیں اور مسلمان بھی دل کھول کر اپنے اموال' اپنی صلاحیتیں امارت اسلامیہ افغانستان اور پاکستان کی حفاظت پر خرچ کریں اور اللہ کے ہاں سے اجر عظیم کے مستحق ہوجائیں۔

(۳) تحریک کی حفاظت :

پاکستان کو دن رات دونوں ہاتھوں سے لوٹا جارہا ہے اور ملکی اسباب اور صلاحیتوں کا بے حد ضیاع ہورہا ہے جس کی وجہ سے پاکستان آئی ایم ایف، امریکا اور دیگر صنعتی ممالک کا دست نگر بن چکا ہے۔ امریکا بہادر کی اب پاکستان سے زیادہ انڈیا میں دلچسپی پیدا ہوگئی ہے کیونکہ (۱) درانتی، ہتھوڑا ٹوٹ چکا ہے۔ (۲) بھارت میں تجارت کی بڑی منڈی ہے۔ (۳) چین کو آنکھیں دکھانے کیلئے بھارت کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنا مفید ہے۔ (۴) اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلامی تحریکوں سے نپٹنے کیلئے بھارت بہترین ساتھی ہے۔ (۵) اور یہ بھی کہ پاکستان کے ارباب اقتدار میں کوئی صاحب عزم شخص نہیں ہے۔ چنانچہ افغانستان کے بارے میں امریکا اور بھارت کی پالیسی بالکل ایک ہوچکی ہے اور اب تو کشمیر کے معاملے میں بھی امریکی حکام کھل کر بھارت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ڈوڈہ وغیرہ میں ہونے والے چھوٹے چھوٹے مشکوک واقعات پر امریکی وزیر خارجہ نے پاکستان کو سرعام لتاڑ دیا۔ ان تمام حالات میں کشمیر کی تحریک کا مستقبل شدید خطرے سے دوچار ہے۔ کسی بھی وقت ہمارے حکمرانوں کو واشنگٹن طلب کرکے اس بارے میں کوئی بھی حکم جاری کیا جاسکتا ہے، اس لئے اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اسی (۸۰) ہزار شہداء کے خون سے رنگین اس تحریک کو بچانے کیلئے اہم اقدامات کئے جائیں اور اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ پاکستان کے اہم اور طاقتور مذہبی رہنما، بڑے سیاستدان، سابق فوجی افسران اور سرکردہ صحافی مل کر ایک غیر سرکاری ادارہ بنائیں اور تحریک کشمیر کو سنبھال لیں تاکہ کل اگر ملک کے حکمران اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے کوئی ایسا کام کرنا چاہیں جو تحریک کے خلاف ہو تو یہ طاقتور ادارہ حکومت کو اس سے باز رکھ سکے اور حکومت واشنگٹن والوں کو بتا سکے کہ ہم ملک کے اندرونی دباؤ کی وجہ سے آپ کا حکم ماننے سے قاصر ہیں۔ یوں تحریک بھی بچ جائے گی اور حکمرانوں کی عزت بھی۔ لیکن اس ادارے میں وہی مخلص

افراد لئے جائیں جو ذاتیات، ذاتی اختلافات اور مفادات سے بالاتر ہو کر یہ عظیم کام سرانجام دیں۔ مجاہدین کشمیر کو چاہئے کہ وہ تحریک کی حفاظت کیلئے مذکورہ بالا لازمی اقدام اُٹھانے میں مزید دیر نہ کریں کیونکہ اب تحریک کشمیر ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوچکی ہے اگر اس وقت اچھے نتیجے کیلئے محنت نہ کی گئی تو پھر برا نتیجہ بھی زیادہ دور نہیں ہے۔ کرگل کا واقعہ ہمارے لئے اس بارے میں ایک بہت بڑا سبق ہے۔

(۴) چور خود پہرے دار تھا :

کرگل لڑائی کے دوران اور اس کے بعد بھی اس بات پر بہت بغلیں بجائی جارہی ہیں کہ اس بار پاکستان سے لڑائی کے باوجود انڈیا میں مُسلم کش فسادات نہیں ہوئے۔ بھارت کی بی جے پی حکومت اسے اپنی بڑی کامیابی سمجھ رہی ہے اور بعض مُسلمان بھی اس صورتحال کو بی جے پی کا کارنامہ سمجھ رہے ہیں اور اس کے اصلی چہرے کو فراموش کر رہے ہیں حالانکہ معاملہ بالکل واضح ہے کہ چور اگر مصروف ہوجائے تو چوری نہیں ہوتی۔ ماضی میں ہندوستان پر کانگریس کی حکومت تھی اور جب بھی اس کا پاکستان کے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑا ہوتا تھا تو آر ایس ایس (راشٹریہ سیوک سنگھ)، وی ایچ پی (وشوا ہندو پریشد)، بجرنگ دل، شیوسینا وغیرہ پارٹیاں ہندوستانی مُسلمانوں پر حملے کرتی تھیں اور یوں ملک بھر میں مُسلم کش فسادات شروع ہوجاتے تھے مگر اس بار صورتحال مختلف تھی اور دہلی میں ان تمام فرقہ پرست پارٹیوں کی نمائندہ سیاسی پارٹی بی جے پی حکومت میں تھی اور بی جے پی پورے ملک کی تمام تر توانائیوں کے ساتھ کرگل کے عذاب کو ٹالنے میں مصروف تھی۔ اس وقت اگر ملک کے اندر بھی دنگے بھڑک اُٹھتے تو بی جے پی اندر باہر سے پھنس جاتی اور اس کا دیوالیہ نکل جاتا۔ چنانچہ ان تمام متعصب تنظیموں نے بی جے پی کے تحفظ کی خاطر اپنے فسادی سانپ پٹاریوں میں بند رکھے۔ اب اگر کوئی یہ سمجھ رہا ہے کہ بی جے پی یا اس کی پشت پر کھڑی متعصب ہندو پارٹیاں مُسلمانوں کے بارے میں اپنا رویہ بدل چکی ہیں یا ان کے

فسادی سانپ مرچکے ہیں تو یہ ایک بڑی غلطی ہوگی۔ دُشمن اب بھی دُشمن ہے اور
موقع کی تاک میں ہے۔ ہندوستانی مُسلمانوں کو بہرحال ہوشیار رہنا ہوگا۔

⑤ میڈیا کا موڈ :

کرگل کی لڑائی کے دوران ایک اہم بات یہ دیکھنے میں آئی کہ ہندوستان کے
تمام اخبارات' تمام ذرائع ابلاغ اور تمام صحافی ایک ہی بولی بول رہے تھے۔ ان سب
پر ایک طرح کا قومی جنون سوار رہا۔ انہوں نے فوجیوں کا حوصلہ بڑھانے اور اپنی
حکومت کی تائید کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور ان میں سے کسی نے بھی فوج یا
حکومت کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔ جنگ کے دنوں میں ذرائع ابلاغ پر جنگی
جنون سوار تھا اور وہ اپنی فوج اور حکومت کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے مگر پاکستان
کے اخبارات اور ذرائع ابلاغ کا موڈ بالکل اس طرح نہیں تھا۔ وہاں بھی کچھ لوگوں
نے کرگل کے فاتحین کے حق میں لکھا مگر صحافیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ صرف خوف
ہی پھیلاتا رہا۔ ان صحافیوں میں سے بعض کو اقتصادی بربادی نظر آرہی تھی تو کوئی
جنگ کے خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا' کسی نے فوج کو تنقید کا نشانہ بنایا تو کسی نے
مجاہدین پر چڑھائی کر رکھی تھی' حالانکہ یہ سب کچھ نہ تو اسلام کا نام لینے والوں کو
زیب دیتا ہے نہ صحافت کے علمبرداروں کو' مگر ہمارے جدید صحافیوں پر انصاف
پسندی اور غیرجانبداری کا ایسا بھوت سوار ہوچکا ہے کہ وہ ان چیزوں کی بھی کھل کر
تائید نہیں کرتے جن کی تائید ان پر فرض ہے۔ ہمارے ملک کے جو صحافی بی بی سی
لندن یا دوسرے غیر ملکی نشریاتی اداروں میں چلے جاتے ہیں۔ وہ اپنی غیرجانبداری کا
ایسا بھونڈا اظہار کرتے رہتے ہیں جسے دیکھ کر شرم بھی آتی ہے اور گھن بھی۔ مگر
حقیقت کے آگے سوالیہ نشان لگانا اور اپنے دین اور ملک کے خلاف بولنا انکے ہاں
غیرجانبداری کا معیار بن چکا ہے جبکہ اس کے برعکس ہندوستان کے جو صحافی بی بی سی
وغیرہ میں بھرتی ہوتے ہیں وہ وہاں رہ کر بھی بھارتی رہتے ہیں اور اپنے مذہب اور

ملک کے ساتھ اعلانیہ طور پر جڑے رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب مُسلمان
مُسلمان نہیں رہتا تو وہ انسان بھی نہیں رہتا۔ اس کی واضح مثال کرگل کی لڑائی کے
دوران ہمارے ان صحافیوں کا کردار ہے جو مسلسل تبصرے اور تجزیے لکھتے رہے اور
چھاپتے رہے۔ جبکہ کرگل میں لڑنے والے مجاہدین گردنیں کٹوا رہے تھے اور اپنے
خون سے تاریخ کا ایک روشن باب رقم کر رہے تھے۔

⑥ مشرکین کے اقتدار کی خاطر اہل توحید کی قربانیاں :

کرگل کی لڑائی میں ہندوستان کی طرف سے لڑنے والے بعض مُسلمان فوجیوں
کے مارے جانے کی خبر ایک لمحہ فکریہ ہے۔ کیا اہل توحید مُسلمانوں کا خون مشرک کے
اقتدار کی حفاظت کیلئے بہنا کوئی معمولی واقعہ ہے؟ یہ ایک بہت دردناک پہلو ہے
جس پر ہندوستان کے مُسلمانوں کو خود غور کرنا ہوگا۔ اب تک ہندوستان کے مُسلمان
عمومی طور پر مسئلہ کشمیر کے بارے میں ہندوستان کے موقف کی تائید پر مجبور نظر
آتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں یہی ملکی وفاداری کا سب سے بڑا معیار ہے لیکن ہمارا
مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ انڈیا کے مُسلمانوں کو اس بارے میں اپنا موقف بدلنا چاہئے
اور سب مُسلمانوں کو ملکر کھلم کھلا اپنے نئے موقف کا اعلان کرنا چاہئے اور وہ موقف
یہ ہو کہ کشمیر کے انڈیا کے ساتھ ناجائز الحاق کی وجہ سے ہندوستان کے مُسلمانوں کو
طرح طرح کے مسائل کا سامنا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مختلف مصائب اور
پریشانیوں کا شکار ہیں' اس لئے مُسلمانان ہندوستان جو کہ ہندوستان کی آزادی کے
اصل ہیرو اور وہاں کے سابق حکمران اور بنیادی باشندے ہیں' یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر
پر ہندوستان کا قبضہ ختم ہو تاکہ ہندوستان کے مُسلمان عزت و سکون کے ساتھ زندگی
گذار سکیں۔ کیونکہ کشمیر میں یا کشمیر کی وجہ سے ہونے والی ہر لڑائی اور شورش کا
خمیازہ ہندوستان کے مُسلمانوں کو بھی بھگتنا پڑتا ہے اور انہیں اندرونی اور بیرونی طور پر
ستایا جاتا ہے اور ان کی وفاداری کشمیر کے معاملے پر گروی رکھ دی گئی ہے' اس لئے

ایک جمہوری ملک میں انہیں اس طرح کا سیاسی موقف اختیار کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان کے مُسلمان احساس کمتری اور آپس کے اختلافات چھوڑ کر یہ موقف اختیار کریں تو خود ہندوستان میں ان کی وقعت اور اہمیت بڑھ جائے گی اور کشمیر کا مسئلہ بھی جلد حل ہوجائے گا۔ ممکن ہے بعض لوگ ہماری اس تجویز کا یہ کہہ کر مذاق اُڑائیں کہ اس طرح تو ہندوستان کے مُسلمانوں کی ملکی وفاداری مشکوک ہوجائے گی اور ان کی حالت پہلے سے بھی بدتر ہوجائے گی، ہم اس اعتراض اور اس کے جواب کی تفصیلات میں پڑے بغیر یہ عرض کرتے ہیں کہ ہندوستان کے مُسلمانوں نے باون سال تک کشمیر کے معاملے میں انڈیا حکومت کی پالیسی کا ساتھ دیا ہے اور اس کے بدلے میں ملک میں جو اعتماد اور مقام ملا ہے وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ لیکن اگر مُسلمان اس بارے میں اپنا موقف بدل لیں تو ان شاء اللہ دو سال میں ہندوستان کے مُسلمانوں کو جو کچھ حاصل ہوگا وہی ہر طرح کے اعتراض کا جواب بن جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.

پاکستان کو ڈاڑھی مبارک

خبروں میں جب یہ سنا کہ جناب محمد رفیق تارڑ پاکستان کے صدر بن گئے ہیں اور ماشاء اللہ باریش آدمی ہیں، تو بہت خوشی ہوئی۔ عام طور پر بچے کے پیدا ہونے کے پندرہ سولہ سال کے بعد ڈاڑھی آجاتی ہے اور مردانگی کا یہ حسن اس بچے کے جوان ہونے کی خوشخبری دیتا ہے۔ بعض ٹھنڈے علاقوں میں ڈاڑھی کچھ دیر سے آتی ہے اور عمومی طور پر اٹھارہ بیس سال کی عمر تک کے نوجوانوں کو یہ نور نصیب ہوتا ہے۔ فطرت پسند نیک لوگ ڈاڑھی آنے کو عقل کی پختگی کی علامت سمجھتے ہیں اور اس نعمت کے ملنے پر خوشی محسوس کرتے ہیں، اسی طرح ماں باپ اپنے بیٹوں کے چہرے پر ڈاڑھی دیکھ کر اطمینان کا سانس لیتے ہیں کہ اب ان کے بچے ماشاء اللہ سمجھ دار اور جوان ہوچکے ہیں اور ان کی عقل پختہ ہوچکی ہے، لیکن اگر پندرہ بیس سال گذرنے پر بھی بچہ دماغی طور پر بالغ اور جسمانی طور پر مضبوط نہ ہو تو اس میں مردانگی اور عقل کی علامات ظاہر نہ ہوں تو ماں باپ اور اہل خاندان سخت پریشان ہوتے ہیں۔ دعائیں کرواتے ہیں، دوائیاں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کی منتیں مانتے ہیں اور وہ سب کچھ کرتے ہیں، جو وہ کرسکتے ہیں۔ ہمارا پیارا ملک پاکستان بھی پچاس برس کا ہوگیا، مگر ابھی تک بلوغ اور عقل کی کوئی نشانی اس پر ظاہر نہیں ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پچاس سال پورے ہونے کے بعد پاکستان بھی قدرے بالغ ہوا اور اسے (اس کے صدر کو) ڈاڑھی کا نور نصیب ہوا اور بالغ ہوتے ہی پاکستان نے ایٹی دھماکے کرکے اپنے بلوغ اور عقلمندی کا ثبوت دے دیا اور دنیا میں اپنا ایک مقام منوالیا۔ یہ تو صرف ایک ڈاڑھی کا کمال ہے۔ ذرا سوچئے! کہ اگر پورا ملک بالغ ہوجائے اور پاکستان کا ہر مرد مرد بن جائے، تو اس کی قوت اور طاقت کا کیا عالم ہوگا؟؟؟

امریکی سازش یا کچھ اور؟؟

طالبان جس دن کابل میں داخل ہوئے اور انہوں نے بعض شرعی احکامات کے نفاذ کا اعلان کیا اور عالمی ذرائع ابلاغ نے طالبان کے اعلانات کو غلط انداز سے پیش کیا تو اسی دن مجھے یہ اندازہ ہوگیا تھا کہ اب بہت سارے مُسلمان بھی بڑھ چڑھ کر طالبان کی مخالفت میں باجے بجائیں گے اور اُمت مسلمہ کی اس خوشی اور سنہری موقع کو خاک میں ملانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ اسی دن ایک مضمون "اس صدی کا اسلامی معجزہ" کے عنوان سے اور دوسرا مضمون "جراثیم کش دوائی" کے عنوان سے تحریر کیا۔ کل رات جب بی بی سی کی اردو خبریں سنیں تو معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی اور جمعیت علماء پاکستان نے طالبان کے اقدامات کی مخالفت کی ہے۔ خبر سن کر تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ یہ سرسری اور جذباتی قسم کی مخالفت ہے جو قابل اعتناء نہیں ہے، مگر آج صبح جب جماعت اسلامی کے ایک سرکردہ لیڈر جناب منور حسن کا اس موضوع پر انٹرویو سنا تو معلوم ہوا کہ بہت گہری بنیادیں کھود کر طالبان کی مخالفت کی جارہی ہے یا مخالفت تو سطحی ہے مگر اس کیلئے گہرے دلائل جمع کئے جارہے ہیں۔ منور حسن صاحب نے فرمایا کہ طالبان کا کابل پر کنٹرول سنبھال لینا امریکی سازش ہے۔ حالانکہ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو خود جماعت اسلامی کا طالبان کی مخالفت کرنا امریکی سازش ہوسکتی ہے۔ یقیناً آپ میری یہ بات پڑھ کر حیران ہوئے ہوں گے اور آپ اسے گالی کا جواب گالی سے دینے کا اندازہ سمجھیں گے۔ اسی لئے میں پہلے ہی اس کی وضاحت کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہے، جنہیں ہر جگہ امریکی سازش نظر آجاتی ہے کیونکہ امریکی سازش کا نعرہ ایک فیشن بن چکا ہے اور میں الحمدللہ! ابھی تک اس فیشن سے بچنے کی کوشش کررہا ہوں۔ ایک مرتبہ متحدہ عرب امارت میں جمعیۃ الاصلاح نے مجھے ایک ایسی کانفرنس میں مدعو کیا، جس میں صرف مجھے ہی بات کرنا تھی اور مجھے موضوع دیا گیا "الجهاد والمؤامرات

العالمية" یعنی جہاد کے خلاف عالمی سازشیں۔

سامعین کا خیال یہی تھا کہ میں آتے ہی امریکا پر چڑھائی کردوں گا اور ساری ذمہ داری امریکا کے سر ڈال کر اور امریکا کی قدر و قیمت بڑھا کر اسٹیج سے اتر جاؤں گا مگر میں نے جہاد کے خلاف سب سے بڑی سازش خود مُسلمانوں کے داخلی رویئے کو قرار دیا اور لوگوں کو امریکا کی سیر کرانے کی بجائے اپنے اپنے گریبانوں میں جھانکنے کی دعوت دی۔ دراصل ہم لوگ مفت میں امریکا کو نمبر دینے لگ جاتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ جماعت اسلامی کو امریکا کے ڈالر ملتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ تبلیغی جماعت امریکی امداد کے بل بوتے پر چل رہی ہے، کسی کو دیوبندیوں کے پیچھے امریکا نظر آتا ہے، تو کسی کو بریلویوں کے پیچھے۔ گویا کہ امریکا نہ ہوا خدانخواستہ کوئی ناقابل تسخیر چیز ہوئی۔ اور تو اور امریکا کو بھی اس بات کو خوب علم ہوچکا ہے کہ اس کے بارے میں مُسلمانوں کے کیا تاثرات ہیں، اس لئے اب اسے زیادہ سازش کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی، وہ چھوٹی سی شرارت کرتا ہے اور مُسلمانوں کو لڑادیتا ہے۔ اس بات میں شک نہیں ہے کہ امریکا اس وقت اسلام دشمنی میں سب سے بڑھ چکا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ اسلام دشمن طاقتوں کی قیادت کررہا ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا، لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم خود ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ جائیں اور اپنی غلطیوں کو بھی امریکی سازش قرار دیں اور اپنے لوگوں کو بھی زبردستی امریکا کی گود میں ڈال کر اس کی طاقت بڑھائیں۔ ہمیں امریکا سے دشمنی رکھنی ہوگی مگر کچھ عقل و انصاف کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اور امریکا کی دشمنی ہی ہماری نزدیک حقانیت کی دلیل نہیں بن جانی چاہئے۔ میں نے بعض اچھے اچھے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایران کے ظالم خونی اور ملحدانہ انقلاب کو بھی صرف اس لئے پسند کرتے ہیں کہ اس انقلاب کے دعوے دار امریکا کے مخالف ہیں۔ حالانکہ امریکا کی مخالفت ایک الگ معاملہ ہے اور کسی انقلاب کا اسلامی یا غیراسلامی ہونا ایک الگ معاملہ ہے۔ اگر صرف امریکا کی مخالفت کرنے سے ہی کوئی انسان بڑا مُسلمان بن جاتا ہے تو کیوبا کے

صدر کے بارے کیا خیال ہے؟ چین کے کمیونسٹوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟ دنیا آج دو بلاکوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک امریکا اور اس کے حامیوں کا بلاک ہے اور دوسرا اس کے مخالفوں کا۔ مُسلمانوں کا جھکاؤ یقیناً اس طرف ہوتا ہے‘ جس طرف امریکی مخالفت نظر آتی ہے لیکن انہیں اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ امریکی مخالفت کا نعرہ لگانے والے بہت سارے ممالک مُسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم صرف امریکی مخالفت کی کوشش میں آکر ان ممالک کی اسلام دشمنی کو نہ بھول جائیں اور انہیں کم خطرہ نہ سمجھیں۔

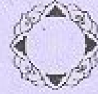
مختصر بات یہ کہ اب امریکا کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوچکا ہے کہ وہ اپنا نام استعمال کرکے کسی کو بھی بدنام کرسکتا ہے۔ چنانچہ وہ ایسا کرتا ہے اور اسے یہ بات بھی معلوم ہے کہ اس کی مخالفت کرنے والے مُسلمانوں کے ہیرو بن جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے بعض پسندیدہ افراد کو اپنی مخالفت کے ٹکٹ دے کر مُسلمانوں کو ہیرو بنا چکا ہے اور یہ افراد اسلام کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کررہے ہیں۔ اب آیئے! طالبان کے معاملے کی طرف۔

طالبان نے ہمیشہ امریکا اور اس کے جملہ حواریوں کی شدید مخالفت کی ہے اور طالبان کا ہر قدم امریکا کیلئے موت کا پیغام بن رہا ہے‘ ایسے وقت میں امریکا نے آخری پتہ کھیلا اور اس نے طالبان کی حکومت کو تسلیم کرنے کی بات کی۔ امریکا کے اقدام کا مقصد صرف اور صرف طالبان کو رسوا کرنا اور انہیں اُمّت مسلمہ میں مشکوک بنانا ہے۔ چنانچہ اسی شک کا اظہار منور حسن صاحب نے کردیا ہے اور بھی بہت سارے انقلابی اس شک کا اظہار کریں گے۔ لیکن حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے جماعت اسلامی اور منور حسن صاحب کو صرف یہی دکھ ہے کہ ان کے ہیرو حکمتیار صاحب کیوں اقتدار سے الگ کردیئے گئے۔ وہی حکمتیار صاحب جنہوں نے مجاہدین کی حکومت بننے کے بعد سب سے پہلے کابل پر حملہ کیا۔ وہی حکمتیار صاحب جنہوں نے رشید دوستم کی مخالفت میں مرتے دم تک جہاد کا اعلان کیا اور پھر رشید دوستم کو گلے

لگالیا۔ وہی حکمتیار صاحب جو ربانی اور مسعود کی حکومت کو غیرشرعی‘ غیراسلامی اور کافروں کی ایجنٹ حکومت کہتے تھے‘ مگر پھر خود اس حکومت میں شامل ہوگئے۔ وہی حکمتیار صاحب جن کی حکومت کے دوران افغانستان کے معاملات انڈیا میں طے ہورہے تھے۔ کیا یہ سب کچھ اسلام کے عین مطابق تھا؟ کیا یہ افغان جہاد کے مقاصد تھے؟ کیا انڈیا اور روس جیسے اسلام دشمن اور افغانوں کے قاتلوں کو گلے لگانا درست تھا؟ کیا پاکستان جیسے محسن ملک کو انڈیا کے اشاروں پر بدنام کرنا افغان جہاد کا حاصل تھا؟ یہ سب کچھ ہوتا رہا‘ مگر اس وقت کوئی نہیں بولا۔ آج جب کچھ مخلص مجاہدین طالبان کے روپ میں کابل تک جا پہنچے ہیں تو سب کو امریکا نظر آنے لگا۔ آخر امریکا کو طالبان کی حمایت کرنے سے کیا ملے گا؟ کیا اس سوال پر کسی نے غور کیا ہے؟ دراصل ہم لوگ اپنے تنظیمی‘ مسلکی اور جماعتی خول سے باہر نکلنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم حد سے زیادہ شخصیت پرست بن چکے ہیں۔ اسی لئے آج جبکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم آگے بڑھ کر طالبان کے ہاتھ مضبوط کریں اور انہیں تنہا نہ چھوڑیں کیونکہ پوری دنیا کا کفر کی مخالفت کیلئے اکٹھا ہورہا ہے۔ روس کا صدر بورس یلسن بستر مرگ پر پڑا ہے‘ مگر طالبان کا مقابلہ کرنے کو وہ اپنے علاج سے زیادہ مقدم سمجھ رہا ہے اور طالبان کے خلاف فوجی امداد کی دھمکی دے رہا ہے۔ یورپی ممالک الگ پریشان ہیں۔ بھارت اور ایران کی بے چینی دیکھنے کے لائق ہے۔ مگر ہم طالبان کی مدد کرنے اور ان کا ساتھ دینے کی بجائے ان کے دشمنوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔

اگر صرف اس لئے کہ امریکا نے ان کیلئے نرمی کی ہے تو ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ افغان جہاد کے دوران امریکا کی ہمدردی مجاہدین کے ساتھ تھی۔ جبکہ کمیونسٹ امریکا کے سخت مخالف تھے‘ اگر امریکی مخالفت ہی کسی کے حق پر ہونے کی آخر نشانی ہے تو پھر اس وقت جماعت اسلامی کو نجیب کا ساتھ دینا چاہئے تھا مجاہدین کا نہیں۔ مگر اس وقت امریکی حمایت کو اس کی مجبوری سمجھا گیا تو آج بھی اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ امریکا طالبان کو بدنام کرنے کیلئے نرمی کررہا ہے تو ہم امریکی سازش سے بچ جائیں گے اور

ہمیں ایک خالص اسلامی ملک نصیب ہوجائے گا' لیکن آج اگر کسی نے طالبان کو بھی امریکی سازش کہا تو مُسلمان سمجھ جائیں گے کہ بات کچھ اور ہے؟......



مُسلمانو! امیرالمؤمنین کے ہاتھ میں ہاتھ دو

"ضرورت پڑی تو ہم اُسامہ بن لادن کی حفاظت اپنے خون سے کریں گے۔"

حضرت امیرالمؤمنین کا یہ بیان رات بی بی سی لندن نے نشر کیا۔ دورِ حاضر میں سوائے حضرت امیرالمؤمنین کے اور کسی مُسلمان حکمران سے اس طرح کے ایمان افروز بیان کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ یہ بیان سنتے ہی کئی دلوں سے بے ساختہ نکلا: شکریہ امیرالمؤمنین! بے حد شکریہ امیر محترم!! آپ نے اسلام کی عزت و عظمت کا ڈنکا بجادیا۔ حقیقت پر مبنی اس حیرت انگیز بیان نے تاریخ کا رخ بدل دیا ہے اور ان شاء اللہ یہی بیان دنیا کے نقشے اور اس کے موجودہ نظام کی تبدیلی کیلئے بنیاد بنے گا۔

آج جبکہ اقوام متحدہ کے قوانین کے تحت مُسلمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے کھایا جارہا ہے' آج دنیا میں گھوڑوں اور کتوں کے حقوق کی بات کی جاتی ہے مگر مُسلمانوں کے حقوق کیلئے بات کرنا تک جرم قرار دے دیا گیا ہے' ایسے وقت میں حضرت امیرالمؤمنین نے علاقائیت اور وطنیت کے ناپاک بتوں کو توڑ کر اسلام دشمن طاقتوں کی صدیوں سالہ مضبوط سازش کا قلع قمع فرمادیا اور ببانگ دہل یہ اعلان فرمادیا کہ بے شک سارے مُسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اور ہم اپنے جسم کے ہر ٹکڑے کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ کل تک ہمارے نام نہاد مُسلمان حکمران اُمت مسلمہ کے نوجوانوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ پکڑ کر اسلام دشمنوں کے حوالے کررہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا عملی طور پر مذاق اُڑا رہے تھے:

"المسلم اخو المسلم لایظلمه ولا یسلمه." (ترمذی) "مُسلمان مُسلمان کا بھائی ہے نہ اُس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اُسے دوسروں کے سپرد کرتا ہے۔"

ایسے دردناک حالات میں جبکہ اسلامی اخوت نام کی کوئی چیز دنیا میں بطور مثال بھی موجود نہیں تھی' حضرت امیرالمؤمنین کو اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی اور اُنہوں نے کافروں کے منہ میں لوہے کی لگام دیتے ہوئے اُسامہ بن لادن کو اپنا بھائی قرار دیا اور

اِس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرما کر یہ اعلان فرمادیا کہ اگر امریکا اور یورپ والے
"سلمان رشدی" اور "تسلیمہ نسرین" کو کفریہ تعلق کی بنا پر حفاظت فراہم کر سکتے
ہیں تو ہم بھی اسلامی رشتے کا پاس کرتے ہوئے اُسامہ بن لادن کو امان دے سکتے
ہیں۔ اے کافرو ! ! کل تک تم ہمارے جگر کے ٹکڑوں کو ہماری سرزمینوں سے اُٹھا
کر لے جاتے تھے اور پھر ہماری ماؤں کو بھی گالیاں دیتے تھے مگر آج تم اُسامہ کی
طرف ٹیڑھی نگاہ سے بھی نہیں دیکھ سکتے دس لاکھ سے زائد مسلح مُسلمان جوانیاں
اپنے اِس غریب الوطن بھائی کی حفاظت کیلئے دن رات تیار ہیں۔

میں قربان جاؤں امیرالمؤمنین کی جرأت' شجاعت اور اسلامی غیرت پر کہ آج
جبکہ کئی مُسلمان ملکوں کے حکمران اپنے مجاہد شہریوں کو اپنا شہری ماننے کیلئے تیار نہیں
ہیں مگر امیرالمؤمنین نے ایک دوسرے ملک کے مُسلمان شہری کو اپنے ہاں عزت سے
ٹھہرایا اور اس مہاجر فی سبیل اللہ کی نصرت کرتے ہوئے نہ امریکا کی پروا کی' نہ
اقوام متحدہ کی۔ کافروں نے حسب معمول جب کروڑوں ڈالر اور طالبان کی حکومت
تسلیم کرنے تک کی رشوت پیش کی تو امیرالمؤمنین نے اُسے پائے حقارت سے
ٹھکرادیا۔ امیرالمؤمنین جانتے ہیں کہ ایک مُسلمان کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے ہاں
کعبہ سے بڑھ کر ہے تو جس طرح کعبۃ اللہ کو نہیں بیچا جاسکتا اسی طرح ایک مُسلمان
کا سودا بھی نہیں کیا جاسکتا' خود کو سپرپاور سمجھنے والا امریکا ایک ہاتھ میں کروڑوں ڈالر
اور دوسرے ہاتھ میں طالبان کی حکومت تسلیم کرنے کا پروانہ لے کر طالبان سے
اُسامہ بن لادن کی بھیک مانگ رہا ہے کیونکہ اُس کا رعب و دبدبہ خطرے میں پڑچکا
ہے' وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اُسامہ بن لادن کو نہ پکڑ سکا تو دنیا اُسکی کمزوری سے واقف
ہوجائے گی اور دنیا پر اُسکا رعب اور بد معاشی ختم ہوجائے گی' اسی لئے وہ بڑھ چڑھ کر
اُسامہ کی قیمت لگارہا ہے مگر اب اُسکے سامنے گورے ہاتھوں سے شراب کے ایک
گھونٹ پر بکنے والے عرب حکمران نہیں ہیں' اُسکی ٹکر ایک ایسے غیور مؤمن سے
ہے جو ماضی کے کسی عظیم قافلے کا بھٹکا ہوا مسافر لگتا ہے۔ آج امریکا کا سامنا ایسے شیر

دل مجاہد سے ہے جو اللہ کے سوا نہ کسی سے ڈرتا ہے' نہ کسی کے آگے جھکتا ہے۔
اُسے نہ یورپ میں جائیداد بنانے سے غرض ہے اور نہ اُسے اپنی آیندہ نسلوں کیلئے
مال جمع کرنے کی فکر ہے۔ وہ عشق الٰہی کے ایسے جام پی چکا ہے کہ دنیا کا حسن اور
اُسکی آرائش اس کے نزدیک گندگی کے ڈھیر سے زیادہ قابل نفرت ہے۔ وہ کھانا
ضرور ہے مگر کھانے پینے کی خاطر ایمان نہیں بیچتا وہ رہتا ضرور ہے مگر اُسے رہائش
کیلئے کسی ایسے محل کی ضرورت نہیں جو اسلامی غیرت کے قبرستان پر تعمیر کرایا گیا
ہو۔ اُسے عزت کی بھی ضرورت ہے مگر وہ جانتا ہے کہ سب سے بڑی عزت اللہ
تعالیٰ کے احکامات مان کر اُسکی غلامی کرنے میں ہے اور یہ عزت الحمدللہ اُسے نصیب
ہے۔

اب امریکا ایسے شخص تک کس طرح سے پہنچے ؟ وہ امریکا جس نے عربوں کو
شکست دی' ملا عمر کے سامنے پیشاب بھری بوتل کی طرح رسوا ہو رہا ہے' امریکی مال
جس کے لالچ میں کتوں کی طرح زبانیں باہر آجاتی ہیں' سوکھی روٹی کھانے والے اس
عظیم انسان کے سامنے ذلیل و رسوا ہو رہا ہے۔ امریکی خوشنودی جس کی خاطر اللہ
تعالیٰ کی خوشنودی کو بھلا دیا جاتا ہے' ملا عمر کی ٹھوکر کے نیچے ہے۔ امریکی طاقت جس
کے خوف سے پتے پانی ہوجاتے ہیں' ملا عمر جیسے جرنیل کے سامنے بونی نظر آرہی
ہے۔ وہ امریکی دانشور جنہوں نے عامل کانسی کی گرفتاری کے بعد یہاں تک کہہ دیا تھا
کہ یہ لوگ اپنی مائیں تک کو چند روپوں میں فروخت کردیتے ہیں' اب خود اپنی ماؤں
کو بیچ کر اُسامہ بن لادن کو پکڑنے کیلئے تیار ہیں مگر ملا عمر جیسے خدا مست فقیروں کی
نظر میں پورا امریکا ملکر بھی اسلامی اخوت کی قیمت نہیں بن سکتا۔

اے مُسلمانو ! اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے ہمیں حضرت امیرالمؤمنین جیسا
بہادر اور غیرت مند امیر عطا فرمایا ہے۔ اب ان شاء اللہ دنیا کو ہماری عزت و عظمت
کا لوہا ماننا پڑے گا۔ اے مُسلمانو ! حضرت امیرالمؤمنین کا شکریہ ادا کرو جنہوں نے
اسلام کی لاج رکھ لی اور مُسلمانوں کی عزت بچالی اور امریکا کے غرور کو خاک میں

ملادیا۔

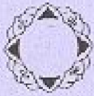
مبارک ہو امیرالمؤمنین ! ! آپ نے پہلے سوویت یونین کے غرور کو توڑا چنانچہ وہ نیست و نابود ہوا اور اب آپ نے دو ایمانی جملے بول کر امریکا کو بھی اُسکا انجام دکھادیا۔ حقیقت میں امریکا اپنی طاقت سے نہیں بلکہ اپنے رعب و دبدبے سے دنیا پر حکومت کررہا ہے' جس دن اُسکا رعب و دبدبہ ٹوٹ گیا۔ اُس دن امریکا کی طاقت خود امریکا کو کھاجائے گی۔

امیرالمؤمنین آپ نے ایک عظیم مجاہد اور سرزمین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عربی شہزادے کی حفاظت کا عزم فرماکر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد تازہ فرمادی جنہیں مکّہ مکرمہ میں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرفتار ہونے کی خبر ملی تو تلوار لے کر تمام اہل مکہ سے ٹکرانے نکل کھڑے ہوئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دریافت فرمایا : زبیر تلوار لے کر کہاں نکلے ہو؟ فرمایا : میں نے آپ کی گرفتاری یا شہادت کی خبر سنی تو تلوار لیکر نکلا کہ آج اہل مکّہ میں سے ایک شخص کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ جذبات سنکر آسمانوں سے جبرئیل امین تشریف لائے اور فرمایا : یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! ! "اللہ نے فرمایا ہے کہ زبیر کو میرا سلام کہیں اور انہیں خوشخبری سنادیں کہ جو شخص قیامت تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلوار اُٹھائے گا اس کے اجر میں حضرت زبیر شریک ہوں گے۔" امیرالمؤمنین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے اور غیرت مند اُمتی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پڑوسی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ایک محافظ کی حفاظت کا بیڑہ اُٹھایا ہے یقیناً آپ کیلئے بھی آسمانوں پر سلام ہوں گے اور آپ کی اس غیرت پر فخر کیا جارہا ہوگا۔

اے مُسلمانو ! حضرت امیرالمؤمنین نے قوم و وطن کے بتوں کو توڑ کر تمہاری عظمت رفتہ کی بحالی کا نقارہ آغاز بجادیا ہے' جوق در جوق آگے بڑھو اور حضرت

امیرالمؤمنین کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر خود کو اُن کے جانبازوں میں شامل کرو۔ امریکا حضرت امیرالمؤمنین کا غیرت مندانہ دوٹوک موقف سنکر سخت جھنجلایا ہوا ہے' اُس کے فوجی ماہرین ہر طرف سے افغانستان کی نگرانی کررہے ہیں' یاد رکھو ! حضرت امیرالمؤمنین ہم مُسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں اور موجودہ حالات میں اُسامہ بن لادن اسلامی لشکر کا جھنڈا ہیں۔ اے مُسلمانو ! اگر یہ جھنڈا گرگیا تو ہماری صفیں الٹ جائیں گی۔ اے ایمان والو ! تمہارے بڑوں نے امریکا کے آباؤاجداد کو خاک چٹائی ہے' امریکا بھی ناقابل تسخیر طاقت نہیں ہے ناقابل تسخیر تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو تمہارے ساتھ ہے۔ یاد رکھو غلبہ تمہارا ہی ہوگا اگر تم نے ایمان کا ثبوت دیا' بچے بچے کو سکھادو کہ امیرالمؤمنین اللہ تعالیٰ کا سایہ ہیں اور اُسامہ بن لادنؒ اسلامی لشکر کا علم (جھنڈا)۔ خود کو آج اتنا منظم اور مضبوط کرلو کہ پوری دنیا مل کر بھی تم سے اللہ تعالیٰ کے سائے کو نہ چھین سکے اور نہ ہمارے عظمت کے نشان جھنڈے کو سرنگوں کرسکے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أصحابه أجمعین.



حضرت امیرالمؤمنین کی امارتِ شرعیہ اور مجاہد تنظیموں کی ذمہ داری

ہم سب انسانوں کے والد .... حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام .... کی تخلیق کا واقعہ .... آپ نے بار بار سنا ہوگا .... خود قرآن مجید میں .... اس واقعے کو .... اللہ تعالیٰ نے .... مختلف انداز میں .... بار بار .... بیان فرمایا .... تاکہ انسان اس واقعے پر غور کرے .... اور وہ سب کچھ سمجھے .... جو اسے سمجھنا چاہئے .... آیئے آج اس واقعے کے .... ایک اہم اور منفرد .... پہلو پر نظر ڈالتے ہیں .... ممکن ہے ہمیں .... اس غور کے نتیجے میں .... اپنے بہت سارے مسائل کا حل مل جائے .... وہ مسائل جنہوں نے ہمیں .... کشمیر سے الجزائر تک .... افغانستان سے فلسطین تک .... اور قفقاز سے شام تک .... گھیر رکھا ہے .... آیئے قرآن مجید کے آئینے میں .... ماضی کی طرف دیکھتے ہیں ....

ابلیس نامی ایک جن .... اپنی اطاعت .... اور عبادت گزاری کی بدولت .... فرشتوں کے ساتھ .... آسمانوں پر آباد ہے .... دن رات سجدے کرتا ہے .... اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتا ہے .... اس کی عبادت و اطاعت .... صدیوں پر محیط ہے .... اسی اثنا میں .... اللہ تعالیٰ زمین پر .... اپنا خلیفہ بنانے اور بھیجنے کا اعلان فرماتے ہیں .... اور آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمادیتے ہیں .... فرشتے .... آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود .... خوئے خونریزی پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں .... اللہ تعالیٰ .... انہیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم .... دکھاتے ہیں .... اس پر فرشتے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ .... اس کی خونریزی علم کے تابع رہے گی .... تب صرف یہ اس خون کو بہائے گا .... جسے بہانا چاہئے .... اس

کے بعد .... قرآن مجید ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہے .... اس واقعے نے ابلیس کی اطاعت گزاری کا پول بھی کھول دیا .... اور قیامت تک آنے والے .... ابلیسوں اور شیطانوں .... کی نشانی بھی بتادی ....

واقعہ یہ ہوا کہ .... اللہ تعالیٰ نے تمام فرشتوں کو .... اور فرشتوں کے ساتھ ابلیس کو بھی .... حکم دیا کہ .... آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کرو .... یہ ایک امتحان تھا .... جی ہاں اطاعت گزاری کا امتحان .... کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرنا .... اور جھکنا آسان ہے .... وہاں تو سبھی جھکتے ہیں .... سب کو کسی نہ کسی طرح جھکنا پڑتا ہے .... مگر جب اللہ تعالیٰ .... کسی ایسے کے سامنے جھکنے کا حکم دے .... جو بظاہر اپنے سے ادنیٰ .... اور کم درجے کا نظر آتا ہو .... تب .... اصلیت سامنے آتی ہے .... تب اطاعت کی حقیقت کھلتی ہے .... فرشتوں نے جب حکم سنا ...... وہ سجدے میں گرگئے .... جبرائیل علیہ السلام جیسے عظیم الشان فرشتے نے بھی .... چوں چراں نہ کی .... وہ جانتے تھے کہ اللہ کے سامنے ہم جھکتے رہتے ہیں .... آج خود اللہ تعالیٰ نے کہیں اور جھکنے کا حکم دیا ہے .... تو ہمیں .... حکم دینے والے کو دیکھنا ہے .... یہ جھکنا اگرچہ آدم علیہ السلام کے سامنے ہے .... مگر حقیقت میں .... یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا ہے .... کیونکہ جھکنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے .... فرشتے امتحان میں کامیاب ہوگئے .... سرفراز ہوگئے ......انہیں .... قرب خداوندی بھی ملا .... اور آسمانی کتابوں میں .... ان کی اطاعت اور امانت کے تذکرے بھی نازل ہوئے .... مگر شیطان یعنی ابلیس .... کا پول کھل گیا .... کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت .... اطاعت کے جذبے سے نہیں کررہا تھا .... بلکہ محض بڑائی حاصل کرنے کیلئے .... سجدے کرتا تھا .... چنانچہ .... اس نے اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نہ مانا .... جس میں بظاہر اس کی ناک کٹ رہی تھی .... جس میں اس کے تکبّر کا محل .... ٹوٹ رہا تھا .... جس میں اس کے غرور کا جنازہ نکل رہا تھا .... اس

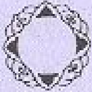
نے اللہ تعالیٰ کو سجدے کر کے فرشتوں کے درمیان .... جو مقام پالیا تھا......... آدم
علیہ السلام کو سجدہ کرنا .... اسے اس مقام کے خلاف نظر آرہا تھا......... چنانچہ اس
نے نعرہ لگایا کہ .... یہ کیا ظلم ہے؟ .... میں افضل ہوں .... آگ سے بنا
ہوں .... یہ ادنیٰ ہے خاک سے بنا ہے .... میں اسے کیسے سجدہ کروں ....؟
کیوں سجدہ کروں ....؟ اس بدبخت نے یہ نہ سوچا کہ .... میں اللہ کا بندہ ہوں
مجھے اللہ تعالیٰ کے حکم کو دیکھنا چاہئے .... مگر اس نے .... اپنی ناک کو
دیکھا .... غرور نے .... اسے تباہ کردیا......... وہ شرارتی ضرور تھا......... مگر عقلمند
ثابت نہ ہوا .... بے شک .... شرارتی کبھی بھی .... عقل مند نہیں ہوسکتا
شرارتی .... صرف .... شرارت کر کے .... دوسروں کا نقصان کرتا ہے
.... لیکن اس میں اتنی عقل نہیں ہوتی .... کہ اپنے لئے کوئی بھلائی حاصل
کر سکے .... شیطان نے اپنا نقصان کیا......... اور اب تک .... انسانیت کا نقصان
کرتا پھر رہا ہے .... بظاہر اس کی بات سچی تھی .... وہ آگ سے بنا تھا وہ آدم علیہ
السلام سے بہت پرانا .... اللہ کا بندہ تھا......... اس نے بہت عبادت گزاری کی تھی
.... اس کا فرشتوں میں بڑا مقام تھا .... مگر ظاہر ہے .... نظر آنے والا سچ
.... حقیقت میں .... محض دھوکہ تھا .... جو خود .... شیطان نے کھایا.........
اگر وہ واقعی اللہ کی آگ سے بنا تھا .... وہ اگر واقعی پرانا عابد تھا..... وہ اگر واقعی
بڑے مقام والا تھا .... تو اسے سب سے پہلے .... تمام فرشتوں سے پہلے ....
اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا چاہئے تھا......... اور بظاہر اپنے سے ادنیٰ کے سامنے .... جھک
جانا چاہئے تھا......... اسی میں اس کی عظمت تھی .... مگر وہ بد قسمت تھا......... اس
عظمت کو نہ پاسکا .... اور ذلت کو اس نے گلے کا ہار بنالیا......... خلاصہ یہ کہ ....
یہ واقعہ ایک طرف .... تو فرشتوں .... اور ابلیس کا امتحان تھا .... فرشتے
کامیاب رہے .... ابلیس ناکام ہوا ....
دوسری طرف یہ واقعہ .... آدم علیہ السلام .... اور ان کے واسطے سے

پوری اولاد آدم کو .... ایک سبق تھا .... انہیں اطاعت الٰہی کا .... طریقہ
سکھایا جارہا تھا......... انہیں عزت و عظمت .... کا راستہ .... اور ذلت کی کھائیاں
دکھائی .... جارہی تھیں .... تاکہ راستے پر چلیں .... اور کھائیوں سے بچیں
.... انہیں یہ سبق دیا جارہا تھا کہ .... اطاعت الٰہی کا معنی صرف یہ نہیں ہے کہ
.... اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدے کئے جائیں .... بلکہ اطاعت کا معنی یہ ہے کہ
.... اللہ تعالیٰ کا حکم مانا جائے .... اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ کسی اور کی ....
اطاعت کا حکم دے تو شیطان کی طرح .... اونچ نیچ .... اور نیا پرانا .... کے
چکروں میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ .... ہر اس شخص کی اطاعت کرنی چاہئے .... جس
کی اطاعت کا حکم .... اللہ تعالیٰ نے دیا ہو .... اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کو
اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی .... اطاعت کا حکم دیا .... اور اپنے
اولوالامر کی .... اطاعت کا حکم دیا .... (سورہ النساء ۵۹) اولوالامر میں .... بہت
سارے لوگ آتے ہیں .... خصوصاً .... شرعی امیر .... اور مجتہدین کرام ....
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے .... امیر کی اطاعت کو .... لازمی قرار دیا
.... اور اسے اپنی اطاعت کی طرح قرار دیا .... خواہ وہ امیر .... ایسا حبشی
غلام .... کیوں نہ ہو .... جس کے اعضا کٹے ہوئے ہوں .... (ترمذی :
ص ۳۰۰ ج ۱) اس موضوع پر .... احادیث .... کی اچھی خاصی مقدار ہے ۔
مگر .... بہت تھوڑے .... خوش قسمت لوگ .... فرشتوں کی طرح اس کے
سامنے .... جھکتے ہیں .... اور حقیقت میں عظمت پاتے ہیں .... مگر اکثر لوگ
.... شیطان کی طرح کا "سچ" ہی بولتے رہتے ہیں .... کہ ہم زیادہ اہل ہیں
.... ہم پرانے ہیں .... ہم اونچے مقام والے ہیں .... شیطان نے خاکی
اور ناری .... کا مسئلہ اٹھایا .... یہ شمالی .... قندھاری کا .... اٹھاتے ہیں
.... مصر کے مجاہدین میں .... امارت کا جھگڑا .... الجزائر کے مجاہدین میں ......!
امارت ہی مسئلہ .... کشمیر میں .... یہی جھگڑا .... ہر طرف .... کوئی شخص

.... امیر بنایا جاتا ہے .... اور کچھ دن بعد .... کوئی دوسرا .... شخص .... "
أ نا خیر منه" (میں اس سے بہتر ہوں) .... کا نعرہ لگا کر .... آتا ہے اور نظام
درہم برہم ہو جاتا ہے .... بڑے بڑے غازی .... سجدہ گزار .... نیک و صالح
لوگ .... اللہ تعالیٰ کے سامنے .... سجدے کرتے .... نہیں تھکتے .... مگر
.... امیر کی اطاعت .... ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتی .... اور نعرہ
.... سب کا ایک ہے .... "أ نا خیر منه" .... کسی کو .... اپنی تنظیم کا ناز
ہے .... کسی کو .... اپنے گرد جمع لوگوں پر فخر ہے .... کسی کو اپنے مقام کا
دھوکہ ہے .... کسی کو اپنے علم و تقویٰ .... کا غرّہ ہے .... کسی کو اپنے پرانے
مجاہد .... ہونے کا .... دعویٰ ہے .... الغرض .... ہر طرف .... ابلیس کے
خوفناک دھوکے .... کے جال .... پھیلے ہوئے .... نظر آ رہے ہیں .... اور
ان جالوں میں .... بڑے بڑے لوگ .... پھنس کر .... چھوٹے ہو چکے ہیں
.... بونے ہو چکے ہیں .... یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ .... اس نے ....
اُمت مظلومہ کو .... طالوت عصر .... امیر المؤمنین حضرت ملا محمد عمر .... مجاہد
.... جیسا .... مخلص .... متوکل علی اللہ .... صاحب فراست .... صاحب
شجاعت .... امیر عطا فرمادیا ہے .... شرعی نکتہ نظر سے .... ان کی امارت
.... قائم ہو چکی ہے .... خوش قسمت لوگ .... جوق در جوق .... اللہ تعالیٰ
کے حکم .... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو .... سر آنکھوں پر
.... رکھے ہوئے .... اس متوضع امیر .... کی اطاعت میں جمع ہو رہے ہیں مگر
کچھ لوگ .... انا خیر منه کا نعرہ لگا کر .... دشمنی .... مخالفت .... اور بے
زاری پر اتر آئے ہیں .... یہی لوگ .... کل تک .... خود اطاعت امیر کا
.... درس دیتے تھے .... مگر صرف اس لئے تاکہ خود ان کی اطاعت کی جائے
.... مگر اب وہ انا خیر منه .... کا شیطانی نعرہ لگا کر .... شرعی امیر کی
نافرمانی .... اور مخالفت کا وبال .... اٹھا رہے ہیں .... بلکہ .... بعض ....

بد قسمت تو .... شیطان کی طرح .... دشمنی کی قسم کھا کر .... میدانوں میں
.... اس نور خداوندی کو بجھانے کی کوشش کر رہے ہیں .... جبکہ کچھ دوسرے
لوگ .... مختلف طرح کے .... تحفظات کا شکار ہیں .... کسی کو اپنے علم کا زعم
ہے .... اور کسی کو .... اپنی چھوٹی بکان ختم ہونے کی فکر .... اللہ گواہ ہے
.... یہ سب دھوکے ہیں .... اور ذلت کی کھائیاں ہیں .... ہاں اگر .... کسی
کے پاس .... "أ نا خیر منه" کے .... بظاہر سچے .... اور حقیقت میں شیطانی
نعرے کے علاوہ .... کوئی شرعی دلیل ہے تو .... پیش کرے .... "ھاتوا
برھانکم إن کنتم صٰدقین"

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أصحابه
أجمعین.



طالبان بمقابلہ عالمی کفر
تیسری جنگ عظیم کا آغاز

درد دل :

کئی دنوں سے جیل کے تنگ و تاریک ماحول میں ایک خیال درد بن کر میرے دل میں اُٹھتا ہے اور مجھے محرومی و بے بسی کے تلخ احساس میں مبتلا کردیتا ہے۔ کبھی کبھار تو یہ درد تھوڑی دیر تڑپاتا ہے اور بعض اوقات اس درد کی شدت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ میری حالت پاگلوں جیسی ہوجاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ دھاڑیں مار مار کے روؤں۔ آج یکم رجب ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار جیل میں ہفتہ وار چھٹی ہے۔ چھٹی کے دن ہمارے لئے خوشی کی بات یہ ہوتی ہے کہ اس دن جیل حکام ہمارے وارڈ میں نہیں آتے اور ہم ان کی منحوس صحبت اور فضول باتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ آج جیل حکام کی تو چھٹی ہے‘ مگر اس درد نے آج بھی چھٹی نہیں کی۔ یہ صبح ہی سے مجھ پر مسلط ہوگیا۔ فجر کے بعد گیارہ بجے تک حسب معمول تعلیم و تعلّم میں مشغولیت کی وجہ سے یہ درد دبا رہا‘ مگر گیارہ بجے کے قریب میں نے ضربِ مؤمن کے ایک پرچے کا مطالعہ شروع کیا۔ یہ مطالعہ میرے درد پر پٹرول بن کر گرا اور اس میں شعلے بھڑکنے لگے۔

ظہر کی نماز کے بعد میں اللہ تعالیٰ سے اس درد کی دوا مانگتا رہا اور اب ظہر کی نماز کے بعد قلم ہاتھ میں اُٹھا کر یہ الفاظ لکھنے کی کوشش کررہا ہوں‘ کیونکہ آج درد کی شدت کے دوران میں نے اس درد کو بانٹنے کا فیصلہ کیا ہے اور فی الحال مجھے اپنا درد کم کرنے کی اس کے علاوہ اور کوئی تدبیر نظر نہیں آرہی۔ اللہ کرے میرے اس درد کو زبان عطا ہو اور وہ آپ کو خود اپنی حقیقت سمجھا سکے۔ کیونکہ یہ درد اگرچہ میرے لئے سوہان روح بنا ہوا ہے کیونکہ مجھے درد کی دوا میسر نہیں ہے‘ لیکن اگر اسی درد کا

کچھ حصہ آپ کو نصیب ہوا تو یہ آپ کیلئے اور پوری اُمت کیلئے ایک نعمت ہوگی‘ کیونکہ آپ کو درد کی دوا میسر ہے۔

دُنیا بھر میں بسنے والے مُسلمان بزرگو! بھائیو! دوستو! ماؤ! بہنو! آپ میں سے کچھ مجھے جانتے ہوں گے اور بہت سارے نہیں جانتے ہوں گے۔ میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ مجھے جانیں۔ میری خواہش بھی یہی ہے کہ مجھے کوئی نہ جانے لیکن میری تمنا ہے‘ میری آرزو ہے اور میری آپ سب سے التماس ہے کہ آپ میرے درد کو جاننے کی ضرور کوشش کریں۔ کیونکہ یہ درد آپ کو بہت سارے دردوں سے نجات دلائے گا۔

اب میں مختصر طور پر اپنے درد کا قصہ آپ کو سناتا ہوں۔ میرا درد عجیب ہے۔ میری عُمر کی ابھی انیس منزلیں گزری تھیں اور جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں میری تعلیم کا آخری سال تھا‘ مجھے جہاد! جی ہاں! عصر حاضر میں جہاد کے متعلق کچھ سمجھنے اور جہاد میں شرکت کرکے آئے ہوئے بعض افراد کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ لفظ جہاد تو بچپن سے سن رہے تھے‘ مگر اسی طرح جس طرح بچے کوہ قاف کے جنات کے نام سنتے ہیں‘ مگر زندگی بھر انہیں یہ جن نظر نہیں آتے۔ اسی طرح ہم بھی جہاد کو ماضی کا ایک روشن افسانہ سمجھ کر پڑھتے رہے تھے۔ لیکن اس سال معلوم ہوا کہ اب بھی جہاد ہوتا ہے اور اب بھی شہادت کی موت جیسی نعمت مل سکتی ہے۔

تعلیمی سال ختم ہوا۔ سالانہ امتحان کے بعد ایک ہفتے کی نیت سے افغانستان جانے کا شرف ملا۔ یہاں تو فضا ہی کچھ اور تھی اور جسم و جان پر جہاد والی آیات‘ دل و دماغ پر نور کی بارش برسانے لگیں اور تیسرے ہی دن میں نے پوری زندگی اسلام کی عظمت اور غلبے کیلئے جہاد میں دینے کا اعلان کیا اور خود جہاد کی دعوت دینے لگ گیا۔ میری یہ تمنا تھی کہ ہمیشہ اگلے مورچوں پر مجاہدین کے شانہ بشانہ رہوں‘ مگر امیر صاحب کے حکم سے مجھے جہاد کے دوسرے شعبوں میں زیادہ وقت دینا پڑا۔ ہر دن گزرتا تھا اور جہاد کی محبت اور اہمیت دل میں بڑھتی جاتی تھی۔ ایک جام پینے کے

بعد دریا کے دریا پینے کو دل چاہتا تھا۔

نصرت خداوندی :

ابھی کام شروع کئے چند دن ہوئے تھے کہ جہاد اور مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت کے عجیب و غریب حالات دیکھنے کو ملے۔ ہم لوگ جہاد کے سلسلے میں جو قدم اُٹھاتے تھے' اللہ تعالیٰ کی نصرت بوچھاڑ کی طرح برستی تھی اور ہم ناقابل یقین حالات کو دیکھتے رہ جاتے اور قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے۔ ابتدا میں تو صرف اتنا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے لڑیں گے' اجر و ثواب کے خزانے لوٹیں گے' شہید ہوں گے اور ان شاء اللہ مغفرت ہوگی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی نصرت کو متوجہ دیکھا تو خیال ہوا کہ اُمّت مسلمہ اسلام کو غالب کرنے اور نافذ کرنے کی ذمہ داری بھول چکی ہے اور جہاد کو چھوڑ کر جگہ جگہ ذلیل ہورہی ہے' اس لئے ہم محنت کرکے اُمّت کو زیادہ سے زیادہ یہ بھولا ہوا سبق یاد دلادیں اور زیادہ افراد کو ٹریننگ دے دیں پھر ان شاء اللہ مغفرت ہوجائے گی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی نصرت کو متوجہ دیکھا تو خیال ہوا کہ اُمّت مسلمہ قیامت کے دن شرمندگی سے بچ جائے گی۔

ہم نے جب یہ کام شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کی نصرت متوجہ ہوئی اور ہر طرف جہاد کی آواز لگنے لگی۔ مشرق و مغرب کے ممالک سے مجاہدین تیار ہونے لگے۔ ہم حیرانی سے یہ مناظر دیکھ رہے تھے اور میں چھوٹی سی عمر میں وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو اللہ کی نصرت کے بغیر ممکن نہیں تھا۔ کیا علماء کیا عوام' کیا بوڑھے کیا جوان' کیا عورتیں کیا مرد' غرض ہر کوئی جہاد کی بات سن رہا تھا' حتی الوسع حصّہ ڈالنے کیلئے تیار ہورہا تھا۔

یہ صورتحال دیکھی تو یقین آگیا کہ دراصل ہماری اپنی محنت کمزور ہے۔ ورنہ اُمّت میں دم بھی ہے اور خم بھی۔ اسلام کے غلبے کی اُمنگ بھی زندہ ہے اور جان دینے کا جذبہ بھی دلوں کی گہرائیوں میں کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ چنانچہ میری اُمیدیں بڑھ گئیں۔ ہزاروں افراد کے فلک شگاف نعرے' درجنوں بھری ہوئی بسوں کے محاذ کی طرف روانہ ہونے کے مناظر' جوان بہنوں اور بوڑھی ماؤں کے جہاد کیلئے جوان

بھائی' بیٹے دینے کے روح پرور واقعات نے میرے حوصلے بڑھادیئے تھے۔

یہ مقدس دین مغلوب ہونے کیلئے نہیں آیا :

میں اکیلا شہید ہونے نکلا تھا مگر اب کچھ کچھ یقین ہوچکا تھا کہ ان شاء اللہ ضرور اللہ کا نام اور اس کا نظام میری زندگی ہی میں بلند ہوگا اور میری آنکھیں خوشی کا یہ منظر دیکھ کر بند ہوں گی۔ چنانچہ کئی بار بڑے مجمعوں میں اپنی اس اندرونی کیفیت کو نہ چھپاسکا اور میں نے برملا کہہ دیا کہ ان شاء اللہ زمین کے کسی نہ کسی حصّے پر اللہ کا نام اور اس کا نظام بلند کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کریں گے اور ان دُشمنوں کا منہ کالا کریں گے جنہوں نے صدیوں کی محنت کے بعد یہ سمجھ لیا ہے کہ اب دُنیا میں کبھی بھی اسلام کی حکومت نہیں ہوگی۔ میں مُسلمانوں سے کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدس دین دُنیا میں مغلوب ہونے کیلئے نہیں بھیجا' قرآن مجید کے قوانین انگریز کے بوٹوں کے نیچے روندے جانے کیلئے نہیں اُتارے گئے۔ بہرحال دل میں اُمید کی شمع روشن ہوچکی تھی' مشرق و مغرب سے تایید ہی تایید نظر آرہی تھی' مظلوم مُسلمان کروٹیں لے کر اُٹھ رہے تھے' مختلف ممالک سے دعوتیں آرہی تھیں' جہاد کی آواز سننے کیلئے لوگ دیوانہ وار جمع ہورہے تھے۔

روضہ شریف کے پاس مظلوم مُسلمانوں کے قائدین کے ہمراہ :

اسی اثناء میں مسجد نبوی شریف میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رمضان المبارک کی ایک رات مظلوم مُسلمانوں کے بعض قائدین سے کئے گئے وعدے کو نبھانے کیلئے مجھے انڈیا کا سفر کرنا پڑا۔ یہاں سے آگے پھر کئی ممالک میں جانا تھا' کشمیر کی ارض جہاد قریب تھی چنانچہ ارادہ ہوا کہ اس مقدس تحریک میں بھی اور نہیں تو ایک دو روز کی شرکت ہوجائے۔ چنانچہ کشمیر آپہنچا۔ یہاں کے حالات سے ناواقف تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں یہی لکھا تھا چنانچہ گرفتار ہوگیا۔ گرفتاری نہ تو میرے لئے کوئی انہونی بات تھی اور نہ ہی مجھے اس پر کوئی افسوس ہے۔ میں نے جہاد

میں آنے کے تین دن بعد اپنی جان و مال و جسم سب اللہ کے حضور پیش کردیا تھا۔ ہمیشہ اس اُمید میں رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری گھٹیا جان و مال کو قبول فرمائے اور میری بخشش ہوجائے۔ اگر کوئی شخص جہاد میں نکل کر شہادت' دار و رسن اور قید و بند کیلئے خود کو تیار نہیں رکھتا تو وہ شخص غلطی کرتا ہے۔

مکّہ کے صحراؤں سے سرینگر کے عقوبت خانوں تک :

جیل میں آکر وہ سب کچھ بیتا جو آج اُمت کے ہزاروں نوجوانوں پر بیت رہا ہے اور مکّہ کے صحراؤں سے لے کر سرینگر کے عقوبت خانوں تک چودہ سو سال سے مختلف شکلوں میں بیت رہا ہے۔ مگر الحمدللہ ! مجھے اس سب کا کوئی غم نہیں۔ ابتدا میں جہاد سے اپنی محرومی کا احساس ہوتا تو یہ سوچ کر تسلی کرلیتا کہ میں تو جہاد میں نکلا ہوا ہوں ان شاء اللہ گھر واپسی تک اجر لکھا جائے گا۔ کبھی یہ کہہ کر خود کو تسلی دے دیتا کہ اب تو معذور ہوں اور بیٹھ کر آنسو ہی بہاسکتا ہوں' ان شاء اللہ ترک جہاد کا گناہ نہیں ہوگا۔ اسی دوران طرح طرح کے سرد و گرم واقعات پیش آئے۔ زندہ تھا مگر گھر والوں اور احباب کی خبر نہیں تھی۔ وہ حالات بھی آئے کہ اگر خودکشی جائز ہوتی تو ہم میں سے کوئی ایک منٹ بھی تاخیر نہ کرتا مگر یہ سب کچھ اس درد سے بہت کم تھا جس کا میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔

طالبان تحریک کے آغاز سے دردِ دل بڑھتا ہی جارہا ہے :

گھر سے خطوط کا سلسلہ شروع ہوا۔ والدین حوصلہ افزائی کررہے ہیں مگر ان کی غم میں ڈوبی ہوئی تحریر کے پیچھے ان کے درد اور کرب کی لہریں ہوتی ہیں۔ پیاری ماں کی میٹھی میٹھی باتیں خلوت میں رلانے کیلئے کافی ہیں۔ کبھی وہ لکھتی ہیں کہ بیٹا ڈٹے رہنا اور اسلام کے دامن پر داغ نہ لگنے دینا۔ اور کبھی وہ فرط محبت میں لکھتی ہیں کہ جب بچّے قرآن پاک حفظ کرتے ہیں تو مائیں انہیں دودھ اور بادام پلاتی ہیں مگر میں اپنے بیٹے کو یہ بھی نہیں پلاسکتی۔ جب گھر سے والدین کی بیماری یا پریشانی کی خبر ملتی

ہے تو میں ضرور تڑپتا ہوں کیونکہ میں مسلمان بیٹا ہوں۔ مجھے والدین سے والہانہ پیار ہے۔ مگر یہ درد بھی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے برداشت ہورہا ہے۔ خطوط میں کئی قریبی رشتہ داروں اور احباب کے انتقال کی خبریں آتی ہیں' بعض باتیں دلوں کو رُلا دینے والی ہوتی ہیں' دوست احباب عجیب عجیب انداز میں جدائی کا غم بیان کرتے ہیں اور محبت کا اظہار کرتے ہیں' پھر کچھ عرصہ بعد محبوب ساتھیوں کی شہادت کی خبر آتی ہے' یہ ایک مستقل درد ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے بھی برداشت کرنے کی توفیق دے رہا ہے۔ مگر ایک درد جو دبائے نہیں دبتا اور بھلائے نہیں بھولتا' یہ درد افغانستان میں تحریک طالبان کے رونما ہونے کے کچھ عرصہ بعد شروع ہوا اور جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے اس درد کی شدت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

مجھے حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبصیر رضی اللہ عنہ کے غم اور درد کا اب احساس ہورہا ہے۔ شمع نبوت کے یہ پروانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کیلئے تڑپ رہے تھے مگر وہ ممکن ہوتے ہوئے بھی ناممکن بنادیا گیا تھا۔ ان کے مضبوط بازو لشکر محمدی میں جوہر دکھانے کیلئے مچل رہے تھے مگر درمیان میں رکاوٹیں حائل تھیں۔ میری مثال اس مجنوں کی طرح ہے جو لیلی کی تلاش میں صحراؤں میں آبلہ پائی کرے اور سالہا سال لیلی کے پیچھے دوڑتا رہے پھر اس کی تڑپ کو قبول حاصل ہو' لیلی اس کے گھر پہنچ جائے مگر مجنوں گھر سے دور پھنس کر رہ جائے اور اپنے گھر پہنچ کر لیلی کے دیدار سے آنکھوں کی پیاس تک نہ بجھاسکے۔ میں بھی تو اللہ کی زمین کے کسی حصّے پر خالص اللہ کا نظام نافذ کرنے کی دیوانہ وار آوازیں لگاتا پھر رہا تھا اور اس چیز کو اپنے ماں باپ کے قرب اور خدمت سے زیادہ عزیز سمجھ کر اس کی خاطر آبلہ پائی کرتا پھر رہا تھا۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور لاکھوں شہداء کا ٹھاٹھیں مارتا خون اللہ کی بارگاہ میں قبولیت کا شرف پاکر اس کی نصرت کو زمین کے ایک بڑے حصّے پر اُتار لایا ہے' تو میں اس نظام کے نظارے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرنے اور اس کے استحکام کیلئے اپنا حصّہ ڈالنے سے عاجز ہوں۔

یو این او اور ایٹم بم بالآخر خلافت کا راستہ روکنے میں ناکام :

"طالبان" شہداء کے خون کی بدولت اُترنے والی الٰہی نصرت کا دوسرا نام ہے۔ ان نوجوانوں نے آج الحمدللہ! وہ خواب پورا کردیا جس کیلئے صدیوں سے مُسلمان ترس رہے تھے اور اب ان کی اکثریت مایوس ہوکر کفر سے سمجھوتے کررہی تھی۔ جی ہاں! اسلامی حکومت' اللہ کے اقتدار اعلیٰ' اسلام کی حاکمیت اور اسلامی خلافت کو روکنے کیلئے اقوام متحدہ بنی تھی' اسی کیلئے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم تیار ہوئے تھے' اسی کیلئے جمہوریت کو عالمی نظام بناکر پیش کیا جارہا تھا' مگر میرے اللہ! میں لاکھوں بار تجھ پر قربان تو نے اپنی رحمت اور نصرت کا کمال دکھایا اور تو نے جس دین کو غالب کرنے کیلئے بھیجا تھا اور ہماری نااہلی اور کاہلی کی وجہ سے وہ مغلوب ہوچکا تھا تو نے پھر اسے غالب کردیا اور اس طرح کچھ مُسلمان تیرے اس غضب سے بچ گئے جو تیرے دین کو مغلوب دیکھ کر خاموش بیٹھنے والوں کا مقدر بن جاتا ہے۔

صدیوں کے بعد مُسلمانوں کی کُفار پر پہلی جیت :

یہ ایک عظیم واقعہ ہے اور صدیوں کے بعد مُسلمانوں کی اپنے دُشمنوں پر پہلی اور کھلی جیت ہے۔ مگر اسلام کے دُشمن آرام سے نہیں بیٹھے بلکہ وہ اس نور خدا کو بجھانے کیلئے ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ کفرو اسلام کا یہ عالمی معرکہ کئی سال سے جاری ہے اور میں زنجیروں اور سلاخوں میں جکڑا ہوا مٹھیاں بھینچ رہا ہوں مگر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ میرے طالب علم بھائی ہزاروں کی تعداد میں نور خدا کی حفاظت کیلئے پروانوں کی طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ گلبہار سے جبل السراج' اور مزار شریف سے قندوز تک' اور قندوز سے پل خمری تک' ان کے مقدس جسموں کو پرندے نوچ نوچ کر کھارہے ہیں۔ میرے محبوب طالبان اپنی جانوں کے موت کے ساتھ سودے کررہے ہیں مگر دین کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ حکم کا بھی سودا کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ ان کے دُشمن ان پر صرف اس لئے آگ برسارہے ہیں کہ وہ ایک اللہ کی طرف

دعوت دے رہے ہیں اور اپنے ملک سے طاغوت کے نظام کو اُکھاڑ پھینک کر اسلام کے فطری نظام کو نافذ کرنے کی بات کررہے ہیں۔ ان حالات میں میرے دل میں درد اُٹھنا ایک لازمی بات ہے کیونکہ یہی موقع کچھ کرنے کا ہے اور میں کچھ بھی نہیں کرسکتا۔

کاش! اگلے مورچوں پر طالبان کے ساتھ ہوتا :

طالبان کا جہاد بہترین جہاد ہے۔ مگر میرے ہاتھوں میں اسلحہ نہیں ہے اور نہ میں چل کر طالبان کے کسی محاذ تک جاسکتا ہوں' جبکہ مجھے یقین ہے کہ آسمان سے فرشتے اُتر رہے ہیں اور ایک ایماندار اور باشرع امیر کی قیادت میں اس مقدس لڑائی کا آغاز ہوچکا ہے جو حقیقت میں تیسری جنگ عظیم ہے۔ جہاں ایک طرف اکیلے چند مُسلمان ہیں اور دوسری طرف پوری دُنیا کا کفر ہے۔ کاش! میں بھی آج اس جنگ میں شریک ہوتا اور اس تحریک کی خوشبو سونگھ سکتا۔ کاش! میں اگلے مورچوں پر طالبان کے کپڑے دھوتا اور ان کے جوتے صاف کرتا' وہ کھانا کھانے کیلئے جمع ہوتے تو میں ان کے ہاتھ دھلاتا' مگر میرے اللہ! میں کیا کروں؟ تیری شریعت تو کعبے سے زیادہ مقدس ہے اور میں آج اسی شریعت کے دُشمنوں پر تیرا قہر بن کر گرنے سے محروم ہوں۔

چادریں جمع کرکے امیرالمومنین کے قدموں میں ڈال دیتا :

کاش میں اور نہیں تو طالبان کی مالی مدد کرسکتا۔ اگر میں آزاد ہوتا تو میں مُسلمانوں سے فریاد کرتا کہ وہ ایک مہینہ دوپٹے اور چادریں جمع کریں' استعمال شدہ نہیں بلکہ نئی چادریں کیونکہ میں کسی شہید کی بیٹی' بہن' بیوہ اور والدہ کے سر پر میلی اور پرانی چادر نہیں دیکھ سکتا' پھر میں یہ لاکھوں چادریں امیرالمومنین کے قدموں میں ڈال دیتا تاکہ وہ ہر شہید کی ماں کا سر ڈھانک سکیں اور ہر شہید کی بہن کو چادر دے سکیں۔ پھر اگلے مہینے میں کپڑوں کے جوڑے اور اسی طرح کاپیاں اور قلم جمع کرتا۔

میں مسجدوں میں جاتا اور جھولی پھیلا کر مسلمانوں سے کہتا کہ تمہاری مسجدوں کے قالین کی جتنی قیمت ہے اتنی رقم سے تو افغانستان میں ایک مسجد قائم ہو سکتی ہے۔ اور زمینداروں کے پاس جاکر گندم کے ٹرک کے ٹرک بھروا کر مجاہدین کو بھجواتا مگر میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

میں وہ بے بس بھائی ہوں جو اپنے شہید بھائیوں کی بیواؤں کے سر پر دوپٹہ رکھنے سے قاصر ہوں۔ کاش! میں اور نہیں تو جیل میں اپنے کپڑے، چادر اور جوتی بیچ کر کھدر کی دو چادروں میں گزارہ کرلیتا کیونکہ کپڑے اتنے ضروری نہیں جتنا شریعت کی حفاظت ضروری ہے، مگر نہ یہاں جیل میں کوئی خریدار موجود ہے اور نہ ہی رقم بھیجوانے کا کوئی ذریعہ۔

امارتِ اسلامیہ کو نقصان پہنچا تو مسلمان اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

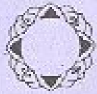
میں ڈرتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ افغانستان کی اسلامی امارت کو نقصان پہنچ گیا تو ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے شہداء کے خون کی برکت سے اسلامی امارت کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی اور ہم اس کی حفاظت نہ کرسکے۔ ہمارے مدرسے، ہماری خانقاہیں، ہماری تنظیمیں یا ہماری سیاسی پارٹیاں، سب زمین پر اللہ کا نظام برپا کرنے کیلئے محنت کرتے تھے اور آج جب یہ نعمت حاصل ہوگئی تو ہم اس کو بچا بھی نہ سکے۔ میں جب اپنے پنجرے میں سلاخوں کے پیچھے یہ خبر سنتا ہوں کہ ابھی تک طالبان کو دُنیا کے اکثر ممالک نے تسلیم نہیں کیا تو میں مٹھیاں بھینچ کر رہ جاتا ہوں اور میرے دل کا درد بڑھ جاتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اگر میں آزاد ہوتا تو اللہ کے فضل سے دُنیا کے کئی ممالک میں طالبان کے عوامی سفارتخانے قائم کرکے دشمنوں کا منہ چڑاتا اور انہیں یہ پیغام دیتا کہ ہم تمہارے نظام کے محتاج نہیں ہیں بلکہ دُنیا میں ایک دوسرا متوازی نظام کھڑا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ جب رات کو خبریں سنتے ہوئے ایران کی نشریات طالبان کی آواز پر کبھی کبھار چھا جاتی ہیں تو میں کہتا ہوں: ہائے کاش! اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دیتا تو میں طالبان کیلئے اعلیٰ ریڈیو نظام کا

بندوبست کرتا اور رُوس سے آزاد ہونے والی اسلامی ریاستوں کے مُسلمان سائنسدانوں کو لاکر ایک عمدہ اور مضبوط نظام قائم کرواتا۔ کبھی کبھار جب طالبان کے خلاف پروپیگنڈا سنتا ہوں تو دل و دماغ میں اچھے اچھے جوابات آتے ہیں، بعض مفید مشورے بھی آتے ہیں۔

وہ مجاہد اور مالدار کتنے خوش قسمت ہیں جو......

بعض عزائم میرے اندر دل میں ابھرتے ہیں مگر جس طرح رات ہوتے ہی دن کی روشنی گھٹ کر رہ جاتی ہے اسی طرح میرے جوابات، میرے مشورے، میرے عزائم، میرے اندر گھٹ کر رہ جاتے ہیں اور میں سوچتا ہوں کہ وہ مجاہد کتنے خوش نصیب ہیں جو اس تحریک میں شامل ہو کر لڑ رہے ہیں۔ وہ مالدار کتنے خوش نصیب ہیں جو اس تحریک کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ مبلغ اور واعظ کتنے خوش نصیب ہیں جو اپنے مشوروں اور جاندار تحریروں سے اس مقدس تحریک میں جان ڈال رہے ہیں۔ میری تمنا ہے، میری آرزو ہے کہ ان خوش نصیبوں کی تعداد بڑھ جائے اور ان کی تمام ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ اگر ایسا ہوا تو یقیناً میرے دل کا درد کچھ کم ہوجائے گا۔

اے مُسلمانو! اپنے ایک قیدی بھائی کا درد کم کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ تمہاری اجتماعی اور انفرادی مشکلات دور کردے گا اور جس دن ان شاء اللہ میں خود اس مقدس تحریک کی براہ راست کچھ خدمت کرسکوں گا، اس دن میرے درد کو دوا مل جائے گی اور یہ صرف اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہوں، کسی اور سے ہرگز نہیں۔



مجاہدین کیلئے سنہری موقع

جہاد کے خلاف پوری دنیا کے کافر اور منافق متحد ہو کر محنت کر رہے ہیں۔ ان کے اختیار میں جو کچھ بھی ہے وہ سب جہاد کے خلاف بے دھڑک استعمال ہو رہا ہے۔ مختلف طرح کے جنگی اور اقتصادی حربے استعمال کر کے مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں، مگر نہ تو مسلمان مٹ رہے ہیں اور نہ اسلام اور مسلمانوں کا محافظ جہاد مٹ رہا ہے۔ مسلمان کروٹیں لے کر بیدار ہو رہے ہیں۔ جہاد کا نامانوس لفظ اب محبوب بنتا جا رہا ہے اور آئے دن مجاہدین میں اضافہ ہو رہا ہے۔

جہاد کی بدولت جب سے افغانستان میں ایک عظیم مجاہد کی حکومت قائم ہوئی ہے، اسلام دشمن عناصر بے خوابی اور بدہضمی کا شکار ہیں اور انہیں ڈراؤنے خواب ایک پل سکون سے نہیں سونے دے رہے۔ ان کی ہر تدبیر اُلٹی ہو رہی ہے اور امیدوں کے چراغ بجھنے لگے ہیں۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجاہدین کا کام نہایت آسان ہو چکا ہے۔ اس وقت اگر وہ تھوڑی سی دانشمندی اور وسعت قلبی کا ثبوت دیں تو ان کی منزل بہت جلد انہیں مل سکتی ہے، مگر عقلمندی اور دانشمندی کسی بازار میں نہیں بکتی، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل خصوصی طور سے اُن لوگوں پر متوجہ ہوتا ہے جو اپنی صاف نیت اور بہترین اعمال کے ذریعے خود کو اس فضل کا اہل ثابت کریں۔

تھوڑا سا سوچیے اور حالات کا جائزہ لیجئے کہ اب تک مجاہدین کو جو نقصانات بھی اٹھانے پڑے یا جہاں بھی تحریک جہاد تباہ ہوئی، اس کی کیا وجوہ تھیں؟ اور اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں چلنے والی جہادی تحریکوں میں سے بعض کی ناکامی کی کیا وجوہ ہیں؟ اگر آپ جہادی تحریکوں کے اندرونی اور بیرونی حالات سے واقف ہوں تو آپ کیلئے ان وجوہ کو ڈھونڈنا کچھ مشکل نہیں ہوگا بلکہ آپ کو ہر جگہ مجاہدین کی ناکامی یا پستی کی تین ہی وجوہ نظر آئیں گی: پہلی وجہ معتبر مرکزیت کا فقدان، دوسری وجہ

قیادت پر پڑنے والے دباؤ اور تیسری وجہ تربیت اور اسلحہ کی کمی ہے۔

یعنی اکثر جہادی تحریکوں میں کسی ایک معتبر امیر پر اتفاق نہیں ہو رہا۔ ہر آئے دن امیر بدلتے ہیں، اندرونی بغاوتیں ہوتی ہیں، مامورین کے دلوں میں امیر کی کوئی قدر و منزلت نہیں ہوتی، پھر ایک تنظیم کے کئی دھڑے بنتے ہیں اور پھر ان دھڑوں کے مزید دھڑے وجود میں آتے ہیں۔ مشرق و مغرب کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھئے، آپ کو ہر جہادی تحریک میں یہ مسئلہ نظر آئے گا۔ جبکہ بعض تنظیموں کی تباہی کی وجہ یہ بنتی ہے کہ ان کی مرکزی قیادت بعض حکمرانوں کے دھوکے میں آکر اپنی حفاظت کا بندوبست نہیں کرتی بلکہ مجاہدین کے لیڈر اپنے بیوی، بچوں سمیت گھروں میں بیٹھ کر مجاہدین کی قیادت کرتے ہیں چونکہ ایسی قیادت پوشیدہ بھی نہیں ہوتی اور محفوظ بھی نہیں ہوتی، اس لئے مغرب پرست حکمران ان پر طرح طرح کے دباؤ ڈال کر اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں اور تحریک جہاد ان حکمرانوں کے ہاتھ یرغمال بن کر رہ جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بات سمجھ میں آنے والی ہے کہ مجاہدین کی قیادت یا تو خفیہ ہونی چاہئے یا پھر حکمرانوں کی دسترس سے محفوظ ہونی چاہئے کیونکہ خرگوشوں کی طرح نہتے گھروں میں بیٹھ کر شیروں کی کمان نہیں سنبھالی جا سکتی۔ آج بڑے فخر سے بتایا جاتا ہے کہ ہم پر دباؤ ہے حالانکہ اگر وہ مجاہد ہوتے تو پھر کوئی دباؤ نہیں ڈال سکتا تھا لیکن جب جہاد کے بنیادی اصولوں کو چھوڑ بیٹھیں گے تو ایک ادنیٰ سے ادنیٰ حکومتی فرد بھی دباؤ ڈالے گا اور اس دباؤ کا اثر قبول کرنا پڑے گا۔

یہ نکتہ بارہا مختلف مجاہدین کو سمجھایا گیا مگر ٹیلیفون کے ریسیور اور آرام دہ زندگی کے مزے ان باتوں کی طرف غور کرنے کی اجازت کہاں دیتے ہیں؟ جہاد قربانی کا نام ہے اور جو لوگ قربانی کیلئے تیار نہیں ہیں، انہیں کیا حق ہے کہ وہ مجاہدین کے سودے کریں یا انہیں تقسیم کردیں؟ اور اگر قربانی کیلئے تیار ہیں تو پھر دو کام کریں: یا تو ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جائیں جہاں حکمرانوں کے دباؤ سے محفوظ رہیں یا پھر مخلص مجاہدین کو قیادت سونپ کر خود میدان جنگ میں نکلیں کیونکہ اُن کی شہرت

مجاہدین کے لئے مضر بن رہی ہے‘ چنانچہ وہ مجاہدین کو نقصان پہنچانے کی بجائے خود جہاد کیلئے میدانوں میں چلے جائیں اور جن افراد کو قیادت دے جائیں‘ وہ ان غلطیوں سے بچیں جن کی بدولت نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ تیسری وجہ تربیت اور اسلحے کی کمی ہے یہ مسئلہ بالکل واضح ہے اس لئے اس کی تفصیل لکھنے کی ضرورت نہیں۔

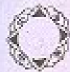
مختصر یہ کہ آج کی جہادی تحریکوں کو تین مسائل یا تین پریشانیوں کا سامنا ہے اور الحمدللہ ! افغانستان میں مجاہدین کی حکومت قائم ہونے کے بعد ان تینوں پریشانیوں کا حل اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے۔ پہلا مسئلہ مرکزیت کے فقدان کا تھا تو الحمدللہ ! مُسلمانوں کو ایسا امیر مل چکا ہے جو ہر اعتبار سے امارت کا اہل ہے اور ان صفات کا حامل ہے جن صفات کے حامل کی مُسلمانوں کو ضرورت تھی۔ اس لئے مجاہدین کی تمام جہادی تحریکوں کو چاہئے کہ وہ حضرت امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد مدظلہ العالی کو اپنا شرعی امیر تسلیم کرلیں اور اس تکلیف دہ مسئلے سے اپنی جان چھڑالیں جس مسئلے نے انہیں تفرقات اور نزاعات میں الجھا رکھا ہے۔ تمام مجاہدین جب امیرالمؤمنین کو اپنا شرعی امیر تسلیم کرلیں گے تو امیرالمؤمنین اپنے نائبین مقرر فرمادیں گے جو ان کا نظم چلائیں گے۔ اس طرح مجاہدین ان درجنوں ناپسندیدہ قائدین کے شر سے محفوظ ہوجائیں گے جو ان کے ایمان اور جہاد دونوں کیلئے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ دوسرا مسئلہ قیادت پر دباؤ کا ہے تو وہ بھی آسانی سے حل ہوجائے گا کیونکہ امیرالمؤمنین مدظلہ العالی پر کسی کا دباؤ کارگر نہیں ہوتا۔ یہ بات اب پوری دنیا جان چکی ہے اور چونکہ پورا ملک مجاہدین کا ہے تو اس لئے تیسرا مسئلہ بھی بآسانی حل ہوسکتا ہے البتہ اس کیلئے کچھ تدابیر اختیار کرنی ہوں گی جن کا سردست ذکر کرنا مناسب نہیں ہے۔

ممکن ہے ان لوگوں کو یہ بات سمجھ میں نہ آئے جن کو افغانستان کے اہل حق مجاہدین (طالبان) سے کوئی مسلکی یا فکری اختلاف ہے۔ ایسے لوگوں کی بدقسمتی ہوتی ہے کہ وہ اپنی مسلکی اور فکری خولوں میں بیٹھے رہیں اور مُسلمانوں کی عظمت کے اس نادر موقع سے فائدہ نہ اُٹھائیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جنہیں طالبان

سے کسی طرح کا فکری یا مسلکی اختلاف نہیں ہے وہ بھی ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس موقع سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے (حالانکہ بہت پہلے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی گئی تھی) اور مسلسل پستی کا شکار ہورہے ہیں۔ جہاد اور مجاہدین ان کی حرکتوں سے بدنام ہورہے ہیں اور خود ان کی صلاحیتیں اور ایمان حکمرانوں کی صحبت‘ میدان جہاد سے مسلسل دوری اور آپس کے بدبودار اختلافات کی بدولت ضائع ہورہے ہیں۔ چونکہ یہ لوگ دباؤ میں رہتے ہیں اس لئے نہ خود کھل کر کوئی کام کرسکتے ہیں اور نہ مجاہدین کو کوئی کام کرنے دیتے ہیں۔

میری سب مجاہدین سے عموماً اور کشمیر میں برسرپیکار پاکستانی مجاہدین کی تنظیموں سے خصوصاً یہ درخواست ہے کہ وہ حضرت امیرالمؤمنین (جو خود ان کے جہاد کا ثمرہ ہیں) کی امارت کو سعادت جانیں اور ان کی قیادت میں متحد ہوکر دشمن کا مقابلہ کریں۔ میں تین سال سے دوسروں سے یہی درخواست انفرادی طور پر کررہا ہوں مگر اب یہ کام ناگزیر ہوچکا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے میں خود حضرت امیرالمؤمنین ملا محمد عمر مجاہد مدظلہ العالی کے مبارک ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے اعلان کرتا ہوں کہ میں اس شخص کو اپنا امیر مانتا ہوں جو الحمدللہ ! شرعی امیر ہے اور جو اللہ کے سوا نہ کسی کے آگے جھکتا ہے اور نہ کسی سے دبتا ہے۔ امیرالمؤمنین !! میں ایک بے بس قیدی ہوں پھر بھی آپ حکم دیجئے ان شاء اللہ اسے پورا کروں گا.....!! یا اللہ گواہ رہنا‘ یااللہ گواہ رہنا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أ صحابه أ جمعین.



حضرت ایوبی کا راستہ

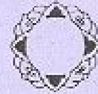
جہاد کے بارے میں ...... کچھ اور بحثیں بھی ہیں ...... جن سے عام مُسلمانوں کو
...... اور مجاہدین کو بچنا چاہئے ...... کیونکہ ...... ان باتوں میں ...... رائے دینا ...... اور
بحث کرنا ...... حضرات علماء کرام کا ...... کام ہے ...... ایک مُسلمان کیلئے اتنی بات ......
کافی ہے کہ ...... جہاد کا حکم ...... اللہ تعالیٰ نے دیا ہے ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ...... اپنے قول اور عمل سے ...... جہاد سکھایا ہے ...... قرآن مجید کی سینکڑوں
آیات ...... اور ہزاروں احادیث ...... میں جہاد کی اہمیت ...... اور فضائل کو بیان کیا گیا
ہے ...... اور ایک مُسلمان کو اس بات کا ...... یقین ہونا چاہئے کہ ...... جہاد سے جنّت
ملنے کا وعدہ ...... اللہ اور اس کے رسول نے فرمایا ہے ...... اور اللہ اور اس کے
رسول سے بڑھ کر ...... کون سچا ہو سکتا ہے؟ ...... ایک مُسلمان کا کام ہے کہ ......
اسلام کی عظمت کیلئے ...... محنت کرے ...... اگرچہ اسے ...... اس کیلئے ...... اپنا سر
کٹوانا پڑے ...... ایک مُسلمان کا کام ہے کہ ...... وہ ...... دنیا بھر کے مظلوم مُسلمانوں
کے درد کو ...... محسوس کرے ...... کیونکہ ...... تمام مُسلمان ایک جسم ...... اور ایک
عمارت کی طرح ہیں ...... یہ سارے وہ حقائق ہیں ...... جو ہر مُسلمان کو ...... آسانی
سے سمجھ میں آجاتے ہیں ...... اور اگر وہ انہیں حقائق کو ...... مدنظر رکھے تو ...... پھر
تاریخ میں ...... اس مُسلمان کو ...... کبھی ...... محمد بن قاسم کے نام سے ...... یاد کیا جاتا
ہے ...... تو کبھی ...... صلاح الدین ایوبی کے نام سے ...... کبھی یہ مُسلمان ...... طارق
بن زیاد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ...... تو کبھی ...... محمد شاہ فاتح کی شکل میں ...... یہ
مسلمان کبھی حافظ ضامن شہید کی ...... صورت میں ...... کفر پر بجلی بن کر گرتا ہے
...... تو کبھی ...... دنیا اسے ...... ملا محمد عُمر مجاہد کی ...... شکل میں ...... دیکھتی ہے ...... یہ
سب لوگ کون ہیں؟ ...... یہ نہ تو ...... انبیاء ہیں ...... نہ صحابہ کرام ...... اور نہ یہ
...... بہت بڑے علماء تھے ...... اور نہ مشہور دانشور ...... مگر ...... ان لوگوں نے ......

مندرجہ بالا سیدھے سادے ...... مگر مضبوط حقائق کو ...... سمجھا ...... اور وہ ...... اللہ
اور اس کے رسول کا ...... حکم پورا کرنے ...... اسلام کو عظمت دلانے ...... اور مظلوم
مُسلمانوں کے تحفظ ...... اور جنّت کی طلب میں ...... میدانوں میں نکلے ...... ان لوگوں
نے ...... اللہ تعالیٰ کی بات کو اہمیت سے قبول کیا ...... چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ...... انہیں
قابل رشک اہمیت عطاء فرمائی ...... اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین کیا ...... تو
...... اللہ تعالیٰ نے بھی ...... ان سے کام لے لیا ...... اُنہوں نے ...... اللہ تعالیٰ سے
جان و مال کا ...... سودا ...... کیا ...... اور اللہ تعالیٰ نے ...... ان کی جان ...... اور ان کے
عمل ...... کو قیمتی بنادیا ...... چنانچہ کوئی ان میں سے ...... بیت المقدس کا فاتح بنا تو
کوئی ...... قسطنطنیہ کا ...... کہیں بھی ...... تاریخ میں ...... نہیں لکھا کہ ...... یہ لوگ
جہاد کے بارے میں ...... یہی بحث کرتے رہے ...... کہ جہاد فرض عین ہے یا ......
فرض کفایہ؟ ...... یہ لوگ کبھی اس مسئلے میں ...... نہیں الجھے کہ ...... اسلام
اخلاق سے پھیلا ...... یا تلوار سے؟ ...... ان لوگوں نے کبھی اس بات میں پڑنے کی
ضرورت محسوس نہیں کی کہ ...... جہاد حسن لعینہ ہے یا ...... حسن لغیرہ؟ ...... ان
لوگوں نے کبھی ...... یہ مسئلہ نہیں اُٹھایا کہ ...... جہاد اکبر کون سا ہے ......اور جہاد
اصغر کون سا؟ ...... بلکہ ...... ان لوگوں نے ...... اللہ کے ہر حکم کو اکبر ہی سمجھا کیونکہ
...... وہ اللہ اکبر کے قائل تھے ...... اُنہوں نے ...... اللہ کے بیان کردہ فریضے ...... کے
بارے میں قیل و قال ...... کرنے کی بجائے ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......
اور صحابہ کرام کے طریقے پر عمل کیا ...... انہیں معلوم تھا کہ ...... رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ ہے کہ ...... جہاد کا حکم ملتے ہی ...... آپ بلا تاخیر میدانوں
کی طرف نکل پڑے ...... حالانکہ ...... آپ سے زیادہ قیمتی جان ...... کسی کی نہ تھی
...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ...... ۲ھ میں ...... جہاد کا ...... حکم الٰہی ...... سنا اور
پھر ۱۰ھ تک ...... یعنی تقریباً آٹھ سال میں ستائیس جنگوں میں حصہ لے ڈالا اور اس
دوران مزید پچھتر لڑائیوں کیلئے ...... صحابہ کرام کو بھیج دیا ...... حالانکہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کا وقت ...... سب سے قیمتی تھا ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ......
ارشاد فرمایا کہ ...... اگر مجھے ان لوگوں کا خیال نہ ہوتا ...... جو غزوے سے پیچھے رہ
جاتے ہیں ...... اور میرے پاس انہیں ساتھ لے جانے کیلئے ...... اسباب نہیں ہوتے
...... تو میں ...... ہر ...... جنگ میں ...... خود نکلتا (بخاری) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
...... جب خود نکلتے تھے ...... تو سب سے آگے بڑھ کر ...... مقابلہ فرماتے تھے ...... اور
جب لشکر بھیجتے تھے تو تمام تر توجہات کے ساتھ ...... اسی کی فکر میں رہتے تھے ......
اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...... بار بار شہادت کی تمنا فرماتے تھے
(بخاری) ...... یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا ...... جہاں تک آپ کے
مبارک اقوال کا تعلق ہے تو ...... آپ نے جہاد کی فضیلت میں ...... اتنا کچھ بیان
فرمادیا ہے کہ ...... آج تک اُمت اس کی مکمل ...... تشریح و تفسیر کا حق ...... ادا نہیں
کرسکی ...... اور آپ نے جہاد کے بارے میں اتنا کچھ سکھادیا ...... سمجھادیا ...... جو
اُمت کیلئے ...... قیامت تک ...... کفایت کرے گا ...... جہاں تک ...... صحابہ کرام کا
...... معاملہ ہے تو ...... ان کا شوق جہاد ...... اور ذوق شہادت ...... کسی مسلمان سے
...... مخفی نہیں ہے ...... ان میں سے جنہیں قرآن مجید نے ...... معذور کہہ دیا تھا
...... وہ بھی میدانوں میں نظر آتے تھے ...... کیا عورتیں ...... کیا بچے ...... کیا بوڑھے
...... کیا جوان ...... کیا معذور ...... کیا صحت مند ...... ہر کوئی ...... جہاد کی طرف ......
یوں دوڑ رہا تھا ...... جس طرح اونٹنی کا بچہ ...... بھوک کی حالت میں ...... ماں کی
طرف دوڑتا ہے ...... ان لوگوں کے ...... جہاد کے ساتھ والہانہ تعلق کا ...... یہ عالم
تھا کہ جہاد میں جانے کیلئے نہیں ...... بلکہ ...... میدان میں جانے سے روکنے کیلئے ......
بعض افراد کو ترغیب ...... دینی پڑتی تھی ...... ان لوگوں کے جہاد کی طرف ......
دوڑنے کا یہ عالم تھا کہ پیچھے کے سارے معاملات ...... ٹھپ ہوجانے کا ...... خطرہ
ہوجاتا تھا ...... کیونکہ ...... وہ لوگ ...... جہاد کو جان چکے تھے ...... اور اچھی طرح
پہچان چکے تھے ...... جس طرح آج ہمیں ...... یہ یقین ہوتا ہے کہ میں دو روپے کی

...... روٹی خرید سکتا ہوں ...... ان لوگوں کو اس سے بڑھ کر ...... یقین تھا کہ جہاد ......
سے اسلام کو عظمت ...... اور مجاہد کو جنت ملتی ہے ...... وہ یوں سمجھتے تھے کہ ......
سامنے ...... جنت کا میدان سجا ہوا ہے ...... چنانچہ وہ ...... پیچھے رہنے کو ...... نہ تو گوارا
کرتے تھے ...... اور نہ برداشت' تب ...... ضرورت پڑتی تھی کہ ...... پیچھے کے
معاملات چلانے کیلئے ...... کچھ افراد کو ...... روک لیا جائے ...... چنانچہ ...... ان کو
روکنے کیلئے دلائل دینے پڑتے تھے ...... اور سمجھایا جاتا تھا کہ ...... جہاد ...... فرض
کفایہ ہے ...... اللہ کا فضل ہے کہ ...... کافروں نے ہم پر ...... حملہ نہیں کیا ...... اور
نہ ہمارے کسی علاقے پر ...... قبضہ کیا ہے ...... اگر ایسا ہوتا ...... تو پھر ...... جہاد فرض
عین ہوجاتا ...... پھر ہم آپ کو نہ روکتے ...... مگر اب تو ہم ...... حملہ آور ہورہے ہیں
...... اس لئے ...... کچھ لوگوں کو پیچھے بھی رہنا چاہئے ...... کچھ لوگوں کو علم کی تحصیل
میں بھی ...... مشغول ہونا چاہئے ...... کچھ لوگوں کو ...... اُمور سلطنت میں تعاون کیلئے
...... رکنا چاہئے ...... چنانچہ ...... روکنے کیلئے ...... دلائل جمع کئے جاتے تھے ...... امیر
صاحب ...... روکنے کا حکم دیتے ...... تب جاکر ...... بعض لوگ کچھ عرصہ کیلئے ......
وقتی طور پر ...... امیر کی اطاعت میں رک جاتے تھے ...... مگر اب معاملہ الٹا ہوگیا ہے
...... اکثر مسلمانوں سے ...... جہاد کی حقیقت ...... اور اہمیت ...... پوشیدہ ہوگئی ہے
...... چنانچہ آج ...... لوگوں کو ...... جہاد میں نکالنے کیلئے ...... دلائل دینے پڑتے ہیں
...... اور مختلف طریقوں سے ...... سمجھانا پڑتا ہے ...... مگر پھر بھی ...... بعض مسلمان
...... گھر میں بیٹھ کر ...... ان الجھنوں ...... میں پڑے ہوئے ہیں کہ ...... جہاد فرض
عین ہے یا ...... فرض کفایہ؟ ...... اسلام اخلاق سے ...... پھیلا یا تلوار سے؟ ......
جہاد اکبر کیا ہے؟ ...... اور جہاد اصغر کسے کہتے ہیں؟ ...... ان بحث کرنے والوں کو
...... نہ تو قرآن کی ...... جہادی آیات سے غرض ہے نہ ہزاروں احادیث سے ...... ان
کو نہ اپنی جنت کی فکر ہے ...... اور نہ مسجد اقصیٰ کی آزادی کی ...... انہیں نہ بابری
مسجد کا غم ہے ...... اور نہ بوسنیا کے مظلوم شہداء کا ...... چونکہ ان لوگوں نے ...... اللہ

تعالیٰ کے حکم کو ...... اہمیت نہیں دی ...... چنانچہ اللہ نے بھی ...... انہیں
فضولیات میں ...... چھوڑ دیا ہے ...... ان لوگوں نے ...... اللہ تعالیٰ کے وعدے اور حکم
...... کی قدر و قیمت کو نہیں پہچانا ...... اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ...... انہیں بے قدر
کردیا ہے ...... چنانچہ یہ لوگ نہ اسلام کے لئے کچھ کرسکے ہیں ...... نہ مسلمانوں
کیلئے۔ اس لئے...... اے مجاہد بھائیو! ...... اس مبارک راستے میں قدم رکھنے کے
بعد ...... ان بحثوں میں نہ پڑنا ...... یہ صرف راستہ روکنے والی ...... اور شبہات میں
ڈالنے والی ...... بحثیں ہیں ...... اللہ تعالیٰ حضرات فقہاء کرام کو ...... جزائے خیر دے
کہ ...... انہوں نے بحثوں کا ...... فیصلہ ...... بہت پہلے قرآن و سنت ...... کی روشنی
میں ...... فرمادیا ہے ...... چنانچہ اب ...... ہمارا کام ...... عمل کرنا ہے ...... نہ کہ بحث
میں الجھنا ...... اس لئے جب بھی کوئی مسئلہ پیش آئے ...... فوراً ...... پختہ علم رکھنے
والے ...... حضرات علماء کرام سے معلوم کرلیں ...... اور خود ...... ان حقائق کو ......
سامنے رکھ کر ...... میدان عمل میں بڑھتے رہیں ...... جن حقائق کو ...... حضرت
سلطان صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ نے ...... اپنے سامنے رکھا تھا......



پاکستان کو مجبوری کیا ہے؟

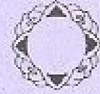
ہندوستان کا ریڈیو ...... پاکستان کے خلاف ...... دل کھول کر ...... اور منہ پھاڑ کر
...... پروپیگنڈا کرتا ہے ...... مگر پاکستان بھی ...... اینٹ کا جواب ...... پتھر سے دیتا ہے
...... آپ دونوں طرف کی ...... نشریات سنئے ...... آپ کو میدان جنگ کا ...... منظر نظر
آئے گا ...... دونوں طرف سے ...... گولے برستے ہیں ...... اور نشریاتی راکٹ ......
داغے جاتے ہیں ...... جبکہ ہلکی پھلکی ...... طنزیہ فائرنگ تو ...... روز مرہ کا معمول ہے
...... یہ سب کچھ حیرت ناک نہیں ہے ...... کیونکہ دونوں ملک ...... ایک دوسرے کے
کھلم کھلا دشمن ہیں ...... اور یہ کارروائی ...... یک طرفہ نہیں بلکہ ...... دو طرفہ ہے
...... لیکن ایران کا ریڈیو ...... ہندوستان سے بڑھ کر ...... پاکستان کے خلاف ...... بولتا
ہے ...... صبح سے لے کر ...... شام تک ...... اردو کے علاوہ ...... فارسی، عربی ...... اور
انگریزی نشریات میں ...... پاکستان کے خلاف مستقل پروگرام ...... نشر کرتا ہے جس
میں ...... طرح طرح کے زہریلے ...... تجزیئے پیش کئے جاتے ہیں ...... گمراہ کن
الزامات لگائے جاتے ہیں ...... اور مختلف طرح کی ...... دھمکیاں دی جاتی ہیں ...... مگر
...... دوسری طرف ...... پاکستان کا ریڈیو ...... دن رات ...... ایران کے گن گاتا ہے
...... پاک ایران دوستی کے ...... باجے بجاتا ہے بہت غور و فکر کے بعد ...... بھی آج
تک ...... یہ یک طرفہ ...... دشمنی ...... اور یک طرفہ ...... دوستی سمجھ میں نہیں آسکی
...... جب بھی ہم ...... ایران کی ...... اردو ...... عربی ...... اور فارسی نشریات سنتے ہیں تو
پاکستان کے خلاف ...... طرح طرح کی ...... باتیں سننے کو ملتی ہیں ...... باقاعدہ اعلانات
کرکے ...... پاکستان کو ...... بے نقاب کرنے کے دعوے کئے جاتے ہیں ...... آئی ایس
آئی کو آڑے ہاتھوں لیا جاتا ہے ...... مرحوم جنرل ضیاء الحق کو ...... گالیاں دی جاتی
ہیں ...... پاکستان کی تمام اسلامی جماعتوں ...... کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے ......
افغانستان کے بارے میں ...... پاکستانی حکومت پر ...... طرح طرح کے ...... الزامات

دانغے جاتے ہیں ...... لیکن جب ہم ...... پاکستانی ریڈیو کھولتے ہیں تو ...... ایران کا
تذکرہ ...... نہایت ادب و احترام سے کیا جاتا ہے ...... اور نہایت ...... عاجزی کے
ساتھ ...... ایران کے حضور ...... اپنی صفائیاں ...... پیش کی جاتی ہیں ...... آخر
پاکستان کو ...... اس قدر معذرت خواہانہ رویہ رکھنے کی ...... کیا ضرورت ہے؟ ...... چھ
سات کروڑ آبادی والا ...... تباہ شدہ ایران ...... نہ تو پاکستان کے مقابلے کی ...... جنگی
طاقت ہے ...... اور نہ ...... پاکستان کے تجارتی مفادات ...... ایران سے وابستہ ہیں
...... ایران کی نہ تو کوئی ...... بین الاقوامی حیثیت ہے ...... اور نہ اسلامی دنیا میں ......
اُسے کوئی معزز مقام حاصل ہے ...... یہودیت کی بدترین شاخ ...... سبائیت ...... کا
علمبردار ...... ایران ...... خود اندر سے کھوکھلا ہے ...... وہاں پر موجود ...... چالیس فیصد
مسلمانوں ...... اور بلوچ قبائل کو ...... دردناک مظالم کا سامنا ہے ...... خود برسراقتدار
طبقہ کے ...... مختلف دھڑے ...... آپس میں ...... دست وگریبان ہیں ...... معاشی طور
پر ...... ایران ویسے ہی ...... کھوکھلا ہو چکا ہے ...... اور جو کچھ تیل کی فروخت سے ......
ملتا ہے ...... وہ بے شمار مجتہدین کے ...... پیٹ بھرنے ...... اور دنیا میں زہریلے عقائد
پھیلانے پر ...... خرچ کردیا جاتا ہے ...... ایران اب تک اپنے آپ کو ...... امریکا اور
اسرائیل کا بڑا دشمن قرار دے کر ...... جو شہرت اور مال کمارہا تھا ...... وہ بھی اب ......
باقی نہیں رہا کیونکہ ...... اس جعلی دشمنی کا ...... بھانڈہ پھوٹ چکا ہے ...... اسلام دشمن
طاقتوں کے اشارے پر ...... ایران نے حال ہی میں ...... افغانستان میں ...... جو
خوفناک کھیل کھیلا ...... وہ بھی ...... کسی سے مخفی نہیں ہے ...... مگر یہ سب کچھ دیکھنے
کے باوجود ...... پاکستان ہمیشہ اِن کے آگے جھکا رہتا ہے ...... دبا رہتا ہے ...... غالباً ......
ایران ...... پاکستان میں ...... وہی پتے کھیل رہا ہے ...... جو اُس نے ...... متحدہ برصغیر
کے مغل بادشاہوں کو ...... قابو میں رکھنے کیلئے ...... کھیلے تھے ...... تھوڑا سا تاریخ کا
مطالعہ کیجئے ...... آپ کو ...... ماضی ...... اور حال میں "نور جہاں" کے سراپے میں
...... کئی بظاہر خوبصورت ...... اور اندرونی طور پر ...... مکروہ سازشوں کے ...... جال

...... ہر طرف ...... بکھرے نظر آئیں گے ...... جب ...... بنگلہ دیش پاکستان سے ......
الگ ہو رہا تھا ...... اور پاکستان کے ...... دو ٹکڑے ہو رہے تھے ...... تو یحییٰ ...... اور
بھٹو ...... ایرانی حسیناؤں کے ساتھ ...... رقص میں مصروف تھے ...... ایران کے یہ
نوکیلے ...... ناخن ...... پاکستان کے رگ و پے میں ...... اترے ہوئے ہیں ...... یہی وجہ
ہے کہ ...... پاکستان ...... ایران کے خلاف ...... ایک لفظ نہیں بول سکتا ...... جبکہ
ایران پاکستان کو ...... لوٹ لوٹ کر ...... کھا رہا ہے ...... اور ہندوستان کے ساتھ مل کر
پاکستان کے خلاف ...... نظریاتی جنگ لڑ رہا ہے ...... پاکستان کے ایران نواز جاگیردار
...... پاکستانی سرمایہ ...... ایران میں لٹا رہے ہیں ...... ایران ...... پاکستان میں ...... مذہبی
فرقہ واریت کا ...... سب سے بڑا ذمہ دار ہے ...... ایران ...... افغانستان کے لاکھوں
مسلمانوں کا ...... قاتل ہے ...... مگر ...... پاکستان کی نگاہیں ...... ایران کی طرف ......
جب بھی اُٹھتی ہیں ...... محبت سے اُٹھتی ہیں ...... پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں ......
ایران کی ...... یہودیانہ ...... اور مجوسیانہ ...... سازشوں سے ...... آنکھیں بند کر کے
بیٹھی ہوئی ہیں ...... کاش پاکستان کے ...... سبائیت زدہ حکمرانوں کو ...... عقل نصیب ہو
...... کیونکہ ...... اگر اُنہوں نے ایران کی طرف ...... توجہ نہ کی ...... اور ایران کے
بارے میں ...... روافض کی بنائی ہوئی ...... پاکستانی پالیسی کو تبدیل نہ کیا ...... تو ...... یہ
بات پاکستان کی سالمیت کیلئے ...... شدید خطرہ ثابت ہوگی ...... پاکستان کے حکمرانوں
...... اور خفیہ ایجنسیوں کیلئے ...... یہ بات سخت ضروری ہے کہ ...... وہ پاکستان میں
موجود ...... ایرانی ایجنٹوں کا ...... سراغ لگائیں ...... ایران کے راستے پاکستان میں
آنے والے ...... ایرانی اور اسرائیلی اسلحہ پر ...... پابندی لگائیں ...... بڑے بڑے
حکومتی عہدوں پر ...... فائز سبائیوں کے ...... ایران کے ساتھ تعلقات کی ...... نوعیت
کی ...... تحقیق کریں ...... تب پاکستان میں ...... امن قائم ہوگا ...... اور پاکستان
پھل پھول سکے گا ...... ورنہ آج تو ...... یہ حالت ہے کہ ...... ایک عام آدمی بھی
ایران کے ریڈیو پر ...... پاکستان دشمنی کے چرچے اور پاکستانی ...... ریڈیو پر ایران دوستی

کے باجے سن کر...... پوچھتا ہے کہ ...... آخر ...... پاکستان کو مجبوری کیا ہے......؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.



دو اخبار

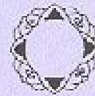
دو اخبار میرے سامنے ہیں چلیں آپ کو ان دونوں کا کچھ تعارف ہی کرا دیتے ہیں۔ کچھ باتیں ان دونوں اخباروں میں مشترک ہیں، مثلاً دونوں اخبار افغانستان کے باہر سے نکلتے ہیں مگر دونوں کا موضوع افغانستان ہے۔ دونوں اخبار چار چار صفحات پر مشتمل ہیں۔ بس ان دو مشترک باتوں کے علاوہ یہ دونوں اخبار دریا کے دو کناروں کی طرح ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جدا جدا ہیں۔ ان میں سے ایک اخبار کا نام "میزان" ہے۔ یہ ایک باتصویر اخبار ہے جس میں برہان الدین ربّانی سے لے کر کنیالال ہندو تک کا فوٹو ہوتا ہے۔ یہ اخبار افغانستان کے عملی "اصحاب الشمال" کی ترجمانی کرتا ہے اور ہندوستان کی ہندو حکومت کے تعاون سے چھپتا ہے۔ اس میں طالبان کے خلاف ہر کس و ناکس کی ہر بات لکھی جاتی ہے اور کفار کے وہ بیانات شہ سرخیوں میں ہوتے ہیں جن میں اسلام اور طالبان کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ دوسرے اخبار کا نام "ضربِ مؤمن" ہے۔ یہ ایک بے تصویر اخبار ہے جس میں کسی بھی ذی روح کی تصویر نہیں ہوتی۔ یہ اخبار افغانستان کے عملی "اصحاب الیمین" کی ترجمانی کرتا ہے اور پاکستان بلکہ عالم اسلام کے مفتیِ اعظم کے تعاون سے چھپتا ہے اور اس میں اہل علم کی باتیں اور مجاہدین کی خبریں شائع کی جاتی ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نہ تو ہندوستان کی ہندو حکومت "افغانی" ہے اور نہ مُسلمانوں کے مفتیِ اعظم صاحب "افغانی" ہیں تو آخر وہ کیا وجہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت ربّانی، دوستم، مسعود اور حزب وحدت کی مدد کر رہی ہے، ان کا سفارتخانہ چلا رہی ہے، ان کا اخبار نکال رہی ہے۔ دوسری طرف مفتی اعظم صاحب طالبان کیلئے دعائیں کر رہے ہیں، اخبار نکال رہے ہیں اور ان کی مدد کر رہے ہیں۔ بات بالکل واضح ہے کہ ربّانی، دوستم اور حزب وحدت سے ہندوستانی حکومت کے کافرانہ مفادات وابستہ ہیں اور اسی طبقے کے ساتھ روس، ایران اور پوری دنیائے کفر کے مفادات

وابستہ ہیں' یہ مفادات خالص کافرانہ اور نظریاتی نوعیت کے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ پوری دنیا کا کفر ایک طرف متحد ہو کر کھڑا ہے اور میزان نامی اخبار اس کی ترجمانی کر رہا ہے۔ دوسری طرف مفتی اعظم صاحب اور دنیا بھر کے حق پرست علماء کرام اور ایمانی جذبات رکھنے والے مسلمانوں اور اسلام کے پوری دنیا میں نفاذ اور غلبے کی تڑپ رکھنے والے نوجوانوں کے ایمانی مفادات طالبان سے وابستہ ہیں اور طالبان ان کے دینی فرائض اور ایمانی جذبات کی تکمیل کا ذریعہ ہیں گویا کہ دوسری طرف پوری دنیا کے اہل ایمان اپنی بے سروسامانی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ضربِ مؤمن انہیں کی ترجمانی کر رہا ہے۔

یہ ہے دونوں اخباروں کا صاف صاف تعارف۔ اب آپ کی مرضی ضربِ مؤمن میں امیرالمؤمنین ملا عمر صاحب اور مفتی اعظم صاحب کی خوشبودار باتیں پڑھیں یا میزان میں کنیا لال ہندو کی داستان اور مغرب زدہ عورتوں کے مضامین اور فوٹو پڑھیں اور دیکھیں۔

"ہر کسی کی پرواز اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔"



نیکی مشکل' گناہ آسان

اسیر کشمیر مولانا محمد مسعود اظہر' جیل کی سلاخوں سے خاص تحریر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم "رحمۃ للعالمین" ہیں۔ آپ نے رحمت کو عام فرمایا اور زحمت سے اُمّت کو نجات دلائی۔ آپ کی رحمت کا اثر زندگی کے ہر شعبے پر اور انسانیت بلکہ مخلوق کے ہر طبقے پر پڑا۔ آج کی اس نشست میں ایک ایسی رحمت کا تذکرہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت مسلمہ کو عطا فرمائی مگر اُمّت نے اب اس انمول رحمت کو چھوڑ کر خوفناک زحمت کو اپنے گلے لگالیا ہے۔

شادی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے' ہر انسان کی ضرورت ہے اور انسانی فطرت کا اہم ترین تقاضا ہے۔ خود ساختہ مذاہب نے شادی کو مہنگا اور مشکل بنایا' چنانچہ زنا' بدکاری' طرح طرح کی بیماریوں اور سینکڑوں معاشی اور معاشرتی برائیوں نے انہیں جکڑ لیا اور ایسا جکڑا کہ اب تک چھوٹ نہیں پائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کو آسان اور گناہ کو مشکل بنانے کا اعلان فرمایا اور دیکھتے ہی دیکھتے معاشرہ پاک اور آزاد ہوگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنی سادگی سے شادی کرتے تھے کہ بعض اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع تک نہیں ہوتی تھی۔ تھوڑا سا مہر رکھا جاتا تھا' برات کا کوئی نظام نہیں تھا' شادی کارڈ یا شخصی پیغام کا کوئی تصور نہیں تھا' اگر جیب اجازت دیتی تو ہلکا سا ولیمہ کرلیا جاتا تھا' اگر استطاعت نہ ہوتی تو ہر کوئی اپنے گھر سے کھانا لے کر دولہا کے ساتھ بیٹھ کر کھالیتا اور یوں خوشی کو پھیلایا جاتا اور منایا جاتا۔

جہیز نام کی مروجہ لعنت کا تصور تک نہیں تھا' یہ بے غیرتی تو ہندوؤں نے سکھائی ہے ان کے نزدیک لڑکی اتنی گھٹیا اور سستی چیز ہے کہ اسے کسی کے نکاح میں دینے کیلئے بطور رشوت کے جہیز دینا پڑتا ہے جبکہ اسلام نے مسلمان لڑکی کو بے حد عزت

دی ہے اس کی شرافت اور اس کی عصمت ہی وہ قیمتی چیز ہے جس کے بدلے اسلام نے دولہا کو حکم دیا کہ مہر ادا کرے، مگر آج کا بے غیرت دولہا اس شرافت اور عصمت کے نور کو گھر لانے کیلئے جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا تصور بھی نہیں تھا۔ وہاں تو منٹوں میں شادی ہوتی تھی اور پاکیزگی کا یہ مضبوط بندھن مال کے ہاتھوں گروی نہیں رکھا جاتا تھا۔

آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرما رہے تھے کہ زیادہ برکت والا نکاح وہی ہوگا جس میں خرچہ کم ہوگا اور ساتھ ساتھ یہ اعلان بھی فرما رہے تھے کہ زانی کیلئے پتھر ہیں یعنی نامرادی اور سنگساری۔ ان دونوں اعلانات نے عرب معاشرے کی حالت بدل دی۔ ہر نوجوان مرد کو بآسانی نوجوان بیوی مل جاتی تھی جس کے پاس وہ سکون پاتا تھا اور اپنے تقوے کو اس کے دامن میں محفوظ کرتا تھا۔ کسی بیوہ کو رشتے کی کمی نہیں تھی کہ وہ گناہ کا خیال بھی دل میں لائے۔ ایک شادی پر گذارہ نہیں ہوتا تھا تو پہلی بیوی خود اپنے خاوند کیلئے دوسری بیوی ڈھونڈ لیتی تھی اور اس طرح ایک پاکیزہ اور صحتمند معاشرہ وجود میں آیا۔ اس معاشرے میں گناہ کے صرف چند ہی واقعات ہوئے، ان واقعات کو انگلیوں پر گنا جاسکتا ہے بلکہ آج کے اعداد و شمار کے مطابق اس زمانے میں فی منٹ اتنے واقعات ہوجاتے ہیں یا ہو رہے ہوتے ہیں جتنے اس زمانے میں دس سال میں بھی نہیں ہوئے۔ آخر یہ تبدیلی کیسے آگئی؟؟؟

آج نیکی مہنگی اور مشکل بنادی گئی ہے جبکہ گناہ سستا اور آسان کردیا گیا ہے۔ نکاح کا نام سن کر ماں باپ کے جسم کانپنے لگتے ہیں جبکہ بدکاری گلی گلی پھیل رہی ہے۔ نکاح جیسی فطری نعمت اور ضرورت کس قدر مشکل اور مہنگی ہوچکی ہے اس کا اندازہ لگانے کیلئے چند تصویریں دیکھیے:

ایک صاحب مسجد میں بھیک مانگ رہے ہیں، وجہ پوچھیں تو جواب ملے گا: گھر میں تین جوان بیٹیاں ہیں مگر انہیں کسی کے نکاح میں دینے کیلئے رشوت (جہیز) کے پیسے نہیں ہیں۔

یہ صاحب حج نہیں کرتے حالانکہ مالدار ہیں، وجہ پوچھیں تو بتائیں گے کہ دو بچیوں کی شادی کرنی ہے، حج کیسے کریں؟

یہ جوان آدمی جہاد کیلئے تڑپ رہا ہے مگر نہیں جاسکتا، وجہ پوچھیں تو بتایا جائے گا: اس کی چار جوان بہنیں ہیں ان کیلئے جہیز اکٹھا کرے یا جہاد پر جائے؟

یہ بوڑھے بزرگ روتے روتے بے ہوش ہوگئے ہیں، معلوم ہوا کہ دل کا دورہ پڑا ہے، وجہ معلوم کی تو پتا چلا کہ لڑکی کی شادی قریب ہے، ساری زندگی شرافت اور سفید پوشی سے گزاری تھی، جہیز بھی کافی جمع کرلیا تھا مگر آج لڑکی کے سسرال والوں نے پیغام بھجوایا ہے کہ سلامی میں لڑکے کو گاڑی دینی ہوگی۔

یہ خوبصورت نوجوان کینیڈا کے ایئرپورٹ پر کھڑا خود کو قادیانی لکھوا کر وہاں سیاسی پناہ اور نوکری کی بھیک مانگ رہا ہے، اس سے پوچھا گیا کہ آپ تو مسلمان تھے، نمازی تھے، آج خود کو قادیانی کیوں لکھوا رہے ہو؟ وہ درد کے ساتھ جواب دیتا ہے: گھر میں دو جوان بہنیں ہیں، ان کی شادی قریب ہے، جہیز کی تیاری کرنی ہے چنانچہ مجبوراً مجھے خود کو قادیانی لکھوانا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک شخص کی لاش ہے اس نے خودکشی کرلی ہے، آخر کیوں؟ معلوم ہوا کہ گھر میں جوان بیٹیاں تھیں مگر یہ شخص جہیز تیار نہ کرسکا، بالآخر اس نے خودکشی کرلی۔

یہ سب کیا ہے؟ یہ ساری تصویریں مسلمان ملکوں کی ہر گلی میں بکھری پڑی ہیں۔ یہ مسلمان لڑکیاں جنہیں کوئی بغیر جہیز کے اپنے گھر رکھنے کو تیار نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دامن روحانی بیٹیاں ہیں۔ یہ لولی لنگڑی یا معذور بھی نہیں۔ پھر انہیں جہیز میں کیوں تولا جاتا ہے؟ اگر خدانخواستہ یہی لڑکیاں یہی بیٹیاں (دل تھام کر لکھ رہا ہوں) جسم فروشی کرنے والیاں ہوتیں تو لوگ ان کے قدموں میں مال کے ڈھیر ڈالتے، ان کی مسکراہٹوں کو خریدنے کیلئے بولیاں لگتیں، مگر یہ پاک بیٹیاں ہیں، عصمت کا پیکر ہیں، ان کی ایک مسکراہٹ پر غلیظ عورتوں کے لاکھوں ترنم قربان کیے جاسکتے ہیں، انکی شرافت کی قیمت پوری دنیا کا مال بھی نہیں بن سکتا، مگر

قوم کے بے غیرت بے، شرم بے، ضمیر عناصر ان قیمتی اور پاک روحوں کو بکاؤ مال سمجھتے ہیں اور اس وقت تک انہیں اپنے گھر کی دہلیز میں قدم نہیں رکھنے دیتے جب تک وہ جہیز کی رشوت نہ دیں۔

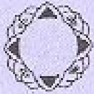
آج کتنی جوانیاں گھر بیٹھے مرجھا چکی ہیں؟ آج کتنی عصمتیں سربازار نیلام ہوتی ہیں؟ آج کتنے نوجوان اپنے ہاتھوں سے خود کو تباہ کر رہے ہیں؟ آج دیواروں پر لگے ہوئے جنسی بیماریوں کے پوسٹر ہمیں کیا پیغام دے رہے ہیں؟ خدا کی قسم! اگر ہندوؤں کی رسموں کو چھوڑ کر نکاح کو آسان اور سستا نہ بنایا گیا تو ہم اپنی گلیوں سے نہیں گذر سکیں گے۔ ہر طرف بے راہ روی کا ایسا سیلاب آئے گا جو سب کچھ بہا کر لے جائے گا۔ آج ہمارے مُسلمانوں کے ایک طبقے نے لڑکی کو کینسر سمجھ لیا اور جہیز کی لعنت کو گلے کا طوق بنالیا جبکہ دوسرے طبقے نے لڑکی کی قیمت مقرر کردی چنانچہ لڑکی کے مہنگے مہر کے بدلے گاڑیاں خریدی جاتی ہیں۔ نوجوان سالہا سال کی محنت کر کے یا حرام کے ہاتھ مار کر لاکھوں روپے کماتے ہیں تاکہ اپنے سسر کو دے کر اپنی بیوی کو پاسکیں۔ شادی اس طبقے میں بھی مہنگی ہے مگر یہاں سارا بوجھ لڑکے والوں پر ہے۔ آخر یہ ظلم کب تک چلتا رہے گا؟؟؟

قوم کے ظالم خاموش بازو! تمہیں نکاح کی کیا قدر؟ نکاح کی قدر اس نوجوان سے پوچھو جو اپنے دامن پر کوئی دھبہ نہیں لگانا چاہتا۔ نکاح کی قدر اس مُسلمان جوان سے پوچھو جو اپنی پاک دامنی کے آبگینے نہیں توڑنا چاہتا۔ نکاح کی قدر اس جوان سے پوچھو جو بیوی کے علاوہ کسی اور چیز سے لذت حاصل کرنا حرام سمجھتا ہے۔ نکاح کی قدر ان سے پوچھو جو نیک صالح اولاد کے خواہشمند ہیں۔ نکاح کی قدر اس بے زبان پاک دامن بچی کی آہوں سے پوچھو جو اپنے سر میں ایک سفید بال دیکھ کر دل تھام لیتی ہے اور اس کی حلال امنگوں پر اوس پڑنے لگتی ہے۔

بہو کے مال سے گھر سجانے والو! اور داماد کے مال سے گاڑی خریدنے والو! تمہیں نکاح کی کیا قدر؟ تمہیں تو صرف کافرانہ اور ظالمانہ رسموں کی فکر ہے۔ کس

قدر بے شرمی کا مقام ہے کہ آج کا نوجوان بیوی کے لائے ہوئے پلنگ پر سوتا ہے۔ اسے اتنی شرم نہیں آتی کہ اس پاکیزگی کی تصویر لڑکی کو بستر اور چارپائی دینا اس کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہ مرد ہے، یہ خاوند ہے، یہ وہ نر جانور نہیں جسے کرائے پر لیا جاتا ہے۔

مُسلمانوں کا درد رکھنے والو! اٹھو! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی تلوار سے ہندوانہ رسومات کے بت پاش پاش کردو اور ایسی محنت کرو کہ چند ہی دنوں میں شادی سستی ہوجائے، سہولت سے دستیاب ہونے لگے اور گناہ اتنا مشکل بن جائے کہ کوئی اسکا تصور بھی نہ کرسکے۔ اللہ کرے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد بھی جلد اس بارے میں اعلان فرمائیں اور بوڑھے والدین کے چہرے تفکرات سے، اور نوجوان بچوں اور بچیوں کے چہرے ان گنت خدشات سے، پاک ہوجائیں۔ ذہنی غلامی کی یہ زنجیریں ٹوٹ جائیں اور مُسلمان ان داخلی زنجیروں اور طوقوں سے آزاد ہو کر اپنے ان فرائض کو ادا کرسکیں جو پکار پکار کر مُسلمانوں کو اپنی ضرورت سے آگاہ کر رہے ہیں۔



ایک خطرناک بیماری

کرکٹ کا نشہ چرس اور ہیروئن کے نشے سے کچھ کم نہیں ہے۔ سفید ریش بزرگ ہوں یا نابالغ بچے، جو بھی کرکٹ کے نشے میں مبتلا ہو جائے، اس کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ ع

چھٹتی نہیں یہ ظالم منہ سے لگی ہوئی

اور تو اور بہت سارے علماء، طلبہ اور مجاہدین بھی اس موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ کرکٹ کے یہ متوالے اور دیوانے کئی طرح کے ہیں۔ چونکہ یہ کسی اچھے خاصے انسان کو پاگل کر دیتی ہے اس لئے کرکٹ کے شوقین یعنی پاگلوں کی کئی اقسام ہیں۔

پاگل نمبر① یہ وہ لوگ ہیں جو اسٹیڈیم میں جاکر کرکٹ دیکھتے ہیں۔ ان کا پہلا نمبر اس لئے ہے کہ یہ لوگ ایک ایسی چیز کی خاطر جس میں دین و دنیا کا کوئی نفع نہیں ہے، اپنا وقت اور اپنا سرمایہ برباد کرتے ہیں، اور اس جدید گلی ڈنڈے کی خاطر گھنٹوں کی تھکاوٹ برداشت کرتے ہیں، اور شام کو خسر الدنیا والآخرۃ کی عملی تصویر بن کر خالی ہاتھ واپس لوٹتے ہیں۔

پاگل نمبر② یہ وہ لوگ ہیں جو اسٹیڈیم کے باہر اونچی عمارتوں سے یا درختوں سے جھانک کر میچ دیکھتے ہیں۔ ان کو دوسرا نمبر اس لئے ملا ہے کہ انہوں نے کم از کم ٹکٹ کے پیسے تو بچائے۔

پاگل ③ یہ وہ لوگ ہیں جو ٹیلیویژن پر میچ دیکھتے ہیں۔ ان کو تیسرا نمبر اس لئے ملا کہ یہ لوگ پہلی اور دوسری اقسام کے لوگوں کی بنسبت کم پیسہ خرچ کرتے ہیں اور کم تھکتے ہیں جبکہ گناہ کمانے میں یہ لوگ پہلے نمبر والوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

پاگل نمبر④ یہ وہ لوگ ہیں جو ریڈیو پر مکمل میچ سنتے ہیں اور ایسی چیز پر اچھلتے کودتے یا پریشان ہوتے ہیں جس میں نہ دین کا فائدہ ہے نہ دنیا کا۔ اور نہ کوئی جسمانی یا ذہنی تفریح ہے اور نہ اس میں ان کا کچھ دخل ہے۔

پاگل نمبر⑤ یہ وہ لوگ ہیں جو ریڈیو پر مکمل میچ تو نہیں سنتے البتہ کبھی کبھار ریڈیو کھول کر یا آنے جانے والے لوگوں سے اسکور معلوم کرتے رہتے ہیں اور ان کی روح بھی کرکٹ میں اٹکی رہتی ہے۔

یہ پانچ اقسام تو بکثرت پائی جاتی ہیں جبکہ کرکٹ کے ہاتھوں پاگل ہونے والوں کی کئی اور اقسام بھی ہیں، مثلاً وہ لوگ جو مسجدوں میں جاکر میچ جیتنے کی دعائیں کرتے ہیں اور اس فتنہ پرور لہو ولعب کی خاطر اللہ کے حضور سجدے کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو جیتنے پر مٹھائیاں بانٹتے ہیں اور ہارنے پر سوگ مناتے ہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو کرکٹ پر جوا کھیلتے ہیں۔ یہ سٹے باز اب اس قدر طاقتور ہو چکے ہیں کہ وہ بعض کھلاڑیوں کو بھی خرید لیتے ہیں۔ تہاڑ جیل میں ہمارے ساتھ ایک بین الاقوامی مجرم ببلو شری واستو تھا جو جیل میں بیٹھ کر کرکٹ پر سٹے بازی کرتا تھا اور بتاتا تھا کہ پاکستان کے فلاں فلاں کھلاڑی پیسے لے کر میچ کا فیصلہ طے کرتے ہیں اور فلاں ملک کے فلاں فلاں کھلاڑی۔ ہم نے جب تحقیق کی تو اس کی یہ باتیں سچی نکلیں، تب ہمیں کرکٹ کے عاشقوں پر مزید ترس آیا کہ وہ ان لوگوں کی ہار جیت پر مرتے جیتے ہیں جو پہلے سے بکے ہوئے ہوتے ہیں اور میچ سے پہلے اس کا فیصلہ کر چکے ہوتے ہیں۔

کیا اس میں کوئی فائدہ ہے؟

یہ تو تھا کرکٹ کے عاشقوں یا پاگلوں کا مختصر تعارف، اب آئیے کرکٹ کے اصل چہرے کی طرف، مگر اس سے پہلے کہ کرکٹ کے نقصانات پر ایک نظر ڈالی جائے، اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ کرکٹ کا کوئی فائدہ بھی ہے یا نہیں؟ اگر آپ گھنٹوں اس مسئلے پر غور کریں اور ہر پہلو سے جائزہ لیں، تب بھی آپ کو یہی کہنا پڑے گا کہ کرکٹ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ دینی نہ دنیاوی، ذہنی نہ جسمانی، معاشی نہ معاشرتی، داخلی نہ خارجی، اقتصادی نہ سیاسی۔

اس میں شک نہیں کہ کرکٹ کے چند کھلاڑی خوب پیسہ کمالیتے ہیں اور غیر ملکی لڑکیوں سے شادیاں کرلیتے ہیں اور ان کے گھر فلمی اداکاراؤں کے ٹیلیفون آنے لگتے ہیں اور کالج کی لڑکیاں ان کے آٹوگراف لینے کیلئے مرتی ہیں لیکن کیا ایک مسلمان کیلئے یہ سب کچھ مفید ہے؟ جو پیسہ ان بے چاروں کو ملتا ہے اگر اس کی حقیقت معلوم ہوجائے تو ایک مسلمان مردار کھانا گوارہ کرلے گا مگر اس پیسے کو قبول نہیں کرے گا، جبکہ باقی تمام چیزیں بھی دنیا و آخرت کی تباہی اور مسلمانوں کے اجتماعی ماحول کیلئے خودکشی کے مترادف ہیں۔ غالباً اسی وجہ سے مسلمانوں کو اس کھیل میں زیادہ ملوث کیا جارہا ہے اور غیر ملکی کمپنیاں بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کے ممالک میں کرکٹ کے فروغ کیلئے کام کررہی ہیں۔

آپ اگر سارا دن کرکٹ دیکھنے یا سننے والے سے پوچھیں کہ آج آپ نے اپنی زندگی کے آٹھ گھنٹے جس کام پر لگائے ہیں اس میں آپ کو کیا فائدہ ملا؟ وہ جواب دے گا کہ آج تو بڑا مزا آیا، یا کہے گا کہ آج بہت افسوس ہوا۔ آہ! ایک مسلمان جس کے کندھے پر پوری دنیا میں اسلام کے غلبے کی ذمے داری اور ذاتی طور پر آخرت کی تیاری کا بوجھ لدا ہے، صرف مزے یا افسوس کی خاطر کتنا وقت اور کتنا سرمایہ تباہ کررہا ہے؟ اور تو اور، پاکستان اور ہندوستان کے کرکٹ میچ کی وجہ سے ہندوستان میں مسلم کش فسادات بھڑک اٹھتے ہیں اور کئی قیمتی جانیں اور کئی عصمتیں مسلمانوں سے چھین لی جاتی ہیں۔ ہاں! یہ سب کچھ اس پاکستانی ٹیم کی خاطر ہوتا ہے جس کے کھلاڑی ہندوستان آکر رات کو کسی فائیو اسٹار ہوٹل کے ڈانس ہال میں ہندو لڑکیوں کے ساتھ ناچنا کبھی نہیں بھولتے، مگر ہندوستان کے مسلمان کرکٹ کے جنون میں انہی کھلاڑیوں کیلئے مساجد میں دعائیں کرتے ہیں اور ان کے جیتنے پر اتنی خوشی مناتے ہیں کہ اس کی وجہ سے فسادات بھڑک اٹھتے ہیں اور کئی مسلمان شہید کردیئے جاتے ہیں۔

کرکٹ کے چند نقصانات :

یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ کرکٹ میں مسلمانوں کیلئے کوئی فائدہ نہیں ہے البتہ نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر انہیں تفصیل سے لکھا جائے تو ایک پوری کتاب بن سکتی ہے۔ اسی کرکٹ کی وجہ سے مسلمانوں میں بے مقصدیت حد سے زیادہ بڑھ چکی ہے۔ لاکھوں لوگ صبح شام ٹی وی سے چپکے رہتے ہیں، کروڑوں اربوں روپے کا سرمایہ تباہ ہوتا ہے، دفاتر میں کام متاثر ہوتا ہے، تعلیمی مصروفیات درہم برہم ہوجاتی ہیں، مسلمانوں میں بےحیائی پھیلانے والوں کو کھلا موقع مل جاتا ہے اور وہ ٹی وی اور دوسرے ذرائع سے اپنا کام آسانی سے کرجاتے ہیں، نمازیوں کی نمازیں ضائع ہوتی ہیں، رمضان المبارک میں روزے دار ذکر و تلاوت سے محروم رہتے ہیں، یہ سب نقصانات اٹھاکر بھی شام کو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان ہار گیا، تب ہر طرف افسوس اور اداسی پھیل جاتی ہے، اگر کبھی پاکستان جیت جاتا ہے تو خوب ہلڑ بازی ہوتی ہے مگر اس جیت سے نہ تو پاکستان کی سرحدیں محفوظ ہوتی ہیں، نہ مسئلہ کشمیر حل ہوتا ہے، نہ غیر ملکی قرضہ ادا ہوتا ہے اور نہ امریکا کی غلامی سے نجات ملتی ہے، پھر اس جیت کا کیا فائدہ؟ پھر یہ کیسی خوشیاں؟ ہاں! یہ جیت مزید تباہیاں لاتی ہے، ہمارے بے رنگ کھلاڑی بیرون ملکوں سے گندے فیشن اور بدبودار تہذیب کے جراثیم ہمارے ملک میں لے آتے ہیں، سگریٹ کمپنیاں ان کھلاڑیوں کو استعمال کرکے ہمارے نوجوانوں کے پھیپڑوں میں زہریلا دھواں بھرتی ہیں، انگریزی لباس کی کمپنیاں ان کھلاڑیوں کے ذریعے سے اپنے کپڑے بیچ کر ہمارے نوجوانوں کو بے بنیاد لفافہ بناتی ہیں، غیر ملکی کمپنیاں ان کھلاڑیوں کو نچاکر ہمارے ملک کی اقتصادیات پر اپنی پکڑ مضبوط بناتی ہیں، سٹے بازی اور جوئے کا بازار اور زیادہ گرم ہوجاتا ہے، مغربی تہذیب کی دلدادہ لڑکیاں ان کھلاڑیوں کے ساتھ تصویر کھینچواکر اسلامی تہذیب کی پیٹھ میں خنجر گھونپتی ہیں، یہ ہیں جیت کے چند فائدے جبکہ تفصیلات اس سے زیادہ بھیانک ہیں۔

آہ ! وہ مُسلمان قوم جس کے شہسواروں کی جولان گاہ پورا عالم تھی' آج کفر کے پنجے تلے سسک رہی ہے۔ بوسنیا کے بعد کسوو کے مُسلمان اپنے بھائیوں کے خون میں غوطے لگا رہے ہیں' اور دربدر ٹھوکریں کھا رہے ہیں' کشمیر تقریباً تباہ ہو چکا ہے' عمومی طور پر مُسلمان ذلت اور مسکنت اور فقرو فاقہ کا شکار ہیں' ان دردناک حالات میں کرکٹ جیسے فتنہ پرور' فضول اور تباہ کن کھیل پر مُسلمان نوجوان کی زندگی اور سرمایہ تباہ ہو رہا ہے اور ہم اصل ہار جیت کو بھول کر گیند بلے کی ہار جیت میں مست ہو چکے ہیں۔ یقیناً ہمارا دُشمن ہماری اس بیوقوفی پر ہنستا ہو گا اور خوشی سے قہقہے لگاتا ہو گا۔

اے مُسلمانو ! کرکٹ اب اسلامی ممالک کے اعصاب پر چھا چکا ہے۔ خدارا اس کی حوصلہ شکنی کرو اور خود کو اس حقیر گلی ڈنڈے سے آزاد کرو۔

اے مجاہد ! تجھے کیا ہو گیا ہے تو کافر عورتوں کے ساتھ ناچنے والے کھلاڑیوں پر مر رہا ہے اور ان کی ہار جیت پر کان لگائے بیٹھا ہے۔ خدارا اپنے مقام کو سمجھ ! یہ تماش بین لڑکے تو تیرے قدموں کی دھول برابر بھی نہیں ہیں پھر تو ان کی خاطر کیوں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے ؟

اے مجاہد ! تیرے ہاتھ میں گیند بلا دیکھ کر دُشمن خوش ہوں گے' پھینک دے ان حقیر چیزوں کو ! ہاں پھینک دے ! تیرے ہاتھ میں تو صرف اسلحہ اچھا لگتا ہے۔ کرکٹ نے تیری قوم کو غفلت میں مبتلا کیا ہے اس لئے تو کرکٹ کو اپنا دُشمن سمجھ اور نہایت حقارت کے ساتھ اسے چھوڑ دے اور اسے بھلا دے۔

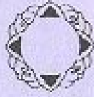
اے مُسلمانو ! کرکٹ سے توبہ کرو کیونکہ تمہاری دلچسپی ہی نے اس خرابی کو شہ دی ہے' بس جو شخص کرکٹ کو شہ دے گا وہ ان تمام گناہوں میں شریک ہو گا جو کرکٹ کے ذریعے پھیل رہے ہیں۔

اے افغانستان کے عظیم طالبان دوستو ! اپنی سرحدوں میں اس کھیل کو کبھی بھی داخل نہ ہونے دینا' اور اپنے گلی کوچوں کو اس کھیل کے جراثیم سے پاک رکھنا' اور

قانونی طور پر اس مفلوج اور بے کار کرنے والے کھیل کو ممنوع قرار دینا' کیونکہ کرکٹ اب کھیل نہیں رہا بلکہ ایک خطرناک بیماری اور خوفناک سازش بن چکا ہے۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین

۵ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ بمطابق ۲۳ اپریل ۱۹۹۹ء یوم الخمیس



اُمّت مسلمہ کی ماؤں، بہنوں اور نوجوانوں کے نام

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

ارشاد ربانی:

"وہ ایسا ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے، گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔"

فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

"مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے لڑتا رہوں، جب تک کہ وہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا اقرار نہ کرلیں۔"

مُسلمانو اور میرے ہم مشن ساتھیو!

اس وقت پوری دنیا میں یہ بات بڑے زور و شور سے پھیلائی جارہی ہے کہ مُسلمان کمزور ہوچکے ہیں، مُسلمان ختم ہورہے ہیں، مسلمانوں میں اب کوئی دم خم باقی نہیں رہا، دنیا پر اب صرف امریکا اور ان پانچ ملکوں کی حکمرانی ہے، جنہیں اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں "ویٹو" کا حق حاصل ہے۔ امریکا، یورپ، چین، روس اور ہندوستان ناقابل تسخیر ہوچکے ہیں، مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کی بے وقوفی نہیں کرنی چاہئے، مُسلمانوں کو خاموشی سے ذلت اور غلامی کا گھونٹ اب پی لینا چاہئے، اسلام کی عظمت کے خواب دیکھنے چھوڑ دینے چاہئیں، اپنے مقبوضہ اسلامی ممالک اور علاقوں کو آزاد کرنے کی تمنا اپنے دل سے نکال دینی چاہئے۔ یہی وہ پروپیگنڈہ ہے جو اسلام دشمن طاقتیں خود بھی کررہی ہیں اور ان کی آواز میں آواز ملا کر وہ منافقین بھی کررہے ہیں، جنہیں بدقسمتی سے مُسلمان سمجھا جاتا ہے، جو مسلمانوں کے حکمران کہلاتے ہیں اور ایک ایسا تاثر دیا جارہا ہے اور اس طرح کے ڈرامے کھیلے جارہے ہیں کہ اب بس دنیا پر ایک ہی خدا ہے، نعوذ باللہ، اور وہ صرف

امریکا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں سوویت یونین کے بکھرنے کے ساتھ ہی تمام اسلام دشمن طاقتوں کی ہوا اکھڑ چکی ہے اور یہ تمام طاقتیں اپنی جس جنگی قوت کا پروپیگنڈہ کررہی ہیں، اس جنگی قوت سے دنیا کو رعب میں ڈالا جاسکتا ہے، دنیا پر اپنا دبدبہ تو دکھایا جاسکتا ہے، لیکن حقیقت میں ان سے جنگ نہیں جیتی جاسکتی۔ یہ ہتھیار اور طاقت کسی ملک کو دوسرے ملک پر یا کسی قوم کو دوسری قوم پر ہرگز فتح نہیں دلاسکتے۔ اگر یہ ممکن ہوتا تو روس افغانستان سے ذلیل ہوکر نہ نکلتا اور نہ ہی اسے چیچنیا میں مجاہدین کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑتے۔ اسی طرح امریکا صومالیہ میں رسوا نہ ہوتا اور انڈیا تو کب کا کشمیر کی تحریک آزادی کو ختم کرچکا ہوتا۔ لیکن ہر جگہ ان بڑی طاقتوں کو ذلت اٹھانی پڑ رہی ہے، کہیں بھی یہ مٹھی بھر مجاہدین کا مقابلہ نہیں کرسکے۔

چنانچہ اس نکتے کو سمجھتے ہوئے انہوں نے اپنی جنگ کا انداز بدل دیا ہے اور وہ شیروں کی طرح میدان میں لڑنے کی بجائے چوہوں کی طرح مُسلمانوں کی وحدت کو کتر رہے ہیں اور ان کے ایمان پر مغربیت کی غلاظت چپکانے کا کام کررہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مُسلمانوں میں بزدلی، کمزوری اور کم ہمتی پھیلانے کیلئے اپنی فوجی طاقت کا انتہائی پروپیگنڈہ کررہے ہیں اور اس طرح سے وہ ناقابل تسخیر بن چکے ہیں۔ حالانکہ وہ خود بھی اپنی حالت سے واقف ہیں، وہ تو صرف مُسلمانوں پر رعب ڈالنے کیلئے اور مُسلمانوں پر حکومت کرنے والے منافقین کو خوفزدہ کرنے کیلئے، اپنی اس طاقت کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں، جس کے بل بوتے پر وہ دنیا کے کسی بھی خطے میں مٹھی بھر مُسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرپائے، اس لئے میں سب سے پہلے اپنے تمام مُسلمان بھائیوں سے خواہ وہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں اور عمر کے کسی بھی حصّے میں ہوں، خواہ خواتین ہوں یا مرد، میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ ہرگز نہ گھبرایئے، اگرچہ آج ہمارا بوکھلایا ہوا دشمن ہمیں لاشوں کے تحفے دے رہا ہے، دریا ہمارے خون سے سرخ ہورہے ہیں، ہمارے مُسلمان بغیر جنازے اور بغیر کفن کے زمینوں میں گاڑے جارہے ہیں، دنیا میں بھر کے عقوبت خانوں میں ٹارچر سیلوں میں اور

جیلوں میں کتنی جوانیاں اور کتنے اسلامی جذبات سسک سسک کر زندگی گذار رہے ہیں' ہر طرح کے تشدد ہم پر کیئے جارہے ہیں' ہر طرح کے ظلم ہم پر ڈھائے جارہے ہیں' اسلام کو دنیا میں ایک ظلم بنا کر پیش کیا جارہا ہے اور مُسلمانوں کو ختم کرنے کیلئے دنیا کی تمام طاقتیں متحد ہوچکی ہیں' لیکن آپ یاد رکھئے! اس موقع پر اگر ہم گھبرا گئے' اگر ہم نے ہمت چھوڑ دی' اگر ہم نے اپنے شہداء کے خون کو بھلا دیا' اگر ہم نے اپنی لٹی ہوئی عصمتوں کو فراموش کردیا تو یقیناً ہمارا دشمن کامیاب ہوجائے گا' لیکن اگر ہم نے ہمت نہ ہاری اور ہم اپنی ایمانی قوت اور اسلامی جذبات سے سرشار ہوکر اپنے دلوں میں شوق شہادت کو زندہ کرکے میدانوں میں اترے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ امریکا کوئی طاقت نہیں ہے' ہندوستان کوئی قوت نہیں ہے' یہ سب دھوکے ہیں اور یہ وہ مشت غبار ہیں جو کسی طرح بھی مُسلمانوں سے مقابلے کی تاب نہیں رکھ سکتے۔

لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں مُسلمان بننا ہوگا' ہمیں ایمان والا بننا ہوگا' ہمیں جہاد کے راستے کو اختیار کرنا ہوگا' ہمیں وحدت اور اجتماعیت کا وہ نمونہ پیش کرنا ہوگا' جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس دنیا میں چھوڑ گئے تھے۔ ہمارے پاس جو طاقت ہے وہ اسلام کی دشمن قوتوں کے پاس نہیں ہے' ہمارے پاس جو جذبہ ہے وہ ان کے پاس نہیں ہے' ہمارے ساتھ ہمارا مولیٰ اللہ ہے ان کے ساتھ کوئی نہیں ہے' ہم موت سے عشق رکھنے والے لوگ ہیں اور یہ موت سے بھاگنے والے لوگ ہیں' انہیں اپنے ہتھیاروں پر ناز ہے تو ہمیں اللہ کی نصرت اور اللہ کی مدد پر بھروسہ ہے' جب بھی میدان میں یہ اور ہم سامنے آئے ہیں اور ہم اپنے اسلام اور ایمان پر قائم رہے ہیں تو فتح ہمیں ہی ملی ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے' حال اس بات کی شہادت دے رہا اور مستقبل اس چیز کو اپنی آنکھوں سے ان شاء اللہ ضرور دیکھے گا۔

میرے مُسلمان بھائیو!

ہمیں ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں ہے' آپ کے دل روتے ہوں گے کہ بوسنیا میں تین تین ہزار مُسلمان اکٹھے زمین میں دفن کردیئے گئے' ان کی لاشوں کو نماز جنازہ تک نصیب نہ ہوسکی۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے دل زخمی ہیں' لیکن ہم جس دین کے پیروکار ہیں' ہم دنیا میں امن اور سکون کا جو پیغام لے کر آئے ہیں' ہم انسانیت کو کامیابی دلانے کے جس کام پر مامور ہیں' اس کی خاطر یہ قربانیاں بہت چھوٹی ہیں' بہت تھوڑی ہیں۔ ہمیں اور بھی قربانیاں دینی ہوں گی' اپنی جوانیاں' اپنے جوان بیٹے' اپنا مال' اپنی قوت بازو' اپنی زبان' اپنے قلم سب ہمیں اسلام کیلئے وقف کرنے پڑیں گے۔ حضرات علماء کرام کو بھی اُمت کی قیادت کیلئے میدانوں میں آنا ہوگا' وہ جب میدان میں آتے ہیں' اللہ کی نصرت آسمانوں سے اترنا شروع ہوجاتی ہیں' آج افغانستان کے حالات ہماری اس بات کی تصدیق کررہے ہیں۔

مُسلمان ماؤ مُسلمان بہنو!

تم ایک تاریخ رکھتی ہو' تم یورپ کی وہ عورتیں نہیں ہو' جو اپنے جسم کی نمائش کرکے اپنا پیٹ پالتی ہیں' تم اپنے ہاتھ میں کشکول لے کر اپنے حقوق کی بھیک مانگنے والی خواتین نہیں ہو' تم اپنے حقوق کی خاطر اقوام متحدہ کے سامنے اپنا دامن پھیلانے والی نہیں ہو' تم حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں ہو' تم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں ہو' تم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جرأت کا نشان ہو' تمہارے اندر حضرت خولہ بنت الازور رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی شجاعت ہونی چاہئے' تمہیں کسی سے حقوق مانگنے کی ضرورت نہیں ہے' تمہارے حقوق تو قرآن نے تمہیں دے دیئے ہیں' تم نے تو ماضی میں ان لوگوں کو جنم دیا' جنہوں نے اسلام کی خاطر وہ کام کیئے کہ آج تاریخ میں ان کا نام کبھی محمد بن قاسم کی صورت میں نظر آتا ہے اور کبھی سلطان صلاح الدین ایوبی کی شکل میں۔ تمہارے سر

پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوپٹہ رکھ کر گئے ہیں اور تمہیں پردے کی عزت دے کر گئے ہیں، وہ تمہیں ایک ایسا مقام دے کر گئے ہیں جو دنیا کی کسی بھی قوم نے، کسی بھی ملک نے، کسی بھی قبیلے نے، اپنی عورتوں کو نہیں دیا، تمہارے قدموں میں جنت کو رکھا گیا ہے۔

اے مُسلمان ماؤ! اے مُسلمان بہنو!

تم سب نے اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، تم سب نے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں حاضری دینی ہے، اس وقت کی تیاری کرو اور اپنے جوان بچے اپنے گھروں میں باندھ کر بٹھانے کی بجائے یا انہیں پیسہ کمانے کی مشینیں بنانے کی بجائے، اللہ کے راستے میں وقف کرو۔ انہیں دین کی تعلیم دلاؤ، ان کے جسم مضبوط بناؤ، ان کے سروں پر ہاتھ پھیر کر انہیں ان میدانوں میں بھیجو جہاں عزت ملتی ہے، جہاں شہادت ملتی ہے، جہاں سعادت ملتی ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی نصرت اترتی ہے۔ آج ہم مُسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ ہو چکا ہے، پوری دنیا کی طاقتیں مل کر ہمیں مٹانے کا تہیہ کر چکی ہیں، قرآن مجید کو دنیا سے ہٹانے کا پروگرام بن چکا ہے۔

میری ماؤ بہنو!

تم اس کا مقابلہ کر سکتی ہو، آسانی سے تم اس کا مقابلہ کر سکتی ہو، تم اپنے لخت جگر اپنے سینے سے لگا کر رکھنے کی بجائے انہیں اللہ کے دین کا غازی بناؤ، قرآن کی سینکڑوں آیات تمہیں اس چیز کی دعوت دیتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی تمہیں اس بات کا پیغام دیتی ہے کہ تم اپنے بچوں کو مُسلمانوں کی عصمتوں کا محافظ بناؤ۔ اسلام کی عظمت کے لئے، تم اپنے ان جوانوں کو اللہ کے راستے میں جانے کی اجازت ہی نہیں بلکہ ترغیب دیا کرو۔

اے میرے نوجوان ساتھیو!

آج تم نے تھوڑا سا کام شروع کیا ہے، اس کے اثرات کام سے کروڑوں گنا زیادہ اس دنیا میں نظر آنا شروع ہو چکے ہیں، تمہاری محنتوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرما رہے ہیں اور اس میدان میں جو تم قدم رکھتے ہو، وہاں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے کرشمے نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، اس لئے یورپ کی اس گندی تہذیب کی تقلید چھوڑ کر جس تہذیب نے خود اہل یورپ کو تباہی کے دہانے پر کھڑا کر رکھا ہے، تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور سے خود کو منور کرو، تم سچے مُسلمان بنو، اپنے دلوں کو نور ایمان سے منور کرو اور جس جنگ کا بگل ہمارے دشمنوں نے بجادیا ہے، اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اللہ کے راستے میں جہاد کرو، اس وقت تک جب تک اسلام نافذ نہیں ہو جاتا، جب تک اللہ کی شریعت نافذ نہیں ہو جاتی، جب تک اسلام اور قرآن کو عظمت نہیں مل جاتی، جب تک خون کے ہر قطرے کا حساب نہیں چکالیا جاتا اور جب تک دشمن کی جیلوں اور دشمن کے عقوبت خانوں میں بند ایک ایک مُسلمان کو نہیں چھڑا لیا جاتا اور جب تک اپنی مقبوضہ زمین کا ایک ایک چپہ آزاد نہیں کرایا جاتا، تم آرام کو بھول جاؤ، تم ایک ایسی تاریخ رقم کرو جس سے جرأت، شجاعت، سعادت یہ سب چیزیں نظر آتی ہوں۔

اسلام دُشمن ممالک اور ان کے عوام سے چند باتیں :

میں اسلام دشمن ممالک سے اور ان کی عوام سے بھی چند باتیں کہنا چاہتا ہوں :

آپ لوگوں نے مُسلمانوں کے بارے میں جو اندازے لگا رکھے ہیں، وہ غلط ہیں، آپ لوگوں نے اپنے نام نہاد مذہبی رہنماؤں سے اسلام کے بارے میں جو کچھ سن رکھا ہے، وہ غلط ہے، اسلام تشدد کی تعلیم نہیں دیتا، اسلام دنیا کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں بنتا، اسلام دنیا کے تمام انسانوں کو جینے کا حق دیتا ہے، اسلام اس دنیا میں بھی کامیابی کی ضمانت ہے اور مرنے کے بعد جو زندگی شروع ہونے والی ہے، اس

میں بھی اسلام کامیابی کی ضمانت دیتا ہے' ماضی میں ہم مسلمانوں نے آپ لوگوں پر حکومتیں کی ہیں' کبھی خون کی ندیاں نہیں بہائیں' کسی کی عزت و عصمت پر ہاتھ نہیں ڈالا' کسی کے حقوق غصب نہیں کئے' وہ امن میں دنیا کا تاریخی دور تھا' وہ ترقی میں دنیا کا تاریخی دور تھا' اگر آپ لوگ دنیا میں بھی کامیابی چاہتے ہیں اور کامیاب زندگی گذارنا چاہتے ہیں' تو آپ کو اسلام کے بارے میں اپنا رویہ بدلنا ہوگا' آپ اسلام کو پڑھیں' اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں' اسلام سب کیلئے ہے' اسلام عرب یا کسی خاص ملک کی جاگیر نہیں' یہ اللہ کا وہ دین ہے جو اللہ نے تمام انسانوں کیلئے زمین پر اتارا ہے' آپ جب بھی اس مبارک دین کو قبول کریں گے' آپ کو دوسرے درجے کا نہیں بلکہ اسلام پر عمل کے اعتبار سے پہلے درجے کا مسلمان سمجھا جائے گا اور آپ کی زندگی وہ زندگی ہوگی جو حقیقت میں انسانی زندگی ہے اور آپ کو جانوروں اور حیوانوں کی زندگی سے نجات ملے گی' جس میں آج آپ مبتلا ہیں اور طرح طرح کی تکلیفیں اور پریشانیاں اٹھا رہے ہیں۔ ترقی کے نام پر آپ کو غلام بنایا جارہا ہے' پریشان کیا جارہا ہے' اور مساوات کے نام پر عورتوں کو رسوا اور ذلیل کیا جارہا ہے اور طرح طرح کی حیوانی عادتیں آپ میں عام کی جارہی ہیں۔ آپ ان تمام کو چھوڑ کر اسلام کو قریب سے دیکھیں۔

جہاں تک آپ کی حکومتوں کا تعلق ہے' انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کردی ہے' وہ حقیقت میں اپنے آپ پر ظلم کررہے ہیں' وہ آپ کے امن کو جو پہلے سے ہی تباہ شدہ ہے' مزید تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ماضی گواہ ہے' تاریخ شاہد ہے' کوئی بھی مسلمانوں کو بے چین کرکے خود چین سے نہیں رہ سکتا' ہم بندوقوں سے نہیں' اپنے دل کے جذبے سے لڑتے ہیں' بندوقوں کے ذریعے سے ہمیں زیر نہیں کیا جاسکتا' آپ کی حکومتیں ہم پر ظلم ڈھاکر' ہمارے ملکوں میں مداخلت کرکے' ہمارے ملکوں میں دخل اندازی کرکے' آپ کیلئے نئے کانٹے بو رہی ہیں۔ اس سے ان کو تو کچھ ملنے والا نہیں' البتہ مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے جو بھی

میدان میں اترا ہے' اس نے خود تباہی کا منہ دیکھا ہے۔ آپ اپنی حکومتوں کو سمجھائیے اور قرآن مجید میں مسلمانوں کے مزاج کو دیکھنے کی کوشش کیجئے' اگر آپ کے حکمران اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اپنی طاقت کے بل بوتے پر مسلمانوں کو جھکالیں گے تو یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے' یہ ان کی بہت بڑی بھول ہے' اور وہ ایک ایسی خودکشی کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کا پھندا خود ان کے قریب آتا چلا جارہا ہے' ہم کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتے لیکن پوری دنیا آج ہمارے خلاف دشمنی کیلئے کمر کس چکی ہے' ہماری کسی ملک' قوم یا قبیلے کے ساتھ کوئی ذاتی عداوت نہیں لیکن جو اسلام کا دشمن ہے' ہم اسے اپنا دشمن سمجھنے پر مجبور ہیں' جو اسلام کا دوست ہے' مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ رکھتا ہے' ہماری اس کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں' ہماری اس کے ساتھ کوئی جنگ نہیں' ہماری اس کے ساتھ ضد نہیں' ہم چاہتے ہیں کہ اسلامی ملکوں میں اسلام کا قانون ہو' آپ کے حکمرانوں کو اس میں کیا تکلیف ہے' وہ کیوں آکر ہمارے ممالک میں مداخلت کرتے ہیں اور اس کے بعد جب اس کا کوئی ردعمل ظاہر ہوتا ہے تو آپ کو طرح طرح کی تکلیفیں' پریشانیاں اور موت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گیند آپ کے کورٹ میں ہے' اگر آپ اسلام دشمنی چھوڑ دیں گے' مسلمانوں کو بھی دنیا میں جینے کا حق دیں گے' اسلام کو بھی دنیا میں نافذ ہونے کا حق دیں گے' تو فائدہ آپ کا بھی ہوگا اور اگر اس میں رکاوٹیں ڈالیں گے تو اس کا تمام نقصان آپ ہی کو بھگتنا پڑے گا' مسلمان اگر مسلمان ہے تو وہ زندہ رہے یا مرجائے' اس کیلئے ناکامی نہ یہاں ہے' نہ کہیں اور۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

گناہوں میں غرقاب مُسلمانو! مسجد اقصیٰ تمہاری بھی ہے

ہم سب ہی گناہ گار ہیں۔ نفس اور شیطان ہمیں ذلت اور دوزخ میں دھکیلنے کیلئے دن رات محنت کر رہے ہیں۔ نفس اندر چھپا بیٹھا ہے جبکہ شیطان اندر باہر سے حملے کرتے نہیں تھکتا کیونکہ یہی اس کی زندگی کا مشن ہے۔ آج کتنے مُسلمان زنا جیسے بدترین گناہ میں مبتلا ہیں۔ جبکہ کتنے مُسلمان حالات اور سماج کو الزام دیکر چور اور ڈاکو بن گئے ہیں۔ کچھ لوگ ظاہری مجبوریوں کا بہانہ بنا کر سود خور بنے ہوئے ہیں تو کتنے دھوکہ بازی اور جعل سازی میں مبتلا ہیں۔ کسی نے جھوٹ اور فریب کو اپنا رکھا ہے تو کوئی فحاشی اور بے حیائی کا تاجر بن بیٹھا ہے۔ موت بالکل سامنے ہے۔ قبر ہر دن پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ میں کیڑوں کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں۔ دوزخ کی خوفناک آگ لپٹیں مار رہی ہے۔ گناہ گار توبہ کرتے ہیں مگر پھر توبہ توڑ دیتے ہیں۔ راہ راست پر آتے ہیں پھر شیطان انہیں بھٹکا دیتا ہے۔ گناہ گار اپنی زندگی کو بے مقصد سمجھتے ہیں اور خود کو زنا اور شراب پر مجبور سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بھی مُسلمان ہیں، وہ بھی اللہ کے بندے ہیں، وہ بھی اسلامی غیرت اور حمیت کا اقرار کرنے والے ہیں، وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دعویٰ کرنے والے ہیں۔ ان کے اندر بھی صلاحیتیں اور طرح طرح کی خوبیاں ہیں مگر شیطان کے جال میں پھنس کر وہ اپنی صلاحیتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور اپنی خوبیوں کو برائیوں کی سیاہی سے مٹا رہے ہیں۔

آج کی نشست میں کچھ باتیں اپنے ان گناہ گار مُسلمان بھائیوں سے کرنی ہیں جو گناہوں میں بہت دور نکل چکے ہیں اور دُنیا انہیں زانی، شرابی، چور، ڈاکو، رشوت خور، سود خور، دھوکے باز جیسے ناموں سے یاد کرتی ہے اور ان کے شر سے پناہ مانگتی ہے۔

اے اللہ کے بندو! اے گناہوں میں ڈوب کر اپنی جان پر ظلم کرنے والو! اپنے دل سے مایوسی نکال پھینکو۔ اللہ کی رحمت وسیع ہے وہ سارے گناہوں کو بخش

دیتا ہے۔ بشرطیکہ تم شیطان پر تھوک دو، اللہ کے بن جاؤ، سچے دل سے توبہ کرو اور گناہوں کو چھوڑ دو۔

اے گناہ گار نوجوانو! تم نے خود کو شراب اور بدکاری کا عادی بنالیا ہے حالانکہ تمہارے مضبوط بازوؤں کی اُمت مسلمہ کو اشد ضرورت ہے۔ تم تو اللہ کے دین کے رکھوالے تھے۔ یہ تم نے کیا کیا کہ خود دین کے دُشمن بن گئے؟ تم تو معصوم بہنوں کی عزت کے محافظ تھے مگر آج تم کیا کر رہے ہو؟ کیا تم نے کبھی اس بارے میں سوچا ہے؟ کل تک تم جیسا ایک ایک بھائی اپنے مضبوط ہاتھوں میں تلوار لے کر کھڑا ہوتا تھا تو ہزاروں بہنیں اور مائیں خود کو ہوس پرست کافروں سے محفوظ سمجھتی تھیں کیونکہ کل تک تمہاری نگاہیں پاک تھیں مگر اب ان میں حیوانیت آگئی ہے۔ خدا کیلئے توبہ کرو! زندگی بہت تھوڑی ہے، آخر تمہیں گناہ میں کیا مل رہا ہے بس تھوڑی سی لذت؟ اور پھر ذلت ہی ذلت، کاش! تم جہاد فی سبیل اللہ کا مزہ چکھو تب تمہیں اس گندی لذت سے اسی طرح نفرت ہوجائے گی جس طرح غلاظت کھانے سے۔

ہیروئن، چرس اور شراب کے نشے میں مدہوش مُسلمان! تو نے تو خود کو غلاظتوں میں مست کرلیا مگر آج تیرا ''قبلہ اول'' یہودیوں کے قبضے میں ہے اور ''کعبۃ اللہ'' اور ''مسجد نبوی'' کے گرد یہودیوں اور عیسائیوں نے سخت محاصرہ کر رکھا ہے۔ کاش! تو ان غلاظتوں کو چھوڑ کر اس راستے کو اختیار کرلے جس میں لہو کا پہلا قطرہ گرتے ہی تیری بخشش کردی جائے گی اور اس راستے میں نکل کر تجھے وہ مستی اور سرشاری نصیب ہوگی جس کے سامنے شراب اور چرس کی مستی تجھے ہیچ معلوم ہوگی۔

اے گناہ گارو! آج اُمت کو تمہاری سخت ضرورت ہے اور خود تمہیں بخشش اور اللہ کی محبت کی ضرورت ہے! آگے بڑھو! اپنے ہاتھوں میں اسلحہ اٹھا کر اسلام اور مُسلمانوں کی حفاظت اور عظمت کیلئے سینہ سپر ہوجاؤ۔ کیا معلوم اللہ تعالیٰ تم سے

کتنا بڑا کام لے لے۔ ماضی میں کتنے بڑے بڑے گناہ گاروں کو اس نے بخشا اور ان سے ایسے کام لئے کہ مادر زاد ولی بھی انہیں رشک سے دیکھتے رہ گئے۔ حضرت مالک بن دینار ایک شرابی اور سخت گناہ گار شخص تھے، فضیل بن عیاض ایک ڈاکو تھے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں کیا سے کیا بنادیا۔ بے شک وہ قادر ہے اور اس کی ایک نظر کرم سے گناہ گاروں کے بیڑے پار ہوجاتے ہیں۔

اے بھائیو! افغانستان کی اسلامی امارت پر میزائل برس رہے ہیں۔ سوڈان امریکی حملے کا شکار ہے۔ عراق کے مُسلمان بھوکے مارے جارہے ہیں۔ کوسووو میں مُسلمانوں کی لاشوں پر شرابی رقص کررہے ہیں۔ اُسامہ بن لادن کو شہید کرنے کیلئے سی آئی اے الگ فنڈ اور الگ دستے مقرر کرچکی ہے۔ پورے جزیرۃ العرب پر یہود و نصاریٰ کے قبضے کا شدید خطرہ ہے بلکہ عملاً قبضہ ہوچکا ہے۔ ہزاروں مُسلمان جیلوں اور عقوبت خانوں میں تڑپ رہے ہیں۔ کشمیر کے اسّی ہزار سے زائد شہداء اپنے خون کا حساب مانگ رہے ہیں۔ مسجد اقصیٰ اور بابری مسجد کے نالے دلوں کو دہلا رہے ہیں۔ کیا اب بھی گناہوں میں ڈوبے رہوگے؟؟؟

آؤ! آج تمہیں ایک مستند سچا قصّہ سناتا ہوں یہ واقعہ ان سات چوروں کا ہے جنہوں نے چوری سے توبہ کی۔ جہاد کے مقدس راستے کو اختیار کیا اور دو بار رومیوں کے لشکر کو عبرت ناک شکست دی۔ آؤ! دل کی آنکھیں کھول کر اس قصّے کو پڑھو اور پھر تم بھی وہی کارنامہ سرانجام دو جو ان توبہ کرنے والے ''سابق'' چوروں نے سرانجام دیا' اور تم بھی اس مقام تک پہنچو جس مقام تک وہ حضرات پہنچے۔ اس سے قبل کہ ان سات عالی مقام خوش قسمت افراد کا واقعہ لکھوں ایک اور مختصر واقعہ جو حدیث شریف کی کتابوں میں آیا ہے' یاد آگیا' اس کا پہلے تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں شخص کا

انتقال ہوگیا ہے' آپ اس پر جنازہ پڑھ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: یا رسول اللہ! وہ شخص فاسق ہے' آپ اس پر نماز جنازہ نہ ادا فرمائیں۔ پہلے والے شخص نے کہا اللہ کے رسول! اس نے ایک رات اللہ کے راستے (جہاد) میں پہرہ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ نے اس پر نماز ادا فرمائی۔ پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبر پر اپنے دست مبارک سے مٹی ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ تیرے ساتھی تجھے دوزخی گمان کررہے ہیں جبکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے۔

(الطبرانی بحوالہ مشارع الاشواق ص: ۴۱۹)

سات خوش قسمت ترین، بہادر مُسلمانوں کا واقعہ جو پہلے چور تھے:

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے زمانے میں اہل بغداد سات چوروں کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے۔ خلیفہ وقت نے ان چوروں کو پکڑنے کی بہت کوشش کی مگر وہ ان پر قابو نہ پاسکا۔ اسی زمانے میں ایک دن حضرت حسن بصری رحمہ اللہ اندھیرے میں مسجد تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں آپ نے سات آدمیوں کو اس حال میں دیکھا کہ ان میں سے چھ نے تلواریں ہاتھ میں لے رکھی تھیں اور وہ دیوار کے ساتھ کھڑے تھے جبکہ ان میں ایک راستے کے درمیان میں اپنے پاؤں کو پکڑے بیٹھا تھا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا تم لوگ اسلحہ لے کر کہاں کا ارادہ رکھتے ہو؟ ان میں سے وہ شخص جو زمین پر بیٹھا تھا کہنے لگا اے ابو سعید! (یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی کنیت ہے) میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ خلیفہ وقت اور بصرہ کے لوگوں کو ہمیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہوئے آج پورے دس سال گزر چکے ہیں مگر وہ ہم پر ہاتھ نہیں ڈال سکے۔ آج ہم ایک دکان پر نقب زنی کیلئے نکلے تھے۔ لیکن جب ہم یہاں پہنچے تو میرا پاؤں ایک جلتے ہوئے انگارے پر آگیا جس سے میرا پاؤں جل گیا۔ لیکن میں نے اپنے پاؤں سے زیادہ اپنے

دل میں جلن محسوس کی اور میں نے سوچا کہ میں یہاں دُنیا کی حقیر سی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا تو آخرت کی آگ کیسے برداشت کروں گا۔

اے ابو سعید! میں آپ کو گواہ بنا کر اعلان کر رہا ہوں کہ میں نے آج سے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور میں آیندہ وہ کام نہیں کروں گا جو میں اب تک کر رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا میں ابھی تھوڑی دیر پہلے تک چوری چکاری کی برائی میں تمہارے ساتھ شریک تھا مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں۔ تمہاری مرضی جہاں چاہو چلے جاؤ۔ اس کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ تو اب تک اللہ کی نافرمانی والے کاموں میں ہمارا سردار تھا اب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے معاملے میں بھی تو ہمارا سردار بن جا! ہم بھی سچے دل سے توبہ کر رہے ہیں کہ آیندہ ان برائیوں میں نہیں پڑیں گے جن میں اب تک مبتلا تھے۔ ان کے سردار نے کہا اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو پھر مجھے بصرہ کی جامع مسجد تک لے چلو تاکہ میں امیر بصرہ کے ساتھ فجر کی نماز ادا کروں۔ نماز کے بعد میں کھڑا ہو جاؤں گا اور کہوں گا کہ اے امیر شہر! میں فلاں چور ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ آپ لوگ دس سال سے ہماری تلاش میں تھے مگر آپ کو کامیابی نہیں ملی۔ اب ہم نے توبہ کر لی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے برائیوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں۔ آپ کی مرضی آپ ہمارے ہاتھ کاٹیں، ہمیں کوڑے لگائیں، سولی چڑھائیں، قید رکھیں یا اللہ کیلئے معاف کر دیں۔ اس کے ساتھی یہ سن کر راضی ہو گئے اور سارے مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ نماز کے بعد ان کے سردار نے کھڑے ہو کر وہی اعلان کیا جس کا اس نے اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کیا تھا۔ امیر شہر یہ اعلان سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو اللہ کیلئے معاف کر دیا۔ سردار نے یہ سن کر کہا کہ اے امیر شہر! ہماری کچھ مدد کیجئے تاکہ ہم طرسوس پہنچ کر جہاد کر سکیں۔ امیر شہر نے ان میں سے ہر ایک کو گھوڑا، مکمل اسلحہ، پچاس پچاس دینار دیئے اور انہیں رخصت کر دیا۔

یہ ساتوں طرسوس پہنچ کر دو مہینے تک وہاں رہے۔ اس دوران خبر آئی کہ روم کے عیسائیوں نے مملکت اسلامیہ پر حملے کیلئے لشکر بھیج دیا ہے۔ اس لشکر میں دو بڑی صلیبیں ہیں اور ہر صلیب کے ساتھ دس ہزار جنگجو ہیں اور یہ لشکر طرسوس کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مُسلمانوں کا لشکر بھی دفاع کیلئے اپنے امیر کی سرکردگی میں روانہ ہوا اور یہ سات حضرات بھی لڑائی کیلئے نکل کھڑے ہوئے۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف آراء ہو گئے تو یہ ساتوں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم جب اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور چوری کرتے تھے اس وقت ہم کسی کی مدد کے محتاج نہیں ہوئے تو کیا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری والے عمل جہاد میں ہم لوگوں کے سہارے لڑیں گے؟ حالانکہ ہمارے نیچے بہترین گھوڑے ہیں، ہمارے پاس خطرناک اسلحہ اور ہماری نیتیں بھی خالص اللہ کیلئے ہیں۔ چلو ہم لشکر سے الگ ہو جاتے ہیں جب دونوں طرف سے گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے گی تو ہم ساتوں مشرکین پر یک بارگی حملہ کر دیں گے۔ فتح یا شہادت میں سے ایک تو ہمارا مقدر ضرور بنے گی۔ یہ طے کر کے وہ لشکر سے الگ ہو گئے جب لڑائی شروع ہو گئی تو ان ساتوں نے اچانک پیچھے سے مشرکین (عیسائیوں) پر حملہ کر دیا اور ان کے لشکر کو کاٹ کر رکھ دیا۔ جب یہ شکست خوردہ لشکر واپس بادشاہ روم کے پاس پہنچا تو اس نے کارگزاری سن کر پوچھا کہ پیچھے سے کس نے تم پر حملہ کیا تھا؟ لشکر والوں نے کہا وہ سات آدمی تھے جنہوں نے ہمارے لشکر کی صفوں کو توڑ ڈالا جس سے ہمیں شکست ہوئی۔ رومی بادشاہ نے ایک اور صلیب نکالی اور اپنے ایک جرنیل کو دے کر کہنے لگا کہ یہ تیرے پاس تین صلیبیں ہیں اور تیس ہزار کا پیادہ اور گھڑ سوار لشکر ہے۔ جاؤ اور طرسوس پر لشکر کشی کرو۔ جب یہ لشکر روانہ ہوا تو اس کی اطلاع طرسوس میں پہنچ گئی۔ مُسلمانوں کا لشکر بھی مقابلے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ یہ ساتوں جانباز بھی نکلے اور انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے پہلے جیسی حکمت عملی طے کی چنانچہ جب دونوں لشکر میں گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی تو ان ساتوں نے پیچھے سے حملہ کر کے عیسائیوں کے لشکر کو تتر بتر کر دیا۔ عیسائیوں کا لشکر

شکست کھا گیا اور اس کے بچے کھچے سپاہی جان بچا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بادشاہ روم نے جب ان سے کارگزاری سنی تو وہ گالیاں دینے لگا اور کہنے لگا تیس ہزار کا مسلح لشکر جسے ہم نے اپنے ملکوں کا سرمایہ کھلا کر پالا اور ہر طرح کی سہولتیں انہیں دیں سات آدمیوں نے اس لشکر کو کاٹ ڈالا؟ بادشاہ نے اس جرنیل کو معزول کر کے ایک اور جرنیل کو بلوایا اور اسے چار صلیبیں اور چالیس ہزار کا لشکر جرار دیا اور اسے کہا کہ جاؤ طرسوس پر چڑھائی کرو اگر تم فتح یاب ہو جاؤ تو شہر میں داخل ہو کر تمام مردوں کو قتل کر دینا اور وہاں کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آنا۔ اگر شہر فتح نہ کر سکو تو کوشش کرنا کہ ان سات آدمیوں کے سر کاٹ کر لے آنا جنہوں نے میرے دو لشکروں کو شکست دی اور اگر تم انہیں قیدی بنالو تو پھر انہیں لے کر میرے پاس آجانا۔ یہ جرنیل جب طرسوس کے قریب پہنچا تو اس نے ایک صلیب کے ساتھ دس ہزار آدمی پہاڑوں میں چھپا دیئے اور خود وہاں سے کچھ آگے جا کر رک گیا۔ مسلمان حسب سابق مقابلے کیلئے نکلے۔ وہ سات جانباز اپنی سابقہ حکمت عملی کے ساتھ میدان سے ہٹ کر پیچھے پہنچ گئے۔ جب لڑائی شروع ہوئی تو انہوں نے پیچھے سے حملہ کر دیا اور دشمن کو کافی نقصان پہنچایا۔ مگر اچانک ان سات کے پیچھے سے دس ہزار کا چھپا ہوا لشکر نکل آیا۔ اس طرح یہ ساتوں جانباز گھیرے میں آگئے اور بالآخر قید کر لئے گئے۔

رومی لشکر واپس پہنچا۔ جرنیل نے بادشاہ کے دربار میں پہنچ کر سجدہ کیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ان ساتوں کو پکڑ کر لے آیا ہوں۔ بادشاہ نے اپنے مصاحبین سے مشورہ کیا کہ میں ان ساتوں کو کس طرح سے قتل کروں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ انہیں درمیان سے کاٹ کر درختوں پر لٹکا دیجئے۔ ایک نے کہا کہ ان کی گردنیں کاٹ دیجئے۔ مگر بعض عقلمند جرنیلوں نے مشورہ دیا کہ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ انہیں مال و دولت دے کر اپنا ہم مذہب بنایا جائے تاکہ جس طرح انہوں نے اپنی بہادری سے ہمیں ذلیل کیا اسی طرح عیسائی ہو کر یہ اپنی بہادری سے ہمیں عزت

بخشیں۔ بادشاہ نے اسی مشورے کو نہایت پسندیدگی سے منظور کر لیا اور اس نے ان ساتوں کے امیر کو بلا کر پوچھا کہ کیا یہ چھ آدمی تیرے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! بادشاہ نے کہا کہ میری کئی بیٹیاں ہیں اگر تو ہمارا دین اختیار کر لے تو میں اپنی ایک بیٹی سے تیری شادی کروں گا اور تجھے مال و دولت کے بھرے ہوئے سو اونٹ اور سو باغات دوں گا۔ یہ سن کر وہ امیر رونے لگا اور کہنے لگا مجھے نہ تیری بیٹی کی ضرورت ہے اور نہ مال کی۔ میں ان چیزوں کی وجہ سے ہرگز اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا۔ بادشاہ نے اسے الگ ایک کونے میں بٹھا کر باقی چھ کو ایک ایک کر کے بلایا اور ہر کسی کے سامنے اپنی پیشکش دہرائی مگر ان میں سے ہر ایک نے ایک ہی جواب دیا کہ ہم اسلام کو چھوڑنے کے تصور بھی نہیں کر سکتے۔

بادشاہ نے اپنے جرنیلوں کو بتایا کہ ہماری تدبیر ناکام ہو چکی ہے اب انہیں گمراہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کی جائے؟ ایک جرنیل نے کہا کہ آپ ایک دیگ میں تیل ڈال کر اس کے نیچے آگ جلا دیجئے جب تیل کھولنے لگے تو ان میں سے ایک کو اس میں اوندھے منہ کمر تک ڈال دیجئے۔ ممکن ہے ایک دو کے مرنے کے بعد باقی کے دلوں پر اس دہشت ناک طریقے سے آنے والی موت کا خوف سوار ہو جائے اور وہ اسلام کو چھوڑ دیں۔ دیگ میں تیل بھر کر نیچے آگ جلا دی گئی۔ بادشاہ نے ان ساتوں کو بلا کر ایک صف میں بٹھا دیا۔ ان کے امیر نے جب نظر اٹھائی تو اسے اوپر چھت پر سات حسین لڑکیاں نظر آئیں جنہوں نے زرد رنگ کا خوبصورت لباس پہن رکھا تھا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک سبز رومال تھا۔ امیر نے دل میں سوچا کہ اس ملعون بادشاہ نے ہمیں بددین کرنے کیلئے انتظام کیا ہے اور اپنی بیٹیاں بٹھا دی ہیں اور نیچے یہ عذاب جلا دیا ہے تاکہ ہم اس کھولتے ہوئے تیل سے ڈر کر اور لڑکیوں کے حسن سے مرعوب ہو کر دیگ میں مرنے کی بجائے لڑکیوں کو پانا پسند کریں اور اپنا دین چھوڑ دیں۔ امیر نے دل ہی دل میں دعا کی: کاش! میرے ساتھیوں کی نظر ان لڑکیوں پر نہ پڑے تاکہ وہ گمراہ نہ ہو جائیں۔ دیگ میں تیل جوش کھانے لگا۔ بادشاہ

کے حکم سے دو جرنیل کود کر آگے بڑھے اور انہوں نے ان ساتوں میں سے ایک کو اٹھا کر دیگ میں الٹا دیا۔ وہ شخص آخر وقت میں پکار کر کہنے لگا! میرے دوستو! تم پر سلامتی ہو تم گھبرانا نہیں! یہ تھوڑی دیر کی تکلیف ہے جبکہ دوزخ کا عذاب دائمی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جرنیلوں نے اسے کمر تک تیل میں ڈال دیا۔ اس کا یہ آدھا حصہ جل گیا۔ اوپر بیٹھی ہوئی ساتوں لڑکیوں میں سے ایک اڑتی ہوئی آئی اور دیگ میں داخل ہوگئی۔ اس نے سبز رومال میں کچھ ڈالا اور آسمان کی طرف اڑ گئی۔ امیر نے جب یہ دیکھا تو دل میں کہنے لگا کہ یہ لڑکیاں تو حور عین ہیں۔ بادشاہ کی بیٹیاں نہیں۔ عیسائیوں نے اس جلے ہوئے شخص کو دیگ سے نکال کر ان باقی چھ کے سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ نے کہا: اگر تم نے اپنا دین چھوڑ کر عیسائیت قبول نہ کی تو تم سب کو بھی اسی طرح قتل کردوں گا اور اگر تم نے میری بات مان لی تو پھر تمہارے لئے ہر طرح کا اعزاز و اکرام ہوگا۔ وہ کہنے لگے تو ہمیں جلا کر مار یا تلواروں سے کاٹ ہم اپنے دین کو نہیں چھوڑیں گے۔ بادشاہ نے ایک ایک کر کے باقی چھ میں سے پانچ کو اسی دیگ میں جلا کر شہید کیا۔ ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکی دیگ میں داخل ہو کر سبز رومال میں کچھ ڈال کر آسمان پر جاتی رہی۔

اب صرف ایک لڑکی باقی تھی۔ اچانک وزیر اعظم آگے بڑھا اور بادشاہ سے کہنے لگا یہ شخص مجھے دے دیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم اس کے ساتھ کیا کرو گے وزیر نے کہا میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا اور اپنی اس لڑکی کو اس کی خادمہ بنادوں گا جس سے آپ نکاح کرنا چاہتے تھے مگر میں نے آپ کی زیادہ بیویوں کی وجہ سے انکار کردیا تھا۔ ممکن ہے وہ اس کے دل کو موہ لے اور یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجائے۔ تب میں اپنی لڑکی سے اس کی شادی کردوں گا اور اپنے مال میں اسے حصہ دار بنادوں گا۔ بادشاہ نے کہا کہ لے جاؤ میں نے یہ شخص تمہیں دے دیا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو چھت

پر بیٹھی ہوئی حور اٹھ کھڑی ہوئی اور خالی ہاتھ آسمان کی طرف پرواز کرگئی۔ یہ دیکھ کر امیر کہنے لگا: یہ میری بدقسمتی کی وجہ سے ہوا۔

بادشاہ نے اسے کہا کہ تم میرے اس وزیر کے ساتھ چلے جاؤ۔ امیر نے کہا میں صرف اس شرط پر اس کے ساتھ جاؤں گا کہ میں اس کے گھر میں مسجد بناؤں گا جہاں بلند آواز سے پانچ وقت اذان دوں گا' شراب نہیں پیوں گا اور خنزیر نہیں کھاؤں گا۔ بادشاہ نے وزیر سے پوچھا کہ اب کیا خیال ہے؟ وزیر نے کہا کہ اس کی ساری شرطیں منظور ہیں۔ اب وہ مسلمان قیدی وزیر کے گھر آگیا اور داخل ہوتے ہی مسجد بنانے میں لگ گیا۔ وزیر نے اپنی بیٹی سے کہا کہ میں نے عربوں میں اس سے زیادہ بہادر اور خوبصورت کوئی اور شخص نہیں دیکھا۔ میں اسے بادشاہ کی سزائے موت سے چھڑا کر لایا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر یہ عیسائی ہوجائے تو میں تیری شادی اس کے ساتھ کردوں اور اسے اپنا آدھا مال دے دوں اب یہ ہمارے گھر رہے گا اور رات دن اس کا تمہارے علاوہ کوئی خادم نہیں ہوگا۔ لڑکی نے یہ ذمہ داری قبول کی اور وہ ہر دن زرق برق لباس اور طرح طرح کے زیور پہن کر آتی اور اس شخص کے سامنے اپنے جسم کی نمائش کرتی مگر اس بندۂ خدا نے کوئی توجہ نہ کی اور نہ کبھی اس لڑکی کو کوئی کام بتایا۔ وہ جو کچھ لے کر آتی وہ لے لیتا تھا۔ ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر وہ مسجد میں بیٹھا تھا کہ وہ لڑکی اسے کہنے لگی کیا تم انسان نہیں ہو؟ کیا تم میں مردانگی نہیں ہے؟ تم اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجاؤ۔ میرا باپ ہم دونوں کی شادی کردے گا اور تجھے مالا مال کردے گا۔

امیر نے کہا کہ ہلاک ہوجا! تو نے تو میری نماز خراب کردی۔ مجھے نہ تو تیری ضرورت ہے اور نہ تیرے مال کی۔ وزیر نے تو لڑکی کو اس مرد مؤمن کے پیچھے اس لئے لگایا تھا کہ وہ اس کے دل کو موہ لے اور اس کے دل میں اپنی محبت ڈال دے۔ لڑکی یہ تو نہ کرسکی البتہ اس مرد مؤمن کی شان بے نیازی نے لڑکی کے دل کو موہ لیا اور وہ خود اس کی محبت میں گرفتار ہوگئی اور کہنے لگی کیا تم مجھ سے شادی نہیں کرو

گے؟ امیر نے کہا نہیں۔ لڑکی نے کہا کیوں؟ تم ناپاک کافرہ ہو' امیر نے برجستہ جواب دیا۔ لڑکی کہنے لگی اگر آپ اپنا دین نہیں چھوڑتے تو پھر میں اپنا دین چھوڑ دیتی ہوں۔ آپ مجھے مسلمان کیجئے تاکہ میں آپ سے شادی کرسکوں۔ امیر نے کہا اے لڑکی! یہ کافروں کا ملک ہے یہاں میں تجھ سے شادی نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ہم یہاں سے بھاگ کر مسلمانوں کے ملک پہنچ گئے تو ضرور تجھ سے شادی کرلوں گا اور تیرے ہوتے ہوئے دوسری شادی نہیں کروں گا اور نہ باندی رکھوں گا۔ لڑکی نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر دس دن بعد عیسائیوں کا تہوار ہے۔ اس میں بادشاہ سمیت سب لوگ باہر نکلتے ہیں البتہ بیمار لوگ گھروں میں رہ جاتے ہیں۔ جب تہوار میں دو دن رہ جائیں گے تو میں بیمار بن جاؤں گی' چنانچہ میرا باپ مجھے تیرے پاس چھوڑ جائے گا تب ہم دونوں بھاگ نکلیں گے۔

تہوار سے دو دن پہلے وہ لڑکی بیمار بن گئی۔ تہوار کے دن وزیر نے پوچھا کہ بیٹی تم نہیں جاؤ گی ہمارے ساتھ؟ اس نے کہا نہیں میں بیمار ہوں۔ وزیر نے کہا کوئی بات نہیں اب تم دونوں اس گھر میں بالکل تنہا رہ جاؤ گے۔ اگر یہ تمہارے ساتھ حرام فعل کرنا چاہے تو تم مت روکنا۔ ممکن ہے اس طرح سے یہ اپنا دین چھوڑ کر عیسائی ہوجائے گا تب تم دونوں کی شادی کردی جائے گی۔ لڑکی نے کہا ابا حضور میں اس کیلئے حاضر ہوں البتہ آپ دو گھوڑے چھوڑ جائیں ممکن ہے کہ اگر میں اسے بدلنے میں کامیاب ہوگئی تو میں اسے لے کر آپ کے پاس تہوار کے سات دنوں میں کسی نہ کسی دن پہنچ جاؤں گی۔ تہوار کے دن دوپہر کے وقت لڑکی نے کہا وہ لوگ تہوار کی جگہ پہنچ چکے ہوں گے اب شہر میں کوئی نہیں ہوگا۔ کیا تم مسلمانوں کے ملک کا راستہ جانتے ہو؟ امیر نے کہا ہاں مجھے راستہ معلوم ہے۔ لڑکی نے اسلحہ نکالا اور کافی سارے ہیرے جواہرات بھی لے لئے اور خود مردوں کا لباس اور اسلحہ پہن لیا۔ امیر نے بھی اسلحہ زیب تن کیا اور وہ دونوں طرسوس کی طرف بڑھے۔ یہاں سے طرسوس کا فاصلہ تیس منزل کا تھا۔

سفر میں انہیں دوسرا دن تھا۔ انہوں نے ابھی صرف تین منزلیں طے کی تھیں۔ اچانک انہوں نے دور سے غبار اٹھتا ہوا دیکھا۔ امیر نے لڑکی سے کہا تمہاری نظر زیادہ تیز ہے دیکھو یہ غبار کیسا ہے؟ وہ کہنے لگی مجھے چھ گھڑسوار نظر آرہے ہیں ان کے نیچے اعلیٰ قسم کے گھوڑے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ چھ گھڑسوار ان دونوں کے پاس پہنچ گئے۔ جب امیر نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گیا۔ یہ اس کے وہ چھ شہید ساتھی تھے جنہیں بادشاہ نے جلا کر شہید کیا تھا۔ انہوں نے اسے پہچان لیا۔ امیر نے انہیں کہا تمہیں تو بادشاہ روم نے شہید کردیا تھا؟

وہ کہنے لگے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا کہ ہر شہید زندہ ہوتا ہے اور صبح و شام اللہ کی دی ہوئی روزی سے کھاتا پیتا ہے۔ امیر نے کہا آپ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ کیا اپنے گھروں کی طرف؟ کہنے لگے ہمیں گھروں سے کیا؟ یہاں ان پہاڑوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ولی انتقال فرماگیا ہے اور یہاں کوئی ایسا آدمی قریب میں نہیں جو اس کا کفن دفن کرسکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کے دفن کی سعادت کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ ہم اپنے ساتھ کفن اور جنت کی خوشبو لائے ہیں۔ اب ہم جاکر اسے غسل دیں گے پھر کفنا کر قبر میں دفن کرکے واپس چلے جائیں گے۔ امیر نے انہیں کہا تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے شہادت مانگی تھی جو اللہ نے تمہیں عطا فرمادی جبکہ میں محروم رہا حالانکہ میں تمہارا امیر تھا۔ یہ میرے ساتھ وزیر کی بیٹی ہے۔ اسلام اس کے دل میں گھر کرچکا ہے' یہ بھی میرے ساتھ بھاگ آئی ہے۔ تم لوگ دعاؤں کے ذریعے میری مدد کرو تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے طرسوس پہنچادے انہوں نے امیر کو یہ دعا کہلوائی اور غائب ہوگئے۔

ترجمہ: "اے وہ بے نیاز جو ظلم نہیں کرتا' اے وہ قیوم جو نہیں سوتا' اے وہ بادشاہ جس کی بادشاہت دائمی ہے' اے وہ غالب جو مجبور نہیں کیا جاسکتا' اے وہ بگڑی بنانے والے جو ظلم نہیں کرتا' اے وہ پوشیدہ جسے دیکھا نہیں جاسکتا' اے خوب سننے والے جو شک میں نہیں پڑتا' اے انصاف کرنے والے جو زیادتی نہیں

کرتا' اے وہ دائم جس کیلئے فنا نہیں' اے وہ بردبار جو حکمت سے خالی کام نہیں کرتا' اے وہ تھامنے والے جو نہیں تھکتا' اے وہ غنی جو کبھی محتاج نہیں ہوتا' اے وہ غالب جس پر کوئی غالب نہیں ہوتا' اے وہ طاقت والے جو کمزور نہیں ہوتا' اے وہ سچے جو وعدہ خلافی نہیں کرتا' اے سخاوت کے ہاتھ (ہر کسی پر) پھیلانے والے' اے وہ ذات جو اپنی سلطنت میں محمود ہے' اے اونچے مکان والے' اے بلند شان والے' اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اے وہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔"

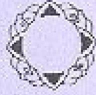
امیر نے ابھی یہ دعا پڑھی ہی تھی کہ اس کی نظر ایک چرواہے پر پڑے جو چشمے سے پانی پی کر نماز کیلئے کھڑا ہوگیا۔ امیر نے اسے کہا: اے چرواہے! یہ کافروں کا ملک ہے کیا تو ان کے درمیان کھلم کھلا نماز پڑھنے سے نہیں ڈرتا؟ چرواہے نے کہا کیا تو پاگل ہوگیا ہے؟ اس علاقے میں کافروں کا کیا کام؟ امیر نے کہا کیا تو ملک روم میں نہیں ہے؟ چرواہے نے کہا سامنے دیکھو کیا تمہیں طرسوس کی دیوار نظر نہیں آرہی؟ امیر نے دیکھا تو واقعی اس نے خود کو طرسوس کے قریب پایا۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے لڑکی کو اسلام کی تلقین کی لڑکی نے اسی چشمے پر غسل کیا اور وہ دونوں شہر میں داخل ہوگئے جہاں مُسلمانوں نے ان کا استقبال کیا۔ وہاں ان دونوں کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹے عطا فرمائے۔

(جامع الفنون بحوالہ مشارع الاشواق : ص ۱۰۰۹ ج ۲)

اُمید ہے کہ آپ نے یہ سچا واقعہ دل کی آنکھوں سے پڑھا ہوگا۔ اس سے پہلے ایک حدیث شریف بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ بس اب دیر کس بات کی؟ ابھی سے سارے گناہ چھوڑنے کا عزم کیجئے۔

یاد رکھئے! مسجد اقصیٰ آپ کی بھی ہے اور بابری مسجد بھی آپ کو پکار رہی ہے۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مُسلمانوں کو شرعی امیر عطا فرمادیئے ہیں۔ ان کی یا ان کے کسی نمایندے کی خدمت میں حاضری دے کر اپنی توبہ کا اعلان کیجئے اور اپنے آپ کو اسلام کیلئے اور اس کی عظمت اور مُسلمان کے تحفظ کی خاطر جہاد کیلئے وقف کردیجئے۔

راستہ بالکل سامنے ہے بس تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ ہمت کیجئے! اللہ کی رضا اور جنت آپ کی منتظر ہے۔



ابتدائی تعلیم کے اثرات

بچپن اور جوانی کی تعلیم کا انسان کے ذہن پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے اور یہی تعلیم انسان کی طرز فکر پر اثر انداز ہوتی ہے۔ چنانچہ آج کے دور میں وہ افراد جو بچپن سے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں' ان کی طرز فکر اور سوچنے کا انداز ان لوگوں سے کافی مختلف ہوتا ہے جو بچپن اور نوجوانی میں تو انگریزی اور دنیوی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد مطالعے وغیرہ کے ذریعے سے دین کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی نکتے کو اگر مدنظر رکھیں تو یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد ایک "اُمّی" یعنی ان پڑھ قوم کو بنایا یعنی ایسی قوم جس نے نہ تو کوئی تعلیم حاصل کی تھی اور نہ ان پر کسی طرح کی مخصوص فکر اور تمدن کے گہرے آثار تھے۔ ان کا سب سے بڑا عیب جہالت تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تعلیم سے یہ عیب دھل گیا اور اسلام کا رنگ ان پر اچھی طرح سے چڑھ گیا اور ان کے سابقہ نظریات چونکہ کسی مخصوص تعلیم کا نتیجہ نہیں تھے۔ اس لئے بالکل مٹ گئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا' لیکن جب اسلام کی تعلیم روم و فارس جیسی تعلیم یافتہ اور متمدن قوموں تک پہنچی تو ان میں سے وہ لوگ جو سابقہ تعلیم و تمدن کے مسموم اثرات سے زیادہ متاثر تھے' اسلام کو اچھی طرح نہ سمجھ سکے بلکہ اُنہوں نے اپنی سابقہ فکر کی عینک سے اسلام کو دیکھا اور اسلام پر اپنی فکر کا رنگ چڑھا کر اسے قبول کیا' جس کے نتیجے میں خوفناک فتنے اور باطل فرقے وجود میں آئے اور صدیوں تک اسلام اور مسلمانوں کیلئے دردِ سر بنے رہے۔

البتہ سابقہ تعلیم و تربیت کے اثرات کو مکمل طور پر دور کرنے والی چیز صحبت اہل حق ہے' اس لئے وہ عجمی حضرات جنہیں صحبت اہل حق نصیب ہوئی' اُنہوں نے مسلمانوں میں بلند مقام حاصل کیا۔ چنانچہ صحابہ کرام کے بعد ان کے علوم اور معرفت کے اصل وارث یہی تھے جن میں سے اکثریت کو بچپن ہی سے صحبت اہل

حق نصیب ہوگئی تھی اور کئی ایک نے جوانی میں اس نعمت کو حاصل کیا' چنانچہ دُنیا کی آنکھوں نے وہ دور بھی دیکھا جب اسلامی علوم و معرفت کے اصل مرکز یہی موالی حضرات تھے اور عرب انہیں رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے' ان میں سے بعض حضرات تو دینی علوم کے ایسے مراجع بن گئے جن کا فیض اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے جاری فرما دیا ہے مثلاً حضرت نافع رحمہ اللہ' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ' حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ' حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ' حضرت مجاہد رحمہ اللہ' حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ' حضرت سلمان بن یسار رحمہ اللہ' حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ' حضرت محمد رحمہ اللہ' حضرت نافع رحمہ اللہ بن ابی نجیح' حضرت طاؤس رحمہ اللہ' حضرت مکحول رحمہ اللہ' حضرت یحییٰ بن کثیر رحمہ اللہ' حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ وغیرہم۔ اسی طرح حال اور ماضی قریب کے وہ افراد جنہوں نے بچپن اور اوائل جوانی میں دُنیاوی تعلیم حاصل کی مگر پھر انہیں صحبت اہل حق نصیب ہوگئی تو ان پر سے بھی سابقہ تعلیم کے اثرات مکمل طور پر دھل گئے اور انہیں اپنی آنکھوں سے اسلام کو دیکھنے اور سیکھنے کا موقع ملا' بعد میں ان میں سے کئی افراد کو اللہ تعالیٰ نے خدمت دین کے مواقع بھی عطا فرمائے۔

دراصل آج کی انگریزی یا دُنیاوی تعلیم انسان کے مزاج کو تاجرانہ بنا دیتی ہے اور اس کے ذہن میں تنقید' بے ادبی اور فضول قسم کی بے باکی بھر دیتی ہے اور دور جدید کے تقاضوں کی اہمیت کچھ زیادہ ہی سمجھا دیتی ہے۔ اور چونکہ یہ تعلیم یورپ کا دین ہے' اس لئے اس تعلیم کے نتیجے میں یورپ کی بالادستی غیر محسوس طریقے پر ذہن پر سوار ہو جاتی ہے چنانچہ دنیوی اسی تعلیم یافتہ حضرات کی اکثریت تو دین کو سمجھنے یا اس پر عمل کرنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتی اور اگر بعض افراد دین کو سمجھنے کی طرف متوجہ ہوتے بھی ہیں تو ان کی آنکھوں پر سابقہ تعلیم کے اثرات کی عینک چڑھی ہوتی ہے چنانچہ یہ لوگ دین کو اپنے زاویہ نگاہ سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان سے بڑی فاش غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے کئی افراد

اسلامی احکام کو دو حصوں میں بانٹ دیتے ہیں اور اپنے گمان میں بعض احکام کو بنیادی اور بعض کو سطحی قرار دیتے ہیں اور پھر بزعم خود سطحی قرار دیئے گئے احکامات کی خوب درگت بناتے ہیں اور اسلام کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ افراد جب اسلام کی عظیم شخصیات کی سیرت و سوانح کو پڑھتے یا لکھتے ہیں تو اپنے گمان میں انصاف اور تنقید کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے وہ ان شخصیات کو بھی عام تاریخی شخصیات کی طرح موازنے کے کٹہرے میں کھڑا کردیتے ہیں اور خود اچک کر جج یا قاضی کی کرسی پر جا بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح یہ افراد اسلام کو جدید دور کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کیلئے اس میں طرح طرح کی ترمیمیں او تبدیلیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے گمان میں اسلام کی عزت کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ افراد دراصل یورپ سے مرعوب ہونے کی وجہ سے ان کے ہر سوال اور ہر تنقید کو گھاس ڈالتے ہیں اور پھر جوابات دیتے دیتے خود اسلام سے بہت دور نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ افراد اپنے تاجرانہ مزاج کی وجہ سے اسلام کی فکری باتوں کو خوب اچھالتے ہیں جبکہ عملی احکام کو وقت کا ضیاع سمجھ کر ان میں سے کم سے کم پر عمل کرتے ہیں اور کم سے کم پر عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ آج مصر، پاکستان، الجزائر، تیونس اور یورپ کی یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ اسلامی مفکرین کی اکثریت کے انداز فکر کا آپ جائزہ لیں تو آپ کو مذکورہ بالا باتوں کی صداقت کا یقین ہوجائے گا۔

اس پوری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ مُسلمانوں کو اس بات کا اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ اپنی نئی نسل کو بچپن اور اوائل جوانی سے ہی دینی تعلیم دلوانے کا اہتمام کریں۔ تب ہی آیندہ صدیوں میں مسلمانوں کا مستقبل محفوظ ہوسکتا ہے اور اسلام اپنی اصل شکل وصورت میں قائم رہ سکتا ہے۔

افغانستان کی امارت اسلامیہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ بہترین موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ نئی افغان نسل کو دودھ کی پہلی گھٹی کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم دیں اور ان کیلئے بچپن سے دینی تعلیم کا انتظام کریں۔ اسی طرح دنیوی تعلیم کو بھی مُسلمان بنائیں اور

اسے ہر طرح کے گندے اور مضر اثرات سے پاک کرکے اس کی خوبیوں سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ افغانستان کے موجودہ اسلامی انقلاب کی حفاظت اور آیندہ صدیوں تک اس کے دوام کا صرف اور صرف یہی ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ طاقت اور حکومت کے بل بوتے پر قوانین کو نافذ کیا جاسکتا ہے، ماحول کو سازگار بنایا جاسکتا ہے، لیکن ذہنیت اور فکر کو نہیں بدلا جاسکتا ہے کیونکہ ذہنیت اور فکر کو بدلنے کا ذریعہ صرف اور صرف تعلیم ہے۔ الحمدللہ امارت اسلامیہ افغانستان پوری تندہی کے ساتھ یہ کام سرانجام دے رہی ہے۔ اللہ کرے دُنیا بھر کے مُسلمان ان کے ساتھ تعاون کریں تاکہ آیندہ چند سالوں میں لاکھوں نفوس پر مشتمل ایسی نئی نسل ہمیں نصیب ہو جس کی مکمل تربیت اسلام کی گود میں ہوئی ہو۔

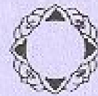
وہ مُسلمان جو اپنی زندگی کا کافی حصہ دنیوی تعلیم حاصل کرنے میں گزار چکے ہیں اور اب اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اسلام کی رغبت ڈالی ہے، انہیں چاہیے کہ وہ صرف مطالعے اور بحث مباحثے پر اکتفا نہ کریں بلکہ صحبت اہل حق اختیار کریں تاکہ اس کے ذریعے سے ان کے قلوب و اذہان میں سے وہ زہر نکل جائے جو عصری دنیوی تعلیم کا خاصہ ہے اور وہ بھی خالص مُسلمان بن کر اپنی دُنیا آخرت سنوار سکیں۔ اگر انہوں نے صحبت اہل حق اختیار نہ کی تو ان کا حال بھی پاکستان کے ان اسلام پسند صحافیوں کی طرح ہوگا جو سُنت رسول پر مضامین لکھتے ہیں مگر انہیں ڈاڑھی رکھنا سطحیت اور تنگ نظری معلوم ہوتا ہے یہ لوگ اسلامی انقلاب پر مقالے لکھتے ہیں مگر انہیں طالبان کی تحریک ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ یہ لوگ اسلامی فکر کی بلندی پر خوب انشا پردازی کرتے ہیں مگر ان کے اپنے رسالوں میں بیوٹی پارلر، شیونگ کریم اور سودی بینکاری کے اشتہارات نمایاں طور پر شائع ہوتے ہیں، یہ لوگ ہر دن اسلام میں مختلف ترمیمیں تجویز کرتے ہیں اور علماء کو بھی مشورے دیتے ہیں مگر اپنے اندر چھوٹی سی تبدیلی بھی نہیں لاسکتے۔ اسلام کے خادم یہ صحافی کراچی سے لاہور اور کوئٹہ سے پشاور تک پھیلے پڑے ہیں۔ یہ حضرات ہر اسلامی حکم پر رائے زنی کرنے اور ہر

دینی معاملے میں مشورہ دینے کو اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں حالانکہ خود فریبی پر مبنی یہ رویہ خود ان حضرات کیلئے ہی زیادہ خطرناک ہے کیونکہ قیامت کے دن انہوں نے بھی اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور وہاں نہ تو لفاظی سے کام چلے گا اور نہ یہ فضول قسم کی بے باکی کسی کام آئے گی۔

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ آج سے تقریباً سات سال پہلے پاکستان کے ایک صحافی حج کرنے کیلئے گئے تو انہوں نے واپسی پر جنگ اخبار میں حج کے بارے میں مضمون لکھ مارا اور حج کے فرائض تک میں تبدیلی کا مشورہ دے دیا۔ یہ محترم صحافی دیگر دینی معاملات میں بھی ایسے ہی مفید مشورے دیتے رہتے ہیں۔ یہ واقعہ لکھنے کامقصد کسی کی دل آزاری نہیں بلکہ اس طرح کے اسلام سے محبت رکھنے والے حضرات کو دعوت فکر دینا ہے تاکہ وہ اپنی روش پر نظر ثانی فرمائیں اور دوسری مسلمانوں کو یہ پیغام دینا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی قرآن و سنّت کی تعلیم سے روشناس کرائیں۔

وما توفیقی الا باللہ، علیه توکلت و هو رب العرش العظیم. وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا محمد وعلی آله و أصحابه أجمعین.

۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ ۹ مئی ۱۹۹۹ء یوم الاحد



دین اور ملک کے محافظ، حکمران قدر پہچانیں

افواج پاکستان کو خراج تحسین :

پاکستان میں حکومت تبدیل ہو چکی ہے۔ نواز شریف کے ظالمانہ دور کا عبرتناک خاتمہ ہو چکا ہے۔ ہم اہل وطن کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ پاکستان کی غیور مسلح افواج نے انتہائی نازک وقت میں ایک ضروری قدم اٹھایا ہے اور ملک کو عظیم خسارے اور خوفناک افراتفری سے بچا کر اپنے فرض کو ادا کیا ہے۔ ہم اس موقع پر ملک کی مسلح افواج کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ غالباً شہداء کارگل کے خون کی برکت سے فوج کو اس نیکی کی توفیق ملی ہے۔ اللہ کرے یہ نیکی مزید نیکیوں کا پیش خیمہ بنے اور پاکستان اپنی اصلی بنیاد پر قائم ہو اور اس کا دفاع مضبوط سے مضبوط تر ہو۔

زیادہ خوش فہمی کی ضرورت نہیں ہے :

لیکن پاکستان کی عوام کو زیادہ خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضررت نہیں ہے۔ کیونکہ جب تک ملک کے آئینی اور انتظامی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلیاں نہیں ہوں گی اس وقت تک کسی بڑی بھلائی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر ملک کے حکمران عزم و ہمت سے کام لیں اور اپنے چند روزہ اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمودہ ایک سنہری موقع سمجھیں اور قیامت کے یوم حساب کے کڑے احتساب کو مدنظر رکھیں تو وہ ملک وملت کی بھلائی کیلئے بہت کچھ کرسکتے ہیں۔ اب یہ ان کی قسمت کہ وہ اپنا نام اللہ کے ہاں اور انسانوں کی تاریخ میں کس جگہ لکھواتے ہیں۔ اور وہ قیامت کے دن کن حکمرانوں کے ساتھ اپنا حشر کروانا پسند کرتے ہیں۔

اصلی حاکم کون ہے ؟

البتہ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ حاکمیت اعلیٰ کا حق اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو

حاصل ہے۔ دنیا کے کسی بھی حکمران کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ حکومت کے سارے اختیارات اپنے ہاتھ میں رکھے لیکن اس پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے ہاتھ کو اور اپنے دل کو اللہ کا اور اسکی شریعت کا تابع رکھے۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کو آمر حقیقی مانتا ہو اور شریعت کے ہر حکم پر سر جھکاتا ہو اور شریعت سے انحراف نہ کرتا ہو' ایسے شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دنیا کا حاکم و آمر بنے اور ہم ایسی صالح آمریت پر جمہوریت کو قربان کرنا اپنا دینی اور ملی فریضہ سمجھتے ہیں۔

چار شعبے اہم ہیں :

اگر کوئی حکمران اپنی دنیوی حاکمیت کو اللہ کے ہاں کامیابی کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے چار شعبوں کی اصلاح کرنی ہوگی۔

(۱) ملک کے آئین کو اسلام کے مطابق بنانا ہوگا تاکہ پورے نظام پر قرآن و سنت کی بالادستی قائم ہو۔

(۲) انتخابات کے نظام کو درست کرنا ہوگا تاکہ صرف وہی لوگ عوام کے نمائندے بن سکیں جو کم از کم فرائض کے پابند' حرام سے بچنے والے اور دین و ملت کی خاطر ہر طرح کی قربانی دینے والے ہوں۔

(۳) عدلیہ کا مکمل نظام اسلام کے مطابق بنانا ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ کا نازل فرمودہ انصاف اور احتساب اللہ کے بندوں کو نصیب ہو۔

(۴) اقتصادی ڈھانچے کو اسلام کے تابع کرنا ہوگا تاکہ سود در سود کے جاہلانہ اور ظالمانہ نظام سے اہل وطن کی گردنیں آزاد ہوں۔

مسلمان کی کامیابی نظام فطرت میں ہے ۔

کتوں کیلئے کتوں کا نظام مفید رہتا ہے۔ لیکن کتوں کا نظام گھوڑوں کو کبھی راس نہیں آتا۔ گدھوں کے طور طریقے اور عادتیں خود ان کے لئے تو اچھی ہیں لیکن اگر وہ اونٹوں پر اپنے طور طریقے نافذ کردیں تو اونٹ اپنی تمام تر صلاحیتیں کھو بیٹھیں

گے۔ بالکل اسی طرح انگریزوں کیلئے ان کا غیرفطری نظام مفید ہے کیونکہ ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے اور جس طرح بھنگی بدبو کا عادی ہو جاتا ہے اسی طرح انگریز اپنی غیرفطری تہذیب اور غیرفطری قوانین کے عادی ہو چکے ہیں۔ لیکن دنیا کی کسی بھی دوسری قوم کو انگریزوں کی تہذیب اور ان کے قوانین راس نہیں آتے۔ افریقی ممالک کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ افریقہ کی سیاہ فام اکثریت مسلمان تھی اور حیرت انگیز عمدہ صفات اور عادات سے مزین تھی لیکن جب یورپین اقوام نے ان پر اقتدار حاصل کیا اور ان پر اپنی عادات' تہذیب اور قوانین کو تھوپا تو آج ان کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ جانور بھی ان سے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ کل تک جو لوگ شرافت' قناعت اور شجاعت کے پیکر تھے' آج وہی لوگ سوائے بدکاری اور چوری چکاری کے اور کچھ سوچنے کے قابل بھی نہیں رہے۔ چنانچہ افریقہ کے بیشتر علاقے انسانیت کے آثار تک سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور یہی حال ہندوستان کی اس اکثر آبادی کا ہے جنہوں نے انگریز کے اثرات کو قبول کیا' یہ لوگ خباثت اور بدحالی کی چلتی پھرتی تصویریں بن کر رہ گئے ہیں۔ اسی صورتحال کو مدنظر رکھ کر یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب تک پاکستان کو اور اس کے تمام اداروں (خصوصاً بیوروکریسی اور پولیس) کو برطانوی استعمار کے اثرات سے پاک نہیں کیا جائے گا' اس وقت تک نہ ہمارا ملک ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی مضبوط ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کے پاس اپنا ایک مستحکم نظام موجود ہے۔ پھر آخر وہ کونسی مجبوری ہے جس نے ہمیں انگریز کے نظام میں بری طرح جکڑ دیا ہے۔ اور ہم ابھی تک اپنے کسی شعبے کو اس سے آزاد نہیں کرپائے ؟

دشمنوں کی پہچان :

پاکستان کے دوست کم اور دشمن زیادہ ہیں اور یہ دشمن اندرونی بھی ہیں اور بیرونی بھی' اور اندرونی دشمن بیرونی دشمن سے کم خوفناک نہیں ہیں۔ ہمارے حکمران

ملک کے بیرونی دشمنوں کو غالباً اچھی طرح پہچانتے ہیں' اس لئے ہم صرف اندرونی دشمنوں کا اشارۃً تذکرہ کافی سمجھتے ہیں۔

لیجئے اندرونی دشمنوں کی ایک مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیے:

(۱) وہ سیاستدان جنہوں نے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے اور پاکستان کے بچے بچے کو غیروں کا مقروض بنا دیا ہے۔ ان لوگوں نے پاکستان کی رگوں سے تمام خون نچوڑ لیا ہے اور پاکستان کے سرمائے کو بیرون ملک منتقل کردیا ہے۔ ان لوگوں سے ایک ایک پائی کا حساب لینا ملک کی لازمی ضرورت ہے۔

(۲) وہ جاگیردار جنہوں نے ناجائز طریقے سے ملک کی لاکھوں ایکڑ زرخیز زمین پر قبضہ کر رکھا ہے اور انہوں نے غنڈہ گردی کے زور پر غریبوں کی زمینیں اور سرکاری املاک کو اپنی جاگیر کا حصہ بنالیا ہے۔ اب یہ لوگ مزارعوں سے بیگار لیتے ہیں' ان کی ذاتی جیلوں میں غریب ہاریوں کو قید رکھا جاتا ہے' اور ان لوگوں نے ملک کے اندر اپنی متوازی حکومتیں قائم کر رکھی ہیں۔

(۳) وہ بدعنوان اور رشوت خور سرکاری اہلکار جو دیمک کی طرح ملک کو چاٹ رہے ہیں۔ اعلیٰ وزارتوں سے لیکر عام دفاتر کے دروازوں تک یہ نسل بکثرت پائی جاتی ہے' ملک کا کوئی ادارہ ان سے محفوظ نہیں ہے' یہ لوگ ملک کی تباہی اور بربادی کے اہم ذمہ دار ہیں۔

(۴) وہ تاجر اور بیوپاری جو ملاوٹ والا مال بیچتے ہیں۔ ذخیرہ اندوزی کرکے عام لوگوں کو سولی پر لٹکاتے ہیں اور دوائیوں اور کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرکے لاکھوں انسانوں کو قتل کرتے ہیں۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بندوق کے ذریعے دو چار افراد کو قتل کردیتا ہے تو ہمارے حکمران غصے سے بپھر جاتے ہیں اور بے گناہ افراد تک کی خوب پکڑ دھکڑ کرتے ہیں لیکن ذخیرہ اندوزی اور ملاوٹ کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو قتل کرنے والے افراد پر بھولے سے بھی ہاتھ نہیں ڈالتے۔

(۵) وہ تنظیمیں' پارٹیاں اور افراد جو ایک اسلامی نظریاتی ملک کے مسلمانوں کو

زبانوں اور علاقوں کے نام پر تقسیم کرتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو آپس میں لڑاتے ہیں۔ اور ہر وقت ملک کو توڑنے کی باتیں کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے کسی پاکستانی کو پاکستانی نہیں چھوڑا۔ چنانچہ آج ہمارے ملک میں پنجابی' سندھی' بلوچ' پشتون' مہاجر' سرائیکی' اور بروہی وغیرہ تو بکثرت ملتے ہیں لیکن کوئی پاکستانی کم ہی نظر آتا ہے۔ ان علاقائی اور لسانی پارٹیوں کے پاس نہ تو اسلحے کی کمی ہے اور نہ تربیت یافتہ قاتلوں کی۔ اور ان میں سے کئی تنظیموں کے ذیلی مراکز ہندوستان میں "را" کے زیر اہتمام چل رہے ہیں۔

(۶) وہ سرخ اور نیلے لوگ جو پاکستان کو روس یا امریکا کی کالونی بنانا چاہتے ہیں۔ اور ملک میں کیمونزم یا سرمایہ داری نظام کو مسلط کرنے کے خواب دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی نظر میں پاکستان ایک حقیر ملک ہے تا آنکہ وہ کسی نام نہاد سپرپاور کی مکمل غلامی اختیار کرلے۔ اس طبقے کے لوگ سیاستدانوں میں بھی ہیں اور صحافیوں میں بھی۔

(۷) انسانی حقوق کے نام سے کام کرنے والی اکثر تنظیمیں اور غیر ملکی اداروں کی زیر نگرانی چلنے والے این جی اوز (غیر ملکی امداد پر چلنے والے رفاہی ادارے) پاکستان کے سخت نظریاتی دشمن ہیں اور دن رات ملک کو بدنام کرنے اور اسے کمزور کرنے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ ان اداروں میں کام کرنے والے اکثر افراد یہودی لابی کے باقاعدہ ملازم ہیں اور ان میں سے کئی سرکردہ افراد کی وفاداریاں بھارت کے ساتھ ہیں۔ چونکہ یہ ادارے بہت طاقتور ہیں اور ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہیں' اس لئے یہ ملک کے اہم راز بآسانی چرا کر دشمنوں تک پہنچاتے ہیں۔ اور پاکستان میں اس کے دشمنوں کے عزائم کی تکمیل کرتے ہیں۔

(۸) وہ فرقہ پرست گروہ جن کے لیڈر پاکستان میں آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیئے جانے کے بعد ملک سے بھاگ گئے ہیں۔ یہ لوگ پاکستان کے کٹر دشمن ہیں اور خود کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا انتقام لینے کیلئے ملک کو ہمیشہ شدید نقصانات پہنچاتے ہیں۔

(۹) وہ مصنفین اور صحافی جو اپنے قلم کے ذریعے ملک کے اتحاد اور اس کی سالمیت

کو کمزور کرتے رہتے ہیں اور آزادی اظہار کے حق کا ناجائز فائدہ اٹھا کر اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف لکھتے ہیں۔ اور اسلام کی عظیم ہستیوں پر کیچڑ اچھال کر مسلمانوں کے دلوں کو مجروح کرتے ہیں' یہ لوگ ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے سب سے بڑے ذمہ دار ہیں اور بعض غیر ممالک ان کی مکمل سرپرستی کر رہے ہیں۔

(۱۰) وہ لوگ جو پاکستان میں فحاشی اور عریانی پھیلا رہے ہیں اور گناہوں کا ماحول پیدا کرکے ملک کی نئی نسل کو شہوت پرست اور کمزور بنا رہے ہیں۔ ان لوگوں کے گندے کردار اور غیر شرعی حرکتوں کی وجہ سے پورا ملک اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔ اور آسمانی برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو لگام نہ دی گئی تو ملک کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتا' خواہ اس کے تمام پہاڑ سونے کے بن جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کھلم کھلا بغاوت وہ جرم عظیم ہے جو مسلمانوں کیلئے کامیابی کا ہر راستہ بند کردیتا ہے۔

پاکستان کے اندرونی دشمن اور بھی ہیں غور کیا جائے تو دل میں گھبراہٹ پیدا کرنے والی ایک لمبی فہرست ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ ان دشمنوں سے محتاط رہیں اور اپنی قوت ان داخلی اور بعض خارجی دشمنوں کی صفائی اور اصلاح پر مرکوز کریں۔

کچھ لوگ ملک کے محافظ ہیں :

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمارے ملک کو کچھ ایسے محافظ بھی عطا فرمائے ہیں جن سے پاکستان کے تمام دشمن ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ حکمرانوں کو چاہئے کہ پاکستان کے ان محافظوں کی قدر کریں۔ اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جس سے پاکستان کا یہ حفاظتی حصار کمزور ہو۔ پاکستان کے ان عظیم محافظوں کے مکمل تذکرے کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہے۔ کیونکہ ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی لاکھوں مساجد پاکستان کی محافظ ہیں۔ ان مساجد کے میناروں سے گونجنے

والی "اللہ اکبر" کی صدائیں اس ملک کو استحکام اور برکت بخشتی ہیں۔ ملک کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہزاروں دینی مدارس ان افراد کو پیدا کررہے ہیں جو اس ملک کے سب سے بہترین اور وفادار شہری ہیں اور جن کے دم سے اس ملک پر اللہ کی رحمتیں نازل ہورہی ہیں۔ اسلام اور پاکستان کے تحفظ کیلئے برسرپیکار علماء اور مجاہدین پاکستان کیلئے اللہ تعالیٰ کا انعام ہیں۔ ملک کے ہر حصے میں کندھے پر بستر اٹھا کر چلنے والی تبلیغی جماعتیں اس ملک کے دشمنوں کا اندر ہی اندر صفایا کررہی ہیں۔ چنانچہ آج ان کی بدولت ان اداروں میں بھی خیر داخل ہوچکی ہے جہاں پر سوائے شر کے اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔

پاکستان کے مختلف علاقوں میں بیٹھے ہوئے اولیاء اللہ اس ملک کے سب سے بڑے محافظ ہیں۔ انہیں کی برکت سے ملک بلاؤں اور وباؤں سے بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا عذاب رکا رہتا ہے۔

الٹی گنگا :

افسوس کی بات یہ ہے کہ ماضی کی حکومتوں نے عموماً اور نواز شریف نے خصوصاً پاکستان کے دشمنوں کو دوست سمجھا اور دوستوں کو دشمن سمجھا اور دوستوں کو دشمنوں کی صف میں لاکھڑا کیا یہ بہت بڑی ستم ظریفی اور بے انصافی کی۔ جس کا خمیازہ ان حکمرانوں کو بھگتنا پڑا۔ نواز شریف حکومت نے ملک میں ہونے والے بعض فرقہ وارانہ واقعات کو آڑ بنا کر دینی مدارس کی طرف نگاہ غلط اٹھائی جس پر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آگئی کیونکہ ان مدارس میں اللہ کی کتاب پڑھی جاتی ہے' لارڈ میکالے کا نصاب نہیں۔ ان مدارس میں اللہ کی عظمت اور حاکمیت کا درس دیا جاتا ہے' امریکا کی حاکمیت کا نہیں۔ مگر نواز شریف صاحب اقتدار کے نشے میں سب کچھ بھول گئے اور انہوں نے فرقہ وارانہ فسادات کو آڑ بنا کر امت مسلمہ کی بعض ایسی ہستیوں پر ہاتھ اٹھانے کی مذموم کوشش کی۔ جن ہستیوں پر عرب و عجم کے مسلمان

فخر کرتے ہیں اور جن کا وجود پاکستان کیلئے ایک عظیم رحمت ہے۔

تذکرہ ایک عظیم محافظ کا :

میں ان ہستیوں میں سے فرد زمانہ ' مفتی اعظم ' حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تذکرہ کرتا ہوں۔ تھوڑا سا غور کیجئے کہ حضرت مفتی اعظم نے پاکستان کو کیا دیا اور انہوں نے پاکستان سے کیا لیا۔

پاکستان کے سابق حکمرانوں نے حضرت مفتی اعظم کا تعلق ملک کے بعض فرقہ وارانہ فسادات سے جوڑنے کا جرم کیا اور وہ یہ بات بھول گئے کہ :

(۱) حضرت مفتی اعظم وقت کے ایک عظیم ولی ہیں اور اولیاء اللہ کی برکت سے ملک پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے۔

(۲) حضرت مفتی اعظم کی نصف صدی سے زائد کی محنت نے پاکستان کو مخلص اور نیک شہری عطا فرمائے ہیں۔

(۳) حضرت مفتی اعظم کے ایک شاگرد رشید پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت کے سب سے اہل جج ہیں جبکہ دوسرے شاگرد اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر ہیں۔ کیا یہ فرقہ پرستی کی دعوت کا ثمرہ ہے؟

(۴) حضرت مفتی اعظم نے ملک کو کئی متقی ڈاکٹر، متقی پائلٹ، متقی انجینئر اور متقی تاجر دیئے۔ ان کے تربیت یافتہ افراد نے اپنی صلاحیتوں سے ملکی خزانے بھرے لیکن رشوت یا خیانت کی ایک پائی کو اپنے لئے خنزیر کے گوشت کی طرح حرام سمجھا۔

(۵) حضرت مفتی اعظم کی سرپرستی سے طالبان کو قوت ملی اور پاکستان کی ہزاروں کلومیٹر لمبی سرحد اتنی محفوظ ہوگئی کہ اس پر ایک فوجی جوان کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر طالبان کی بجائے پاکستان کا دشمن اور انڈیا کا حامی احمد شاہ مسعود افغانستان کا حکمران ہوتا تو پاکستان چار اطراف سے دشمنوں کے گھیرے میں آجاتا۔

(۶) حضرت مفتی اعظم کے ہزاروں شاگرد اور مرید کشمیر کے محاذوں پر داد شجاعت

دے رہے ہیں اور حضرت کے وہ شاگرد جو انہیں اولاد سے زیادہ عزیز ہیں ' اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر انڈیا کے دانت کھٹے کر رہے ہیں۔

(۷) حضرت مفتی اعظم کی تصنیف "احسن الفتاویٰ" اور آپ کے علمی مقام کی وجہ سے عرب و عجم میں پاکستان کو عزت ملی ہے۔ جہاں ایک طرف ماضی کے حکمرانوں کے کرپشن کی وجہ سے پاکستان کو دنیا کا نمبر2 کرپٹ ملک قرار دیا گیا ہے' وہاں مفتی اعظم اور ان کے رفقاء و تلامذہ کی برکت سے پاکستان کو دینی علوم میں نمبر1 ملک قرار دیا جاتا ہے۔

(۸) اسلام اور پاکستان کے بعض نامور سپوت جب انڈیا کی جیلوں میں شہید ہوئے تو حضرت مفتی اعظم نے ان کے قاتلوں کی ہلاکت کے لئے بیس لاکھ روپے کے انعام کا اعلان کیا۔

کیا ماضی کے حکمرانوں نے اپنے ملک کے کسی شہری کے ساتھ کبھی ایسی وابستگی اور یکجہتی کا تصور بھی کیا ہے؟

(۹) حضرت مفتی اعظم کے مواعظ اور ارشادات کی وجہ سے پاکستان کے طول و عرض میں کئی جگہ فحاشی' عریانی' اور بے حیائی کا خاتمہ ہوا۔ کیا اسلام اور ملک کیلئے یہ عظیم خدمت کسی تعارف کی محتاج ہے؟

نواز شریف حکومت نے حضرت مفتی اعظم پر فرقہ وارانہ فسادات کے ساتھ تعلق کا الزام لگانے کی کوشش کی مگر یہ نہیں سوچا کہ :

(۱) جب حکمران سوتے ہیں تو اس وقت حضرت مفتی اعظم اللہ تعالیٰ کے حضور سجدے میں آہ و زاری میں مشغول ہوتے ہیں۔

(۲) جب حکمران عیاشیوں میں مست ہوتے ہیں اس وقت حضرت مفتی اعظم افغانستان اور کشمیر میں اسلام اور پاکستان کے تحفظ کے لئے لڑنے والوں کی فکر میں مستغرق ہوتے ہیں۔

(۳) جب حکمران خیانت کے ذریعے ملک کو لوٹ رہے ہوتے ہیں اس وقت مفتی

اعظم امانت کا سبق پڑھا رہے ہوتے ہیں۔

④ جب حکمران اپنے جسمانی علاج کیلئے کروڑوں روپے غیر ملکوں میں بہا رہے ہوتے ہیں اس وقت حضرت مفتیِ اعظم اہل پاکستان کا مفت روحانی علاج فرما رہے ہوتے ہیں۔

⑤ جب حکمران ملک کے عوام کے پیسے غیر ملکوں میں تعلیم پانے والے اپنے بچوں کو بھجوا رہے ہوتے ہیں تو اس وقت حضرت مفتیِ اعظم اپنا مال بیوگان' یتامیٰ و مساکین کو بھجوا رہے ہوتے ہیں۔

نواز شریف حکومت نے حضرت مفتیِ اعظم اور دینی مدارس پر معلوم نہیں کس نشے میں آکر فرقہ واریت بھڑکانے کا الزام لگا دیا حالانکہ اگر حضرت مفتیِ اعظم اس طرح کے فرقہ وارانہ قتل و غارت کو درست سمجھتے تو پھر انہیں کسی سے پرمٹ لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ حضرت مفتیِ اعظم پیرانہ سالی کے باوجود عزم جوان رکھتے ہیں اور سنّت کے مطابق اللہ تعالیٰ کیلئے جان دینے کے جذبے سے سرشار ہیں۔ وہ اگر اس قتل و غارت کو درست سمجھتے تو وہ خود سب سے پہلے میدان میں کود پڑتے۔ اس عظیم علمی شخصیت کا کندھا اگر افغانستان میں کلاشنکوف اٹھا سکتا ہے تو اللہ کی رضا کیلئے یہ کندھا ہر جگہ بندوق اٹھانے کی طاقت اور ہمت رکھتا ہے۔ حضرت مفتیِ اعظم کی پوری زندگی جرأت اور شجاعت سے عبارت ہے۔ وہ جس بات کو شریعت کی رو سے درست سمجھتے ہیں اس کے برملا اظہار سے انہیں دنیا کی کوئی طاقت اور حکومتوں کا کوئی جبر نہیں روک سکتا۔ کاش! سابق حکومت کے اہلکار مسلمانوں کے دلوں میں حضرت مفتیِ اعظم کے مقام کا اندازہ لگاتے تب انہیں محسوس ہوتا کہ اگر کچھ عرصہ پہلے ہونے والے فرقہ وارانہ قتل و غارت میں حضرت مفتیِ اعظم کا اشارہ بھی شامل ہوتا تو پھر یہ قتل و غارت پاکستان سے لے کر چیچنیا تک اور افغانستان سے لے کر ہندوستان تک کے طول و عرض میں پھیل جاتی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو میرے اولیاء کو ستاتا ہے میرا اس سے اعلان جنگ ہے۔" (بخاری)

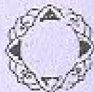
ماضی کے حکمرانوں نے اولیاء اللہ کو ستایا چنانچہ ان پر آسمانی غضب نازل ہوا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی کے چند دن دیئے ہیں' انہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور سچے دل سے توبہ کرلیں۔ اور حال کے حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ پاکستان کے محافظوں کی قدر و منزلت کو پہچانیں اور خود ان کے دروازوں پر جاکر ان سے دعاؤں کی درخواست کریں اور ان سے رہنمائی حاصل کریں۔ کیونکہ اسی میں خود ان کا اور ملک و ملّت کا فائدہ ہے۔ باقی حضرت مفتیِ اعظم اور ان جیسے دوسرے اولیاء اللہ نہ تو کل حکمرانوں کے محتاج تھے اور نہ آج ہیں۔ ان کی نظر میں ہر مسلمان برابر ہے۔ خواہ عوام سے تعلق رکھتا ہو یا حکمرانوں سے۔ ان کا کام بندوں کو مالک سے جوڑنا ہے سو وہ جوڑتے رہیں گے۔ ان کا کام اللہ کی زمین کو اللہ کی بغاوت سے پاک کرنا ہے سو وہ کرتے رہیں گے۔ ان کا کام اسلام لی عظمت اور غلبے کیلئے محنت کرنا ہے سو وہ کرتے رہیں گے۔ ان کا کام مسلمانوں کو متحد کرنا ہے سو وہ اس کیلئے کوشاں رہیں گے۔

یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پہچان چکے ہیں۔ اس لئے دنیا کی حکومت اور طاقت ان کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو زمین پر موجود اللہ کے ان پیاروں سے پیار رکھتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ اور بد قسمت ہیں وہ لوگ جو ان سے دشمنی کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضی مول لیتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا محمد و علی آله و أصحابه أجمعين.

۲۱/رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۳۱/اکتوبر ۱۹۹۹ء



دینی مدارس کا قیام اور حکمرانوں کیلئے مخلصانہ مشورہ

انگریز نے لارڈ میکالے کے مرتب کردہ نظام تعلیم کو رائج کر کے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب سارے برصغیر کے تعلیم یافتہ لوگ قلبی اور تہذیبی اعتبار سے اسلام سے بیزار اور انگریزی تہذیب کے دلدادہ اور انگریز کے بہی خواہ ہوں گے اور دین سے غفلت اور لاعلمی کی وجہ سے کبھی بھی جہاد کے لئے کھڑے نہیں ہوں گے اور دنیا داری میں ایک دوسرے سے سبقت کے شوق میں دین کو بھول جائیں گے۔ اس خطرناک صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضرات اکابر نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر خوب استخارے کئے اور آپس میں طویل استشارے فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی فرمائی اور انہوں نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کا ارادہ فرمایا۔ انار کے ایک چھوٹے سے درخت کے نیچے ایک استاد اور ایک شاگرد سے تحریک مدارس کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں تو انگریزی نظام تعلیم کے طوفان کے سامنے یہ بند بہت معمولی اور کمزور نظر آرہا تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف اس تحریک کا نور پھیلتا ہی چلا گیا۔

اس تحریک کے مقاصد میں سے یہ تھا کہ مسلمانوں کیلئے ایسی دینی قیادت فراہم کی جائے جو خالص اسلامی ہو اور اسلام کا مکمل علم رکھنے والے ان افراد پر مشتمل ہو جن کی پوری تربیت خالص اسلامی ماحول میں ہوئی ہو۔ اس تحریک کا یہ بھی مقصد تھا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو بغیر کسی تحریف و تبدیل کے مسلمانوں کو پڑھایا جائے تاکہ وہ زمانے کے تقاضوں سے مجبور ہو کر دین کو نہ بدلیں بلکہ زمانے کو دین کے مطابق ڈھالنے کے عزم رکھنے والے بنیں اور ان مدارس سے ایسی نسل تیار ہو کر نکلے جس کی تمام تر وفاداریاں صرف اور صرف اسلام کیلئے وقف ہوں۔ یہ نسل، رنگ قوم اور وطن سے بالاتر ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی محافظ بنے اور اس خالص اسلامی نسل کے ہر فرد کے دل میں اسلام کے ایک (ظاہری طور پر) معمولی سے معمولی حکم کی بھی اتنی قدر ہو جتنی ایک انگریز جج کے دل

میں برطانیہ کے آئین کی نہیں ہوتی۔ چونکہ فرقہ واریت اور بدعات کم علمی اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اس لئے مدارس کے ذریعے سے کم علمی اور جہالت کو دور کیا جائے۔ اسی طرح اس تحریک کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ انگریزوں اور ہندوؤں نے پورے برصغیر کا ماحول بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس لئے کچھ مسلمانوں کی تربیت مدارس اور مساجد کے پاکیزہ ماحول میں کی جائے تاکہ اسلام کا ہر حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتیں ان کی زندگی کا لازمی حصہ بن جائیں اور یہ اللہ کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ یورپ کی فریبی رنگینیاں اور ہندی مشرک کی غلاظت ان پر اثر انداز نہ ہوسکے۔ پھر یہ اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے اہل علم اور باعمل افراد تمام مسلمانوں کی دینی' روحانی اور سیاسی قیادت کریں اور انہیں فریضہ جہاد پر کھڑا کر کے کامیابی اور عظمت کے راستے پر گامزن کریں۔

ان عظیم مقاصد اور اس نیک سوچ کو لے کر اکابر نے مدارس کا آغاز فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اتنی بھرپور نصرت فرمائی کہ ان کا خواب پورا ہوا اور وہ انگریز جو اپنا نظام تعلیم دے کر یہ سمجھ بیٹھا تھا کہ اب اسے کچھ ہی عرصے میں برصغیر میں کوئی ایک بھی پورا اور مکمل مسلمان نظر نہیں آئے گا' اس وقت افسوس اور حسرت سے اپنی انگلیاں کاٹتا نظر آیا جب ان مدارس سے نکلے ہوئے پورے مسلمان مکمل اسلامی لباس میں یورپ کے ایئرپورٹوں پر اذانیں دیتے نظر آئے۔ آج ان مدارس کی شاخیں ایک طرف امریکا اور افریقہ کے دور دراز جزیروں اور وادیوں میں نظر آتی ہیں تو دوسری طرف انہیں مدارس کے طلبہ افغانستان میں خلافت راشدہ کے دور کو زندہ کئے بیٹھے ہیں اور دنیا بھر کی دفاعی ٹیکنالوجی کے دانت کھٹے کر رہے ہیں۔ آپ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک نظر پھیلایئے! آپ کو ان مدارس کے فیض یافتہ افراد دن رات ایک کر کے دنیا سے بے غرض ہو کر اسلام اور مسلمانوں کی دینی خدمت کرتے نظر آئیں گے۔ ان سب کی سوچ' ان کی فکر' ان کا انداز' یہاں تک کہ ان کا لباس بھی ایک جیسا ہے۔ آپ انہیں صوبہ بلوچستان کے کسی دور افتادہ

صحرا میں دیکھیں یا برطانیہ کے ہیتھرو ہوائی اڈہ' پر آپ سمجھیں گے کہ یہ ایک ماں کی گود میں پلنے والے دو بھائی ہیں حالانکہ ان دونوں نے کبھی ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں ہوگا۔

حقیقت میں یہ دینی مدارس انگریزی نظام تعلیم کی فرعونیت کے مقابلے میں عصائے موسیٰ بنے ہوئے امت مسلمہ کا ایمان بچارہے ہیں اور تیزی سے تباہی کی طرف گرنے والے اس دور میں مسلمانوں کا یہ سب سے قیمتی سرمایہ ہیں۔ آج اگر برصغیر میں کہیں بھی کوئی خیر نظر آتی ہے تو اس کے پیچھے آپ کو لازماً ان مدارس کا فیض کار فرما نظر آئے گا اس لئے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اب بھی اگر دنیا میں کوئی خیر اٹھے گی تو ان شاء اللہ ان ہی مدارس سے اٹھے گی۔ افغانستان کی سرزمین نے کئی مجاہد لیڈر دیکھے مگر ان کی روسی' فرانسیسی اور امریکی ڈگریوں نے بالآخر اثر دکھایا اور وہ نہ تو بین الاقوامی دباؤ کا مقابلہ کرسکے اور نہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکے مگر پھر ان مدارس سے نکلنے والے (پورے مسلمان) میدان میں آئے اور انہوں نے بین الاقوامی اسلام دشمنی کے اداروں میں صف ماتم بچھاکر رکھ دی۔ اب تو تمام اسلام دشمن طاقتوں کا اس بات پر اتفاق ہوچکا ہے کہ جب تک ان کے مدارس کو مکمل بند نہیں کیا جاتا یا ان کے مروجہ نظام کو نہیں بگاڑا جاتا اس وقت تک بنیاد پرستی یعنی خالص اسلام کی یلغار کو نہیں روکا جاسکتا۔ اسی لئے ترکی میں مدارس کے خلاف کام شروع ہوچکا ہے' ہندوستان میں بھی یہ مدارس حکمرانوں کو کھٹک رہے ہیں اور پاکستان کے حکمران بھی ان مدارس کو بند کرنے کی بات کررہے ہیں۔

حکمرانوں کو ایک مخلصانہ مشورہ:

ہم مسلم حکمرانوں کو یہ مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ ان مدارس کے خلاف ایسی باتیں نہ کہیں جو اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی ہیں۔ ان مدارس نے اب تک کروڑوں مسلمانوں کا ایمان بچایا ہے۔ اب اگر خدانخواستہ ان مدارس کی طرف

ٹیڑھی نگاہ سے بھی دیکھا گیا تو اللہ کی قسم لاکھوں مسلمان طوفان کی' طرح اٹھیں گے اور مدارس کے خلاف باتیں کرنے والے عبرت کا نشان بن جائیں گے۔ رب العزت کی قسم! یہ مدارس ہمیں اپنے ایمان کی طرح عزیز ہیں اور ایمان کے سامنے جان کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ ماضی میں کئی جابر ایسی کوششیں کرچکے ہیں مگر دنیا میں ان کا منہ اور مرنے کے بعد ان کا نام ہی سیاہ ہوا۔

اے حکمرانو! انسانوں سے ٹکرایا جاسکتا ہے لیکن نور کی شعاعوں سے ٹکرانے کیلئے آج تک نہ کوئی اسلحہ بنا ہے اور نہ کوئی فوج۔ یاد رکھئے! ان مدارس کی چار دیواری میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام پڑھایا جاتا ہے اور ان مدارس کے چاروں طرف فرشتوں کا پہرہ لگا رہتا ہے۔ ان مدارس میں پڑھنے یا پڑھانے والے زندگی سے زیادہ موت کو اور جھکنے سے زیادہ کٹنے کو عزیز رکھتے ہیں۔

آج دنیا کے تمام بڑے ظالموں کا سب سے بڑا ہتھیار اقتصادی پابندی ہے۔ آپ لوگوں نے تو انگریز کے حکم سے ہم پر سالہا سال سے یہ پابندی لگا رکھی ہے۔ آپ لوگوں نے ملکی نظام کی تمام ملازمتیں انگریزی تعلیم یافتہ طبقے کے لئے خاص کردی ہیں۔ آپ کے خزانے کا تمام فنڈ اسکولوں اور کالجوں کو جاتا ہے۔ ملک ہم مسلمانوں کا ہے لیکن اس میں نوکری اسی کو ملتی ہے جو انگریز کا سند یافتہ ہو۔ ملک کے تمام کلیدی عہدے تم نے انگریزی بولی بولنے والوں کو دے دیئے ہیں۔ مگر پھر بھی ان تمام ہتھکنڈوں کے باوجود تم محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی سیکھنے والے ان اہل مدارس کو بھوکا نہیں مار سکے اور نہ ان کی تعداد کو کم کرسکے ہو۔ ان تمام تر پابندیوں کے باوجود ہم کوئی حاجت لے کر تمہارے دروازے پر نہیں جاتے بلکہ خود تمہیں ہمارے دروازوں پر آنا پڑتا ہے۔ کیا یہ سب دیکھ کر بھی تمہاری آنکھیں نہیں کھلتیں اور تم یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان مدارس والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی غیبی طاقتیں ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ! کتنے مدارس گراؤ گے؟ کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ چار عمارتیں گرانے سے تم مدرسے ختم کردو گے؟ کاش! تمہیں کوئی خیرات میں ہی تھوڑی سی عقل دے

دیتا!!

یاد رکھو! اہل حق کے فرزند جہاں بیٹھتے ہیں وہاں مدرسہ کھل جاتا ہے۔ ہم آج کل انڈیا کی ایک ایسی جیل میں ہیں جہاں دشمن کے بقول پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ مگر الحمدللہ یہاں بھی مدرسہ کھلا ہے۔ تفسیر' حدیث' فقہ ہر چیز پڑھائی جارہی ہے۔ کئی سال سے بیڑیوں' ہتھکڑیوں اور دن رات کے تشدد کے باوجود الحمدللہ یہ مدرسہ چل رہا ہے۔ ہماری بات تو اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو سوویت یونین سے پوچھو۔ اس نے ہر مدرسہ اور ہر مسجد گرادی تھی' ہر ڈاڑھی والے کو شہید کردیا تھا اور ہر نمازی کو ختم کردیا تھا مگر آج روسی صدر کی موجودگی میں شیخ عبداللہ نوری جیسے عالم تاجکستان کے مستقبل کے حکمران کے طور پر دستخط کرتے نظر آتے ہیں۔ دنیا حیران ہے کہ پورے سوویت یونین میں ستر سال تک کوئی مدرسہ نہیں تھا تو عبداللہ نوری کہاں سے عالم بن گئے۔

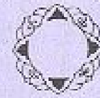
اس لئے اے اہل حکومت! ہم آپ کو یہ مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اس قسم کی فضول باتیں کرنے کی بجائے تم خود انسان بننے کے لئے ان مدارس سے رہنمائی حاصل کرو تاکہ کل اللہ کے حضور انسانوں کی شکل میں حاضر ہوسکو اور اپنی اولاد کو ان مدارس میں بھیج کر صحیح انسان اور سچا مسلمان بناؤ اور یقین کرو آکسفورڈ میں اپنے بچوں کو پڑھا کر تم ان پر وہ ظلم ڈھا رہے ہو جس کا تمہیں کل قیامت کے دن جواب دینا پڑے گا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ مدارس فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں تو یہ تمہاری غلط فہمی اور غلط معلومات کا نتیجہ ہے۔ فرقہ واریت کے تمام بڑے بت کالجوں یونیورسٹیوں سے نکلے ہیں۔ مدارس تو اس وبا کے موجد نہیں بلکہ اس کا توڑ ہیں۔

اچھا یہ بتاؤ! لسانی فسادات میں اب تک کتنے لوگ مرے ہیں؟ یقیناً بے شمار' تو پھر تم کالج بند کیوں نہیں کرتے؟ جہاں سے لسانیت پرستوں کی قیادت اٹھی ہے۔ اچھا یہ بتاؤ! طلبہ کی سیاسی تنظیموں نے اب تک ایک دوسرے کے کتنے آدمی مارے ہیں؟ یقیناً لاتعداد تو پھر تم ان تنظیموں کی آماجگاہ کالج بند کیوں نہیں کردیتے؟ اچھا یہ

بتاؤ! اب تک تم نے اغوا برائے تاوان' چوری ڈاکے اور زنا کے جو مجرم پکڑے ہیں' ان میں سے اکثریت کالج والوں کی ہے یا مدرسہ والوں کی؟ تمہیں حق ہے کہ جس تعلیمی ادارے کے فیض یافتہ ان جرائم میں زیادہ ہوں ان اداروں کو بند کردو۔ اچھا یہ بتاؤ! جاگیرداروں نے اب تک قبائلی عصبیت کے نام پر کتنے لوگ قتل کئے ہیں؟ کتنے مظلوموں کو انہوں نے اپنے خفیہ قید خانوں میں ڈال رکھا ہے؟ کتنی پاک دامن عورتیں دن رات ان کی ہوس کا شکار بنتی ہیں؟ تمہیں حق ہے کہ ان جاگیرداروں نے جن تعلیمی اداروں میں تعلیم پائی ہو انہیں بند کردو۔ اچھا یہ بتاؤ! پاکستان کے تمام اشتہاری مجرم کس مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں یا ان کی اکثریت کس تعلیمی ادارے سے نکلی ہے؟ تم تمام ملک کے تھانوں سے تفصیلات منگواکر آخری فیصلہ کرو اور ان اداروں کو بند کردو جہاں سے یہ مجرم نکل رہے ہیں؟

تم نے اخبار نویسوں کے کیمروں کے سامنے یہ کہہ کر مدارس کی تذلیل اور توہین کی کہ ان میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ شیعہ کافر ہیں۔ ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ تم اپوزیشن والوں کو بے ایمان کیوں کہتے ہو؟ تم اپنے سیاسی حریفوں پر غداری کے الزامات کیوں لگاتے ہو؟ تم نے الذوالفقار کو غدار کہا اور مرتضٰی بھٹو مارا گیا پھر تو تم ہی اس کے قاتل ہو۔ انصاف کا تقاضہ ہے کہ پہلے مرتضٰی کے قتل میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالو اور پھر مدارس پر زبان درازی کرو۔ خوب سن لو! مدارس میں یہ نہیں پڑھایا جاتا کہ کون کافر ہے اور کون مسلمان؟ مدارس میں یہ پڑھایا جاتا ہے کہ مسلمان کے لئے کن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ چنانچہ جو بھی ان چیزوں پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں رہتا۔ یہ سبق نہ کسی مولوی کا بنایا ہوا ہے نہ کسی مفتی کا۔ یہ قرآن کا درس ہے۔ کیا تم نعوذ باللہ قرآن پر پابندی لگانا چاہتے ہو؟ پھر تم نے کبھی یہ کیوں نہیں سوچا کہ مدارس میں یہ سبق تو صدیوں سے پڑھایا جارہا ہے مگر پہلے تو سنی شیعہ فسادات نہیں ہوتے تھے۔ اب کیوں ہورہے ہیں؟ اگر یہ فسادات مدارس نے کرائے ہوتے تو یہ صدیوں سے چل رہے ہوتے۔ ہم یقین سے کہتے

ہیں کہ ان فسادات میں مدارس کا کوئی ہاتھ نہیں۔ اگر خدا تمہیں عقل اور توفیق
دے تو اپنے خفیہ اداروں کو اپنے سیاسی مخالفین کے فون ٹیپ کرانے کی بجائے ایران
اور ہندوستان کی طرف متوجہ کرو تاکہ وہ اپنے ہنرمند اور سلجھے ہوئے افراد ان
دونوں ملکوں میں بھیج دیں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم دو چار مہینوں میں ان ہاتھوں تک
پہنچ جاؤ گے جن کی تمہیں تلاش ہے۔ لیکن تم مسجد میں سور اور پان سگریٹ کے
کھوکھے میں اونٹ ڈھونڈ رہے ہو جو تمہیں کبھی نہیں مل سکے گا اور نہ تم فرقہ ورانہ
فسادات کی اصل جڑ کاٹ سکو گے۔ کاش! تم اور کچھ نہ کرتے صرف مولانا جھنگوی
شہید رحمہ اللہ کی اتنی سی بات مان لیتے کہ ان کتابوں پر پابندی لگا دیتے جو بعض
مفسدین نے ایران اور ہندوستان کے اشارے پر لکھی تھیں تو آج تمہیں مدارس
کے خلاف ہرزہ سرائی کا گناہ نہ کرنا پڑتا۔



دینی مدارس کے طلبہ کرام سے چند گزارشات

عزیز طالب علم بھائیو! آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں بہترین لوگ ہیں۔ ممکن
ہے آپ لوگوں کو اپنا مقام معلوم نہ ہو، لیکن فرشتوں کو آپ کا مقام معلوم ہے اسی
لئے وہ آپ کے قدموں میں بچھے جاتے ہیں۔ آپ آسمان سے نازل ہونے والے
آئین اور نظام کے محافظ ہیں، آپ کائنات کی سب سے افضل اور عظیم ہستی کے
علوم کے وارث ہیں۔ آپ حضرات دنیاوی حکومتوں کے اراکین پارلیمنٹ، ججوں
اور فوجی آفیسروں کی طرح تنخواہ لے کر انسانوں کے بنائے ہوئے غیر منصفانہ قوانین
کے محافظ نہیں ہیں۔ بلکہ آپ تو اس قانون کے محافظ ہیں جو کائنات بنانے والے
رب نے اس کائنات کو ٹھیک ٹھیک چلانے کیلئے قرآن کی صورت میں نازل فرمایا
ہے۔

اکابر کی خالی نشستیں اُمت کی طرف دیکھ رہی ہیں:

اس لئے عزیز طالب عالم بھائیو! للہ اپنے مقام کو سمجھو۔ آپ لوگوں کی چٹائی
اللہ کے ہاں بادشاہوں کے مرصع تختوں سے افضل ہے، اس لئے کبھی بھی دنیا کے چند
حقیر ٹکوں یا تھوڑی سی عزت کی خاطر اپنی فقیری، خودداری اور استغناء کو بٹہ نہ لگنے
دینا۔ آپ لوگوں کی دینی طرز اور اتباعِ سنّت کا جذبہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس
لئے اس میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دینا اور نہ ہی دنیا کے سرخ و سفید مکڑوں کے
نت نئے فیشنوں سے مرعوب ہو کر اپنی طرز بدلنا۔ آپ حضرات اپنے افکار کو آسمانوں
سے اور اپنے کردار کو فرشتوں سے بلند رکھیں کیونکہ آپ حضرات "اُم الکتاب"
کی حکمت کے امین ہیں۔ یاد رکھئے! اللہ کے ہاں آپ کا یہ عالی مقام صرف اس لئے
ہے کہ آپ اس کے علم کے طالب ہیں، اس لئے علم کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے
رکھیں۔ علم کا نور آہستہ آہستہ بجھتا جارہا ہے اور دنیا سے جانے والے اکابر کی خالی

نشستیں اُمت کی طرف افسوس کے ساتھ دیکھ رہی ہیں۔ طالب علموں پر تن آسانی اور سہل انگاری کے جالے بری طرح سے تن چکے ہیں۔ اردو شروحات اور امتحانی سوالات کے حل پر مبنی کتابوں نے ان جالوں کو مضبوط کردیا ہے۔ موجودہ اکابر کے دنیا سے جانے کا تصور کرکے روح کانپ اٹھتی ہے' اس لئے خدارا! آپ حقیقی طالب علم بنئے اور علم میں خوب پختگی حاصل کیجئے۔ اپنی راتوں کو مطالعے سے روشن رکھئے اور "من جدوجد" کے راز کو سمجھئے۔ مدرسے کی ہر کتاب کی سند کو اس وقت تک اپنے لئے حرام سمجھئے جب تک آپ اپنے درس کی ہر کتاب کی ہر سطر کو نہ سمجھ لیں۔ یاد رکھئے! آپ کی محنت اُمت مسلمہ کا مستقبل روشن کرسکتی ہے اور آپ کی غفلت پوری اُمت پر جہالت اور فتنوں کی سیاہ چادر تان سکتی ہے۔ اس لئے وقت ضائع نہ کیجئے۔ انسان کی قدر اس کے وقت کی قیمت سے پہچانی جاتی ہے اس لئے آپ کا وقت فضول گپ بازیوں' ظاہری بناوٹوں اور بے کار مشغلوں میں ضائع نہ ہونا چاہئے۔ اپنے اندر اصحاب صفہ والی وارفتگی' جذبہ اور لگن پیدا کیجئے اور سادگی اور اتباع سُنّت کو ہی اپنی زینت سمجھئے۔ اپنی قوت حافظہ کی حفاظت کی ضرور فکر کریں کیونکہ آپ لوگوں کا ذہن اور حافظہ مقدس علوم کی آماجگاہ ہے۔ جس طرح سے وہ کاغذ قیمتی بن جاتا ہے جس پر قرآن مجید لکھا جائے اسی طرح آپکے ذہن اور حافظے بھی قیمتی ہیں۔ ان کی حفاظت کیلئے آپ ہر ممکنہ تدبیر کیجئے۔ ان تدابیر میں روزانہ ورزش کرنا' تقریباً آدھا گھنٹہ پیدل چلنا' تصویریں دیکھنے اور ساز سننے سے پرہیز کرنا' اپنی نظر کو بھٹکنے سے بچانا' زیادہ کھٹی اور چٹپٹی اشیاء سے پرہیز کرنا۔ رات کی بچی ہوئی روٹی علی الصبح ناشتے میں شہد کے ساتھ کھانا اور رات کو سوتے وقت چار دانے بادام' چار دانے کالی مرچ' چار دانے بڑی کشمش اور چار ماشے سفید مصری کھانا اور فجر کے بعد سورج نکلنے سے قبل سونے سے پرہیز کرنا' چوبیس گھنٹے میں زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونا' قابل ذکر ہیں۔ یاد رکھئے! ہمارے اکابر اپنی جسمانی صحت کا خوب خیال رکھتے تھے اور اپنے جسموں کو مشکلات میں صبر کرنے والا بناتے تھے' آپ بھی اس سے

غافل نہ رہیں۔

سُستی کا ماحول بدل کر جہادی تربیت اور ورزش کا اہتمام کیجئے:

بدھ مذہب کے مشرک اپنے مذہبی اداروں میں باقاعدہ جسمانی ورزش کراتے ہیں چنانچہ ان کے ستر سالہ مذہبی رہنما اس عمر میں بھی الٹی چھلانگ لگالیتے ہیں حالانکہ ریاضت کا سبق اسلام نے سب سے پہلے دیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوڑ لگانا' تیر اندازی کے مقابلوں میں شرکت کرنا' گھڑسواری فرمانا اور کشتی کرنا ثابت ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھل کر گھوڑے پر سوار ہوتے تھے۔ مگر آج عمومی طور پر مدارس میں سستی کا ماحول چھایا ہوا ہے۔ خدارا! اس ماحول کو بدل دیجئے اور اپنے جسم کو مضبوط اور پھرتیلا بنائیے اور جب آپ خود مدارس کا نظام سنبھالیں تو اس چیز کو طلبہ کیلئے لازمی قرار دیں کیونکہ جب تک مدارس کی انتظامیہ اس طرف توجہ نہیں دے گی اس وقت تک اس کا عمومی ماحول تیار نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج ورزش وہی طالب علم کرتے ہیں جو محنت سے نہیں پڑھتے جبکہ محنت سے پڑھنے والے طلبہ اکثر چادروں میں بالکل پیک ہوکر رہتے ہیں۔ چونکہ اکثر طلبہ کے جسم مشقت کے عادی نہیں ہوتے اس لئے وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں یہ بات بھول جاتی ہے کہ اکابر نے ان مدارس کی بنیاد اس لئے رکھی تھی تاکہ اُمت مسلمہ کو جہاد کیلئے قیادت فراہم ہو۔ مگر افسوس! سستی' تن آسانی اور کم ہمتی سے جہاد بھول جاتا ہے اور قرآنی آیات کی تاویل کرلی جاتی ہے والی اللہ المشتکی۔

جسمانی صحت کیلئے صفائی یعنی نظافت ازحد ضروری ہے۔ اسلام نے خصوصی طور پر نظافت کی تاکید فرمائی ہے۔ طلبہ کرام بھی اس کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اپنے دانتوں اور کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کیلئے مسواک' سرمہ وغیرہ باقاعدگی سے استعمال کیا کریں۔ سر میں تیل بھی لگایا کریں کیونکہ شیمپو سے دماغ کو کوئی فائدہ نہیں

پہنچتا۔ اسی طرح زیادہ سے زیادہ غسل کرنے اور ستھرا لباس پہننے کا اہتمام کیا کریں۔

اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ طالب علموں کے دل میں دین کی کڑھن اور اُمّت کا غم یہی کڑھن اور غم انہیں کندن بنا سکتا ہے اور ان کی تحریر و تقریر میں اثر انگیزی پیدا کر سکتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ طالب علم اُمّت مسلمہ کی موجودہ حالت پر غور کیا کریں اور دیکھا کریں کہ کس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دنیا سے مٹایا جارہا ہے اور کس طرح سے اُمّت مسلمہ کو تباہ کرنے کی خوفناک سازشیں رچائی جارہی ہیں؟ ان حالات میں اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو یہ سب دیکھ کر ان کی کیا کیفیت ہوگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر رنج فرمائیں گے۔

اے طالب علم بھائیو! آپ کا دل اُمّت کے غم میں تڑپنے والا اور آپ کی آنکھیں اللہ کے خوف سے رونے والی ہونی چاہئیں۔ اے عزیز طالب علم بھائیو! ہمارے اکابر علم کے دریا تھے اور ان کے قلوب ایمانی نور سے منور تھے، ان کی زندگیاں مثالی تھیں اور ان کا انجام بہت ہی عمدہ ہوا۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے اکابر کی عظمت کو سمجھیں اور ان کے مسلک کو مضبوطی سے تھام لیں اور پرانے مسائل کی نئی نئی تحقیقات سے متاثر ہوکر اپنے اکابر کا راستہ نہ چھوڑیں۔ انہوں نے اس مسلک کی حقانیت کو روز روشن کی طرح واضح کردیا ہے۔ ہم مسلک کے معاملے میں خود کو اپنے اکابر کا مکمل پابند سمجھیں اسی میں ہمارے لئے بے شمار خیر ہے۔ اور ہم پرانے مسائل کی از سرِ نو تحقیقات کی بجائے اپنے اکابر کی رائے کو حرف آخر سمجھیں اور دوبارہ تحقیقات میں وقت ضائع کرنے کی بجائے دین کو دنیا پر نافذ کرنے کی جدوجہد اور محنت کریں اور اُمّت کو درپیش جدید مسائل کا حل تلاش کریں۔ یاد رکھئے! اپنے اکابر کے مسلک سے سرمو انحراف ہمیں بہت دور جا پھینکے گا اور ہم اپنی زندگیاں انہی موشگافیوں میں ضائع کردیں گے جن کا فیصلہ اُمّت مسلمہ کے اکابر صدیوں پہلے فرما چکے ہیں۔

حب دنیا کے علاج کیلئے اہل اللہ سے تعلق قائم کیجئے:

عزیز طالب علم بھائیو! پہلے زمانے میں مدارس میں بڑے مجاہدے ہوا کرتے تھے مگر اب الحمد للہ پکا پکایا کھانا ملتا ہے اور بھی بہت ساری سہولتیں ملی ہوئی ہیں اسی لئے نفس کے بہکنے کا بہت خدشہ ہے۔ اپنے نفس کی اصلاح ہر انسان کیلئے فرض ہے۔ آپ بھی اپنی اصلاح سے غافل نہ رہیں بلکہ کسی باشرع صاحب نسبت بزرگ سے بیعت کرلیں اور ان کے بتائے ہوئے مختصر معمولات کا خود کو پابند رکھیں۔ اس طرح سے آپ ذکر اذکار، نوافل اور تلاوت کلام پاک پر دوام کی بدولت اللہ کا قرب پائیں گے اور آپ کے علم و عمل میں خوب برکت ہوگی اور آپ حب دنیا اور حب جاہ کے فتنوں سے بھی بچ جائیں گے۔

یاد رکھئے! دنیا پرست عالم شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے، بزدل عالم اُمّت کو تباہی کے گڑھے میں دھکیلتا ہے، متکبر عالم کڑوا درخت ہوتا ہے، اور ریاکار عالم منافقت کا علمبردار ہوتا ہے، اس لئے اپنے اکابر کی صحبت اور ان کے بتائے ہوئے نسخوں کے ذریعے آپ دنیا پرستی، بزدلی، تکبر اور ریاکاری کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، عمدہ صفات اور بہترین اعمال کے ساتھ آپ علم اور جہاد کے میدانوں میں اُمّت کی قیادت کیلئے خود کو تیار کریں۔

عزیز طالب علم بھائیو! آپ حضرات کسی ایک ملک، علاقے یا کسی خاص قوم کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ آپ اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے وارث ہیں جنہوں نے ملک، قوم اور رنگ و نسل کے امتیاز کو ختم کرکے تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح قرار دیا۔ اس لئے علاقائیت، لسانیت اور قوم پرستی کے بتوں کو ہمیشہ توڑتے رہئے اور اُمّت کے اتحاد کیلئے ہر وقت سرگرم رہئے۔ یاد رکھئے! آپ کے کاندھوں پر پوری اُمّت مسلمہ کی ذمہ داری پڑنے والی ہے آپ خود کو اس عظیم ذمہ داری کا اہل بنانے کیلئے دن رات ایک کردیجئے۔

آپ حضرات سے آخری گذارش یہ ہے کہ اس مضمون میں اوپر مدارس کو لاحق تین خطرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ دُکھ کی بات یہ ہے کہ ان تینوں خطرات کے منحوس سائے اب پھیلنا شروع ہو چکے ہیں' کئی ایک مدارس ان خطرات کا شکار ہو چکے ہیں۔ شوریٰ کا نظام معطل ہونے کی وجہ سے بعض مدارس پر جاہل صاحبزادے قابض ہو کر انہیں خاندانی گدیاں بنا رہے ہیں۔ اگر یہ صاحبزادے ان مدارس کو چلانے اور سنبھالنے کے اہل ہوتے تو پھر کوئی پریشانی نہیں تھی بلکہ خوشی کی بات تھی' مگر کئی جگہوں پر اہلیت اور صلاحیت سے قطع نظر صرف وراثت کے اصولوں پر مدارس کے چراغ گل کئے جا رہے ہیں اور تو اور مدارس کے بعض مہتمم حضرات کے چھوٹے بچوں کو ابھی سے چھوٹا مہتمم صاحب کہا جاتا ہے حالانکہ ابھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ صاحبزادے اپنے والد کا خلف الرشید بنے گا یا بڑے ہو کر اپنے والد کی ہڈیاں فروخت کرے گا۔ اسی طرح مدارس میں عصری علوم کے داخلے کی تجویز بھی زور پکڑتی جا رہی ہے اور نقلی مدارس کا جال بھی پھیلتا جا رہا ہے۔ آپ حضرات ان خطرات پر نگاہ رکھیں اور کل جب آپ میدان عمل میں اتریں تو مدارس کو ان خطرات سے بچانے کی بھرپور جدوجہد کریں۔

عام مُسلمانوں سے ایک گذارش :

آپ حضرات نے گذشتہ سطور میں مدارس کی اہمیت اور ضرورت کے بارے میں پڑھا ہے اور آپ لوگ اپنے تجربے کی بنا پر بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ان مدارس کی مُسلمانوں کو کتنی ضرورت ہے؟ اس لئے آپ لوگ اپنے فرض کو سمجھئے اور اللہ کے سب سے محبوب اور آخری دین کی من و عن حفاظت کے لئے ان مدارس کی تعمیر و ترقی میں علماء کرام کا خود آگے بڑھ کر ہاتھ بٹائیں اور اپنے ہونہار بچوں کو ان مستند مدارس میں بھیج کر اپنی آخرت سنواریں۔ یاد رکھئے! یہ مدارس دین اسلام کی حفاظت کے قلعے ہیں' یقیناً وہ لوگ بہت ہی خوش نصیب ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ

ان قلعوں کی تعمیر و ترقی اور حفاظت کی توفیق عطا فرمائے گا۔

یہ کیسی ترقی ہے؟

دُنیا بڑی تیزی سے ترقی کر رہی ہے‘ اسی وجہ سے موت سستی اور زندگی مہنگی ہو چکی ہے‘ دُنیا کے اکثر لوگوں کو صاف پانی اور خالص غذا نہیں ملتی‘ غیر ترقی یافتہ دور میں تو انسان کچے مکان یا جھونپڑے بنا کر رہتے تھے مگر اب کروڑوں انسان کھلے آسمان کے نیچے زندگی بسر کرنے یا ریل کی پٹڑیوں یا فٹ پاتھوں پر راتیں گذارنے کی سہولت حاصل کر چکے ہیں۔ پہلے لوگ خاندانوں کی شکل میں رہتے تھے مگر اس ترقی کی برکت سے ہر انسان اکیلا ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس کیلئے ضروری ہے کہ انسانوں کا خون چوسے اور باقی انسانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس کا خون چوسیں۔ یہ بھی جدید ترقی کا تقاضا ہے۔ دُنیا کی تیز رفتار ترقی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اب ہر طرف ہسپتال مریضوں سے بھرے پڑے ہیں‘ زندہ انسانوں کیلئے مردہ انسانوں کے اعضاء کاٹے جا رہے ہیں اور تو اور جنگل کے درندے بھی اس ترقی یافتہ انسان سے خوفزدہ ہیں کہ کب وہ ان کے اعضاء نکال کر اپنے جسم میں جوڑے۔ پسماندگی کے زمانے میں انسان لمبے چوڑے‘ مضبوط اور طاقتور ہوتے تھے مگر اس عظیم ترقی نے‘ انسان کو پلاسٹک کا ایسا کھلونا بنا دیا ہے جسے روزانہ ریپیرنگ کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو پیدل چلنے سے گھس جاتا ہے اور ذرا سا ہلانے سے اس میں کوئی نئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے یعنی پسماندہ انسان کے مقابلے میں ترقی یافتہ انسان انتہائی مریل‘ ناپائیدار اور زیادہ محتاج ہے۔ پسماندگی کے زمانے میں لوگ خالص اشیاء کھانے پر مجبور تھے مگر ترقی کی بدولت اب ہر طرف ملاوٹ ہی ملاوٹ ہے اور ہر شخص کی نظریں گدھ کی طرح حرام کی تلاش میں لگی رہتی ہیں۔ پسماندہ انسان گھڑے کا ٹھنڈا پانی پی کر طرح طرح کی بیماریوں سے بچتا تھا مگر ترقی یافتہ انسان برف اور گیس سے ٹھنڈا کیا ہوا پانی پی کر ہسپتالوں کی رونق بڑھاتا ہے۔ پسماندہ انسان کیلئے درخت یا دیوار کا سایہ کافی تھا مگر ترقی یافتہ انسان کیلئے ایئر کنڈیشنر بھی کم پڑ رہا ہے کیونکہ ترقی نے انسان کو فطرت سے

دور اور فطری صلاحیتوں سے محروم کر دیا ہے۔ پسماندہ انسان تلواروں اور نیزوں سے لڑتے تھے چنانچہ بہادر لوگ فتح پاتے اور بہادر کا شیوہ ہے کہ وہ ظلم نہیں کرتا مگر ترقی یافتہ انسان میزائلوں سے لڑتا ہے اور اس میں چالاک‘ مکار اور بزدل لوگوں کی فتح ہوتی ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ نفس پرست اور کمینہ خصلت ہوتے ہیں۔ پسماندہ انسان کا منشور محبت تھا اور اسی کے گرد اس کی زندگی گھومتی تھی‘ ترقی یافتہ انسان کا منشور تجارت ہے اور اسے خرید و فروخت کے علاوہ کچھ نہیں سوجھتا چنانچہ آج ہر چیز بکتی ہے اور ہر چیز خریدی جاتی ہے۔ پسماندہ انسان آج کے انسان سے زیادہ ذہین تھا مگر اس نے جہاز اڑانے کی بجائے گھوڑے اور اونٹ پر اکتفا کیا‘ بارود بنانے کی بجائے لوہے کے ہتھیاروں کو کافی سمجھا‘ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ زمین و آسمان کے رازوں میں منہ مارنے سے سوائے خودکشی کے اور کچھ حاصل نہ ہو گا اور بٹن دبا کر خوش ہونے والا انسان انسان نہیں رہے گا۔

پسماندہ انسان اپنے بازوؤں کے بل بوتے پر زمین سے غلہ نکالتا تھا جبکہ ترقی یافتہ انسان نے اپنے حرص کی تکمیل کیلئے کھاد ڈال کر زمین کو مردہ اور بنجر کر دیا ہے۔ پسماندہ انسان کے زمانے میں دریا صاف تھے‘ ندیاں شفاف تھیں‘ جنگلات ہر طرف ماحول کے محافظ بنے ہوئے تھے‘ پہاڑ ان جگہوں پر قائم تھے جہاں ان کی ضرورت تھی‘ ہوا صاف تھی‘ فضا پھلوں اور پھولوں کی خوشبو سے معطر تھی‘ زندگی میں حیا کا لطف تھا‘ خاندانوں میں محبت کے زمزمے تھے‘ انسان تو انسان پرندے اور سمندری جانور بھی خوش و خرم تھے‘ ٹیلیفون کی تاریں اگرچہ نہیں تھیں مگر دلوں کے تار ملے ہوئے تھے اور سینکڑوں میل کی پکار بھی سنی اور سمجھی جاتی تھی۔ سفر لمبے تھے مگر بہت ہی خوشگوار اور ثمر آور ہوتے تھے۔ انسان مضبوط تھے اور ان کے اخلاق بلند تھے۔ یہ وہ دور ہے جسے پسماندہ دور کہا جاتا ہے اور اس دور کے اثرات کو دھکے دے دے کر نکالا جا رہا ہے کیونکہ اب ترقی آ رہی ہے۔ نہ دریا صاف ہیں نہ ندیاں۔ نہ ہوا شفاف ہے‘ نہ فضا۔ عام کچرے کے بعد اب ایٹمی کچرا زمین اور سمندر میں فساد پھیلا رہا

ہے۔ ٹیلیفون کے تار پھیلے پڑے ہیں مگر دلوں کے تار ٹوٹ گئے ہیں کہ انسان اپنے پڑوسی کی پکار بھی نہیں سنتا۔

بچے بیمار' لاغر اور محتاج پیدا ہو رہے ہیں' زمین بنجر ہوتی جا رہی ہے جبکہ جنگلات اور پہاڑ بھی انسانوں سے روٹھ کر ختم ہونے کے قریب ہیں۔ انسان تیزی سے سفر کرتا ہے مگر خوشیوں سے محروم ہے۔ انسان کی فطری صلاحیتیں ختم ہو چکی ہیں اور اس کے اخلاق تباہ ہو چکے ہیں۔ کھاد نے زمین کو اور کارخانوں کے دھوؤں نے فضا کو تباہ کر دیا ہے۔ مشینوں کی کرخت آواز کے درمیان مزدوروں کی زندگی گھٹ رہی ہے۔ انسان کی ضروریات اور خواہشات بڑھ گئی ہیں اور اس کا احساس محرومی اسے جرائم میں مبتلا کر رہا ہے۔ عورتوں کو اپنے حسن کی حفاظت کیلئے لاکھوں روپے کا سامان درکار ہے مگر اس سے اس کی نسوانیت اور حیا کو چھین لیا گیا ہے۔ ماضی کی عورت زندگی کا سکون تھی جبکہ آج کی عورت ایک تماشہ ہے جسے نوٹوں اور کپڑوں میں بیچا اور خریدا جاتا ہے اور اپنی تجارت اور ہوس کیلئے اس کی حرمت کو چاک چاک کیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے مگر پھر بھی ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ ترقی آ رہی ہے۔ وہ ممالک جہاں پر انسان نے انسانیت کو بالکل چھوڑ دیا ہے وہ ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں اور وہ ممالک جہاں انسانیت آخری سانس لے رہی ہے وہ ترقی پذیر ممالک کہلاتے ہیں۔ آخر یہ کون سی ترقی ہے اور کیسی ترقی ہے؟ انسان بغیر ہوائی جہاز' ٹیلیفون' ایئر کنڈیشنر' فریج اور میک اپ کے سامان کے زندہ رہ سکتا ہے بلکہ بھرپور زندگی گذار سکتا ہے لیکن کوئی بھی انسان اخلاق' محبت' انسانیت' شرافت' باہمی اتحاد اور امانتداری کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا بلکہ یا تو مر جاتا ہے یا جانور بن جاتا ہے۔ اس لئے ترقی یہ نہیں ہے کہ مزید مشینیں بنائی جائیں' یا طرح طرح کے لباس اور فرنیچر بنائے جائیں' یا اونچی اونچی عمارتوں پر فخر کیا جائے' یا مکھی اور مچھر کی حرح ہوا میں اڑ لیا جائے بلکہ ترقی یہ ہے کہ انسان کی فطری صلاحیتوں کو محفوظ کیا جائے' قدرتی ماحول کی حفاظت کی جائے' انسانوں کو حریص

جانور اور شہوت پرست درندہ بننے سے بچایا جائے' دنیا میں تجارت کی بجائے محبت کو عام کیا جائے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لایا جائے اور باطل نظاموں سے انسانیت کو چھٹکارہ دلا کر اسلام کے عادلانہ نظام کو نافذ کیا جائے۔

جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو ہمیں حق ہوگا کہ ہم انسان کو ترقی یافتہ کہیں۔ لیکن جب تک یہ سب کچھ حاصل نہیں ہو جاتا' آج کے گندے ماحول کو ترقی یافتہ کہنا یا سمجھنا لفظ ترقی کی توہین ہے۔ کیونکہ آج تنزل اور انحطاط کا دور دورہ ہے اور تنزل کے پجاری ترقی کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور اپنے تنزل کو ترقی قرار دے رہے ہیں اور خودکشی کو بقاء سمجھ رہے ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أ صحابہ أ جمعین

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ بمطابق ۳ مئی ۱۹۹۹۹ء یوم الاثنین

انگریزی اشتہار

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم .... آسمان ہدایت کے .... روشن ستارے ہیں .... قرآن مجید نے صحابہ کرام کے ایمان کو......... حق و باطل کا معیار قرار دیا ہے......... یعنی .... جو ایمان صحابہ کرام کے .... ایمان جیسا ہوگا وہ .... مقبول .... اور جو ایسا نہ ہوگا وہ ایمان ہی نہیں .... اس لئے وہ مردود .... "فان امنوا بمثل ما اٰمنتم به فقد اهتدوا."

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا.........! "اصحابی کالنجوم" .... "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں" .... قرآن کہتا ہے .... "وبالنجم هم يهتدون" .... ستاروں سے وہ راستہ پاتے ہیں .... الحمد للہ .... اہلسنت و الجماعت .... نے آفتاب نبوت کے .... ستاروں سے .... راستہ پایا......... اور حق تک پہنچ گئے......... جن عقائد اور اعمال میں .... صحابہ کرام کا اتفاق تھا......... ان میں اہلسنت والجماعت کے چاروں اماموں .... حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام مالک .... حضرت امام شافعی .... حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ .... کا اتفاق ہے۔ یہ چاروں اُمت مسلمہ کے......... برحق امام ہیں......... ان چاروں نے .... اُمت مسلمہ کو قرآن و حدیث کے مسائل سمجھائے .... اور اُمت کے سامنے......... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کو پیش کیا......... اور ساتھ ساتھ .... یہ احسان بھی کیا......... کہ قرآن و حدیث کے اصولوں کو سامنے رکھ کر......... اجتہاد فرمایا......... اور شریعت کے تمام مسائل کو......... کھول کھول کر رکھ دیا .... الحمد للہ ! .... قدر شناس اُمت نے .... ان چاروں کی قدر کی اور اُمت مسلمہ .... نے ان چاروں ائمہ کی .... فقہ کو......... قبول کرلیا......... مگر بعض مسائل ایسے ہیں .... جن میں شریعت نے .... وسعت رکھی تھی......... ان مسائل میں .... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا......... اختلاف ہوا.........

یہ اختلاف چونکہ .... اُمت کیلئے رحمت تھا......... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام .... سنتوں کو محفوظ کرنے والا تھا......... اس لئے......... اُمت کے .... مجتہدین کرام .... خصوصاً چاروں ائمہ .... نے......... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان اقوال کو .... لے لیا......... کسی نے ایک صحابی کا قول .... لیا......... تو کسی نے دوسرے کا......... یہ حضرات مجتہد تھے .... چنانچہ انہوں نے اجتہاد کیا .... اور یوں چار مسلکوں میں .... ظاہری طور .... کچھ اختلاف نظر آنے لگا .... مگر حقیقت میں تمام سنتیں محفوظ ہوگئیں .... آقا کی تمام ادائیں .... اُمت نے سنبھال لیں ....

چونکہ ان لوگوں کو .... جنہیں دین کا......... اتنا علم نہیں ہوتا کہ .... وہ اجتہاد کرسکیں .... شریعت کا حکم ہے کہ .... وہ جاننے والوں کی اتباع کریں .... تقلید کریں .... اس لئے اُمت نے .... ان چاروں اماموں کی تقلید کی .... حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ .... چونکہ بلاواسطہ .... اور بالواسطہ باقی .... ائمہ کے .... استاذ ہیں .... اور انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے......... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی نماز......... خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھتے دیکھی ہے .... اس لئے اُمت کے زیادہ افراد نے .... انہی کو اپنا استاذ مانا .... امام مانا .... اُمت کے اکثر .... اولیاء کرام .... بڑے بڑے محدثین .... اور متکلمین نے .... امام صاحب کی تحقیقات کو قبول کیا......... اور تائید میں .... لاکھوں کروڑوں .... صفحات لکھے .... حضرت امام صاحب کے علم سے خوشہ چینی کرکے .... امام صاحب کے خاص شاگرد .... امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے .... شرعی قوانین پر .... ایسی کتاب لکھی ہے کہ......... جہاں بھی کوئی عدالت .... اسلام کے مطابق فیصلہ کرنا چاہتی ہے......... اسی کتاب کو سامنے رکھتی ہے .... امام صاحب کے دوسرے شاگرد .... حضرت امام محمد رحمہ اللہ علیہ نے .... شریعت کے تمام مسائل

تفصیل سے لکھ دیئے .... تاکہ جب اسلام نافذ ہو تو .... مسلمان حکمران .... ان کتابوں کو دیکھ کر .... شریعت نافذ کرسکیں اور انہیں قرآن و حدیث کے .... تمام احکامات آسانی سے .... دستیاب ہوجائیں .... چونکہ اسلام دنیا میں نافذ ہونے کیلئے آیا ہے ..... اس لئے اس میں صرف .... رفع یدین .... فاتحہ خلف الامام .... اور آمین بالجہر ہی کے مسائل نہیں ہیں بلکہ .... معاشی اور اقتصادی مسائل .... کا انبار ہے .... کیونکہ اسلام .... کا اپنا معاشی نظام ہے .... وہ نہ سرمایہ داری کو مانتا ہے .... اور نہ اشتراکیت کو .... حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے .... قرآن و حدیث کے اصولوں سے .... ان مسائل کو سلجھایا .... اور کتابیں لکھ کر .... اُمت کیلئے .... ان مسائل کو .... آسان کردیا .... اسلام میں امارت و خلافت کے احکام ہیں .... کیونکہ اسلام کا اپنا حکومتی نظام ہے .... اسلام نہ تو مروجہ جمہوریت کو تسلیم کرتا ہے .... اور نہ دیگر مروجہ نظاموں کو .... اسی طرح اسلام میں .... معاشرت .... مدنیت .... اجتماعیت .... اور انفرادیت .... غرض زندگی کے ہر شعبے کے متعلق .... لاکھوں احکام ہیں .... اگر اسلام کے صرف .... جنگی اور .... دفاعی نظام .... اور امن و صلح کے نظام کا مطالعہ کیا جائے تو .... انسان .... اسلام کی .... جامعیت .... اور عظمت دیکھ کر .... دنگ رہ جاتا ہے .... خلاصہ یہ ہے کہ .... انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں .... جس کے متعلق .... اسلام کے احکامات نہ ہوں .... اور چونکہ اسلام دنیا میں .... غالب ہونے کیلئے آیا ہے .... اس لئے .... وہ کسی سے .... دستور یا نظام کی بھیک نہیں مانگتا .... بلکہ .... اپنا ایک .... جامع .... اور عظیم .... نظام رکھتا ہے۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے .... اسلام کے اس نظام کو .... مرتب فرمایا .... جمع فرمایا .... تو ان کا اُمت پر احسان ہے .... جس طرح سے حضرات محدثین نے .... حدیث شریف کو .... مرتب فرمایا .... جمع فرمایا ....

.... اور صحاح ستہ .... (چھ مشہور کتابوں : صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داود، سنن ابن ماجہ) تیسری صدی میں مرتب کی گئیں .... تیسری صدی میں .... مرتب ہونے کے باوجود .... ان میں .... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم .... ہی کی احادیث ہیں .... اسی طرح ...... فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی .... کتابوں میں .... جو مسائل ہیں .... وہ شریعت ہی کے مسائل ہیں .... اور اُمت نے اس دور میں ان مسائل کو .... من و عن قبول کیا .... جب اُمت مسلمہ دنیا پر .... حکومت کیا کرتی تھی .... مگر اسلام دشمنوں کو .... اسلام کے اس جامع اور عالمگیر .... نظام .... سے چڑ تھی .... انہیں معلوم تھا کہ مُسلمان .... جب اپنے اتنے مضبوط .... اور عمدہ نظام کو دیکھتے ہیں .... تو ان کے دل میں یہ امنگ بیدار ہوجاتی ہے کہ .... اسلام کو پوری دنیا پر .... نافذ کیا جائے .... اور وہ اپنی اس امنگ اور جذبے .... کو لے کر .... میدان جہاد میں .... اترتے ہیں .... اور قوموں کو .... اسلام کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کردیتے ہیں .... چنانچہ ان سے جہاد کو .... چھین لو .... اسلام نافذ کرنے کی امنگ ان کے دلوں سے نکال دو .... اور اسلام کے عالمگیر .... نظام کو .... ان کی نگاہوں سے پوشیدہ کردو ....

اس مشن پر .... اربوں ڈالر .... خرچ کیے گئے .... جھوٹی نبوتیں کھڑی کی گئیں .... جہاد اور خلافت کا تصور .... دل سے نکالنے کیلئے .... عجیب و غریب ہتھکنڈے استعمال کیے گئے .... اور اسلام کے عالمگیر .... نظام کو .... نظروں سے پوشیدہ کرنے کیلئے .... مُسلمانوں کو .... ان مسائل میں .... الجھا دیا گیا .... جو کبھی کے سلجھائے جاچکے تھے .... اہلسنت والجماعت کے .... چاروں ائمہ کے .... مقلدین .... ان مسائل میں .... ایک دوسرے سے اختلاف کو .... نفرت کی دیوار بنانے کی بجائے .... محبت کی پینگیں بڑھانے .... اور علم کی وسعت اور سُنت کی اشاعت .... کا ذریعہ بنا چکے تھے .... کوئی

کسی کے خلاف .... اشتہار نہیں نکالتا تھا........ دنیا کے بیشتر حصوں پر........ حنفی
حکمران تھے .... مگران کی رعایا میں .... شافعی .... مالکی .... حنبلی .... چین
سے رہتے تھے .... کوئی کسی کا سر نہیں پھاڑتا تھا........ علمی بحثیں ہوتی تھیں
.... مگر شگفتہ اور شائستہ .... ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کو........ سعادت
سمجھا جاتا تھا........ علم سیکھنے اور سکھانے میں .... کوئی کسی سے بخل نہیں کرتا تھا
.... احناف کے بزرگوں نے .... دیگر مسلکوں کے مایہ ناز .... فقہاء اور
محدثین کو........ اپنی آغوش تربیت میں پالا .... یہ محبت آج بھی .... قائم ہے
.... ان شاء اللہ .... تاقیامت قائم رہے گی .... کل تک .... مکہ مکرمہ
.... مدینہ منورہ پر .... حنفی ترکوں کی .... حکومت تھی .... آج وہاں حنبلی
.... عربوں کی حکومت ہے .... وہ بھی ہمارے تھے .... یہ بھی ہمارے ہیں
.... ان چار مسلکوں کے .... عقائد ایک ہیں........ بنیادی........ باتیں ایک ہیں
.... چاروں خود کو........ اہلسنّت کہتے ہیں .... چاروں .... ایک دوسرے کو
برحق مانتے ہیں .... چاروں کے ہاں .... حضرات ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی
تقلید سعادت ہے .... چاروں .... تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا احترام کرتے
ہیں .... اور جن مسائل میں صحابہ رضی اللہ عنہم اکٹھے تھے .... مثلاً بیس تراویح
.... تین طلاق .... وغیرہ .... ان میں ان چاروں کا اتفاق ہے .... اور جن
مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا........ مثلاً رفع یدین .... فاتحہ
.... ان میں ان چاروں کا .... اختلاف ہے .... مگر اسلام دشمنوں نے ....
انگریزی دور اقتدار کو .... غنیمت جانا .... اور کچھ ایسے لوگوں کو .... کھڑا کردیا
گیا........ جنہیں .... پوری اُمت سے .... اختلاف ہے ..... جنہیں صحابہ اکرام
رضی اللہ عنہم سے اختلاف ہے .... جنہیں .... حضرات محدثین سے ....
اختلاف ہے .... جو پوری اُمت کو .... مشرک کہتے ہیں .... ان کے ہاں
.... حنفی .... مالکی .... شافعی .... حنبلی .... سب مشرک ہیں .... ان

لوگوں نے .... عجیب و غریب فتنے ڈالے .... اور مُسلمانوں کے اتحاد کو ....
تباہ کردیا .... ان لوگوں نے .... چند مسائل کے بارے میں .... اتنی اشتہار
بازی اور ڈرامے بازی کی کہ .... اسلام کا عالمگیر نظام پوشیدہ ہوگیا ....
انگریز چاہتا تھا کہ .... وہ خود یا اس کے گماشتے .... حکومت کریں .... اپنا
گندا نظام نافذ کریں .... اور مُسلمان مسجد میں .... آپس کی لڑائی میں ....
مصروف رہیں .... "لڑاؤ .... اور حکومت کرو" .... یہ گورے کی پالیسی تھی
.... جسے وہ لوگ پروان چڑھا رہے ہیں .... جن کے نزدیک .... پورا دین
.... پانچ دس مسائل میں .... بند ہوگیا ہے .... چنانچہ وہ لوگ انگریزی
منصوبے کی تکمیل میں .... اشتہار نکالتے ہیں .... اسلام کے اقتصادی نظام کے
بارے میں نہیں .... کیونکہ یہ کام وہ انگریز کو دے چکے ہیں .... اسلام کے
معاشرتی نظام کے بارے میں نہیں .... کیونکہ اس کی ان کو کوئی فکر نہیں ہے
.... یہ اشتہارات .... اس بارے میں ہیں کہ .... اُمت کے لاکھوں ....
محدثین .... فقہاء .... علماء .... مجاہدین .... جو نمازیں پڑھتے تھے وہ غلط
تھیں .... ترکی کی .... ساڑھے پانچ سو سالہ خلافت کے زمانے کی .... ساری
نمازیں غلط تھیں .... سلطان صلاح الدین ایوبی .... سلطان محمود غزنوی ....
احمد شاہ ابدالی .... شہاب الدین غوری .... سب کی نمازیں غلط تھیں ....
سلطان بایزید یلدرم .... یورپ کے دانت کھٹے کرتا رہا .... مگر اس کی نماز غلط تھی
.... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ .... جن کی باتوں کا اعتبار
کرنے کا حکم .... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا .... ان کی نماز غلط تھی
.... کیونکہ نماز میں .... رفع یدین ضروری ہے .... جبکہ یہ لوگ رفع یدین
نہیں کرتے تھے .... اگر ان لوگوں کی فہرست لکھی جائے .... جو ان ظالمانہ
.... اشتہارات کی زد میں آتے ہیں تو .... ہزاروں صفحے .... خرچ ہوگئے
.... اور غم کی وجہ سے .... آپ کی چیخیں نکل جائیں گی .... ہم نے چند نام جو

فوراً ذہن میں آئے .... وہ لکھ دیئے ....

گلی گلی .... کوچے کوچے .... لکھے ہوئے ان .... لمبے چوڑے ....
انعامی اشتہارات میں .... یہ سمجھایا گیا ہے کہ .... مُسلمان چودہ سو سال سے
.... دین کو نہیں سمجھ رہے تھے .... دین تو انگریز کے .... مبارک دور میں
سمجھ آیا .... وہ فاتحین جنہوں نے انگریز کو .... بیت المقدس سے نکالا تھا .... وہ
بے نمازی تھے .... ان کی نمازیں درست نہیں تھیں .... مگر ہندوستان میں
.... انگریز کی حکومت آتے ہی .... یہاں کے کچھ غلاموں کو .... رسول صلی
اللہ علیہ وسلم کی نماز .... معلوم ہوگئی .... آپ ذرا کلیجہ تھام کر .... ان
ظالمانہ .... اشتہارات کو پڑھیں .... ان میں ان چند مسائل کو .... ایمان اور
مُسلمانی کا معیار .... بنایا گیا ہے .... جن میں خود .... حضرات صحابہ کرام رضی
اللہ عنہم کا اختلاف تھا .... اگر یقین نہ آئے .... تو حدیث کی کتاب ....
ترمذی شریف اٹھا کر دیکھیں .... مصنف ابن ابی شیبہ .... مصنف عبدالرزاق کا
.... مطالعہ کیجئے .... خود بخاری شریف پڑھئے .... آپ کو معلوم ہوگا کہ ....
ان مسائل میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا .... چنانچہ بعض
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال احناف نے لے لئے .... بعض کے اقوال
.... دوسرے ائمہ نے لے لئے .... تو پھر .... یہ اشتہارات والے .... کیا
کررہے ہیں ؟ ؟ یہ تو .... ان اشتہارات کے ذریعے .... صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کو چیلنج کررہے ہیں .... یہ اشتہارات احناف .... یا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ کے خلاف نہیں ہیں .... بلکہ یہ اشتہار .... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم کے خلاف ہیں .... ان اشتہارات میں .... ان مسائل .... رفع یدین
.... فاتحہ خلف الامام .... وغیرہ پر ایسی دلیل .... مانگی جاتی ہے .... جو غیر
معارض ہو .... یعنی اس دلیل کے .... مخالف کوئی دلیل نہ ہو .... حالانکہ
.... اگر ایسا ہوتا .... اور اس موضوع پر .... کوئی غیر معارض .... دلیل ہوتی

.... تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیوں اختلاف ہوتا ؟ ؟ .... مگر
افسوس .... صد افسوس .... انگریز کا مشن .... پورا کرنے کے شوق میں
.... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی .... قدر و منزلت بھی دل میں نہ رہی
....

تھوڑا سا سوچئے کہ .... اگر یہ اشتہارات .... دین کے فائدے کیلئے ہوتے
.... تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم .... مدینہ کی گلیوں میں .... ضرور
ایک دوسرے کے خلاف .... یہ اشتہارات نکالتے .... اور ایک دوسرے کو
.... لاکھوں روپے کے چیلنج کرتے .... کیونکہ یہ اختلافات .... جس طرح آج
ہیں .... اس دور میں بھی تھے .... اور اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ....
ایک دوسرے کے خلاف یہ اشتہار نہیں نکالے .... تو پھر .... کہنے والے حق
بجانب ہیں کہ .... ان اشتہارات کو .... انگریزی اشتہارات کہیں .... جن کا
مقصد .... مُسلمانوں کو .... آپس میں لڑانا .... انہیں اہلسنت والجماعت کے
.... حق راستے سے ہٹانا .... اور اسلام کو انکی نظر میں .... محدود بنانا
ہے ....۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أصحابه
أجمعین.

جیلیں آباد کرنے کا شوق

ہمارے پاکستان کے سابق وزیر اعظم نواز شریف صاحب کو جیلیں آباد کرنے کا بہت شوق تھا۔ اپنا اپنا ذوق ہے اور اپنی اپنی قسمت۔ بعض لوگوں کو مساجد آباد کرنے اور ان کی رونق بڑھانے کا شوق ہوتا ہے' یہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں اور ان کیلئے قرآن مجید میں بھی بشارت ہے اور احادیث مبارکہ میں بھی۔ یہ لوگ مساجد کو آباد کرنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں اور ان کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے اور وہ اپنے سمیت ہر کسی کو مسجد میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کیلئے وہ محنت بھی کرتے ہیں اور تکلیفیں بھی برداشت کرتے ہیں اور اپنی استطاعت سے بڑھ کر جدوجہد کرتے ہیں۔ مگر نواز شریف صاحب پر مساجد کی بجائے جیلیں آباد کرنے کا جنون سوار تھا اور وہ جیلوں کی رونق بڑھانے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے تھے۔
اپنے پہلے دور اقتدار میں اُنہوں نے پشاور میں ایک آپریشن شروع کیا اور مسجدوں کو آباد کرنے والے کئی عرب مجاہدین کو اُٹھا کر جیلوں میں ڈال دیا اور یوں مسجدیں ویران کرنے اور جیلیں آباد کرنے کا اپنا شوق پورا کیا۔ اس وقت ان گرفتار ہونے والے جانبازوں نے تھانوں اور جیلوں میں ایسے سجدے کئے کہ نواز شریف صاحب کی کرسی ہل گئی اور وہ بھاری اکثریت کے باوجود اقتدار سے محروم کردیئے گئے اور اگلے الیکشن میں بری طرح پٹ گئے۔ مصیبت کے ان دنوں میں نواز شریف صاحب کو دین بھی اچھا لگنے لگا اور دیندار لوگ بھی۔ اور وہ یہ بھی کہتے نظر آئے کہ اگر انہیں دوبارہ کرسی ملی تو وہ جیلوں کو آباد کرنے کی بجائے انہیں ویران کریں گے اور فلاں فلاں کو چھوڑیں گے اور فلاں فلاں کو چھڑوائیں گے۔

اگلے الیکشن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر اقتدار دے دیا اور عوام نے بڑی اکثریت سے انہیں منتخب کیا۔ میاں صاحب کرسی پر بیٹھتے ہی پچھلی تمام باتیں بھول گئے اور اُنہوں نے دوبارہ بڑی محنت سے جیلیں آباد کرنا شروع کردیں۔ کئی بڑے

بڑے علماء کرام کو جیلوں میں ڈال دیا۔ ان میں سے بعض کے جنازے بھی جیل سے اُٹھے اور بعض جیل حراست میں شدید زخمی ہوئے۔ پھر میاں صاحب نے اپوزیشن کے کئی لیڈروں کو جیل بھجوایا اور جیلوں کی رونق بڑھانے کیلئے اپنی سیاسی حریف بینظیر صاحبہ کو بھی پانچ سال کا ویزہ دیکر جیل آنے کی دعوت دی مگر وہ بڑی پھرتی سے بچ نکلیں۔ کرگل میں غداری کے خلاف احتجاج کرنے کیلئے مُسلمان سڑکوں پر آئے تو میاں صاحب نے ان سے بھی اپنی جیلوں کو رونق بخشی اور سینکڑوں افراد کو پس دیوار زنداں بھیج دیا۔ مگر پھر بھی ان کا نشہ نہیں اترا اور اُنہوں نے طالبان کی حمایت کے جرم میں سینکڑوں پاکستانی مجاہدین کو پکڑنا شروع کیا اور انہیں جیلوں میں بھردیا اور جب گذشتہ دنوں پاکستان میں تشدد بھڑکا تو اُنہوں نے اُمت مسلمہ کی کئی عظیم ہستیوں کو بھی جیل بھجوانے کا عزم کرلیا۔ یہاں جموں کی کوٹ بھلوال جیل جب میں یہ خبر پہنچی کہ اب میاں نواز شریف صاحب اُمت مسلمہ کی عظیم ہستی' فرد زمانہ' مفتیٔ اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم اور ان کے ادارہ دارالافتاء والارشاد پر بھی ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں تو کئی مجاہدین روتے ہوئے سجدوں میں گرگئے اور اُنہوں نے نواز شریف صاحب کیلئے خوب بددعائیں کیں اور ان کا کلیجہ غم سے پھٹا جا رہا تھا۔ دوسری طرف یہ خبریں بھی آرہی تھیں کہ میاں صاحب نے طالبان کی اسلامی امارت کے ساتھ باقاعدہ چھیڑ چھاڑ شروع کردی ہے۔ الحمدللہ مظلوموں کی دُعائیں آسمانوں کے اوپر پہنچ گئیں اور میاں صاحب وہ سب کچھ نہ کرسکے جس کا اندیشہ تھا۔ مگر میاں صاحب بھی ہار ماننے والے کب ہیں؟ اُنہوں نے جب یہ دیکھا کہ میں ان عظیم ہستیوں کو جیل میں نہیں بھیج سکا تو اُنہوں نے جیلوں کی رونق بڑھانے کیلئے خود قربانی دینے کا عزم کیا اور اب وہ اپنے برادر اور کئی رفقاء کے ساتھ خود قید میں ہیں۔

میاں صاحب کے اس شوق کا ایک حیرت انگیز پہلو یہ ہے کہ انہیں صرف مُسلمانوں کو ہی جیل بھیجنے اور جیل میں رکھنے کا شوق تھا چنانچہ اُنہوں نے کارگل کی

لڑائی میں پکڑے جانے والے انڈین پائلٹ کو جیل میں رکھنا گوارہ نہ کیا حالانکہ یہ پائلٹ مجاہدین اور پاکستانی عوام پر درجنوں خطرناک بم پھینکنے کا مجرم تھا۔ پھر کرگل کی لڑائی کے بعد انڈیا آرمی نے پاکستان کی بعض چوکیوں پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کی تو اس لڑائی میں پاکستان آرمی کے جوانوں نے انڈیا کے دو فوجی گرفتار کر لئے مگر چونکہ وہ دونوں مسلمان نہیں تھے۔ اس لئے میاں صاحب نے انہیں جیلوں میں رکھنا گوارہ نہ کیا بلکہ فوراً ہی انہیں بغیر کسی تبادلے کے انڈیا پارسل کر دیا۔

میاں صاحب کے اس شوق کا ایک اور افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ انہیں پاکستان کے علاوہ دُنیا کے دوسرے ملکوں کی جیلیں بھرنے اور ان جیلوں کی رونق بڑھانے کا بھی کافی شوق ہے۔ اور وہ اس شوق کی تکمیل کیلئے اپنے ملک کی عوام کی قربانی پیش کرتے رہے ہیں چنانچہ جب انہیں امریکا کی جیلیں ویران نظر آئیں تو اُنہوں نے اسلامی غیرت اور ملکی وقار کو ایک طرف رکھ کر ایمل کانسی صاحب کو اُٹھا کر امریکا کے حوالے کر دیا اور اس بارے میں انہیں ذرہ بھر ندامت نہیں ہوئی۔

میاں صاحب کے دورِ اقتدار میں صرف جموں کے سرحدی اضلاع کے تھانوں میں تقریباً ساٹھ پاکستانی شہری موجود تھے۔ یہ وہ قیدی ہیں جن کو انڈیا کی عدالتوں نے بری کر دیا ہے یا وہ اپنی سزا کاٹ چکے ہیں۔ مگر پاکستان کا سفارت خانہ اور پاکستان کی حکومت انہیں واپس اپنے ملک لینے میں بالکل دلچسپی نہیں رکھتی۔ چنانچہ یہ ستم زدہ افراد سالہا سال سے ان تھانوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ چونکہ میاں صاحب کو خطرہ تھا کہ اگر میں نے اپنے ملک کے ان باشندوں کو واپس لے لیا تو جموں کے تھانے ویران ہو جائیں گے اس لئے اُنہوں نے اس بارے میں کوئی بھی قدم اُٹھانے سے مکمل گریز کیا۔

ان ساٹھ کے علاوہ جموں کے ایک عقوبت خانے تالاب تلو جے آئی سی میں اس وقت ستر سے زائد پاکستانی شہری موجود ہیں اور ان سب کو جموں کی ٹاڈا عدالت نے بری کر دیا ہے۔ نواز شریف صاحب چاہتے تو صرف ایک خط لکھ کر اپنے ان شہریوں کو

اس اذیت ناک جگہ سے نکال کر اپنے ملک میں واپس لے سکتے تھے لیکن اس میں انہیں اس عقوبت خانے کو ویران کرنے کا جرم کرنا پڑتا جو انہیں قطعاً گوارہ نہیں تھا۔

میاں صاحب کے اس شوق کا ایک ناقابلِ فہم پہلو یہ ہے کہ وہ پاکستانی باشندے جو جموں و کشمیر میں اپنی مرضی سے جہاد کرنے کیلئے آجاتے ہیں اور ان میں سے بعض یہاں گرفتار بھی ہو جاتے ہیں ان کے بارے میں میاں صاحب حکومت کی پالیسی یہ تھی کہ ان سب کو پاکستان کا شہری ہی تسلیم نہ کیا جائے اور ان کی یہ پالیسی اُمتِ مسلمہ کے ان جانبازوں کی رہائی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حالانکہ کسی سے بھی ملک کی بنیادی شہریت کا حق چھیننا ان کے دائرہ اختیار سے باہر تھا لیکن جیلوں کو آباد رکھنے کا شوق انہیں یہ سب کچھ کر گزرنے پر مجبور کرتا رہا۔ اب میاں صاحب خود قید میں ہیں اور ممکن ہے کہ ریسٹ ہاؤس سے نکال کر باقاعدہ جیل میں بھی ڈال دیئے جائیں۔ ان حالات میں انہیں چاہیئے کہ اپنے سابق شوق پر نظرثانی کریں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ دُنیا کی حکومت اور یہاں کی طاقت عارضی ہے اور اصل زندگی آخرت کی ہے اور اس حقیقت کو دل میں بٹھائیں کہ آخرت کا قید خانہ بہت تکلیف دہ اور خطرناک ہے۔

وہ حسین لمحہ

نیک ..... پاک دامن ..... شریف ..... اور نیک سیرت عورت کی زندگی میں ..... خوشیوں کی کئی بہاریں آتی ہیں ..... کبھی اس کی گود ..... خوبصورت بیٹے ..... یا ..... معصوم بیٹی ..... سے آباد ہوتی ہے ..... کبھی اسے ..... اپنے خاوند کی ترقی ..... اور دینداری ..... سے خوشی ملتی ہے ..... کبھی اپنی اولاد کو ..... جوان دیکھ کر ..... وہ پھولے نہیں سماتی ..... کبھی اپنے بچوں کی ..... شادیاں ..... اس کیلئے خوشی کا پیغام بن کر آتی ہیں ..... اس طرح کی ..... اور کئی خوشیاں ..... مگر ..... یہ نیک سیرت ..... عورت ..... کبھی بھی ان لمحات کو نہیں بھولتی ..... جب سسرال والے ..... محبت و اکرام کے ساتھ ..... اس کا رشتہ مانگنے آئے تھے ..... اور وہ شرما شرما کر ..... چھپ چھپ کر ..... یہ سارے مناظر دیکھ رہی تھی ..... سسرال والے ..... اس کی نیکی ..... خوبصورتی ..... اور حیا پسندی کو دیکھ کر ..... مرے جارہے تھے ..... صبح شام اس کے گھر کے چکر کاٹ رہے تھے ..... اس کے خاوند کی ..... بے تاب مگر پاکیزہ ..... اور حیا بھری نگاہیں ..... اس کے گھر کے دروازے پر لگی ہوئی تھیں ..... اور یہ ..... کئی پردوں کے پیچھے بیٹھی ان نگاہوں کے لمس تو محسوس کرتی تھی ..... بالآخر وہ گھڑی ..... آپہنچی ..... جو اس کی زندگی کی یادگار ..... گھڑی تھی ..... خاوند کے والدین ..... اور کچھ رشتہ دار ..... اور خود خاوند ..... نہایت عزت و چاہت سے ..... اسے لینے آگئے ..... نکاح کا خطبہ پڑھا گیا ..... دو زندگیاں باہم مل گئیں ..... یہ خاتون ..... ایک گھر سے ..... دوسرے گھر کی طرف ..... منتقل ہو رہی ہے ..... سسرال والے ..... استقبال میں بچھے جارہے ہیں ..... ماں باپ اور بہن بھائی ..... خوشی بھرے آنسوؤں کے ساتھ ..... اسے رخصت کر رہے ہیں ..... خاوند ..... خوشی سے پھولا نہیں سماتا ..... نہ دیکھنے سے سیر ہوتا ہے اور نہ ..... چاہت بھری باتیں کرنے سے ..... سسرال والے ..... اس طرح سے ..... اس کا خیال رکھ رہے ہیں ..... جیسے کوئی نازک پھول ..... یا نور ہی نور ہے ..... یہ ہیں وہ چند ..... حسین ..... خوابوں جیسے لمحے .....

جنہیں یہ ..... عورت کبھی نہیں بھلاسکتی ..... بلکہ اسے جب بھی ..... یہ لمحات یاد آتے ہیں ..... وہ ان کی ..... لذت ..... اور حلاوت ..... محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتی .....

اب ایک اور منظر دیکھئے ..... ایک ..... مسلمان ..... نوجوان ..... اچانک قرآن مجید کی آیت سنتا ہے ..... اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ..... جان ..... اور مال کو ..... جنت کے بدلے خرید لیا ہے (التوبہ : ۱۱۱) ..... یعنی اے ..... نوجوان! ..... اللہ تعالیٰ تیرا ..... خریدار بن گیا ہے ..... گویا تیرے لئے ..... اس قدر عظمت والی جگہ سے پیغام محبت آیا ہے ..... نوجوان پوچھتا ہے ..... جلدی بتاؤ اس کیلئے ..... کہاں جانا پڑے گا ..... مجھے ..... یہ سودا منظور ہے ..... مجھے یہ پیغام قبول ہے ..... اس کے جسم میں ..... بجلیاں دوڑنے لگتی ہیں ..... یہ سوچ کر ..... کہ اللہ تعالیٰ میرا خریدار ہے ..... اس کا دل جھومنے لگتا ہے ..... اس کا انگ انگ ..... روحانی کیف میں ڈوب جاتا ہے ..... قرآن مجید سے جواب ملتا ہے ..... یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون ..... تجھے اس کیلئے میدان جہاد کی طرف جانا پڑے گا ..... اللہ کے دشمنوں کو قتل کرنا پڑے گا ..... اور ان کے ہاتھوں قتل ہونا پڑے گا ..... یہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنتا ہے ..... : "اعلموا أن الجنة تحت ظلال السیوف" ..... (بخاری : ص۳۹۵ج۱) ..... "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے" ..... پس وہ دیوانہ وار ..... میدان کی طرف دوڑ پڑتا ہے ..... وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام محبت ..... کے بعد ..... ساری محبتیں ..... اور چاہتیں ..... بھول جاتا ہے ..... وہ میدان جنگ کی طرف ..... دوڑ رہا ہے ..... ایک ولولے کے ساتھ ..... ایک جذبے کے ساتھ ..... اسی دوران اسے ..... مظلوم ماؤں' بہنوں کی ..... چیخ و پکار سنائی دیتی ہے ..... ٹوٹی ہوئی مساجد کا ..... دردناک شکوہ ..... اسے سنائی دیتا ہے ..... بس اس نوجوان کی ..... رفتار بڑھ جاتی ہے ..... اس کا خون ..... جسم میں ابلنے لگتا ہے ..... آسمانوں پر ..... کچھ نگاہیں ..... اسے دیکھ رہی ہوتی ہیں ..... پردوں کے باوجود ..... حوروں کی ..... خوبصورت نگاہوں کا لمس وہ محسوس کرتا ہے ..... محبت خداوندی کے انوارات ..... اس پر نور برسا رہے ہوتے ہیں ..... پھر اسے مسجد اقصیٰ روتی اور شکوہ

کرتی نظر آتی ہے ..... وہ جوان دیوانوں کی طرح ..... مزید تیز رفتاری سے دوڑنے لگتا ہے ..... اور ایسے طوفان کی طرح بڑھتا ہے ..... جس کے آگے ..... کوئی چیز ..... نہیں ٹھہر سکتی ..... رہی سہی کسر..... تب پوری ہوجاتی ہے جب وہ قرآن مجید کی اس آیت کو سنتا ہے ..... : اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہوگیا ہے؟) کہ تم نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کررہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار بھیج دیجئے"۔
(النساء : ۷۵)

یہ آیت سنتے ہی وہ نوجوان شیر کی طرح دھاڑتا ہے ..... تکبیر کا..... نعرہ بلند کرتا ہے ..... اپنی بندوق ..... اپنے ہاتھوں میں تولتا ہے ..... اور قہر خداوندی بن کر..... دشمنان اسلام کی صفوں پر..... جا گرتا ہے ..... ادھر آسمان پر تیاریاں..... شروع ہوگئیں ..... اللہ تعالیٰ کے اس محبوب کو..... لینے اور اس کا استقبال کرنے کیلئے ..... فرشتے قطاریں باندھ کر..... زمین پر آرہے ہیں ..... ہر طرف گہما گہمی ہے ..... جنت کی حوریں ..... بن سنور کر پہلے آسمان پر..... آبیٹھتی ہیں ..... اور معصوم ہاتھ ..... دعا کیلئے اٹھالیتی ہیں ..... اللہ تعالیٰ کی رحمت ..... اور محبت جوش میں آتی ہے ..... زمین و آسمان کے پردے ..... ہٹادیئے جاتے ہیں ..... سارے حجابات مٹادیئے جاتے ہیں ..... نقشہ بدل جاتا ہے ..... اور مجاہد ..... یہ سارا اکرام دیکھ کر..... دنگ رہ جاتا ہے ..... حیران رہ جاتا ہے ..... وہ پوری قوت سے بڑھتا ہے ..... یلغار بن کر لڑتا ہے ..... اور پھر وہ لمحہ آپہنچتا ہے جسے مجاہد ..... کبھی بھی نہیں ..... بھلا سکتا..... جی ہاں جنت میں جاکر..... بھی ..... وہاں کی حوروں ..... اور پھلوں سے لطف اندوز ہوکر بھی ..... وہ اس لمحے کو نہیں بھولے گا..... آخر بھولے بھی کیسے؟ ..... محبت کی بارات ..... اس پر نچھاور ہورہی تھی ..... آسمان و زمین ..... اس کے استقبال میں بچھے جارہے تھے ..... فرشتے اسے رشک بھری .....

نگاہوں سے دیکھ رہے تھے ..... اللہ تعالیٰ کی محبت ..... اسے اپنی آغوش میں لے رہی تھی ..... یہ لمحہ وہ ہے ..... جب مجاہد کو گولی لگتی ہے ..... اس پر بم گرتا ہے ..... یا کچھ اور ..... اور یہ مجاہد ..... خاک و خون میں ..... تیرتا ہوا ..... اللہ تعالیٰ کے پیغام محبت کا..... بوسہ لیتا ہے ..... فرشتے اس کی روح اکرام سے ..... اٹھاتے ہیں اور اس وقت مجاہد کو ..... جنت کے محلات ..... دکھادیئے جاتے ہیں ..... اور معلوم نہیں کیا کیا دکھادیا جاتا ہے ..... معلوم نہیں اس کی کتنی ناز برداری کی جاتی ہے ..... معلوم نہیں ..... لذت اور محبت کے کون سے ..... جام اسے پلائے جاتے ہیں ..... یقیناً اسے وہ سب کچھ ملتا ہے ..... جسے نہ سوچا جاسکتا ہے ..... اور نہ دنیا میں رہ کر سمجھا جاسکتا ہے ..... اسی لئے ..... جنت میں پہنچ کر کوئی بھی ..... دنیا میں واپس آنے کی ..... تمنا ..... نہیں کرے گا..... اگرچہ اسے دنیا کے سارے ..... مال و اسباب دے دیئے جائیں ..... مگر شہید ..... اس لمحے کو ..... جنت کی ساری نعمتیں پاکر بھی ..... نہیں بھولے گا..... بلکہ ہمیشہ یہ چاہے گا ..... کہ وہ دنیا میں واپس آئے ..... اور شہادت کی وہ نعمت حاصل کرے ..... اور اس لمحے کو پھر پائے ..... جس لمحے اس نے ..... اللہ تعالیٰ کے پیغام محبت کو..... اپنی جان دے کر..... قبول کیا تھا..... اور وہ لطف پایا تھا..... جس پر..... سارے مزے قربان..... اور ایسی عزت پائی تھی جس پر..... ساری عزتیں قربان.....

میرے دوستو! ..... یہ لمحہ حاصل کرنے کی ..... ہم سب کو..... کوشش کرنی چاہئے ..... محنت کرنی چاہئے ..... لیجئے ..... بخاری شریف کھولئے ..... آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ..... درود پڑھئے ..... اور اس مبارک حدیث شریف کو پڑھ کر..... اپنے دل میں ..... شوق شہادت کا..... نور بسایئے.....

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا..... ارشاد گرامی ہے : "ما أحد يدخل الجنة يحب أن يرجع الى الدنيا وله ما على الارض من شيء الا الشهيد يتمنى أن يرجع الى الدنيا فيقتل عشر مرات' لما يرى من الكرامة." (بخاری : ج ۱ص ۳۹۵)

"کوئی شخص بھی جنت میں جانے کے بعد دنیا میں واپس آنے یا یہاں کچھ پانے

کی تمنا نہیں کرے گا۔ سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کرے گا کہ دنیا میں واپس آئے اور دس بار شہید کیا جائے۔ اس وجہ سے کہ اس نے شہادت کا اکرام دیکھ لیا ہوگا۔"

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أ صحابه أ جمعین۔



بھارتی عقوبت خانے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جے آئی سی تالاب تلو جموں نمبر ۱ :

جموں شہر کے علاقہ تالاب تلو میں واقع اس پرانی عمارت کی کہانی بھی پرانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب جموں و کشمیر پر راجہ کی حکومت تھی اس وقت یہ عمارت راجہ کے ایک وزیر کی رہائش گاہ تھی اور رہائش گاہ کے ساتھ ساتھ یہ عمارت راجہ اور اس کے وزیروں کی جائے عیش و عشرت بھی تھی جہاں علاقہ کے لوگوں کی نوجوان خوبصورت لڑکیوں کو زبردستی اُٹھا کر لایا جاتا تھا اور اپنی ہوس کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ ان مظلوم لڑکیوں کی چیخوں سے گرد و نواح کا علاقہ گونجتا رہتا تھا۔ اس عمارت سے چیخوں کے بلند ہونے کا سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد یہ عمارت ہندوستان کی خفیہ ایجنسیوں کے ورثے میں آگئی۔ مگر چیخوں کی نوعیت بدل گئی اور جہاں پہلے کبھی معصوم دوشیزاؤں کی چیخیں سنائی دیتی تھیں' وہاں جہاد اور حریت کے دیوانوں کی دلدوز چیخیں سنائی دینے لگیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہا اور چیخوں کی داستان زبان زدعام ہوگئی اور کہا جانے لگا کہ اس عقوبت خانے سے ہمیشہ چیخوں کی آواز گونجتی رہے گی' چاہے نوعیت بدل جائے۔ ۱۹۹۴ء میں ہندوستانی مسلح فورسز نے کوٹ بھلوال جیل پر یکبارگی حملہ کرکے جب قیدی مجاہدین کو دوبارہ گرفتار کرلیا تو حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم اور شہید مظلوم سجاد افغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سمیت کئی سرکردہ مجاہد رہنماؤں کو ظلم و تشدد کا نشانہ بنانے کیلئے اسی عقوبت خانے میں لایا گیا تھا۔ اور کرنٹ لگانے' اُلٹا لٹکانے اور بے پناہ لاٹھی چارج کرنے کے علاوہ ڈاڑھی نوچنے جیسے انسانیت سوز تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ جب سے تحریک جہاد برائے آزادی کشمیر کا آغاز ہوا ہے تب سے یہ عمارت مجاہدین کی چیخوں سے آباد رہی

ہے۔ مگر مکار دشمن نے بدنامی اور ظلم کی شہرت ہوجانے کے بعد اپنی پالیسی میں تبدیلی کرلی ہے۔ جی ہاں! اب اس عمارت سے چیخیں نہیں اُٹھتی۔ لیکن کیا اب اس عمارت میں ظلم و تشدد کا سلسلہ بند ہوچکا ہے اس کا تصور بھی محال ہے۔ ظلم کی یہ داستان بدستور جاری ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مارپیٹ سے پہلے قیدی مجاہد کے منہ میں اس قدر کپڑا ٹھونس دیا جاتا ہے کہ چیخ کی آواز نہیں نکل سکتی جس سے تکلیف کی شدت میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أ صحابہ أ جمعین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جے آئی سی تالاب تلوجموں نمبر۲ :

جوائنٹ انٹیروگیشن سنٹر تالاب جموں سی آئی کے اور سی آئی جے کے زیر نگرانی ہے مگر یہاں لائے جانے والے مجاہد پر تشدد کرنے اور اس سے تفتیش کا ظالمانہ فریضہ ان دو خفیہ ایجنسیوں کے علاوہ آئی بی' سی بی آئی' آرمی انٹروگیٹر اور بی ایس ایف کے انٹیروگیٹر بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اور پیدائش کے دن سے لے کر تفتیش کے دن تک کے تمام اہم واقعات لکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ تمام رشتہ داروں کے بارے میں تفصیلی معلومات قلمبند کرتے ہیں اور ان اضافی سوالات کا تکرار کرکے مجاہدین کے جواب سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بیان سچّا دیا جارہا ہے یا جھوٹا؟

اس عمارت کی نیچے کی منزل کے کل سات کمرے ہیں جن میں سے دو میں دفاتر ہیں اور باقی پانچ بطور لاک اپ استعمال ہوتے ہیں جبکہ بالائی منزل دفاتر اور تشدد کیلئے مختص ہے۔ عمارت کی کوئی چار دیواری نہیں ہے۔ بلکہ عمارت سے چند فٹ کے فاصلے پر خاردار تار کی دیوار کی طرح باڑھ ہے۔ اس کے باہر آم کے پیڑ ہیں جن کی حالت ان کے عُمر رسیدہ ہونے کی زبانِ حال سے گواہی دیتی ہے۔ آم کے پیڑوں کے

باہر ایک اور خاردار تار کی باڑ ہے۔ عمارت کے سامنے مین روڈ ہے جس پر ٹریفک چلتی رہتی ہے اور ایک طرف گلی ہے جس پر پیدل لوگ چل رہے ہوتے ہیں۔ باقی دو اطراف میں غالباً رہائشی مکانات ہیں۔ جے آئی سی کے پانچوں لاک اپ لیٹرین کی سہولت سے محروم ہیں۔ دن رات میں ایک بار اسیر مجاہدین کو مقرر وقت میں بیت الخلاء جانے کیلئے نکالا جاتا ہے۔ اس جے آئی سی میں بند مجاہدین کو اپنے گھر والوں سے خط و کتابت کی قطعاً اجازت نہیں ہے اور نہ ہی وکیل سے ملنے دیا جاتا ہے۔ کھانے کے نقائص بیان کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ جگہ کی تنگی بیان سے باہر ہے۔ نماز کیلئے وضو نہیں کروایا جاتا' اکثر اوقات دیواروں پر ہاتھ مل کر تیمّم کرکے نماز پڑھی جاتی ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد و علی آلہ و أ صحابہ أ جمعین.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جے آئی سی تالاب تلوجموں نمبر۳ :

جب سے تحریک آزادی کشمیر نے جہاد کا زیور زیب تن کیا ہے تب سے دُنیا بھر کے مجاہدین کشمیر کی طرف متوجہ ہیں۔ اس سلسلہ کی تنظیموں میں سے اکثر نے دامے درمے سخنے مظلوم کشمیری عوام کی کھل کر مدد کی ہے اور مدد کا سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ منزل کے حصول اور دُشمن کا قرض چکانے تک مدد کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ چنانچہ جن جہادی تنظیموں نے افرادی قوت کے ساتھ براہ راست اس مسلح جہاد میں شرکت کی' ان تنظیموں سے تعلق رکھنے والے مجاہدین کی ایک بڑی تعداد نے وادی گل پوش کو ناپاک ہندو کے نجس قبضے سے آزادی دلانے کیلئے اپنے خون کا نذرانہ پیش کردیا اور سند شہادت لے کر وادی کے مختلف علاقوں میں میٹھی نیند سو رہے ہیں۔ اسی طرح ایک بڑی تعداد میں مجاہدین اسلحہ نہ ہونے یا اسلحہ ختم ہوجانے کے بعد گرفتار ہوئے اور یہ سلسلہ بھی اب تک جاری ہے۔ گرفتار

مجاہدین کو ابتداءً آرمی کے اذیت خانوں میں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ اس کے بعد خفیہ ایجنسیوں کے ٹارچر سینٹروں میں لاکر یہ سلسلہ مزید دراز کیا گیا۔ آرمی کے اذیت خانوں میں سے بادامی باغ انٹیروگیشن سینٹر بہت بدنام ہوا۔ بی ایس ایف کے ٹارچر سینٹروں میں پاپاٹو اور ہوٹل فور زیادہ بدنام ہوئے جبکہ خفیہ ایجنسیوں کے انٹیروگیشن سینٹروں میں ہری نواس، تالاب تلو اور کوٹ بھلوال بدنام زمانہ رہے ہیں۔ اسیر مجاہدین کی کثیر تعداد خصوصاً مہمان مجاہدین کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے کہ مہینوں اور سالوں پر محیط انٹیروگیشن کے طویل مرحلے سے گذارنے کے بعد ان کو کشمیر سے باہر اندرون ہندوستان کی مختلف جیلوں میں دو دو سال تک پبلک سیفٹی ایکٹ (پی ایس اے) کے ظالمانہ قانون کے تحت نظر بند رکھا گیا۔ حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم اور جہاد کشمیر کے بانی کمانڈر سجاد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے دیگر رفقاء کو اسی قانون کے تحت ۱۹۹۵ء سے ۱۹۹۷ء تک تہاڑ جیل دہلی میں بند رکھا گیا۔ مولانا ابوجندل صاحب اور ان کے رفقاء کو سنگرور جیل پنجاب میں نظر بند رکھا گیا اور نصراللہ منصور لنگڑیال اور بعض دیگر مجاہدین کو اس وقت ڈسٹرکٹ جیل جودھپور راجستھان میں نظر بند رکھا گیا ہے۔

جن مہمان مجاہدین کی مدت نظر بندی پوری ہوتی رہی، ان کو مختلف جیلوں سے لاکر کوٹ بھلوال جیل میں بند کردیا جاتا تھا۔ یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ مہمان مجاہدین کی اچھی خاصی تعداد اس جیل میں جمع ہوگئی۔ جیل کی انتظامیہ سے یہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ اپنے کالے قانون کے تحت ہی سہی ہمارے مقدمات عدالتوں میں پیش کرو۔ تقریباً تین سال تک مطالبہ، احتجاج، ہڑتال کی صورت میں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ اس دوران جیل انتظامیہ اور قابض حکومت کو ایک زبردست دھچکا اس وقت لگا جب کوٹ بھلوال جیل کے بلاک نمبر ۱۳ کے سیل نمبر ۸ کے برآمدے کی آہنی سلاخ کاٹ کر محمد خالد کمانڈو، محمد عرفان اور محمد سلیم نامی مجاہدین جیل کی سیکورٹی کو پاؤں تلے روندتے ہوئے رات کی تاریکی میں جیل سے نکل جانے اور قید سے نجات پاجانے

میں کامیاب ہوگئے۔ اس کے بعد سختیاں تو بہت بڑھ گئیں مگر اس کے باوجود زمین دوز سرنگ بنی جس کے تفصیلی واقعات ضربِ مؤمن کے صفحات کی زینت بن چکے ہیں۔ اسی سرنگ کو بہانہ بناکر دشمنوں نے مجاہدین کے محبوب جرنیل محمد سجاد خان افغانی کو بہیمانہ تشدد کا نشانہ بناکر شہید کردیا تھا۔

آخر کار خفیہ ایجنسی "سی آئی کے" سے لے کر اس جیل کا انتظام جیلوں کی عمومی انتظامیہ "جے کے جے" کے سپرد کردیا گیا جو اپنے قاعدے قانون کے مطابق بغیر عدالتی حکم کے کسی کو جیل میں نہیں رکھتے۔ مجبوراً اسیر مہمان مجاہدین کو ٹاڈا کورٹ جموں میں پیش کرکے ریمانڈ لیا گیا۔ ریمانڈ کی معروف مدت گذرنے کے بعد ٹاڈا جج جموں نے مجاہدین کے خلاف چالان پیش کرنے اور الزام ثابت کرنے کا حکم دیا اور جب ہندوستان کی خفیہ ایجنسیوں نے ان ہر دو کاموں کے کرنے سے معذوری ظاہر کی تو ٹاڈا جج نے بالترتیب کیس خارج کرنے شروع کردیے۔ اور جس مجاہد کا کیس خارج ہوتا گیا اسے کوٹ بھلوال جیل سے نکال کر جے آئی سی تالاب تلو جموں میں بند کردیا جاتا۔ چنانچہ اس وقت کافی تعداد میں مجاہدین بغیر کسی قاعدے، قانون و ضابطے کے اس تنگ قید خانے میں ایام اسیری پورے کررہے ہیں۔ ان میں چند کا تعارف یہاں عرض کیا جاتا ہے۔

(۱) محمد عارف ولد علیم الدین خان۔ مکان نمبر ۸۷ ۱۲ بلاک نمبر ۱۵ محلہ دستگیر کالونی ایف بی ایریا کراچی۔ پاکستان۔

(۲) سیف اللہ خالد ولد شیر خان۔ ڈاکخانہ منگ تحصیل و ضلع پلندری۔ آزاد کشمیر پاکستان

(۳) محمد سعید خان ولد سلیمان خان۔ نعمان پورہ تحصیل و ضلع باغ آزاد کشمیر پاکستان

(۴) جعفر علی ولد صابر علی۔ شوکت لائن گوجرہ تحصیل و ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر پاکستان

(۵) محمد یوسف خواجہ ولد محمد ایوب۔ نوکوٹ تحصیل ہٹیاں بالا ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

پاکستان

(۶) نثار احمد ولد محمد زمان راجپوت۔ بمقام دھنہ ڈاکخانہ کھوئی رٹہ تحصیل و ضلع کوٹلی آزاد کشمیر پاکستان

(۷) نوید اقبال ولد محمد اقبال۔ ڈاکخانہ سماہنی تحصیل و ضلع بھمبر آزاد کشمیر پاکستان

(۸) ناصر اکرام ولد قاضی اکرام الحق۔ واہ کینٹ تحصیل و ضلع راولپنڈی' پاکستان

(۹) عبدالحی ملک ولد محمد اجمل۔ محلہ حق نواز جھنگوی شہید۔ جھنگ صدر (پنجاب) پاکستان

(۱۰) سلطان احمد میانہ ولد غلام جیلانی۔ ڈاکخانہ عبدالحکیم ضلع خانیوال (پنجاب) پاکستان

(۱۱) محمد اشفاق ولد محمد شفیع۔ ضلع سیالکوٹ پاکستان

(۱۲) سہیل احمد کٹاریہ ولد شہباز خان بمقام ڈونگی سکیام' تحصیل و ضلع کوٹلی آزاد کشمیر

(۱۳) مزمل احمد ڈار ولد غلام محمد ڈار فگوش کوٹلی آزاد کشمیر

(۱۴) فاروق احمد راجہ ولد محمد شیر خان۔ کوٹلی سٹی آزاد کشمیر

(۱۵) سید ساجد علی ولد شاہپال شاہ۔ بخاری میڈیکل سٹور شہید چوک کوٹلی آزاد کشمیر

(۱۶) بشارت علی ولد علی اصغر بھرنگ تحصیل و ضلع بھمبر آزاد کشمیر

(۱۷) عالم خان ولد بہرام خان۔ تحصیل و ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

(۱۸) راحیل احمد ہاشمی ولد محمد مشتاق ہاشمی۔ ہاشمی دواخانہ فارورڈ کہوٹہ باغ آزاد کشمیر

(۱۹) شاہد محمود ولد علی افسر۔ تحصیل و ضلع باغ آزاد کشمیر

(۲۰) محمد خالد بخاری ولد خادم حسین بخاری۔ مظفر آباد سٹی آزاد کشمیر

(۲۱) نصیر احمد ولد محمد بشیر پاکستان

(۲۲) عبدالرشید انصاری۔ دلی گیٹ ملتان سٹی پاکستان

(۲۳) چاچا عمر دین ولد قیام دین۔ کیاں شریف تحصیل اٹھمقام ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

(۲۴) طالب حسین شاہ ولد صدیق حسین شاہ۔ ضلع گجرات پاکستان

(۲۵) سید حبیب اللہ بخاری ولد نواب شاہ۔ تحصیل و ضلع قصور پاکستان

(۲۶) سید وقار شاہ ولد امام شاہ۔ مانسہرہ سٹی سرحد پاکستان

(۲۷) محمد اکرم بلوچ۔ بلوچستان پاکستان

(۲۸) محمد سخی زمان ولد بلند خان۔ کیل' تحصیل اٹھمقام ضلع مظفر آباد آزاد کشمیر

(۲۹) غلام محمد بٹ ولد حاقا بٹ۔ پلنگی' تحصیل فارورڈ کہوٹہ ضلع باغ آزاد کشمیر

(۳۰) نصیح اللہ ولد نذیر احمد۔ سکنہ پنجشیر افغانستان (اہل خانہ حال میں حیات آباد پشاور میں مقیم ہیں)

ان اسیر مجاہدین کو ہندوستان کی اپنی عدالتیں یا تو تمام الزامات سے بری کر چکی ہیں یا پھر ان کے خلاف درج مقدمات کو بے بنیاد قرار دے کر خارج کیا جا چکا ہے۔ اس سب کچھ کے باوجود ہندوستانی حکومت ان قیدیوں کو رہا کرنے پر تیار نہیں ہے۔ سالہا سال سے قید ان قیدیوں کو مزید غیر معینہ مدت تک زیر حراست رکھنے کیلئے نت نئی سازشیں تیار کی جا رہی ہیں۔ عدالتوں کی طرف سے رہا کئے جانے کے بعد جب کوئی مجاہد متعلقہ افسروں سے رہائی کا مطالبہ کرتا ہے تو افسر پوری ڈھٹائی سے جواب دیتے ہیں کہ آپ کو حکومت پاکستان اپنا شہری تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی آپ کو واپس لیتی ہے' اس لئے ہم آپ کو چھوڑنے سے قاصر ہیں۔ اگرچہ ہندو بنیوں سے سچ کی توقع نہیں ہے مگر کچھ عرصہ سے ہندوستانی اخباروں میں افسران بالا کے ایسے پریس نوٹ شائع ہوئے ہیں جن میں یہی بات کسی قدر تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ اگرچہ مجاہدین اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والے لوگ ہیں مگر ہندوستانی اخباروں میں ایسے بیان شائع ہونے کے بعد حکومت پاکستان کی معنی خیز خاموشی کو دیکھتے ہوئے ہر پاکستانی شہری یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہے کہ کیا کوئی پاکستانی شہری ہندوستان میں گرفتار ہونے کے بعد پاکستان کا شہری نہیں رہتا؟؟؟

وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أ صحابه أ جمعین.

۱۴۱۹ھ کی ڈائری

آج ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ کی ۸؍ تاریخ ہے گویا کہ اسلامی ہجری سال مکمل ہونے کو ہے۔ صرف ایک یا دو دن بعد یہ سال بھی اپنے سینے میں بہت کچھ لئے ماضی کا حصہ بن جائے گا۔ میری زندگی کا یہ سال بھی جیل میں گزرا۔ جموں کے مضافات میں واقع کوٹ بھلوال جوائنٹ انٹیروگیشن سینٹر (G-I-C) کے وارڈ نمبر ۱۳ کے سیل نمبر ۱۹ میں میں نے اس سال کے لیل و نہار اور نشیب و فراز کو دیکھا۔ سب سے پہلے میں ان خوشیوں کا تذکرہ کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اس سال مجھے نصیب فرمائیں۔

میری عرصہ دراز سے تمنا تھی کہ جہاد کے موضوع پر کوئی سیر حاصل کتاب لکھی جائے۔ الحمدللہ! اس سال یہ تمنا پوری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھ درماندہ کو "مشارع الاشواق" کا ترجمہ و تشریح کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اُمید ہے کہ اب یہ کتاب چھپ چکی ہوگی اور ان شاء اللہ قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی۔

اس سال اللہ تعالیٰ نے "دروس جہاد" کے عنوان سے ایک کتاب تالیف کرنے کی توفیق ارزانی فرمائی۔ معلوم ہوا ہے کہ الحمدللہ اس کتاب کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور اب اس کتاب کا پشتو ترجمہ افغانستان سے شائع ہو رہا ہے۔ اگرچہ سال کا معتدبہ حصہ جیل کے حالات ناگفتہ بہ رہے جس کی وجہ سے قلم خاموش رہا مگر اللہ رب العزت کی توفیق سے ان دو کتابوں کے علاوہ چالیس سے زائد مفصل و مختصر مضامین بھی لکھنے کی سعادت اس سال حاصل ہوئی جن میں سے اکثر ضربِ مؤمن میں شائع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت سے جب ضربِ مؤمن کے بعض پرچے مجھ تک پہنچے تو میں نے ان مضامین کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اس سال کی سب سے بڑی خوشی یہ حاصل ہوئی کہ مجھے اور میرے رفقاء کو حضرت امیرالمؤمنین مُلا محمد عمر مجاہد دامت برکاتہم العالیہ سے بیعت کا شرف حاصل ہوا اور یوں اللہ تبارک و تعالیٰ نے خالص اسلامی حکومت کے شرعی امیر کے ہاتھوں

میں ہاتھ دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ اگرچہ بے بسی کی وجہ سے میں قصر خلافت کے جھاڑو کا تنکا بھی نہیں بن سکتا جو خود ایک نعمت اور سعادت ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ اس نعمت کی قدر و قیمت کا احساس صرف انہیں افراد کو ہو سکتا ہے جن کے دل میں اسلام کی عظمت و غلبے کی اہمیت اور تڑپ موجزن ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کچھ کرنا چاہے تو کون روک سکتا ہے؟

الحمدللہ! اس سال ترمذی شریف کا درس مکمل ہوا جس کا آغاز گذشتہ سال ہوا تھا۔ اس سبق کی برکات الحمدللہ خوب ظاہر ہوئیں اور جیل میں موجود افراد کے علم و عقیدے میں پختگی آئی اور دوران درس کئی افراد نے غیر مقلدیت سے توبہ کر لی۔ ترمذی کے بعد بخاری شریف کا درس مکمل تحقیق کے ساتھ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے البتہ چند دن سے بوجوہ اس میں کچھ تعطل آیا ہے۔

اس سال اللہ تعالیٰ نے دوسری بار رمضان المبارک میں تراویح کے دوران قرآن مجید سنانے کی توفیق عطا فرمائی۔ اسی طرح تراویح کے بعد پورے پارے کا خلاصہ بیان کرنے کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ اسی سال ہمارے وارڈ میں سے تین افراد جیل سے فرار ہونے میں کامیاب ہوئے۔ ان میں سے ایک کسی زمانے تک میرے بہت ہی قریبی تھے۔ ان کی رہائی یقیناً ہمارے لئے خوشی کا باعث بنی لیکن ان کے جانے کے بعد سے جیل حکام کی طرف سے ہونے والی سختیوں نے دین کے کافی کاموں کو متاثر کیا۔ یہ سختیاں اب تک جاری ہیں، اللہ تعالیٰ خلاصی عطا فرمائے۔

اسی سال کے اہم ذاتی واقعات میں سے یہ بھی ہے کہ........

اسی سال میرے چھوٹے اور عزیز بھائی مولوی عبدالرؤف سلمہ کی شادی کی اطلاع خوشی کا باعث بنی جبکہ والد محترم کی علالت کی خبریں مسلسل پریشانی کا موجب بنی رہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

اس سال سے پہلے میرا خیال یہ تھا کہ جو شخص ایک بار غیر مقلدیت کے چنگل

میں پھنس جاتا ہے پھر وہ واپس کم ہی لوٹتا ہے بلکہ اپنی گمراہی کو پھیلاتے ہوئے گمراہی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور چونکہ ان میں سے ہر شخص غیر مقلدیت اختیار کرنے کے پہلے ہی دن سے اس گمراہی کا داعی بن جاتا ہے اس لئے اس کی واپسی مشکل ہوتی ہے۔ لیکن اس سال الحمدللہ ایک درجن سے زائد ایسے مجاہدین جو جیل ہی میں غیر مقلد ہوگئے تھے۔ تائب ہوئے اور مجھے اس بات کا یقین ہوگیا کہ اگر مثبت اور مضبوط محنت کی جائے تو بہت سارے افراد کو اس گمراہی سے نکالا جاسکتا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی اس موضوع پر تقریباً نو عدد عام فہم مضامین لکھ کر پاکستان بھجوائے۔

اس سال ہمارے وارڈ میں الحمدللہ حفظ قرآن کا ماحول گرم رہا اور میرے کئی عزیز ساتھیوں نے قرآن مجید حفظ کیا۔ الحمدللہ ہمارے ۲۶ طالبان ساتھیوں میں سے ۱۱ حافظ قرآن ہوچکے ہیں۔

اس سال کئی تلخ واقعات پیش آئے جنہیں یاد کرنے میں نہ افادہ ہے نہ استفادہ' اس لئے ان کے لکھنے پر دل آمادہ نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کا لاکھوں بار شکر ادا کرتا ہوں جس نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں اور ان تمام گناہوں پر استغفار کرتا ہوں جو اس سال سرزد ہوئے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ اور پوری اُمت مسلمہ کے ساتھ رحمت وعافیت کا معاملہ فرمائے اور جو دینی کام اس نے مجھ درماندہ سے لیا ہے اسے قبول فرمائے اور ریا و بدنیتی سے بچاکر اسے میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور ہمیشہ اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان تمام حضرات وافراد کو اپنی شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے مجھ پر شفقت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت امیرالمؤمنین کی حفاظت فرمائے اور ان کے اقبال کو اور بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أصحابه أجمعین.

۲۸ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۹۹ء یوم الجمعہ۔

اکیسویں صدی کے شوشے

اکیسویں صدی ہے..... یا قیامت کی آمد..... ہر کوئی چیخ چیخ کر..... ڈرا رہا ہے..... اکیسویں صدی آ رہی ہے اکیسویں صدی..... ہر کسی کا دعویٰ ہے کہ..... وہی..... دنیا کو اکیسویں صدی میں..... لیجا سکتا ہے..... کلنٹن جی کا دعویٰ ہے کہ..... وہ امریکا کو..... اور امریکا..... پوری دنیا کو اکیسویں صدی میں..... لیجا سکتے ہیں..... گویا کہ اگر وہ منتخب نہ ہوئے تو اکیسویں صدی ہی..... نہیں آئے گی..... اور دنیا کو..... پھر ایک سو سال تک..... بیسویں صدی میں رہنا پڑے گا..... اگر غور کیا جائے تو اکیسویں صدی کا ذکر..... ان لفافوں اور غباروں کیلئے ایک فیشن بن چکا ہے..... جن میں غیروں کی ہوا بھری ہوئی ہے..... اگر کوئی خاوند..... بیوی کو بے پردہ گھومنے سے منع کرتا ہے تو..... وہ برس پڑتی ہے اور کہتی ہے..... اکیسویں صدی آ رہی ہے..... آپ ابھی تک پردے کی باتیں کر رہے ہیں..... اگر کوئی جدت پسند..... جمعہ کے دن..... مسجد میں..... اتفاق سے چلا جاتا ہے..... اور مولانا صاحب کا..... کھانے کے آداب پر خطاب سنتا ہے..... تو واپسی پر ضرور یہ کہتا ہے کہ..... دنیا تو اکیسویں صدی میں پہنچ گئی..... اور مولوی کو یہی فکر ہے کہ..... لوگ بیٹھ کر اور ہاتھ دھو کر کھانا کھائیں..... ترقی یافتہ لوگ تو..... اب استنجا بھی نہیں کرتے..... جبکہ مولوی ہاتھ دھلانے پر..... تلے ہوئے ہیں..... کس قدر غیرمہذب ہیں یہ ملا لوگ..... اگر کوئی باپ اپنے بچے کو..... کسی برائی پر ڈانٹتا ہے..... تو اسے بھی اکیسویں صدی کے آنے کی شرم..... دلائی جاتی ہے..... غلاظت اور گندگی کا ڈھیر..... ہم جنس پرست..... مرد اور عورتیں..... کتابچے چھاپ رہے ہیں کہ..... اب تو دنیا اکیسویں صدی میں..... جا رہی ہے..... مگر پھر بھی..... میاں بیوی کا..... فرسودہ نظام جاری ہے..... آؤ مل کر ساتھ..... اکیسویں صدی میں داخل ہو جاؤ..... جہاں ہم..... انسانوں کو وہ تمام حقوق دلوائیں گے جو جانوروں کو حاصل ہیں..... اکیسویں صدی کی..... فکر میں گھلنے والے ان..... فکر مندوں کو..... مسجدیں' مدرسے..... اسلامی تہذیب و تمدن..... سب کچھ

بی ل اور..... بے کار نظر آتا ہے..... لیکن حیرانی..... اس بات پر ہے کہ..... انسان
اکیسویں صدی میں..... پہنچ کر بھی..... ابھی تک منہ سے ہی کھا رہا ہے..... یہ کیسی
رجعت پسندی..... اور قدامت پسندی ہے؟..... یقیناً ترقی یافتہ دنیا کو..... اسکا متبادل
تلاش کرنا چاہئے..... اور..... جتنی پرانی چیزیں ہیں..... ان سب کو بدل دینا چاہئے..... تا
کہ اکیسویں صدی میں..... داخلے کے وقت..... ماضی کا کوئی دھبہ..... ہمارے جسم پر نہ
ہو..... بس مستقبل ہی مستقبل کی طرف..... دوڑ ہو۔ یہاں ہندوستان میں..... ایک
عجیب راستہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا..... بھارتیہ جنتا پارٹی کی..... اٹل بہاری
سرکار تیرہ دن میں گر گئی..... جس دن عدم اعتماد کا ووٹ تھا..... اس دن اسمبلی ممبروں
میں..... گرماگرم بحث ہوئی..... یہ بحث ریڈیو پر سنائی..... اور ٹی وی پر دکھائی گئی..... اس
طرح جب..... متحدہ محاذ کی حکومت نے..... اعتماد کا ووٹ لیا..... تو تب بھی اسی طرح
کی..... بحث ہوئی..... جس طرح پاکستان..... اور ہندوستان کے ایوانوں میں ہوتی ہے.....
شور شرابا..... گالیاں..... فحش گوئی..... اور سب کچھ..... ہم نے یہ ساری بحثیں غور سے
سنیں..... اسمبلی اجلاس ختم ہونے کے بعد..... ایک مشہور کالم نگار خاتون کا..... ایک
کالم..... ان کی تصویر کے ساتھ..... اخبارات کی زینت بنا..... یہ خاتون بھی..... جدت
پسندی کے غم میں..... ہروقت گھلتی رہتی ہیں..... ان کو اس بات کا بڑا دکھ ہے کہ.....
جب وہ پینٹ پہن کر پاکستان گئی..... تو لوگ انہیں عجیب وغریب مخلوق..... سمجھ رہے
تھے..... چنانچہ اس بے چاری کو..... شلوار پہننی پڑی..... خیر خاتون نے اپنے تازہ کالم
میں..... سیاستدانوں کو..... آڑے ہاتھوں لیا..... اور نہایت دکھ سے لکھا..... کہ ان
لیڈروں میں سے..... کسی نے بھی..... اسمبلی میں ..... اکیسویں صدی کی بات نہیں
کی..... حالانکہ ہمیں اب اکیسویں صدی میں..... لیجانے والی قیادت کی ضرورت
ہے..... یہ مضمون اخبارات میں شائع ہوا..... ہم نے بھی سرسری طور پر پڑھا..... لیکن
حیرانی اس وقت ہوئی..... جب اسمبلی کا اگلا اجلاس..... سننے کا موقع ملا..... اس اجلاس
میں..... ہر ممبر کی زبان پر..... اکیسویں صدی تھی..... کوئی اپنے حلقے میں بجلی کی شکایت

کرتے ہوئے..... اکیسویں صدی سے ڈرا رہا تھا..... تو کوئی..... گنگا کے پانی کو آلودگی سے
بچانے کی بات کرنے کیلئے..... اکیسویں صدی سے خوفزدہ کر رہا تھا..... بس اجلاس
میں..... ایک ہی جملہ تھا..... اکیسویں صدی آ رہی ہے..... اکیسویں صدی آ رہی ہے۔
پاکستان میں بھی..... بے نظیر بھٹو..... صبح شام اکیسویں صدی کے آنے کی بات کرتی
ہیں..... اور ان کا دعویٰ ہے کہ..... وہ ..... صرف وہ ہی پاکستان کو..... اکیسویں صدی میں
لیجا سکتی ہیں..... پوچھنے والے حیرت سے پوچھتے ہیں کہ..... وہ خود تو آزادی سے .....
کہیں آ جا نہیں سکتیں..... ایک ایک قدم اٹھانے کیلئے..... انہیں پہرے کی ضرورت
پڑتی ہے..... وہ کس طرح سے پوری قوم کو..... اکیسویں صدی میں لیجائیں گی..... میرا
تو خیال یہ ہے کہ..... وہ اپنے خاوند نامدار..... اور تینوں بچوں کو اپنے انگلینڈ والے
مکان سمیت..... اکیسویں صدی میں لیجائیں..... پاکستانی عوام خود ہی..... اکیسویں صدی
میں..... چلی جائے گی..... بلکہ صدی خود ان کے پاس..... چل کر آ جائے گی..... پہلے بھی
کئی صدیاں آئیں..... اور چلی گئیں..... لیکن صدیوں کے نام پر..... سیاست اب ہی
شروع ہوئی ہے..... ماضی میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی..... صدیوں پہلے یورپ کی
موجودہ تہذیب..... روم و فارس میں..... موجود تھی..... مگر کچھ اصولوں کے
ساتھ..... لیکن اب بغیر اصولوں کے..... صرف ننگا پن باقی ہے..... جسے ہمارے بھولے
لوگ..... ترقی سمجھ رہے ہیں..... پھر اسلام آیا..... اور ہر طرف اس کی روشنی پھیل
گئی..... اور دنیا شرم وحیا کی خوشبو سے..... معطر ہو گئی..... اب پھر کچھ عرصے سے بے
حیائی ترقی پر ہے..... اور ہمارے لوگ اس راستے میں..... ترقی پذیر ہیں..... انسانیت
بڑی تیزی سے..... خودکشی کی طرف بڑھ رہی ہے..... اور راہ ہدایت پر گامزن لوگوں
کو..... احساس کمتری میں ..... مبتلا کرنے کیلئے..... اکیسویں صدی کا راگ الاپا جا رہا
ہے..... الحمدللہ ان مسلمانوں کیلئے..... جو اسلام پر قائم ہیں ..... ہر دن ترقی کا دن
ہے..... اور ہر صدی راحت کی صدی ہے..... فکر ان لوگوں کو ہونی چاہیے..... جو ہر
پانچویں دن..... نیا ناچ ناچتے ہیں..... اور نئے فیشن کی غلامی اختیار کرتے ہیں..... کسی

انگریز کی پینٹ پھٹ جائے..... تو انہیں بھی پھاڑنی پڑتی ہے اگر ان کی پینٹ تنگ ہو
تو..... انہیں بھی چست پینٹیں سلوانی پڑتی ہیں..... پھر اچانک ان کی پیٹ میں گیس بھر
جاتی ہے تو..... یہاں بھی بیگی کا رواج..... چل پڑتا ہے..... انٹرنیٹ جیسا ذریعہ اطلاع
موجود ہے..... جو ہر دن نئے فیشن کی..... اطلاع دیتا ہے..... جب دن بدن..... فیشن
بدلتے ہیں..... تو اخراجات بھی بڑھتے ہیں..... اپنے ملکوں کی روزی سے..... یہ سب
تقاضے پورے نہیں ہوتے تو..... ہمیں..... یورپ ترقی یافتہ نظر آتا ہے..... حالانکہ
پاکستان میں ایسے گھرانے موجود ہیں..... جو تھوڑے سے خرچ میں..... بڑی عزت کے
ساتھ گزر اوقات کرتے ہیں..... میں نے..... شارجہ میں ..... ایک شخص دیکھا..... جو
اب تک بجلی پنکھا تک استعمال نہیں کرتا..... اور پرانے طرز کی..... شاہانہ زندگی
گزارتا ہے..... اور اس کے پورے مہینے کا خرچہ سو دو سو روپے میں ہو جاتا
ہے..... لیکن اکیسویں صدی کے خوف نے ہمیں بھکاری بنا دیا ہے..... ہم انگریزوں
کے نقش قدم پر چلنے کیلئے..... اور ہندوؤں کی رسمیں پوری کرنے کیلئے..... در در کی
ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں..... کیا..... دو خاندان..... آپس میں بات چیت کر کے.....
شریعت کے مطابق شادی نہیں کر سکتے.....؟ اس طرح کی شادی میں..... زیادہ سے
زیادہ..... دو چار ہزار روپے..... خرچ ہوں گے..... بلکہ اس سے بھی کم..... کیا میاں
بیوی..... اپنے گھر میں..... سادگی کا نظام نافذ نہیں کر سکتے.....؟ کیا ہم..... کپڑوں کے
بارے میں..... اپنی تہذیب کے اندر رہ کر..... سکون حاصل نہیں کر سکتے؟..... یہ سب
کچھ ہو سکتا ہے..... لیکن ڈر ان..... لفافوں..... اور غباروں کا ہے..... جن میں
انگریزوں..... اور امریکیوں کی ہوا بھری ہے..... اور دن رات اپنے برے..... اور
گندے اثرات پھیلاتے رہتے ہیں..... اور اپنی لمبی زبانوں سے..... ان لوگوں کا دائرہ
زندگی تنگ کر دیتے ہیں..... جو خود اعتمادی..... اور سادگی کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں.....
یہی لوگ..... معاشی بحران کے ذمے دار ہیں..... اور یہی لوگ قوم کے مجرم ہیں..... اب
تو یہ لوگ کپڑوں کے ساتھ ساتھ..... ہر پانچ سال میں..... خاوند..... اور ہر دو سال

میں..... بیوی بدلنے جیسی باتیں تک کر رہے ہیں..... اللہ تعالیٰ..... ان کے شر سے.....
امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے..... اکیسویں صدی کے نام سے..... ایک اور شوشہ بھی
چھوڑا گیا ہے..... اور وہ ہے..... سی ٹی بی ٹی..... یعنی ایٹمی دھماکوں پر..... پابندی کا..... عالمی
معاہدہ..... یہ تو آپ جانتے ہیں کہ..... دنیا کے پانچ ممالک کے پاس..... باقاعدہ ایٹمی
طاقت..... اعلانیہ طور پر موجود ہے..... اور یہی پانچوں ممالک..... یعنی..... امریکا.....
روس..... چین..... برطانیہ..... اور فرانس..... اقوام متحدہ کی ویٹو پاور ہیں..... ابھی حال ہی
میں ..... فرانس..... اور چین نے..... پوری دنیا کے شور مچانے کے باوجود..... ایٹمی
دھماکے کیے..... لیکن کسی نے..... ان کے ساتھ تجارت پر..... پابندی کا اعلان نہیں
کیا..... دنیا میں..... امریکا وہ واحد ملک ہے..... جس نے عملی طور پر..... اس انسانیت
کش ہتھیار کا استعمال کیا..... اور آج سے اکیاون سال پہلے..... اگست کے مہینے میں.....
جاپان کے دو شہروں..... ناگاساکی..... اور ہیروشیما پر..... امریکا نے..... ایٹم بم گرائے.....
اور لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا..... اور اب تک..... اس ظلم کی
معافی تک نہیں مانگی..... یہ پانچوں ممالک چاہتے ہیں کہ..... دنیا پر ان کی بالا دستی
رہے..... اور کوئی ملک ان کے سامنے ..... پر مارنے کی جرات نہ کر سکے..... چنانچہ
انہوں نے..... سی ٹی بی ٹی کے نام سے..... ایک معاہدہ..... دنیا کے سامنے پیش کیا
ہے..... دنیا کے اکثر ممالک..... جو اب امریکی تہذیب..... اور طاقت کے سامنے ہتھیار
ڈال چکے ہیں.....اور صرف معاشی طور پر..... ترقی کے خواہاں میں..... اس معاہدے پر
دستخط کیلئے تیار ہیں..... لیکن چند سوالات ایسے ہیں..... جن کا جواب کسی کے پاس
نہیں ہے :

(۱) اگر ایٹمی ہتھیار بنانا..... انسانیت کے خلاف ہے..... تو ان پانچ ملکوں نے یہ
ہتھیار کیوں بنائے؟ (۲) جو مجبوری ان پانچ ملکوں کے ہتھیار بنانے کی ہے..... وہ
اور ملکوں کو بھی ہو سکتی ہے..... ایسے وقت میں..... ان ممالک کو..... ہتھیار بنانے سے
روکنا..... ان کی آزادی کے خلاف نہیں ہے؟ (۳) اگر بعض ممالک کے ایٹمی

ہتھیار بنانے میں یہ خطرہ ہے کہ..... وہ ان ہتھیاروں کو اپنے دشمن ملکوں کے خلاف
استعمال کریں گے..... تو یہ خطرہ ان پانچوں ملکوں کے بارے میں بھی موجود ہے.....
امریکا کی عراق..... ایران..... سوڈان..... لیبیا..... شمالی کوریا..... اور کیوبا وغیرہ سے شدید
دشمنی ہے.....چین کی..... تائیوان..... اور امریکا کے ساتھ..... مخاصمت ہے.....اور چین
کی بھارت کے ساتھ جنگ بھی ہو چکی ہے..... اسی طرح دیگر ایٹمی طاقتوں کی بھی.....
مختلف ممالک سے دشمنیاں ہیں..... اور اسلام پر عمل کرنے والے مسلمانوں سے تو.....
ان سب کی دشمنی ہے..... پھر سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ..... امریکا ایک مرتبہ ایٹم
بم..... استعمال کر کے..... اپنی بزدلی..... اور اپنے بے قابو جنونی غصّے کا..... مظاہرہ کر بھی
چکا ہے..... اب کیا ضمانت ہے کہ..... وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا؟..... اگر وہ کر بھی
لے..... تو اسے کون جواب دے گا؟

ان سوالات کی موجودگی میں..... پاکستان کیلئے..... کسی طرح بھی..... اس یکطرفہ.....
اور ظالمانہ معاہدے پر دستخط کا جواز نہیں بنتا..... جبکہ حالت یہ ہے کہ..... پوری
اسلامی دنیا کے پاس..... اعلانیہ طور پر یہ طاقت موجود نہیں ہے..... اور اس معاہدے
کا..... سب سے اہم مقصد بھی یہی ہے کہ..... مسلمانوں کو مفلوج کیا جائے..... اور ایسی
پیش بندی کر دی جائے کہ..... مسلمان پھر کبھی..... سر نہ اٹھا سکیں..... ضرورت تو اس
بات کی ہے اب یا تو..... تمام ممالک..... اس مہلک..... اسلحہ کو..... فوری طور پر ضائع کر
دیں..... اور آئندہ کوئی ملک..... یہ ہتھیار نہ بنائے..... لیکن اگر ایسا نہیں ہوتا..... تو پھر
اسلامی ملکوں کو چاہئے کہ..... اس میدان میں..... خوب ترقی کریں..... اور اپنے مال و
اسباب کو استعمال کر کے..... روس جیسے معاشی بحران کے شکار ملک سے..... ایٹمی
ٹیکنالوجی..... خریدیں اور امریکا سے زیادہ مہلک..... ہتھیار تیار کریں..... جو کچھ بھی
ہو..... یہ بات تو ظاہر ہے کہ..... ان حالات میں..... اگر پاکستانی حکمرانوں نے..... اس
معاہدے پر دستخط کر دیئے..... تو یہ ان کی..... ایک سنگین غلطی..... اور ملک و قوم کے
ساتھ..... ایک بھیانک..... ظلم ہوگا۔

تم لاوارث نہیں

تاریخ کے جھروکوں میں..... ماضی کی ان گنت تصویریں..... نظر آتی ہیں..... ان
میں سے بعض تصویریں دھندلی ہیں..... جبکہ کچھ دوسری..... بے حد صاف ہیں'
شفاف ہیں..... آج جب حال..... ماضی کے..... ان آئینہ نما مناظر میں..... اپنا چہرہ دیکھتا
ہے تو..... وہ شرما کر رہ جاتا ہے..... یہ دیکھئے..... یہ حال کی..... ایک تصویر ہے.....
جموں شہر میں..... دریائے توی کے کنارے..... مہاراجہ ہری سنگھ کے..... بدترین دور
کی..... ایک بوسیدہ عمارت ہے..... اس عمارت کے..... ایک کمرے میں کچھ افراد.....
زنجیروں میں جکڑے ہوئے..... اپنے نمبر کا انتظار کر رہے ہیں..... جبکہ ایک دوسرے
کمرے میں..... آٹھ دس مشرک..... ایک بوڑھے مسلمان کے گرد جمع ہیں..... اس
بزرگ کے جسم کے کپڑے..... کمرے کے ایک کونے میں..... پڑے ہیں..... اور وہ
بے چارہ..... شرم سے نگاہیں جھکا کر..... تھر تھر کانپ رہا ہے..... مشرک کبھی اسے.....
مکوں پر لیتے ہیں تو..... کبھی لاتیں مارتے ہیں..... وہ بے چارہ..... کبھی اِدھر گرتا ہے
کبھی اُدھر..... پھر ایک مشرک کا ناپاک ہاتھ..... اس کی سفید ڈاڑھی..... کی طرف
بڑھتا ہے..... ہاں وہ سفید ڈاڑھی..... جس کا تحفظ مسلمانوں پر فرض تھا..... وہ سفید
ڈاڑھی..... جس سے اللہ تعالیٰ کو..... حیا آتی ہے مگر..... یہ حال کی تصویر ہے.....
مشرک کا ہاتھ..... مسلمان بزرگ کی ڈاڑھی..... نوچتا ہے..... سفید بال..... ہاتھ میں
آجاتے ہیں..... بوڑھے کی آہیں..... چیخیں..... اور سسکیاں..... ساتھ والے کمرے
میں بیٹھے..... زنجیروں میں بند..... بے بس نوجوان..... سن رہے ہیں..... اور اپنے سر
..... ٹانگوں میں چھپا کر رو رہے ہیں..... مشرک کی پیاس نہیں بجھتی..... وہ اس مسلمان
بزرگ..... کے نازک مقامات پر..... تار باندھ کر کرنٹ دیتا ہے..... بوڑھا..... مچھلی کی
طرح تڑپتا ہے..... اس کی زبان سے..... اللہ اللہ کی..... صدائیں نکلتی ہیں..... پھر اس
بوڑھے کے..... دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر..... اسے چھت کے ساتھ..... بندھے رہے

سے لٹکا دیا جاتا ہے..... سارے مشرک ہاتھوں میں..... چھریاں لے کر..... اس مُسلمان
بزرگ کے جسم پر..... داغ بناتے ہیں..... ایک دو نہیں..... درجنوں کالے سرخ داغ
..... کرب ناک چیخیں..... ہلکی پڑ جاتی ہیں..... بوڑھے جسم سے بہنے والا پسینہ اور خون
..... زمین کو تر کردیتا ہے..... بوڑھا بے ہوش ہوگیا..... اسے اٹھا کر..... ساتھ والے
کمرے میں ڈال کر..... دوسرے شکار کو..... کمرے کی طرف لے جایا جارہا ہے.....
اسے معلوم ہے..... تھوڑی دیر بعد..... اس پر کیا بیتنے والا ہے.....؟ وہ جلدی جلدی،
اللہ کا ذکر کرتا ہے..... اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر..... درود بھیجتا ہے.....
کیونکہ اسے معلوم ہے کہ..... تھوڑی دیر بعد..... وہ کپڑوں اور پردے سے محروم
کردیا جائے گا..... تب اس حالت میں..... اللہ اور اس کے رسول کا نام..... زبان سے
نہیں لے سکے گا..... یہ ایک چھوٹی سی تصویر ہے..... آج اس سے بہت زیادہ بھیانک
..... تصویریں..... ہر طرف بکھری پڑی ہیں.....

اب ذرا..... ماضی کی طرف..... نظر ڈالتے ہیں..... روم کا پرشوکت دربار ہے.....
قیصر روم اپنے تخت پر بیٹھا ہے..... وزراء اور سپہ سالار..... ہاتھ باندھے کھڑے ہیں
..... دربار میں..... ایک مُسلمان قیدی پیش کیا جاتا ہے..... اس مُسلمان کو یہ معلوم ہے
کہ..... وہ اگرچہ قیدی ہے..... مگر وہ ایک عظیم اور غیرت مند..... قوم کا فرد ہے.....
ایسی قوم کا..... جو اپنے ایک ایک فرد..... کی اہمیت کو جانتی ہے..... چنانچہ اس قیدی
نے..... قسطنطنیہ کے تخت پر بیٹھے..... رومی بادشاہ کی ہربات کا..... نہایت کھرا جواب دیا
..... اور گردن تان کر..... اپنا موقف بیان کیا..... اس کی زبان سے ایسے الفاظ بھی.....
بلا تکلف نکل گئے جو بظاہر..... قیصر روم کی بے ادبی سمجھے گئے..... چنانچہ ایک..... رومی
جرنیل نے..... آگے بڑھ کر اس مُسلمان کو..... ایک تھپڑ مار دیا..... اس مُسلمان.....
کے منہ سے آہ نکلی..... اور اس کی زبان سے..... یہ درد بھرے الفاظ نکلے..... : "اے
معاویہ (رضی اللہ عنہ)..... میرا اور آپ کا فیصلہ..... اللہ تعالیٰ کرے گا..... آپ ہمارے
امیر ہیں..... اور ہم ضائع ہورہے ہیں..... تاریخ میں لکھا ہے کہ..... مُسلمانوں کے

امیر..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک..... یہ الفاظ پہنچ گئے کیونکہ..... وہ نہ تو
مُسلمانوں سے غافل تھے..... اور نہ اپنے فرائض سے..... چنانچہ انہوں نے..... بیش
بہا فدیہ بھجوایا..... اور اس قیدی کو آزاد کرالیا..... اور اسی پر بس نہیں بلکہ..... اپنے
ایک مایہ ناز کمانڈر کو بلوا کر..... حکم دیا کہ..... مجھے وہ جرنیل یہاں دمشق میں چاہئے
..... جس نے اس مُسلمان کے چہرے کی..... بے حرمتی کی تھی..... چنانچہ..... ایک
مربوط پلان بنایا گیا..... خصوصی کشتی تیار کرائی گئی..... یہ کمانڈر کئی بیش بہا تحائف لے
کر..... قسطنطنیہ گئے..... اور بالآخر..... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تیار فرمودہ.....
حکمت عملی کامیاب ہوئی..... اور وہ مُسلمان سپہ سالار..... اس رومی جرنیل کو باندھ کر
..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس..... لانے میں کامیاب ہوگئے..... حضرت
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے..... کھلے دربار میں اس مُسلمان..... (سابق قیدی) کو حکم
دیا کہ..... جس طرح اس جرنیل نے..... تھپڑ مارا تھا..... اسی طرح تم بھی اسے مارو
..... اور یاد رکھو..... اس سے زیادہ نہیں مارنا..... تاریخ نے وہ لمحہ..... محفوظ کرلیا جس
میں..... مُسلمانوں کے امیر برحق نے..... ایک مُسلمان چہرے کی..... حرمت..... عزت
..... اور مقام پوری دنیا کو..... دکھایا..... اور یہ ثابت کردیا کہ..... یہ چہرے..... کافروں
کے ہاتھوں..... مارے جانے کیلئے نہیں ہیں..... رومی کے چہرے پر تھپڑ لگا.....
مُسلمانوں کے دلوں کو سکون ملا..... اسلامی غیرت اور عزت..... دنیا بھر پر عیاں ہوگئی
..... بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے..... اس رومی جرنیل کو..... تحفے
تحائف دے کر..... واپس بھجوادیا اور رومی..... قیصر کے نام..... خط بھی دیا..... جس
میں یہ بھی لکھا کہ..... "اے روم کے فرمانروا!..... ہم لوگ اس بات کی طاقت رکھتے
ہیں کہ..... تمہارے محل میں..... تمہاری بغل میں بیٹھے ہوئے..... تمہارے طاقتور
جرنیل سے..... اپنے ایک مُسلمان کا قصاص لیں..... بدلہ لیں....." یہ خط رومی
فرمانروا نے..... پڑھا اور خوف سے کانپنے لگا.....

یہ ہے..... ماضی کی ایک ادنیٰ تصویر..... ورنہ ماضی میں..... ایسی خوبصورت

تصویریں ..... ہر طرف بکھری پڑی ہیں ..... کس کس تصویر کو دیکھیں .....؟ غزوہ بدر میں ..... ان ستر مشرکوں کی ..... لاشیں ..... جن کے ہاتھ ..... مُسلمانوں کو ایذاء ..... پہنچانے کے مجرم تھے ..... چنانچہ ..... کاٹ دیئے گئے ..... اور جب بعض کو چھوڑ دیا گیا ..... تو قرآن مجید میں ..... وعید نازل ہوگئی ..... حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ..... ہاتھوں ..... امیہ بن خلف کی ہلاکت ..... اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جھوم جھوم کر مبارکباد ..... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ..... کے خون کی خاطر..... چودہ سو مقدس ہاتھوں کی ..... کائنات کے سب سے مقدس ہاتھ پر..... موت کی بیعت ..... اور ان ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ.....

ایک ایک ..... مُسلمان قیدی کی خاطر..... لڑی جانے والے خوفناک جنگیں ..... اور ایک ایک مُسلمان ..... خاتون قیدی کی پکار پر..... اسی اسی ہزار کے لشکر جرار ..... اور پھر..... قیدی بنانے والوں کی ..... تڑپتی لاشیں اور جلتی بستیاں ..... محمد بن قاسم کے لشکر ..... اور معتصم باللہ کی یلغار ..... یہ ماضی کی ..... وہ ان مٹ تصویریں ہیں ..... جنہیں آج کا ..... شرمندہ حال ..... دیکھ بھی نہیں سکتا ..... کیونکہ اب بات ..... ایک تھپڑ کی نہیں ..... بلکہ اب تو ..... ڈاڑھیاں نوچی جارہی ہیں ..... اور پاکیزہ چہروں کو ..... آگ اور لوہے سے داغا جارہا ہے ..... ایک دو چہرے نہیں ..... ہزاروں چہرے ..... کشمیر میں ..... فلسطین میں ..... چین میں ..... سربیا میں ..... یورپ اور امریکا میں .....

مگر کہاں گئے ..... ان چہروں کے محافظ .....؟ کہاں ہیں ..... حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ..... معتصم باللہ ..... محمد بن قاسمؒ ..... اور دوسرے غیرت مند حکام .....؟ کل ایک بیٹی کی بات تھی ..... مگر آج ان گنت بیٹیاں ..... صرف چادر سے نہیں ..... عصمت سے محروم ہوکر..... موت مانگ رہی ہیں ..... وہ زمین سے فریاد کرتی ہیں کہ ..... اے زمین تو پھٹ جا ..... تاکہ تیرے دامن میں ..... ہمیں ذلت سے نجات ملے ..... ممکن ہے ان کی ..... دردناک فریاد سے ..... زمین پھٹ جائے مگر مُسلمان کا دل ..... غفلت سے بیدار نہیں ہوتا ..... اسلام نے جہاد میں ..... قید ہونے والے افراد ..... کو

آزاد کرانے کیلئے ..... کس قدر تاکید ہے ..... احکام جاری فرمائے ہیں ..... مگر کون ان احکام کو پڑھے .....؟ کون سمجھے .....؟ کون عمل کرے .....؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ... فکوا العانی (بخاری : ص۴۲۸ ج۱) یعنی قیدیوں کو چھڑاؤ ..... حضرت امام قرطبی..... اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ..... مُسلمان قیدیوں کا چھڑانا ..... مُسلمانوں پر ..... فرض ہے ..... چاہے وہ لڑکر چھڑائیں ..... یا مال دیکر چھڑائیں ..... حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ..... فرماتے ہیں کہ اگر ..... قیدیوں کے چھڑانے کیلئے ..... سب مُسلمانوں کو نکلنا پڑے تو سب ..... نکل کھڑے ہوں ..... اور کوئی آنکھ اس وقت تک ..... آرام نہ کرے ..... جب تک ان قیدیوں کو ..... نہ چھڑالیا جائے ..... اور اگر تمام مُسلمانوں کو ..... اپنا سارا مال دے کر ..... قیدی چھڑانے پڑیں ..... اور مُسلمانوں کے پاس ..... ایک درھم بھی باقی نہ بچے تب بھی ..... قیدی چھڑانے سے ..... دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ (احکام القرآن لابن العربی بحوالہ مشارع الاشواق ص : ۸۳۱ ج۲) امام طبرانی نے ..... اوسط میں ..... سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... ارشاد فرمایا ..... جو شخص کسی قیدی کو ..... فدیہ دے کر چھڑائے گا..... تو وہ قیدی ..... میں ہوں ..... یعنی گویا کہ اس نے مجھے چھڑایا ..... (مشارع الاشواق : ص۸۳۱ ج۲) امیرالمؤمنین ..... حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ..... ارشاد فرماتے ہیں کہ ..... میرے نزدیک ..... ایک مُسلمان قیدی کو ..... مشرکوں سے آزاد کرانا..... پورے جزیرۃ العرب سے ..... زیادہ محبوب ہے.....

(مشارع الاشواق ص۸۳۱ ج۲)

حضرات فقہاء کرام نے ..... اس بات کی ..... تصریح کی ہے کہ ..... اگر کفار اور مشرکین ..... کسی مُسلمان کو ..... قید کرلیں ..... تو یہ ایسا ہے جیسے ..... انہوں نے ..... مُسلمانوں کے ملک پر حملہ کردیا ..... یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ..... ایک مُسلمان کی عزت ..... اللہ تعالیٰ کے ہاں کعبۃ اللہ سے بڑھ کر ہے اور ..... اس کی حرمت ..... کعبہ کی حرمت سے بڑھ کر ہے..... (ترمذی : ص۲۳ ج۲)

تو کیا کعبۃ اللہ کو ..... بے حرمتی کیلئے ..... کفار و مشرکین کے ہاتھوں میں ..... چھوڑا جاسکتا ہے .....؟ ہرگز نہیں ..... ہرگز نہیں ..... تو جب کعبہ کی کفار و مشرکین ..... کے ہاتھوں بے حرمتی اور بے عزتی ..... برداشت نہیں کی جاسکتی ..... تو ..... ایک مسلمان کی ..... بے عزتی ..... اور بے حرمتی مشرکوں کے ہاتھوں ..... کس طرح سے برداشت کی جاسکتی ہے .....؟ یہ نکتہ ..... صرف وہی مسلمان سمجھتے ہیں ..... جن کو اسلام کی سمجھ ہے ..... اور مسلمان کا مقام معلوم ہے ..... ان مسلمان قیدیوں کی ..... رہائی کو اس لئے فرض قرار دیا گیا ..... تاکہ ..... پوری امت مسلمہ محفوظ ہوجائے ..... اور مسلمانوں کی ..... عزت اور مقام ..... کفار کو معلوم ہوجائے ..... یقیناً پوری قوم کی قیمت ..... اس کے ایک ایک فرد کی ..... قیمت سے پہچانی جاتی ہے ..... مسلمان قیدی کوئی معمولی ..... انسان نہیں ..... بلکہ وہ بھی امت مسلمہ کا ..... ایک معزز فرد ہے ..... اور اس کا مقام یہ ہے کہ ..... اللہ تعالیٰ نے ..... اس کی آہ و پکار کو ..... قرآن کی آیت بنا دیا ہے ..... اور اس کی آہ و پکار کا حوالہ دے کر ..... مسلمانوں کو ..... قتال کی ترغیب دی ہے ..... ترجمہ ..... ”اور تمہارے پاس کیا عذر ہے (تمہیں کیا ہوگیا ہے) کہ تم نہیں لڑتے اللہ کے راستے میں ان کمزوروں (مظلوموں) کی خاطر جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور کچھ بچے ہیں جو دعا کر رہے ہیں کہ ہمارے پروردگار! ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کیجئے اور ہمارے لئے بھیج دیجئے اپنے پاس سے کوئی مددگار“ (سورہ نساء : ۷۵)

ماضی کے مسلمانوں نے ..... قرآن مجید کی اس دعوت کو ..... اور مظلوموں کی ..... پکار کو سنا ..... اور وہ اس دعوت کے پیچھے ..... چھپی اس حکمت کو سمجھ گئے ..... چنانچہ آج تاریخ میں ..... ان بڑی بڑی جنگوں کا مفصل تذکرہ ہے ..... جو مسلمان مجاہدین نے ..... اپنے مجاہد ساتھیوں کو ..... دشمن کی قید سے ..... چھڑانے کیلئے لڑیں اور تاریخ ..... میں ان مسلمان امراء کے نام ..... سنہری الفاظ سے مذکور ہیں ..... جنہوں نے صرف .....

ایک ایک قیدی مرد ..... یا عورت کیلئے ..... اپنے اوپر آرام کو ..... حرام کرلیا تھا ..... اور اس وقت تک ..... چین سے نہیں بیٹھے جب تک ..... کعبہ سے زیادہ مقدس حرمت کی ..... حفاظت نہیں کرلی ..... اور بے حرمتی کا ..... بدلہ نہیں لے لیا ..... چنانچہ انہیں حالات کی وجہ سے ..... کفار کسی بھی مسلمان ..... کو قیدی بنانے سے پہلے ..... ہزار بار سوچتے تھے ..... اور اسے ایذا پہنچانے سے پہلے ..... خود اپنے انجام سے ..... خوفزدہ ہوجایا کرتے تھے ..... انہیں معلوم تھا کہ ..... یہ افراد لاوارث نہیں ہیں اس امت کے افراد ہیں ..... جن کے ہاں ایک ایک فرد ..... کی عزت کی خاطر ..... جانوں کو نچھاور کردینا ..... معمولی بات ہے ..... مگر آج مسلمانوں نے ..... اس قرآنی دعوت کو نہیں سمجھا ..... اور نہ اس آہ کو ..... سنا ہے جو انہیں قرآن مجید ..... سنانا چاہتا ہے ..... چنانچہ آج ہزاروں جوانیاں ..... جیل کی کال کوٹھڑیوں میں ..... سسک رہی ہیں ..... ہزاروں جذبے ..... مرجھا رہے ہیں ..... ایمانی جذبات آہستہ آہستہ ..... دم توڑ رہے ہیں ..... ان قیدیوں کو ..... چونکہ ..... لاوارث سمجھ لیا گیا ہے ..... اس لئے دنیا کا ..... ہر ستم ..... بلا دھڑک ..... ان پر آزمایا جاتا ہے ..... تشدد کے نت نئے طریقے ..... ان پر آزمائے جاتے ہیں ..... کالی ڈاڑھیاں ..... سفید ہورہی ہیں۔

فولاد سے مضبوط حوصلے ..... ہتھکڑی اور بیڑی کے زنگ کے نیچے ..... سسک سسک کر ..... دم توڑ رہے ہیں ..... جو سال بھر کی ..... بچیاں چھوڑ کر آئے تھے ..... ان کی بچیاں اب جوانی کو ..... دستک دے کر ..... اپنے اس باپ کی کمر کو ..... توڑ رہی ہیں ..... جو کل تک ..... خود بہنوں کا محافظ تھا ..... جیلوں، قید خانوں ..... اور عقوبت خانوں میں ..... ایمان کش جراثیم پھیلا کر ..... ان فولاد صفت مجاہدین کو ..... تباہ کرنے کی ..... کوششیں کی جارہی ہیں ..... تاکہ ..... یہ نہ دنیا کے رہیں ..... نہ آخرت کے ..... یہ قیدی آخر کون ہیں؟ ..... یہ کس نبی کا کلمہ پڑھتے ہیں .....؟ ان کا تعلق کس امت سے ہے؟ ..... یقیناً کسی کو ..... یہ سوچنے کی فرصت نہیں ہے!!

کوئی حکومت ..... انہیں اپنا شہری ماننے کیلئے تیار نہیں ہے ..... بلکہ ہر کوئی ان

سے ..... اظہار براءت کرتا ہے ..... تنظیمیں ..... اور ان کے ذمے دار ..... ان کو بھلا چکے ہیں ..... کیونکہ یہ لوگ ان کیلئے ..... اب عضو معطل بن چکے ہیں ..... ایسے وقت میں یہ قیدی ..... سوائے آسمان کے اور کس طرف دیکھیں ..... اگر دنیا انہیں ..... لاوارث کا طعنہ دیتی ہے تو..... وہ کیا جواب دیں ..... اس میں شک نہیں کہ ..... یہ ایک دردناک پہلو ہے ..... اور بعض بلکہ اکثر قیدیوں نے ..... اس پہلو پر سوچنا ..... شروع کردیا ہے ..... وہ ماریں کھا رہے ہیں ..... اور اندر اندر سے گھل رہے ہیں ..... انہیں ہر سو اندھیرا ..... نظر آرہا ہے۔اور اب وہ ..... راتوں کو ..... افسوس بھری آہیں ..... جی ہاں! سرد آہیں بھرتے نظر آتے ہیں ..... حالانکہ یہ سب کچھ ..... ان کیلئے خطرناک ہے ..... کاش! کوئی آگے بڑھے ..... فاصلے توڑے ..... اور ان قیدیوں کے سر پر ہاتھ رکھ کر ..... انہیں تسلی دے کہ گھبرانے ..... اور مایوس ہونے کی ..... کوئی ضرورت نہیں ہے ..... ”اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو‘ بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا امید ہوتے ہیں جو کافر ہوں“۔(سورہ یوسف : ۸۷)

کاش! کوئی ہمت کرے ..... اور مشرق سے مغرب ..... اور شمال سے جنوب تک ..... دنیا بھر کے عقوبت خانوں میں بند ..... ان عظیم مجاہدین کو یہ پیغام پہنچادے کہ ..... تم مایوس نہ ہو ..... مایوس تو تمہارے دشمن کو ہونا چاہئے ..... تمہیں تو شکر ادا کرنا چاہئے کہ ..... تم مسلسل اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو ..... اور گھر لوٹنے تک ..... اللہ تعالیٰ تمہارا ضامن ہے۔

اے اسلام کے محافظو!! ..... ان جیلوں اور تشدد خانوں کو ..... نیا نہ سمجھو ..... تمہارے آقا ..... ہمارے حضرت محمد مصطفیٰ ..... احمد مجتبیٰ ..... صلی اللہ علیہ وسلم نے ..... مکہ کے عقوبت خانوں میں ..... کون سا تشدد نہیں سہا ..... اے ماریں کھا کر ..... چیخنے پر مجبور نوجوانو! ..... وہ سامنے ..... بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو دیکھو ..... جس کے سینے پر پتھر ہے ..... اور نیچے آگ کی طرح گرم ریت ..... وہ دیکھو ..... صہیب رومی کی کمر ..... انگاروں پر جل رہی ہے ..... چربی پگھل رہی ہے ..... وہ دیکھو ..... تمہاری اماں ..... عظیم

صحابیہ ..... زنیرہ رضی اللہ عنہا کی ..... آنکھیں ..... نکالی جارہی ہیں ..... اور اماں سمیہ رضی اللہ عنہا کے ..... ٹکڑے ہو رہے ہیں ..... وہ سب کچھ ..... مسکرا مسکرا کر سہہ رہی ہیں ..... تم بھی ان سے ..... تھوڑی سی ..... سکون بھری مسکراہٹ سیکھ لو ..... وہ ذرا طائف کی طرف ..... نظریں اٹھا کر دیکھو ..... پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے بدن سے لہو بہہ رہا ہے ..... جوتوں میں جمع ہو رہا ہے ..... ارے شمع نبوت کے عاشقو! جب تمہیں بھی کوئی کنکر لگے تو..... طائف کے پتھر یاد کرلیا کرو ؎

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادی طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

تم کیوں ..... لوگوں کی طرف ..... نظریں لگائے بیٹھے ہو ..... ؟ توبہ کرو ..... استغفار کرو ..... تم راہ خدا کے مسافر ..... اور اللہ تعالیٰ کے مہمان ..... اور راہ عشق کے معتکف ہو ..... تمہیں کیا ضرورت ہے انسانوں کی ..... ؟ اگر تمہیں ..... دنیا کی حکومتیں ..... تسلیم نہیں کرتیں تو نہ کریں ..... تم ان حکومتوں پر تھوک دو ..... تم تو ..... اللہ کے مجاہد ہو ..... تمہارا نام آسمانوں پر ..... جنت کے محلات پر اور ..... حوروں کے دلوں میں لکھا ہوا ہے ..... تمہیں کیا ضرورت ہے کہ ..... حکومتی فائلوں میں ..... تمہارا نام آئے ..... ؟ خدارا! ..... عظیم ہو کر ..... چھوٹی باتیں مت کرو ..... یہ جیل خانے ..... وہ بھٹیاں ہیں ..... جہاں سے ..... تم نے کندن بن کر نکلنا ہے ..... تم اپنے آپ کو ضائع مت کرو ..... اور حالات کے حوالے نہ کرو ..... یہ سچ ہے کہ تم پر سخت آزمائش ہے ..... لیکن یہ قبر کے عذاب ..... اور آخرت کی رسوائی سے زیادہ سخت نہیں ..... اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اس آزمائش کے بدلے ..... قبر کی راحت ..... اور آخرت کی عزت دے دے ..... تو کیا یہ سودا سستا نہیں ہے ..... ؟ اپنی رہائی کی خاطر ..... انسانوں سے بھیک نہ مانگو ..... انسان تمہیں کچھ نہیں دے سکتے ..... رہائی کا وقت مقرر ہے ..... جس طرح قید اچانک آئی ہے ..... اگر رہائی مقدر ہوئی تو ..... وہ بھی تمہارے پاؤں چاٹ کر ..... آئے گی اور اگر نہ آئی تو ..... کون سی محرومی ہے ..... ؟ اگر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ..... جنازہ جیل

سے ..... اٹھ سکتا ہے تو ..... تم اس سعادت کی تمنا ..... کیوں نہیں رکھتے ہو ..... ؟ کیا تم بھول گئے کہ ..... تم جہاد میں نکلے تھے ..... اور جہاد کی موت ..... کس قدر عظیم نعمت ہے ..... ؟ یہ موت ..... خود ایک رہائی ہوگی ..... اور تم یعنی تمہاری روح ..... ان اونچی دیواروں ..... لوہے کی سلاخوں ..... بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے ..... مسکراتی ہوئی آزاد ہوجائے گی ..... دشمن دیکھتے رہ جائیں گے ..... اور تم اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کرجاؤ گے ..... یہ موت بظاہر ..... بے کفن بے دفن ..... محرومی والی موت نظر آرہی ہے ..... لیکن یقین جانو ..... یہ عاشقوں والی موت ہے ..... عاشقوں کے جنازے ایسے ہی ہوتے ہیں ..... اور اس میں جو لطف ہے ..... وہ اس موت میں کہاں ..... جس میں بظاہر کفن دفن کا معقول انتظام نظر آتا ہے.....

اے اللہ کے پیارو !! ..... اللہ تعالیٰ کو تم اچھے لگے ..... اس نے تمہیں اپنے راستے میں روک لیا ..... اس نے تمہیں موقع دیا کہ ..... تم خوب استغفار کرلو ..... اپنی کمی کوتاہیوں کو مکمل کرلو ..... اپنی ظاہری باطنی ..... تعمیر کرلو ..... مگر تم ..... احساس محرومی میں پڑ کر خود کو ..... ضائع کرنے پر تلے ہو ..... یاد رکھو ..... ! تم اپنے آپ کو لاوارث مت سمجھو ..... اللہ تمہارا وارث ہے ..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پڑھو اور خوشیاں مناؤ ..... جس میں آپ نے ..... واضح ارشاد فرمایا کہ .....

"جس کا کوئی وارث نہیں ..... اللہ اور اس کا رسول ..... اس کے وارث ہیں"

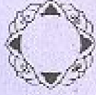
(ترمذی : ص ۳۰ ج ۲)

اگر تمہیں ..... اللہ کے راستے کی قید ..... کی سعادت کا ..... اندازہ لگانا ہو تو ..... عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ..... اس خط کے ہر لفظ کو غور سے پڑھو ..... جو انہوں نے ..... روم میں قید ..... کچھ مسلمانوں کے نام لکھا تھا.....

"امابعد ..... معاذ اللہ تم لوگ خود کو قیدی شمار کر رہے ہو' ایسا نہیں بلکہ تم تو اللہ کے راستے میں روکے ہوئے افراد ہو' خوب جان لو کہ میں جب بھی اپنی رعایا میں کچھ تقسیم کرتا ہوں۔ تو تمہارے گھر والوں کو دیگر افراد سے زیادہ اور اچھا حصہ دیتا

ہوں میں نے تمہارے پاس اخراجات کے لئے فلاں بن فلاں کے ہاتھ کچھ رقم (خرچ کیلئے) بھیجی ہے۔ اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ ظالم رومی راستے میں روک لیں گے تو میں تمہارے پاس اور زیادہ بھیجتا۔ باقی میں نے فلاں بن فلاں کو مال دے کر بھیج دیا ہے تاکہ وہ تم میں سے ہر فرد کا فدیہ دے کر تمہیں قید سے چھڑالے پس تمہارے لئے خوشخبری ہے پھر سن لو تمہارے لئے خوشخبری ہے۔" والسلام

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و أصحابہ أجمعین.



خانقاہی نظام اور اسے لاحق خطرات

جو مُسلمان کسی صاحب نسبت بزرگ سے بیعت کرلیتے ہیں' پھر ان بزرگوں کے بتائے ہوئے عقیدے کو اپناتے ہیں اور ان کے بتائے ہوئے معمولات کو حرز جان بنالیتے ہیں اور اپنی زندگی ایمانی نور کی ان شمعوں کی روشنی میں گذارتے ہیں' وہ ہر طرح کے فتنوں سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ اس طرح کے خوش قسمت لوگ نہ تو مذہبی فرقہ واریت میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور نہ دو چار کتابیں پڑھ کر مجدد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' ان لوگوں پر انگریزی نظام تعلیم کی برائیاں بھی کھل جاتی ہیں' اس لئے اگر وہ انگریزی تعلیم لیتے بھی ہیں تو اسے "تعلیم" نہیں محض "فن" سمجھتے ہیں اور تعلیم صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے لیتے ہیں' اس طرح یہ لوگ لسانیت اور علاقائیت سے بالاتر ہوجاتے ہیں' کیونکہ جو شخص اللہ کی معرفت پالے وہ اللہ کے ماننے والے بندوں میں کسی طرح کی تفریق کا قائل نہیں ہوسکتا۔
جب بیعت اتنی مفید چیز ہے اور خانقاہوں سے یہ سب فائدے پہنچ رہے ہیں تو شیطان اور اس کے انسان نما ایجنٹ کس طرح سے یہ سب کچھ برداشت کرسکتے ہیں؟ چنانچہ دین خالص پر مبنی ان خانقاہوں کو تباہ کرنے کیلئے بھی وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے آزماتے ہیں' سب سے بڑا ہتھکنڈا جو انہوں نے آزمایا ہے اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے ہیں یہ ہے کہ عوام الناس کے قلوب سے تصوف اور اہل تصوف کی عقیدت و محبت نکال کر انہیں اہل اللہ اور اصلاح نفس کے مراکز (خانقاہوں) سے متنفر و بیزار کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض نام نہاد مُسلمان مفکرین اور بزعم خود دانش ور حضرات نے اس موضوع پر انتہائی زہریلی تحریریں لکھ کر اپنی عاقبت بھی خراب کی اور امت کے ایک بڑے طبقے کو سچے اللہ والوں کی محبت اور ان سے کسب فیض سے محروم کردیا۔ یہ نہایت مسموم اور خطرناک سازش تھی جس میں اسلامی انقلاب کے دعویدار بعض "مصلحین" اور "متجددین" نے غیروں سے

بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور اس سے مسلمانوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔
اس کے علاوہ خانقاہوں کے نظام اور اندرونی ماحول میں پائی جانے والی بعض باتیں ایسی ہیں جن سے اس بابرکت نظام کی افادیت کو خطرات لاحق ہیں اور جب تک ان کا سدباب نہ کیا جائے گا' دشمنوں کی مذکورہ بالا مذموم سازش کا توڑ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ خطرات یہ ہیں :

پہلا خطرہ :

پہلا خطرہ ہے خانقاہوں میں خلفاء بنی امیہ اور خلفاء بنی عباس کی طرح وراثتی نظام کا اجراء' یعنی باپ کے بعد ہر حال میں بیٹا ہی گدی نشین ہوگا' اگرچہ وہ گدی نشین تو درکنار گدھی نشین بننے کا اہل بھی نہ ہو۔ ظاہری طور پر یہ ایک معمولی سی بات ہے لیکن اس کے اندر بے شمار فتنے چھپے ہوئے ہیں۔ اس نظام کی وجہ سے لوگوں نے اب پیری کو ایک منصب اور عہدہ سمجھ لیا ہے جو کسی شخص کی ذاتی جاگیر ہوتا ہے اور مرنے کے بعد وراثت کے قانون کے مطابق یہ جاگیر اس کی اولاد کو منتقل ہوجاتی ہے حالانکہ پیری کوئی منصب یا عہدہ نہیں بلکہ ایک روحانی مقام ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل عام طور پر بے حد مجاہدے' محنت اور نفس کشی سے متوجہ ہوتا ہے اور اس میں ضروری نہیں ہے کہ اگر کسی شخص پر اللہ کا یہ فضل متوجہ ہوا تو اس کی اولاد بھی بغیر محنت اور نفس کشی کے اس کی اہل بن جائے گی۔ لہٰذا اگر اولاد بے راہ روی اختیار کرے تو اہل حق کو چاہئے کہ اپنی زندگیوں ہی میں ایسا انتظام فرمادیں کہ اس مقدس منصب کی بے حرمتی نہ ہو۔
پیری مریدی کا مقصد تو دنیا کی محبت سے دامن چھڑانا تھا مگر اب مال کی ریل پیل نے اسے ایک جاگیر بنادیا ہے چنانچہ اسی سوچ اور اسی نظام نے اب کئی بڑی بڑی خانقاہوں کو بے نور اور ویران کردیا ہے۔ نااہل صاحبزادے اپنے باپ کے مریدین کا مال بھی لوٹ رہے ہیں اور ان کا ایمان بھی تباہ کررہے ہیں۔ اس صورتحال پر جتنا

افسوس کیا جائے اتنا کم ہے۔ اہل حق سے گذارش ہے کہ وہ اپنی زندگیوں میں اس کے تدارک کی کوشش کریں اور اپنی اولاد کی اتنی عمدہ تربیت کریں کہ وہ اپنے بڑوں کی جگہ صحیح طرح سے سنبھال سکیں اور ان کی تربیت کی بدولت ان کی بددین اولاد ان کے دینی کام کو تباہ نہ کرسکے اور ان کے دینی انوارات کی تاجر نہ بن جائے۔ حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا اس بارے میں طرز عمل اہل حق کے لئے ایک روشن مثال ہے۔ کاش! سب دین کا کام کرنے والے اس روشنی سے فائدہ اٹھائیں۔

دوسرا خطرہ:

جو خانقاہوں کو درپیش ہے وہ ہے ان خانقاہوں میں آہستہ آہستہ بدعات اور رسمی چیزوں کا داخلہ۔ اوپر عرض کیا جاچکا ہے کہ کچھ لوگ عقیدے کے بدعتی نہیں ہوتے البتہ مزاج کے بدعتی ہوتے ہیں، ایسے لوگوں کا اگر خانقاہوں پر اثر بڑھ جائے تو ان میں برکات کی جگہ بدعات لے لیتی ہیں کیونکہ برکت اور بدعت دونوں جمع نہیں ہوسکتے، اسی طرح جوڑ کی نیت سے بعض بدعات کو قبول یا برداشت کرلینا بھی قطعاً مناسب نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اخلاص وللّٰہیت کی ان درسگاہوں کو بدعات اور غلط رسومات سے پاک رکھنے کیلئے خوب سختی کی جائے، کیونکہ اگر سختی نہ کی گئی تو ان مقدس خانقاہوں کا وجود خطرے میں پڑ جائے گا اور خانقاہیں صرف خوانقاہیں بن کر رہ جائیں گی۔

تیسرا خطرہ:

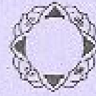
جو خانقاہوں کو لاحق ہے وہ ہے معیار کی گراوٹ اور احسان وسلوک کے مسلمہ اسلامی اصولوں سے انحراف۔

ہو یہ رہا ہے کہ بعض لوگ خانقاہی نظام کی افادیت سے متاثر ہوکر اسے ہر طریقہ اختیار کرکے بڑھانے کی کوشش کررہے ہیں، ان طریقوں میں سے ایک یہ ہے

کہ نااہل افراد کو جلدی خلافت دے دی جائے تاکہ دنیا میں پیروں کی تعداد بڑھے، اس طرح خوابوں اور خیالات کو بھی خوب استعمال کیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ سلسلہ بہت ہی خطرناک ہے، ایک نائی اپنی دکان کی کرسی اپنے کسی نئے اور کام سے ناواقف شاگرد کے حوالے نہیں کرتا جبکہ خلافت تو بہت اہم معاملہ ہے۔ لوگ پیر کے کہنے پر نجانے کیا سے کیا کرلیتے ہیں اور اگر خدانخواستہ پیر خود ہی انسان نہ بنا ہو تو معلوم نہیں وہ کتنے انسانوں کو تباہ کرے گا۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ معیار کو اور اونچا کیا جاتا، مگر اب تو چار اچھے خواب سنا کر بعض لوگ آسانی سے خلافت لے لیتے ہیں اور بعض کو اس لئے یہ تحفہ مل جاتا ہے کہ ان میں لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا ہنر ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ یہ آدمی خانقاہی نظام کو ترقی دے گا، اسے خلافت سے نواز دیا جاتا ہے حالانکہ جب خود یہ شخص احسان و سلوک کے راستے کو نہیں سمجھتا تو دوسروں کو کیا سمجھائے گا؟ ضرورت تو اس بات کی تھی کہ جگہ جگہ یہ ناقص الایمان اور ناقص الاخلاق پیر بٹھانے کی بجائے امت کو حقیقی اولیاء اللہ سے روشناس کرایا جاتا، اور یہ بات لازمی ہے کہ جب بھی کوئی حقیقی ولی لوگوں کو نظر آیا تو لوگ دیوانہ وار اس سے دین و ایمان اور اخلاص سیکھنے کیلئے ٹوٹ پڑے، مگر چونکہ اب خانقاہی نظام میں سے زہد اور مجاہدے نکل رہے ہیں اور مالی ہدیوں نے تمام اصولوں پر سبقت پالی ہے، اس لئے اب پیر ہونا بھی کشش کی بات ہے اور خلافت پالینا بھی دنیاوی سعادت سمجھا جاتا ہے، جب یہ حالت ہوجائے تو پھر تباہی اور انحطاط تو آنا ہی ہے مگر الحمدللہ! اب بھی کئی جگہوں پر اکابر ہی کی طرز پر لوگوں کی اصلاح کی جاتی ہے اور حقیقی اللہ والے، لوگوں کو دنیا کی غلاظت میں پڑنے سے بچا کر اللہ کے راستے پر ڈال رہے ہیں۔ مسلمانوں سے عموماً اور طلبہ سے خصوصاً درخواست ہے کہ وہ ایسے ہی اکابر سے بیعت کریں اور بیعت کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح استخارہ کرلیا کریں۔

ایک ضروری گذارش :

ایک ضروری گذارش یہ ہے کہ برصغیر کے مُسلمان فطری طور پر اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں مگر ان میں سے بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جنہوں نے کبھی بھی کسی صاحب علم، صاحب نسبت، متبع سنت ولی کو دیکھا ہی نہیں بلکہ نقلی پیر اور جعلی بابے دن رات ان لوگوں کو روحانیت کے نام پر لوٹ رہے ہیں، ایسی حالت میں اگر حضرات اولیاء کرام اپنے فیض کو عام کرنے کی کوئی ایسی ترتیب بنائیں جس سے دور دراز دیہاتوں کے رہنے والے بھی مستفید ہوسکیں تو بہت بڑا کام ہوگا۔ اگر یہ خانقاہیں کنویں کی بجائے بادلوں کا کام کریں تو ہمارے دیہاتی علاقوں میں پھیلی ہوئی دین سے جہالت اور شہری علاقوں کی بے راہ روی کافی حد تک کم ہوسکتی ہے۔ یہ تبھی ہوگا، جب احسان و سلوک کو بھی امربالمعروف ونہی عن المنکر کا ایک حصّہ ہونے کے ناطے لازمی سمجھا جائے گا اور مُسلمانوں کی اصلاح کا درد دلوں میں پیدا ہوجائے گا، بس اسی مختصر اشارے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، اللہ کرے یہ اشارہ ہی کافی ہوجائے۔



اب تو میدان جنگ دور نہیں

چند سال پہلے جب امریکی چوروں اور ڈاکوؤں نے جنگ خلیج شروع کی تو پوری دنیا کے مُسلمان امریکا کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے تھے۔ صدام حسین کے لاکھوں فوٹو ایک ایک شہر میں فروخت ہوئے اور ہر طرف الجہاد اور انتقام انتقام کے نعرے گونج رہے تھے۔ اس موقع پر بعض سیاسی تنظیموں نے امریکا کے خلاف جہاد کیلئے بھرتی کیمپ لگائے جن میں لاکھوں لوگوں نے بے دھڑک نام لکھوا دئے۔ بعد میں ان سیاسی تنظیموں نے مختلف حیلے بہانے کرکے لوگوں کو سمجھایا کہ عراق دور ہے۔ درمیان میں ایران کی حکومت بھی مجاہدین کو گزرنے کی اجازت نہیں دے رہی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ حیلے بہانے چلتے رہے، مُسلمان دور بیٹھ کر تڑپتے رہے اور جنگ خلیج مُسلمانوں کو رستے ہوئے گہرے زخم دے کر وقتی طور پر ختم ہوگئی اور آہستہ آہستہ ان لوگوں کے جذبات بھی ٹھنڈے پڑگئے جو اسلام کی عظمت اور مُسلمانوں کے تحفظ کیلئے امریکا کی اینٹ سے اینٹ بجانے کیلئے تیار تھے اور سیاسی جماعتوں کے بھرتی کیمپوں میں دیوانہ وار نام لکھواتے پھر رہے تھے۔ مگر آج امریکا نے پوری دنیا کے مُسلمانوں کو پھر مقابلے اور مقاتلے کی دعوت دی ہے۔ اس بار وہ اتنا پر اعتماد ہوکر میدان میں آیا ہے کہ اسے کویت کے تحفظ جیسے کسی ڈرامے کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی بلکہ اس نے اپنے حملے کیلئے انہیں دو ممالک کو منتخب کیا جو پورے عالم اسلام میں اپنی اسلامی محبت اور غیرت کے اعتبار سے نمبر ایک اور نمبر دو پر ہیں۔ یہی وہ دو ممالک ہیں جنہوں نے اسلام ہی کو اپنے ملک کا قانون و دستور بنایا ہے اور کسی طاغوتی طاقت کے سامنے گردن نہیں جھکائی۔

جہاں تک افغانستان پر امریکی حملے کا تعلق ہے تو ہماری نظر میں یہ حملہ نہ افغانستان پر ہے اور نہ اُسامہ بن لادن پر، بلکہ یہ حملہ شریعت محمدی (علی صاحبہا الف تحیات و سلام) یعنی دین اسلام پر ہے یہ بات ساری دنیا کے کافر عموماً اور اہل

کتاب (یہود و نصاریٰ) خصوصاً جانتے ہیں کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز افغانستان سے ہوگا اور اس کی تکمیل ملک شام میں ہوگی۔ یہ لوگ اسلام کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں اور ہر علاقے کے مُسلمانوں کی تاریخ اور مزاج سے بھی واقف ہیں' چنانچہ اسی مطالعے اور واقفیت کی روشنی میں انہیں افغانستان اپنے عزائم اور ارادوں کیلئے قبرستان نظر آتا ہے اور اس ملک کے غیور مُسلمان ان کی اُمنگوں کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ چنانچہ دنیا کی دونوں بڑی طاقتوں رُوس اور امریکا نے افغانستان کو میدان جنگ بنایا اور ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونے کیلئے افغانستان کو ایک اکھاڑے کے طور پر استعمال کیا۔ ایسا اکھاڑہ جس نے ہر حال میں تباہ ہونا تھا' خواہ فتح سوویت یونین کی ہو یا امریکا کی۔ مگر کفر کی یہ سازش کامیاب نہیں ہوئی۔ افغان مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے سوویت یونین کی فوج کو بھی شکست دی اور امریکا کی سازش کو بھی۔ پہاڑوں اور وادیوں پر مشتمل افغانستان نہ تو بلڈنگوں اور عمارتوں والے کسی ملک کی طرح تباہ کیا جاسکا اور نہ یہ رُوس یا امریکا کی کالونی بنا۔ سازشوں کے تانے بانے بننے والے' مجاہدین کے ہاتھوں اکھڑتے رہے اور بالآخر افغانستان اسلام کے ایک سچے عاشق و شیدائی' محمود غزنوی کے ایک سچے جانشین اور حضرت شیخ الہند کی فکر کے ایک حقیقی وارث' حضرت امیرالمؤمنین ملا محمد عُمر مجاہد کے امانت دار اور مضبوط ہاتھوں میں آگیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے پورے افغانستان کی ساری بھلائیاں اور خیریں اس مرد وقت کے گرد جمع ہوگئیں۔ "لیمیزاللہ الخبیث من الطیب" کا منظر صاف صاف نظر آنے لگا۔ آسمان سے نصرت الٰہی پوری فیاضی کے ساتھ نازل ہوئی اور افغانستان میں بغیر کسی تحریف و تبدیل کے شریعت مطہرہ کا نفاذ ہوگیا۔ رُوس اور اس کے ہمنوا ششدر رہ گئے۔ امریکا کی عقل اُڑگئی کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے؟ ہر ملک (بڑا ہو یا چھوٹا) آزاد امدادی اداروں کے انتظار میں جھولی پھیلائے کھڑا رہتا ہے اور اس قسم کے اداروں (این جی اوز) کے ہر ہر فرد کی ناز برداری کی جاتی ہے' مگر طالبان ان اداروں کو آوارہ کتے سمجھ کر نکال باہر کرتے ہیں

گویا کہ طالبان کو کسی ایسی بھیک کی بھی ضرورت نہیں ہے جس کا خود امریکا تک محتاج ہے۔ اقوام متحدہ کا ادارہ پوری دنیا میں جو چاہے کرتا پھرتا ہے اور ہر ملک میں اسے ایک مقدس ادارے کا رتبہ حاصل ہے اور اس کے اہلکار جہاں جاتے ہیں اعزاز و اکرام سے نوازے جاتے ہیں' مگر طالبان ہر چوتھے دن اقوام متحدہ کو آنکھیں دیکھا کر یہ باور کراتے ہیں کہ ہم تمہارے محتاج نہیں ہیں تم ہمارے محتاج ہو اور وہ اقوام متحدہ کو اس کے جانب دارانہ اقدامات اور جرائم سے بھی کھلم کھلا طور پر آگاہ کرتے رہتے ہیں حالانکہ پوری دنیا میں ایسا نہیں کیا جاتا۔

ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ادارے جن کے ذریعے سے یہودی مُسلمانوں کو قلاش کر رہے ہیں اور مُسلمان ممالک ان اداروں میں گروی رکھے جارہے ہیں' حیرانی سے افغانستان کے سوکھی روٹی اور بغیر دودھ کے چائے پینے والے غیرت مند حکام اور عوام کو دیکھ رہے ہیں' جنہوں نے اب تک اپنے ایمان اور عزت کو گروی رکھوا کر اپنے ملک میں عیاشی کے سامان منگوانے کیلئے قرضے کی درخواست نہیں دی۔ گویا کہ طالبان اس پورے جال سے آزاد ہو کر افغانستان کی حکومت کو چلا رہے ہیں جس جال میں پوری دنیا کے مُسلمان ممالک پھنسے ہوئے ہیں اور ان جالوں میں پھنس کر اپنے ایمان اور اپنی خود مختاری تک کا سودا کرچکے ہیں اور رُوس یا امریکا کی کالونیاں بنے ہوئے ہیں۔ اسلام دشمن شکاریوں کو اپنے ان جالوں پر فخر تھا مگر طالبان کے عزم کے سامنے یہ سارے جال مکڑی کے جالے ثابت ہوئے اور طالبان نے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جس راستے کی تڑپ اور تمنا دنیا کے بہت سارے ممالک کے حکمران اور عوام رکھتے ہیں کیونکہ وہ امریکا اور اقوام متحدہ کی ناجائز اور ظالمانہ غلامی سے تنگ آچکے ہیں۔ وہ غلامی کا یہ طوق اپنے گلے سے نکال پھینکنا چاہتے ہیں مگر انہیں راستہ نظر نہیں آرہا تھا' آزاد امدادی ادارے ان کی مجبوری بن چکے ہیں' اقوام متحدہ ان کی مجبوری بن چکی ہے' ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف ان کی مجبوری بن چکے ہیں' اور یہ ساری مجبوریاں مل کر انہیں غلامی پر مجبور کرتی ہیں' مگر اب طالبان

نے دنیا کو ایک نیا راستہ دکھایا' یہ راستہ مکمل آزادی کا راستہ ہے' یہ راستہ غیرت اور عزت کا ہے' یہ راستہ خود انحصاری کا راستہ ہے' اس راستے میں ہر انسان کو آزادی ملے گی' وہ انسان جو آج غلام پیدا ہوتا ہے اور غلام مرجاتا ہے۔

طالبان کی پالیسی نے ان ظالموں کو ہلا کر رکھ دیا ہے جو ہر طرف اپنے جال پھیلا کر اطمینان سے بیٹھے ہیں اور پوری دنیا ان کی غلامی میں جکڑی ہوئی ہے اور پوری دنیا کا خراج (ٹیکس) ان کے خزانوں میں آکر جمع ہو رہا ہے۔ ان ظالموں کو ملا محمد عمر مجاہد کی شکل میں ایک ایسا طاقتور اور ذہین شخص نظر آرہا ہے جو ان کے وجود کیلئے خطرہ ہے۔ وہ فرعون کی طرح معصوم موسیٰ کے چہرے پر فرعونیت کی تباہی کا پیغام پڑھ رہے ہیں۔ ملا محمد عمر مجاہد نے جو انداز اور پالیسیاں اختیار کی ہیں' وہ امریکا کی چودراہٹ کیلئے موت کی طرح ہیں اور امریکا اب ان پالیسیوں کے پیچھے چھپی ہوئی حکمت عملی کو بھانپ چکا ہے۔ کل تک لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ ملا محمد عمر مجاہد لوگوں کو ایک مشت ڈاڑھی رکھواتے ہیں اور شلواریں ٹخنوں سے اوپر کرواتے ہیں اور بس! مگر آج پوری دنیا یہ دیکھ رہی ہے کہ اس مرد خدامست نے کفر کے ایوانوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ایک طرف اس نے اسلام کا اصلی نقشہ نافذ کر کے یہ ثابت کردیا کہ اسلام اب بھی نافذ ہونے کی طاقت رکھتا ہے اور چودہ سو سال پہلے والے احکامات اب بھی لوگوں کو امن' عزت' روزی اور آزادی کی ضمانت دیتے ہیں اور اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جو اب نافذ ہونے کے قابل نہ رہا ہو یا اپنی اہمیت کھو بیٹھا ہو۔ ملا محمد عمر نے ڈاڑھی رکھوا کر کافروں کی دو سو سالہ اس سازش کا خاتمہ کردیا کہ اب دنیا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت کی بجائے انگریز اور اہل یورپ کی تہذیب حکومت کرے گی۔ ملا عمر نے ڈاڑھی کا حکم دے کر انگریز کی شکل کو شکست دی' اس کی تہذیب کو رسوا کیا اور اس کے ایک بڑے جال کو توڑ پھاڑ کر پھینک دیا۔

حضرت امیرالمؤمنین کی اس طرح کی پالیسیوں نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو

ایک نئی دعوت فکر دی ہے اور انہیں بتایا ہے کہ ہم ایک آزاد قوم ہیں۔ ہمیں نہ تو انگریز کی شکل و صورت اور تہذیب کی غلامی کی ضرورت ہے اور نہ ان کے نظام کی۔ چنانچہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے ممالک سے غیراسلامی نظام اور غیر اسلامی تہذیب و تمدن کو نکال پھینکے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں پناہ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو نافذ کر کے راحت کی زندگی گزارے۔ حضرت امیرالمؤمنین کے اس پیغام سے وہ منافق لرز رہے ہیں جو منافق ہونے کے باوجود مسلمانوں کے حکمران بنے بیٹھے تھے اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ کیونکہ ہر طرف یہی شور تھا کہ اسلام اب پرانا ہو چکا ہے' اسلام کا معاشی نظام نفاذ کے قابل نہیں رہا' اسلام کا تہذیبی نظام فرسودہ ہو چکا ہے' اسلام کا عدالتی نظام بہت سخت ہے اور معاشی ترقی کیلئے امریکا کے سامنے سجدے کرنے اور آئی ایم ایف کے گرد طواف کئے بغیر چارہ نہیں' چنانچہ حکومت انہیں لوگوں کے سپرد کی جاتی تھی جو یہ کام سرانجام دے سکیں اور یہ کام سوائے منافقوں کے اور کون سرانجام دے سکتا تھا؟

حضرت امیرالمؤمنین نے یہ پیغام تو مسلمانوں کو دیا اور دوسرا پیغام آپ نے ان تمام غیر مسلم قوموں کو بھی دیا کہ تم لوگ محض نام کی عیاشی کی خاطر امریکا کی غلامی میں جکڑے ہوئے ہو۔ حضرت امیرالمؤمنین نے انہیں وہ راستہ دکھایا جس پر چل کر وہ غلامی کے اس طوق کو بہت جلد توڑ دیں گے۔ ان حالات میں امریکا کی جھنجلاہٹ اور پریشانی سمجھ میں آنے والی چیز ہے لیکن وہ افغانستان پر کس طرح سے حملہ کرتا؟ اسے کسی معقول بہانے اور عذر کی ضرورت تھی تاکہ دنیا کی مختلف قوموں کو وہ مطمئن کرسکے اور اس کے کفش بردار منافق حکمران اپنی مسلمان رعایا کو ٹھنڈا کرسکیں۔ چنانچہ کافی غور و خوض کے بعد شیر اسلام اُسامہ بن لادن کو بہانہ بنایا گیا۔ وہ اُسامہ بن لادن جو گزشتہ تیرہ سال سے افغانستان میں آتے جاتے رہے ہیں اور سالہا سال سے افغانستان میں مقیم ہیں۔ اُسامہ بن لادن کی امریکا دشمنی بھی نئی نہیں ہے

بلکہ کابل پر ربانی' مسعود حکومت کے وقت بھی اُسامہ افغانستان میں تھے اور انہوں نے سعودی عرب میں مقیم امریکی فوج کو نکالنے کا مطالبہ پورے زور وشور سے اٹھا رکھا تھا۔ مگر اس وقت کسی امریکی کروز میزائل نے افغانستان کا رخ نہ کیا۔ واقعی ربانی جیسے ایمان فروش امریکی میزائل کے ہوتے ہوئے امریکا کو کوئی اور میزائل پھینکنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

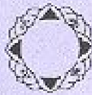
اب جبکہ دنیا کے کئی ممالک کی امداد اور بھرپور تعاون کے باوجود شمالی اتحاد کو پے درپے شکست ہو رہی تھی' مزار شریف ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا' اب دنیا مجبور تھی کہ طالبان حکومت کو افغانستان کی جائز حکومت کے طور پر تسلیم کرلے' امریکا نے افغانستان پر حملہ کردیا ور اسے بدنام کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تاکہ دنیا طالبان کی حکومت کو تسلیم نہ کرے اور بدخشان اور پنجشیر میں محصور غداروں کو بھی تیاری کا وقت مل جائے اور کسی نہ کسی طرح امیرالمؤمنین کی حکومت اور قوت کا خاتمہ کیا جائے۔ وہ امیرالمؤمنین جو دنیا میں آزادی کا سورج بن کر طلوع ہو رہے ہیں' ایسا سورج جس کی ابتدائی کرنوں نے یہ باور کرا دیا ہے کہ اگر یہ سورج نصف النہار تک پہنچ گیا تو دنیا کا نظام بدل جائے گا۔ امریکا اور یورپ سیاہ نظام اپنی موت آپ مرجائے گا۔ اے مُسلمانو! ان مذکورہ حقائق کی روشنی میں غور کرو اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ امریکا نے یہ حملہ کس پر کیا ہے؟

کل تو عراق کا میدان جنگ دور تھا مگر آج خود امریکا نے کفرو اسلام کی جو جنگ چھیڑی ہے' اس کا میدان بہت وسیع ہے' آج مُسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ حضرت امیرالمؤمنین' شیخ اُسامہ بن لادن اور افغانستان کی حفاظت کیلئے منظم او متحد ہوجائیں۔ یہ جنگ بازاروں میں بھی لڑی جائے گی' مارکیٹوں اور کمپنیوں میں بھی لڑی جائے گی' گلیوں اور شہروں میں بھی لڑی جائے گی۔ اے مُسلمانو! امریکا اگر ہمارے خلاف اقتصادی پابندیاں لگا سکتا ہے تو ہمیں کیا مجبوری ہے؟ ہم امریکا کے خلاف اقتصادی بائیکاٹ کیوں نہیں کرسکتے؟ ہم تو روزے رکھنے والی اور کم کھاکر دشمنوں کی صفیں

اُلٹنے والی قوم ہیں۔ تم امریکا کے سامان کو بے قدر کردو۔ مشرق و مغرب میں امریکا کے نام کو نفرت کانشان بنادو۔ امریکا گندگی اور غلاظت کا ڈھیر ہے اس کے کسی سامان کو نہ خریدو اور نہ فروخت کرو۔ کلنٹن نے سُوڈان اور افغانستان پر حملے کا حکم دیا تو امریکی عوام نے اس کی تائید کی' حالانکہ امریکی عوام کو یہ سمجھنا چاہیے کہ کلنٹن اور امریکی کانگریس کی پالیسیوں کا اصل نقصان امریکا کے عوام کو اٹھانا پڑے گا۔ اب بھی وقت ہے کہ امریکا کے عوام وہاں کے حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور نوے فیصد عیسائی تین فیصد یہودیوں سے نجات حاصل کرلیں' ورنہ دنیا بھر کے مُسلمان امریکی عوام کو بھی ان اقدامات کا ذمے دار سمجھنے پر مجبور ہونگے۔

میرے مُسلمان بھائیو! ایمان کاتقاضا ہے کہ ہماری جیب کا ایک پیسہ بھی امریکا کو نہیں ملنا چاہیے۔ نہ کسی ایئرلائن کمپنی کے توسط سے اور نہ اشیاء صرف کے توسط سے۔ امریکا کو نہایت نفرت سے الگ تھلگ پھینک دو اور خود کو جہاد کیلئے تیار کرو کیونکہ اعلان جنگ ہوچکا ہے' امریکا نے تمہیں لڑنے کی دعوت دی ہے' ایسے وقت میں پیٹھ پھیرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ اب تو میدان جنگ بھی قریب ہے اور جہاد بھی فرض ہوچکا ہے' اب سستی' غفلت اور عیش پسندی کو قریب نہ آنے دو اور امریکا کو بتادو کہ تم نے ایسی قوم کو مقابلے کی دعوت دی ہے جسے مقابلے کی دعوت دینے والے صدیوں تک پچھتاتے ہیں۔

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سیدنا مُحمد و علی آله و أصحابه أجمعين.



مولانا محمد مسعود اظہر صاحب کشف اللہ عنہ کربہ کا قلم اسارت کے زمانے میں بھی ماشاء اللہ بھرپور انداز میں رواں دواں ہے۔ حال ہی میں انہوں نے "یہود" کے متعلق ایک دلچسپ، انوکھی اور معلومات افزا کتاب لکھی ہے۔ ایک بالکل جداگانہ انداز میں لکھی گئی یہ کتاب کتابت و طباعت کے مراحل میں ہے۔ ان شاء اللہ یہ اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک یادگار اضافہ ہوگی۔ ذیل میں اس کے شروع میں بطور تمہید و تعارف لکھا گیا ایک صفحہ پیش کیا جارہا ہے۔ اصل کتاب ان شاء اللہ جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آجائے گی۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

دو باتیں

پہلی بات :

لوگ کہتے ہیں کہ جنگ میں ۷۵ فیصد جھوٹ اور پچیس فیصد طاقت استعمال کی جاتی ہے۔ غالباً یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین اسی مقولے کو سامنے رکھ کر ہم سے جنگ کر رہے ہیں۔ امریکا اور اسرائیل خصوصی طور پر اپنی طاقت کے بارے میں گمراہ کن پروپیگنڈا کرتے ہیں۔ یکایک اخبارات، ٹیلیویژن اور کمپیوٹر پر یہ اشتہار نمودار ہوتا ہے کہ امریکی سی آئی اے کا ایک پرانا خفیہ ایجنٹ عنقریب اندر کا راز فاش کرنے والا ہے۔ یہ اشتہار پڑھتے ہی دنیا کے کان کھڑے ہوجاتے ہیں اور جب ہر طرف طلب اور تڑپ بڑھ جاتی ہے تو اچانک دو چار سو صفحات پر مشتمل باتصویر کتاب منظر عام پر آجاتی ہے اور اس میں امریکا اور اسرائیل کی خفیہ طاقت اور سازشوں کو اس طرح سے بیان کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا تھر تھر کانپنے لگتی ہے اور محکوم قومیں خصوصاً مسلمانوں کے حکمران امریکا اور اسرائیل کو جزیہ نما ٹیکس اور زیادہ خشوع و خضوع

سے دینے لگتے ہیں اور ملت اسلامیہ کے جگر کے ٹکڑے پکڑ پکڑ کر اپنے ہاتھوں سے ان کے حوالے کردیتے ہیں۔ دوسری طرف ترقی اور فیشن کے نعروں نے یہود و نصاریٰ کو عمومی طور پر (نعوذ باللہ) محبوب بنا دیا ہے اور اب تو (نعوذ باللہ) انہیں افضل تک قرار دیا جاتا ہے اور انہیں تہذیب و ترقی کی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

چونکہ ہمارے مصنفین حضرات اب تک یہودیوں کے مکر و فریب اور ان کی خوفناک سازشوں کا تذکرہ فرماتے رہے ہیں، یہ بھی دین کی ایک اچھی خدمت ہے البتہ ہم نے اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ یہودی باوجود اپنی سازشوں اور ظاہری طاقت کے کوئی ناقابل تسخیر قوت یا قابل اتباع قوم نہیں ہیں بلکہ وہ اب بھی وہی ہیں جیسا انہیں قرآن نے بیان فرمایا ہے۔

دوسری بات :

یہ ہے کہ ہمارے دشمنوں کی سازشیں ہم پر تبھی کامیاب ہوتی ہیں جب ہم خود بعض اندرونی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی یہود کا شکار ہوا کیونکہ وہ ایک لالچی، حریص اور بزدل انسان تھا اور دنیا میں سرداری اور بڑائی پانے کا جنون اس کے دماغ پر سوار تھا۔ لیکن تاریخ اٹھاکر دیکھئے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہودیوں کے کسی فریب میں نہیں آئے یہاں تک کہ جب ایک سازش کے تحت یہودیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم تو آپ سے محبت رکھتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ ہی مسکرائے اور نہ ہی اسے اپنی عمومی مقبولیت سمجھ کر خوش ہوئے بلکہ انہوں نے دوٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا :

"اللہ کے دشمنو! میں تم سے بالکل محبت نہیں رکھتا۔"

تھوڑا سا غور کیجئے کہ جسم فروش طوائفیں کن لوگوں کو شکار کرتی ہیں؟ وہ آدمی جو بیوی کے سوا طبعی اور عقلی طور پر کسی طرف توجہ ہی نہ کرتا ہو، وہ ساری زندگی ان طوائفوں سے محفوظ رہتا ہے لیکن جو لوگ خود غلاظت کھانے کے شوقین ہوں یا

جن کے عزم میں کمزوری اور آنکھوں میں خیانت ہو' وہ جوق در جوق ان طوائفوں کے ہاتھوں شکار کرلئے جاتے ہیں۔ کہا جائے گا کہ "اگر ماتم حلال ہوتا تو اس شخص کی عقل پر کیا جاتا"۔

مختصر یہ کہ اگر مسلمان شعوری طور پر مسلمان ہو' اور شہوت پرستی' حب مال' حب جاہ اور تفرقہ بازی سے محفوظ ہو' اور بزدلی سے نفرت رکھتا ہو' اور حرص اور نفس پرستی سے پاک ہو' اور دنیا کی بجائے آخرت کی فکر سے سرشار ہو' اور جہاد فی سبیل اللہ میں اسلامی احکام کے مطابق مصروف و مشغول ہو تو بتایئے کہ یہودی کس راستے سے اس تک پہنچیں گے؟ تب مقابلہ میدان میں ہوگا اور میدان کا نتیجہ غزوہ بنی نضیر' غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ خیبر سے مختلف نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

یہود کی چالیس بیماریاں

تعارف :

○ زیر نظر کتاب کا نام "یہود کی چالیس بیماریاں" ہے۔

○ ۲۹/ صفر ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۵/جون ۱۹۹۹ء کوٹ بھلوال جیل کے وارڈ نمبر ۱۲ میں برادر محترم کمانڈر حافظ سجاد خان کو سفاکانہ تشدد کے ذریعے شہید کردیا گیا۔ اسیر ساتھیوں کیلئے یہ صدمہ المناک غم' سخت بے چینی اور اضطراب کا باعث بنا' تب دلوں کے زخم پر مرہم کیلئے درس قرآن مجید شروع کیا گیا۔ اس درس میں سورہ بقرہ کی تفسیر کے دوران یہودیوں کے امراض کا مفصل تذکرہ ہوا اور اس بات کو بھی بیان کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق اب یہ امراض مسلمانوں میں بھی عام ہوتے جارہے ہیں۔ تب دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ اس موضوع کی طرف اُمت مسلمہ کو توجہ دلانے کیلئے مختصر کتاب لکھی جائے۔

○ دُعاء اور رفقاء کے مشورے کے بعد اس کام کا آغاز ہوا اور پہلے پانچ دن قرآن مجید سے اس موضوع کے متعلق آیات جمع کی گئیں۔ برادر عزیز مولانا محمد شفیق عرف ابوجندل حفظہ اللہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور راقم آیات لکھتا رہا۔ ان آیات کی فہرست قارئین کی سہولت کیلئے کتاب کے چوتھے باب میں شامل کردی گئی ہے۔

○ اِن تمام آیات پر غور و فکر کے بعد یہودیوں کے امراض کی ایک فہرست تیار کی گئی اور کل چالیس امراض کو تذکرے کیلئے منتخب کیا گیا اور چھوٹی چھوٹی پرچیاں بنا کر ان پر ان امراض اور ان کے متعلق قرآنی آیات کے نمبر لکھ دیئے گئے اور مزید مواد کیلئے خالی جگہ بھی چھوڑ دی گئی اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اسی کے بھروسے پر لکھنے کا کام شروع کردیا گیا۔

○ جیل میں کتابوں کی کمی تھی جبکہ موضوع بہت وسیع تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بے حد نصرت فرمائی۔

اوّل تو یہ کہ قرآن مجید کے دروازے نہایت سخاوت کے ساتھ کھل گئے۔ اور جس موضوع پر بھی لکھنے کا ارادہ ہوا اس موضوع پر آیات مبارکہ محض نصرت الٰہی سے سامنے آتی چلی گئیں، اس عنایت الٰہی پر اللہ تعالیٰ کا جس قدر شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔

دوم یہ کہ کچھ ہم فکر کشمیری مجاہدین نے اپنی ایک چھوٹی سی لائبریری ہمارے وارڈ میں بھجوا دی کیونکہ یہ افراد دوسری جیل میں بھیجے جا رہے تھے۔ یوں ہمارے وارڈ میں اپنی لائبریری اور اس نئی لائبریری کی بدولت دو ڈھائی سو کتب جمع ہو گئیں جن میں سے بعض زیر بحث موضوع پر بھی مفید رہیں۔

سوئم یہ کہ کتاب شروع ہونے کے کچھ عرصہ بعد پاکستان سے کچھ احباب نے بعض مطلوبہ کتابیں وکیل کے ذریعے سے بھجوا دیں۔

○ اس موضوع پر لکھتے ہوئے مستند تفاسیر کی کمی بہت محسوس ہوئی۔ خصوصاً تفسیر قرطبی، تفسیر کبیر، تفسیر ابن کثیر، تفسیر ابن جریر، تفسیر روح المعانی اور تفسیر مظہری وغیرہ۔ اگر یہ تفاسیر دسترس میں ہوتیں تو زیادہ سہولت رہتی لیکن اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کے درجات بلند فرمائے کہ ان کی مختصر تفسیر حقیقت میں عطر التفاسیر ہے۔ راقم پہلے سے ہی اس تفسیر کی عظیم خوبیوں کا دل و جان سے معترف تھا اور اکثر سفر میں بھی اسے اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ الحمد للہ اس موقع پر اس تفسیر نے خوب کام دیا اور راقم نے اس کتاب میں جب بھی کسی موضوع پر بطور دلیل کے قرآن مجید کی آیت پیش کی ہے تو اپنے استدلال کی تصدیق کیلئے تفسیر عثمانی کے فوائد کو اکثر جگہ پیش کیا ہے بلکہ کئی جگہوں پر تو راقم نے خود کچھ کہنے کی بجائے حضرت محقق عثمانی کے نپے تلے الفاظ کو پیش کر دیا ہے۔ کتاب کی تالیف کے دوران تفسیر جلالین اور اس کے حاشیے اور بعض دیگر تفاسیر اور تراجم

سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

○ کتاب کل چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل، دوم اور چہارم لکھے جا چکے ہیں جبکہ باب سوم کی تالیف تاہنوز جاری ہے۔ ادر اب تک چالیس میں سے دس امراض کا تذکرہ ہو چکا ہے۔

○ چالیس میں سے سات امراض کے تذکرے کے بعد حالات کے ناسازگار ہو جانے کی وجہ سے مزید کچھ لکھنا اور اسے ناشرین تک بھجوانا مشکل ہو رہا تھا، اس لئے سات امرض کے بعد مقدمہ لکھ کر ناشرین کو عرض کر دیا تھا کہ وہ اسے کتاب کی پہلی جلد کے طور پر شائع کر دیں مگر پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مزید تین امراض کا تذکرہ لکھا گیا اور کتاب کے پیش لفظ کے طور پر دو باتیں کے عنوان سے ایک مختصر مضمون بھی لکھا گیا۔ یوں اب جلد اوّل مکمل ہو چکی ہے جس کی ترتیب اس طرح ہے۔

○تعارف کتاب ○دو باتیں ○مقدمہ ○باب اوّل ○یہودیوں کے خلاف جدوجہد اور یہودیوں کے خلاف جہاد ○باب دوم یہودیوں کی چالیس بیماریاں، ایک مختصر جائزہ ○باب سوم دس امراض کا مفصل تذکرہ ○باب چہارم قرآن مجید میں یہود کا تذکرہ۔

○ عام طور سے منافقین کے متعلق آیات و واقعات کو بھی یہود کے تذکرے کے ساتھ جوڑا جاتا ہے لیکن اس کتاب میں منافقین کا مفصل تذکرہ نہیں کیا گیا۔ البتہ آیات کی تلاش کے دوران راقم نے منافقین کے متعلق آیات کی بھی ایک مفصل فہرست تیار کر لی ہے۔ تاکہ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو نفاق اور منافقین کے متعلق الگ سے ایک تحریر لکھی جائے اور ان آیات کی روشنی میں عصر حاضر کا جائزہ لیا جائے۔

○ کتاب کی تالیف اور پھر اسے بھجوانے کے جملہ معاملات میں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا فضل و کرم شامل حال رہا۔ اور میرے مرشد و محسن مفتیِ اعظم حضرت اقدس

مولانا مفتی رشید احمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ کی دعائیں' سرپرستی اور شفقت بھی نصیب رہی بلکہ ایک بار جب حالات کی خرابی کی وجہ سے تالیف کا کام بالکل بند ہوگیا تو راقم نے کسی طرح حضرت اقدس دامت برکاتہم تک دُعاؤں کی درخواست پہنچائی۔ الحمدللہ حضرت تک یہ درخواست پہنچی اور آپ نے دُعاء فرمادی بس اسی وقت سے کام پھر شروع ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے حالات کو موافق فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ عافیت وصحت کے ساتھ تادیر ہم سب پر قائم رکھے۔ اور آپ کی حسنات کو جاری وساری فرمائے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ اور اُمت کے اتحاد کی خاطر کی جانے والی آپ کی مساعی کو بار آور فرمائے۔

دُعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اسلام اور مُسلمانوں کیلئے نافع بنائے اور اس ادنیٰ سعی کو نصرت دین کے طور پر اپنے دربار میں مقبول فرمائے۔ اور اس کتاب کو دُنیا بھر کے مُسلمانوں کے ہر طبقے تک اپنے فضل سے پہنچائے اور راقم کو اور قارئین کو اس کتاب میں پیش کی گئی اسلامی دعوت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور راقم کو کتاب کا باقی حصہ مکمل کرنے کی توفیق' ہمت اور صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین

وما توفیقی إلا باللہ' علیہ توکلت وإلیہ أنیب.

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا مُحمد وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین.

۱۳/رجب ۱۴۲۰ھ ۲۳/اکتوبر ۱۹۹۹ء یوم السبت

بانی جہادِ کشمیر' شہید ہند' کمانڈر سجاد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے خاموش ملاقات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۹ صفر سنہ ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱۴ جون ۱۹۹۹ء بروز پیر کے بعد والی رات تھی۔ حافظ سجاد خان صاحب اپنے کچھ ساتھیوں کے ہمراہ جیل سے نکلنے کی تیاری میں تھے۔ جموں کے مضافات میں واقع کوٹ بھلوال جیل کے وارڈ نمبر ۱۲ سے اُنہوں نے تقریباً سو فٹ کی ایک سرنگ تیار کرلی تھی۔ اس سرنگ کی تیاری میں انہیں ڈھائی تین ماہ کا عرصہ لگا تھا۔ یہ تمام عرصہ اُنہوں نے سخت ذہنی اور جسمانی تکلیف اور مشقت میں گذارا۔ اعلیٰ درجے کی سیکورٹی والی اس جیل میں سرنگ کھودنا' مٹی اور پتھر چھپانا' ٹھوس زمین نہ ہونے کی وجہ سے سرنگ کی چھت کو لکڑی کے سہارے مضبوط بنانا' چوبیس گھنٹے پہرہ لگا کر دُشمن سے اپنے کام کو مخفی رکھنا وغیرہ کوئی معمولی کام نہیں' مگر عزم و ہمت کے اس دھنی نے رات دن ایک کرکے اس مشکل اور خطرناک کام کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مکمل کیا۔ اس دوران کئی بار ان کی صحت بھی خراب ہوئی' کئی بار سخت ذہنی تناؤ کا بھی شکار ہوئے' خصوصاً جب کام کے آخری مراحل میں سرنگ کا ایک حصّہ گر گیا جس کی وجہ سے راستہ بند ہوگیا اور اوپر سے شگاف ہونے کی وجہ سے دُشمن کی نظروں میں آنے کا خطرہ بھی پیدا ہوگیا اور اس گرے ہوئے ملبے کو باہر نکالنے اور چھپانے کا مشکل کام بھی آن پڑا' ان دنوں ان کی حالت بہت عجیب تھی۔ وہ کھانا' پینا اور نیند بھول چکے تھے مگر ان کے دینی معمولات نوافل و تلاوت میں ان دنوں بھی کوئی فرق نہیں آیا۔ تین چار دن تک وہ اس شگاف کو بھرتے رہے۔ ان کے رفقاء نے بھی خوب ساتھ دیا بالآخر یہ مشکل مرحلہ بھی گزر گیا اور کام آگے بڑھا مگر کام کرنے والوں کو آکسیجن کی کمی کا سامنا ہوا۔ جو بھی اندر جاتا تھوڑی دیر بعد

اس کا سانس رکنے لگتا اور یوں کام کی رفتار اور کم ہوگئی۔ کافی محنت اور غور و فکر کے بعد اس مسئلے کا حل نکال لیا گیا۔ کچھ پنکھے اور کچھ پائپ کام آئے جو اللہ تعالیٰ کی نصرت سے مہیا ہو گئے تھے بالآخر انہیں یقین ہو گیا کہ آج کی رات وہ سرنگ کا منہ کھول کر اپنی طویل اور صبر آزما قید سے نجات پائیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ آسمان پر ان کے استقبال کی تیاریاں تھیں۔ رات کے بارہ بجے سرنگ کا منہ کھلنے میں جب صرف چار انچ یعنی ایک دو ضربوں کا کام باقی تھا دُشمن متنبہ ہو گیا اور اس نے وارڈ نمبر۱۲ پر دھاوا بول دیا۔ حافظ سجاد خان صاحب نے اپنی بارک کی چابی بنوا رکھی تھی چنانچہ وہ کھلی تھی اور آپ کے علاوہ اس بارک کے دیگر دس ساتھی بھی کام میں مشغول تھے۔ ان سب کو دُشمن کے متنبہ ہونے کا احساس ہو چکا تھا اور ان سب نے حسب سابق احتیاطی تدابیر شروع کر دی تھیں۔

سرنگ کا منہ مخصوص طریقے سے بند کیا جا رہا تھا کہ جیل کے اعلیٰ اور ذیلی حکام اندر داخل ہو گئے اور اُنہوں نے سرنگ کو پکڑ لیا۔ بعض ساتھی اپنے خنجر وغیرہ لے کر مقابلے کیلئے بڑھے تو سجاد صاحب نے روک دیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ اگر ہم نے لڑائی کی تو دُشمن کو آج گولی چلانے کا موقع ملا ہوا ہے اور وہ اس موقع کا فائدہ اٹھا کر ان اکثر ساتھیوں کو شہید کر دے گا جو اس وارڈ میں اور اس سے ملحق وارڈ میں موجود ہیں۔ ساتھیوں نے ان کا حکم مان لیا اور خود کو جیل حکام کے سپرد کر دیا۔

رات کا ایک بجا تھا کہ کوٹ بھلوال جیل دلدوز چیخوں سے گونج رہی تھی۔ مشرک بغیر دیکھے لاٹھیاں برسا رہے تھے اور اسلام کے نامور سپوت بے بسی کے ساتھ اپنے جسموں پر ضربیں کھا رہے تھے۔ دائیں بائیں بارکوں میں موجود دوسرے مجاہدین سجدوں میں پڑے اپنے ان بھائیوں کی عافیت کیلئے مالک دوجہاں کے دربار میں گڑگڑا رہے تھے۔ کئی گھنٹے کے مسلسل تشدد کے بعد ان گیارہ جانبازوں کو زنجیریں پہنا کر جیل کی ڈیوڑھی کے ایک کمرے میں پھینک دیا گیا۔ یہ سب لہولہان تھے۔ اکثر کی کئی ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں مگر پھر بھی ایک دوسرے کی خدمت کیلئے مستعد تھے۔

حافظ سجاد صاحب کو خصوصی طور پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ رات کے آخری حصے میں انہیں گردے کا درد شروع ہو گیا' گرفتاری کے بعد یہ درد گاہے بگاہے انہیں ستاتا رہتا تھا۔

گیارہ فروری ۱۹۹۴ء بروز جمعہ جب وہ مولانا محمد مسعود اظہر کے ہمراہ گرفتار ہوئے تھے تب بھی انہیں خوفناک تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا اور مسلسل تیرہ دن تک ظلم و جبر کا ہر ہتھکنڈہ ان پر آزمایا گیا۔ اسُ وقت انہیں گردے کی یہ تکلیف شروع ہوئی تھی۔ آرمی کے ڈاکٹر نے جب ان کی حالت کو نازک قرار دیا تو ٹارچر کا سلسلہ رک گیا اور ان کی شہادت کی صورت میں بھڑکنے والے انتقام کے خوف سے آرمی نے ان کے علاج کو ضروری سمجھا۔ ان دنوں کشمیر میں حرکۃ الانصار عروج پر تھی اور سجاد صاحب اس کے سپریم کمانڈر ہونے کے ناطے بے حد مقبول تھے۔ انڈیا آرمی کے آفیسران دنوں اتنے خوفزدہ تھے کہ وہ انہیں زبردستی بار بار پانی پلاتے تھے تاکہ ان کا گردہ کام کرتا رہے۔ رمضان المبارک کے دن تھے مگر بار بار پانی پینے کی ضرورت اور زخمی جسم ہونے کی وجہ سے سجاد صاحب کے کئی روزے قضا ہوئے جو اُنہوں نے رمضان المبارک کے فوراً بعد رکھ لئے۔ پھر نومبر ۱۹۹۴ء میں کوٹ بھلوال جیل پر انڈیا کی مسلح فورسز نے حملہ کیا اور وہ سرنگ پکڑی گئی جو سجاد صاحب اور ان کے رفقاء نے کشمیری مجاہدین کی مدد سے تیار کی تھی اور اس کے مکمل ہونے میں بس ایک دو دن کا کام باقی تھا۔ اس وقت انہیں پھر خوفناک تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور تشدد کا یہ سلسلہ مسلسل ایک ماہ تک جاری رہا۔ اس تشدد کے دوران بھی گردے کی پرانی تکلیف دوبارہ لوٹ آئی۔ "تالاب تلوجتوں" کے عقوبت خانے کے حکام ان کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے۔ حرکۃ الانصار کی طاقت کی وجہ سے کوئی بھی ان کا خون اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ انہیں گاڑی میں ڈال کر ہسپتال لے جایا گیا۔ علاج سے کچھ افاقہ ہوا اور تشدد کا سلسلہ بھی رک گیا۔

گذشتہ سال حفظ قرآن کے دوران زیادہ محنت کی وجہ سے انہیں اس درد کا

ایک اور دورہ پڑا تھا مگر فوری علاج سے افاقہ ہو گیا اور اُنہوں نے حفظ قرآن بھی مکمل کیا اور گذشتہ رمضان میں اُنہوں نے نوافل میں پورا قرآن سنانے کی سعادت بھی حاصل کی۔ زندگی کے آخری دن تک روزانہ کم از کم تین پارے پڑھنے کا ان کا معمول جاری رہا۔

آخری رات اُنہوں نے اپنے زخمی ساتھیوں کو بتایا کہ انہیں گردے کی تکلیف شروع ہو چکی ہے۔ ساتھیوں نے چیخ چیخ کر جیل حکام کو اس طرف توجہ دلائی مگر مشرک آج اصلی روپ میں تھے۔ اُنہوں نے نہ ہی بات سنی اور نہ ہی پانی دیا۔ سجاد صاحب اور ان کے رفقاء کبھی بھی جھک کر یا دب کر جیل میں نہیں رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اُنہوں نے ہمیشہ ہی جیل حکام کو دبا کر رکھا۔ سجاد صاحب تو خصوصاً اس معاملے میں عزیمت کے قائل تھے اور اُنہوں نے کبھی بھی کافروں اور مشرکوں سے سمجھوتہ کر کے جیل نہیں کاٹی۔ جیل حکام جنہیں ہمیشہ ہاتھ جوڑ کر ان کے ساتھ گذارہ کرنا پڑتا تھا' آج انہیں شیطانی ناچ ناچنے کا موقع ملا تھا جس کا وہ بھرپور فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ رات ختم ہو چکی تھی' فجر کا وقت شروع ہی ہوا تھا کہ حافظ سجاد صاحب نے اپنے قریب پڑے ہوئے زخمی کو کہا کہ میرا وقت آچکا ہے' سب ساتھیوں سے کہنا کہ مجھ سے کوئی غلطی یا زیادتی ہوئی ہو تو معاف کردیں پھر بلند آواز سے پڑھا: "أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله" اور خاموش ہو گئے' باہر کھڑے ہوئے سنتری کو کچھ خطرہ محسوس ہوا' فوراً ایک معاون ڈاکٹر کو بلایا گیا' اس نے آکر نبض دیکھی اور پھر سینے پر چڑھ کر پمپ کر کے سانس جاری کرنے کی کوشش کی مگر مُسلمانوں کا عظیم جرنیل مظلومیت کی آخری رات دیکھ کر اپنے رب کے پاس اور اپنے شہداء ساتھیوں کے پاس جا چکا تھا۔ ڈاکٹر نے باہر جا کر جیل حکام کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ جیل والوں نے فوراً گاڑی تیار کی' چند شیطانوں نے مُسلمان ماؤں بہنوں کے اس محافظ کو بے دردی اور بے اکرامی کے ساتھ گھسیٹ کر کمرے سے باہر نکالا۔ ایک اسٹریچر پر ڈالا اور ہسپتال لے گئے مگر یہ سب کچھ رسمی

کارروائی تھی۔

اگلے دن شام کو یہ خبر نشر ہوئی کہ سجاد صاحب بھاگنے کی کوشش کرتے ہوئے گولی کا نشانہ بن گئے۔ ان کی شہادت کی خبر آتے ہی پوری جیل نعروں سے گونجنے لگی۔ ہر بارک سے رونے اور ہچکیاں لینے کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ تمام ساتھی پاگلوں کی طرح اپنے حواس کھو بیٹھے تھے کوئی پتھر اُٹھا کر دروازوں کو مار رہا تھا تو کوئی جیل حکام پر حملے کیلئے بڑھ رہا تھا۔

اتنا بڑا نقصان اچانک ہو جائے گا' یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ جیل میں جو صورتحال پیدا ہو چکی تھی اس میں خطرہ تھا کہ مزید کئی مجاہدین شہید ہو جائیں گے۔ چنانچہ سجاد صاحب کے بعض غمزدہ دوستوں نے کلیجہ تھام کر حالات کو سنبھال لیا۔ سجاد شہید کا جسم خاکی ایک مُسلمان پولیس آفیسر کے حوالے کیا گیا تھا۔ تین دن تک انہیں ہسپتال رکھا گیا مگر ان کا جسم آخری دن تک گرم رہا۔ جس مُسلمان ڈاکٹر نے ان کا پوسٹ مارٹم کیا وہ ان کے جسم کی روشنی اور اس پر موجود پسینے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جموں کی ایک مسجد میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی اور جموں کے قبرستان میں اس اجنبی مسافر کو سپرد خاک کر دیا گیا یہ دراصل خود ان کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

وہ پہلی بار ۱۹۹۰ء میں کشمیر آئے تھے۔ یہاں اُنہوں نے حرکۃ المجاہدین کو کھڑا کیا اور چند ہی روز میں اسے اہل کشمیر کی سب سے محبوب اور معتمد تنظیم بنا دیا اور اس تنظیم کی عسکریت کو اتنا مضبوط کیا کہ انڈیا آرمی کو حرکۃ کا نام سنتے ہی بدخوابی کے دورے پڑنے لگتے تھے۔ ۹۲ء میں وہ واپس پاکستان گئے۔ ان دنوں عارضی طور پر مظفر آباد میں حرکۃ کا کام قدرے کمزور تھا اور لانچنگ وغیرہ کے انتظامات زیادہ معیاری نہیں تھے۔ اس صورتحال سے وہ بے حد دل برداشتہ ہوئے اور اُنہوں نے دعا کی کہ یا اللہ! اب میں پھر مقبوضہ کشمیر کے میدان جہاد میں جا رہا ہوں مجھے وہاں سے زندہ واپس نہ لوٹانا۔ ۹۳ء میں وہ کراچی آئے۔ مولانا مسعود اظہر انہیں .... لے گئے

جہاں سے انہوں نے ہندوستان کی سرحد عبور کی اور کشمیر جا پہنچے۔ اسی سفر میں انہوں نے مولانا محمد مسعود اظہر کو واپس نہ لوٹنے والی اپنی دعاء کے متعلق بتایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ مظفر آباد میں حرکۃ کی کمزوری سے دل برداشتہ ہو کر میں نے یہ دعاء کی تھی لیکن اگر میں ملک کے دوسرے حصوں میں حرکۃ کا کام اور اس کی افادیت پہلے دیکھ لیتا تو یہ دعاء نہ کرتا' مگر اب میں نے یہ دعا کرلی ہے۔ ۹۳ء میں آکر انہوں نے پھر حرکۃ کی کمان سنبھال لی اور پہلے سے زیادہ محنت اور مضبوطی کے ساتھ جہاد میں مشغول ہو گئے۔

اکتوبر ۹۳ء میں جب اہل حق نے منظم ہو کر تاریخ ساز تنظیم حرکۃ الانصار بنائی تو سجاد صاحب کشمیر میں اس کے پہلے سپریم کمانڈر منتخب ہوئے اور انہوں نے نہایت اعلیٰ حکمت عملی سے حرکۃ کی متفرق اکائیوں کو جوڑ کر حرکۃ الانصار کو انڈیا آرمی کیلئے ایک دہشت بنادیا۔ انہی دنوں انہوں نے اپنے بعض ساتھیوں کی رہائی کیلئے ایک کرنل کو گرفتار کرلیا جو بعد میں مارا گیا۔ اس واقعے نے انڈیا حکومت کو سخت خوفزدہ کردیا اور انہوں نے سجاد صاحب کی شہادت یا گرفتاری پر طرح طرح کے بڑے انعامات رکھے اور اخبارات میں ان انعامات کے اشتہار دیئے گئے۔ فروری ۹۴ء میں ان کی دعوت پر مولانا محمد مسعود اظہر کشمیر پہنچے۔ سجاد صاحب ان کی آمد سے بہت خوش تھے وہ انہیں اسلام آباد (اننت ناگ) لے گئے۔ مجاہدین سے ملوایا۔ واپسی پر ان کا ارادہ تھا کہ مولانا مسعود اظہر اسلام آباد کی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیں۔ احتیاطاً انہوں نے اپنے باڈی گارڈ بھی ہٹادیئے تاکہ عام سویلین کے روپ میں چل سکیں مگر ایک مسلح ساتھی کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے آرمی نے انہیں مولانا محمد مسعود اظہر سمیت گرفتار کرلیا۔ سجاد صاحب نے آرمی کو چکمہ دینے کی کوشش کی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو گئے مگر پھر ایک آفیسر کی ضد کی وجہ سے آرمی نے انہیں گرفتار کرلیا مگر آرمی کو معلوم نہیں تھا کہ آج اس کے ہاتھ کتنا بڑا شکار آیا ہے۔

سجاد شہید کو جب یقین ہو گیا کہ آرمی انہیں اپنے کیمپ میں لے جارہی ہے تو

انہوں نے مولانا کو بچانے کیلئے ایک اور قربانی دے ڈالی۔ انہوں نے گاڑی رکوا کر کہا کہ اپنے آفیسر کو بلاؤ میں تمہیں ایک راز بتانا چاہتا ہوں۔ آرمی والوں نے گاڑیاں روک دیں۔ ان کا کرنل "سجاد خان صاحب" کے سامنے آیا تو انہوں نے بلند آواز میں کہا: میں آپ لوگوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے بڑی کامیابی حاصل کی ہے میں حرکۃ الانصار کا سپریم کمانڈر سجاد خان ہوں اور یہ جو میرے ساتھ ہیں یہ ایک پیر صاحب ہیں میں نے انہیں اغوا کیا تھا۔ آپ لوگ مجھے لے جائیں اور ان کو چھوڑ دیں۔ آرمی آفیسر یہ اعلان سن کر فوراً آگے بڑھا اور اس نے سجاد صاحب سے مصافحہ کیا۔ دوسرے آفیسر اور فوجی بھی نعرے لگانے لگے۔ سجاد صاحب کی یہ قربانی اللہ کے ہاں تو لکھی گئی مگر وہ مولانا کو نہ چھڑوا سکے۔ سجاد شہید رحمہ اللہ چونکہ طویل عرصے سے تحریک کشمیر سے وابستہ تھے۔ کشمیری زبان بھی خوب جانتے تھے اور ان کے پاس ایسی دستاویزات بھی تھیں جن کی بدولت وہ آرمی والوں کے سامنے خود کو مقامی فرد ثابت کرسکتے تھے اور بہت جلد چھوٹ سکتے تھے مگر ان کے جذبۂ ایثار نے انہیں یہ انتہائی قدم اٹھانے پر آمادہ کیا اور انہوں نے انجام کی پروا کیے بغیر یہ قربانی دے ڈالی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر و ثواب کے مستحق بن گئے۔ قسمت میں یہی لکھا تھا کہ ان کی شناخت ہوجائے۔

ممکن ہے وہ خود کو کشمیری زبان یا دستاویزات کے زور سے چھپاتے مگر کوئی مخبر ان کو پہنچان لیتا تب بھی ان کی شناخت ہوجاتی مگر جذبۂ ایثار کی وہ مثال تشنہ رہ جاتی جو انہوں نے امت مسلمہ کیلئے اس دور میں قائم فرمائی۔

گرفتاری کے بعد انہوں نے خود کو تعلیم، تربیت، تزکیہ نفس اور نظریات سازی کیلئے ہمہ تن مصروف کرلیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا درجے کی پختگی اور استقامت عطا فرمائی تھی۔ جو معمول بھی شروع کرتے تھے اسے اچھی طرح نبھاتے تھے۔ انہوں نے جیل ہی میں مولانا مسعود اظہر مدظلہ سے پورا قرآن مجید دوبارہ ناظرہ پڑھا۔ علم تجوید مکمل سیکھا' اللہ تعالیٰ نے آواز خوبصورت دی تھی' تجوید پڑھنے کے بعد اور

نکھار آیا۔ قرآن مجید سے انہیں عشق تھا۔ بہت ہی سوز کے ساتھ خوبصورت لہجے میں تلاوت کرتے تھے اور تلاوت سے نہیں تھکتے تھے۔ مجاہدین کیلئے روزانہ ایک پارہ پڑھنے کو کافی نہیں سمجھتے تھے چنانچہ اپنے عمل کے ساتھ دوسروں کو بھی زیادہ تلاوت کی دعوت دیتے تھے۔ پھر ان کی توجہ قران مجید کے ترجمہ و تفسیر کی طرف ہوئی جو اُنہوں نے مولانا سے نہایت انہماک کے ساتھ پڑھا اور اول تا آخر مکمل ترجمہ یاد کیا اور اسے دہرایا۔ قرآن مجید کے ترجمے پر عبور کی بدولت ان میں حفظ قرآن کی ہمت پیدا ہوئی جو اُنہوں نے اکیلے ہی شروع کردیا۔ پہلے روزانہ ایک رکوع یاد کرتے تھے اور کسی ساتھی کو سنا دیتے تھے۔ بعد میں جب محترم حافظ صلاح الدین قاسمی صاحب نے حفظ کی باقاعدہ کلاس شروع کی تو اُنہوں نے اس میں داخلہ لے لیا اور اپنا سبق بھی بڑھا دیا اور جلد ہی حفظ مکمل کرلیا۔

حفظ قرآن کی تکمیل کا دن ان کی زندگی میں بڑی خوشی کا دن تھا۔ وہ خوشی سے چمک دمک رہے تھے۔ اس دن جیل میں ایک تقریب منعقد ہوئی۔ مولانا محمد مسعود اظہر نے ان کی دستار بندی کی۔ اس دن اُنہوں نے تمام مہمان مجاہدین کی دعوت کی۔ اس مقصد کیلئے اُنہوں نے بڑی محنت سے اپنے گھر سے رقم منگوائی تھی۔ بے شک وہ دن بہت خوشی والا تھا۔ اس دن جو تقاریر ہوئیں اور دعائیں مانگی گئیں وہ سب یادگار تھیں۔ اس تقریب کی کیسٹ جیل میں محفوظ ہے جو بعض ساتھیوں نے کسی طرح بنائی تھی۔ قرآن مجید کے علاوہ اُنہوں نے مکمل ترمذی شریف' فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی کئی کتابیں مولانا سے پڑھیں۔ علم حاصل کرنے کا شوق ان پر ایک حال کی طرح طاری تھا۔ وہ پورا سبق دو زانو بیٹھ کر سنتے تھے۔ اہم نکات نوٹ کرتے تھے اور بعض ضروری باتیں اپنے گھر والوں اور دوست احباب کو بھی لکھ کر بھیجتے تھے۔ جیل ہی میں اُنہوں نے مولانا کے ہاتھ پر تزکیہ نفس کیلئے بیعت کرلی تھی۔ وہ سلسلہ چشتیہ کے معمولات نہایت جانفشانی اور توجہ سے کرتے رہے۔ جیل کے تنگ ماحول' مسلسل ذہنی دباؤ اور کچھ عوارض کی وجہ سے بیعت کا یہ سلسلہ درمیان میں کچھ عرصہ منقطع

رہا مگر اُنہوں نے یہ سلسلہ دوبارہ جوڑ لیا اور پھر آخری دم تک اسے نبھانے کا حق ادا کردیا۔ وہ باقاعدگی سے اصلاحی مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ کبھی کبھار اپنے احوال کی اطلاع بھی دیتے تھے۔ معمولات میں ناغے یا سُستی کا ان کے ہاں کوئی تصور نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فولادی مزاج دیا تھا۔ مزاج کی یہ مضبوطی اور سختی بعض اوقات انہیں تنگ بھی کرتی تھی مگر وہ مجاہدہ کرکے اس پر قابو پالیتے تھے اور اپنی سختی کا رخ دُشمنان اسلام کی طرف موڑ دیتے تھے۔ چنانچہ جیل میں اُنہوں نے جتنے دن گزارے وہ اکثر ہنگامی تھے کیونکہ دُشمنوں کے ساتھ سمجھوتہ نام کی کوئی اصطلاح ان کی لغت میں نہیں تھی۔

نوافل اور سجدوں کا انہیں خاص شوق تھا۔ اوابین اور تہجد کی پابندی کے علاوہ بھی نوافل پڑھتے تھے اور خوب دل لگا کر دُعا مانگتے تھے۔ الاسماء الحسنیٰ کا ورد انہیں بہت مرغوب تھا۔ جب وہ شروع میں کشمیر آئے تھے تو یہاں کی اجنبی فضا میں انہیں کام کرنے میں کافی مشکلات کا سامنا رہا۔ انہی دنوں خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہوئی اُنہوں نے اپنی مشکلات سے انہیں آگاہ کیا اور درخواست کی کہ میرا سینہ کھلنے کی دُعاء فرمادیں۔ بزرگ شخصیت نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور کچھ اسماء الحسنیٰ عطا فرمائے۔ اس خواب کے بعد سے مشکلات دور ہوگئیں اور کام کیلئے سینہ کھل گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے وہ کام لیا جو بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کیونکہ جب وہ کشمیر آئے تھے تو انہیں عملی جہاد کا تجربہ تو تھا مگر قیادت کا تجربہ بالکل نہیں تھا۔ وہ میدان میں لڑنا تو جانتے تھے کیونکہ افغانستان میں لڑ چکے تھے مگر تنظیم چلانے کا شاید اُنہوں نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ فطری طور پر وہ ایک خاموش طبع اور خلوت پسند جنگجو مجاہد تھے جبکہ کشمیر میں تنظیم چلانے کیلئے بے پناہ صلاحیت اور انتظامی اور سیاسی بصیرت کی ضرورت تھی۔ سجاد صاحب شہید رحمہ اللہ نے غالباً انابت الی اللہ اور دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے وہ صلاحیتیں پالیں جن کی انہیں اس نئے میدان میں

ضرورت تھی۔ چنانچہ وہ تنظیم جس کے ۹۰ء میں صرف دو افراد کشمیر میں آئے تھے تھوڑے ہی عرصے میں کشمیر کی سب سے زیادہ جنگجو اور مضبوط تنظیم بن کر اُبھری اور بعد میں اس تنظیم نے عالمی سطح پر مسلمانوں میں قبولیت عامہ حاصل کی۔

سجاد صاحب شہید رحمہ اللہ مقبوضہ کشمیر میں حرکۃ کے بانی تھے۔ انہیں حرکۃ کے ساتھ عشق کی حد تک پیار تھا چنانچہ حرکۃ کے ہر اتار چڑھاؤ کا وہ بہت زیادہ اثر لیتے تھے۔ حرکۃ ان کے خون میں رچ بس چکی تھی۔ وہ حرکۃ کا ادنیٰ سا نقصان یا حرکۃ میں ادنیٰ سی کمزوری کو بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ جب بعض وجوہ یا مجبوریوں کی وجہ سے حرکۃ الانصار پھر سابقہ اکائیوں میں منقسم ہوگئی تو انہیں اس کا بے حد افسوس ہوا۔ اُنہوں نے اپنے ساتھیوں میں اعلان کردیا کہ میں کسی دھڑے کے ساتھ نہیں ہوں۔ چونکہ باقی ساتھیوں کے خیالات بھی یہی تھے اس لئے باہر بکھرنے کے باوجود جیل میں حرکۃ متحد رہی۔ ان تمام ساتھیوں نے مجاہدین اہل حق کے مفاد کی خاطر مئی ۹۸ء میں حرکۃ کے قائدین کو خط لکھ کر انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ جب تک اہل حق کی قوت متحد نہیں ہو جاتی ہم لوگ حرکۃ کے مجاہدین کے ساتھ تو وابستہ رہیں گے مگر اس کی دھڑے بندی سے لاتعلق رہیں گے۔ بعد میں سجاد صاحب سمیت تمام ساتھیوں نے حضرت امیرالمومنین ملا محمد عُمر مجاہد دامت برکاتہم العالیہ سے شرعی بیعت کرلی اور جیل میں طالبان کے مقدس نظام کا حتی الوسع احیاء بھی کیا مگر ان کی طالبان سے یہ وابستگی حرکۃ سے علیحدگی نہیں تھی۔ سجاد صاحب شہید رحمہ اللہ آخری دم تک حرکۃ کے مجاہدین کے ساتھ وابستہ رہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ حرکۃ تو ہمارے خون کا حصہ ہے۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ کہیں دشمن خوش نہ ہوں اور مقامی ساتھیوں میں بددلی نہ پھیلے' سجاد شہید رحمہ اللہ سمیت تمام ساتھیوں نے جیل میں دھڑے بندی سے علیحدگی کا اعلان نہیں کیا تھا چنانچہ جیل میں موجود حرکۃ کے مقامی ساتھی اپنی پریشانیوں کے سلسلے میں انہیں کی طرف رجوع کرتے تھے اور سجاد شہید رحمہ اللہ حرکۃ کے قیدیوں کی

کسمپرسی' غربت اور پریشانی کا حال سن کر دیگر ذمہ داروں کی طرح ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے اور یہ تمنا رکھتے تھے کہ کاش! تنظیم کے قائدین ان قیدیوں کا اس طرح خیال رکھیں جس طرح اپنے قید ہونے والے بچّے کا رکھا جاتا ہے کیونکہ قائدین پر تنظیم کا حق اپنی ذات کے حق سے زیادہ ہوتا ہے۔ سجاد خان صاحب شہید رحمہ اللہ کی بڑی تمنا یہ تھی کہ حرکۃ پھر متحد ہو جائے اور اہل حق کی قوت منظم ہو جائے وہ اس کیلئے باقاعدہ دُعا کیا کرتے تھے۔ شہادت سے کچھ روز پہلے جب انہیں معلوم ہوا کہ حضرت .... دامت برکاتہم العالیہ اس سلسلے میں کوشش فرما رہے ہیں تو بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے خود یہ خبر کئی ساتھیوں کو سنائی اور مبارکباد دی۔ افسوس کہ ان کی یہ تمنا ان کی زندگی میں پوری نہیں ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ ان کی روح جلد ہی اچھی خبر سنے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ حرکۃ کی تعمیرو ترقی میں ان کا اور ان کے ساتھیوں کا خون پسینہ شامل ہے چنانچہ حرکۃ سے کسی طرح کی لاتعلقی ان کیلئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اُنہوں نے نہایت دکھ اور رنج کے ساتھ صرف اصلاح کی نیت سے یہ قدم اٹھایا اور اس کے بعد کا ایک ایک لمحہ سخت بے چینی اور قلق میں گزرا۔

سجاد شہید کو اپنے عقیدے اور مسلک سے بھی بے حد محبت تھی۔ اُنہوں نے جیل میں باقاعدہ اس کی تعلیم حاصل کی اور اس موضوع پر خوب مطالعہ کیا۔ انہیں اکابر علماء دیوبند سے والہانہ عشق تھا۔ آج کل جموں کشمیر کی جیلوں میں مجاہدین کے درمیان گمراہ کن لٹریچر بڑی تیزی سے تقسیم کیا جارہا ہے اور سادہ لوح مجاہدین اس لٹریچر کے زہریلے اثرات کا شکار بن رہے ہیں۔ سجاد شہید اور ان کے رفقاء اس صورتحال سے بہت پریشان تھے۔ ان سب نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تحریک کی اصلاح شروع کی۔ سجاد صاحب نے حسب عادت پوری قوت اور مضبوطی سے اس تحریک کا ساتھ دیا اور کسی ملامت کی پروا نہ کرتے ہوئے اُنہوں نے اہل حق کے عقیدے کی خوب دعوت دی جس کی برکت سے الحمدللہ کئی مجاہدین کو دوبارہ حق کی

طرف رجوع کی توفیق ملی۔ سجاد صاحب شہید بدعت اور غیر مقلدیت دونوں کو ایمان کیلئے خطرہ سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے اس سلسلے میں اپنے اہل خانہ اور دوست احباب کو بھی کئی خطوط لکھے۔ اور ان کی خواہش تھی کہ مجاہدین کے مراکز میں بھی عقیدے کی باقاعدہ تعلیم ہونی چاہیے۔

سجاد خان شہید رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کے آخری گیارہ سال پورے کے پورے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے' دُشمنان اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے' اللہ کے راستے کی مشقتیں سہتے ہوئے گزارے۔ وہ ان گیارہ سالوں کے دوران کبھی آرام سے نہیں بیٹھے۔

پہلے وہ افغانستان میں جاکر جہاد کرتے رہے جہاں مجاہدین کے درمیان ان کی شرافت' شرمیلی طبیعت اور حیرت انگیز حد تک وزن اُٹھانے کے چرچے مشہور تھے۔ پھر چار سال تک اُنہوں نے جہاد کشمیر میں اپنے رات دن ایک کیے۔ جبکہ زندگی کے آخری ساڑھے پانچ سال اُنہوں نے عقوبت خانوں' کال کوٹھڑیوں اور جیلوں کی مشقت اُٹھائی۔ ان کی اور ان کے رفقاء کی گرفتاری بظاہر دُشمنوں کی جیل حکام کیلئے ایک بڑی کامیابی تھی لیکن حقیقت میں سجاد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کو گرفتار کرکے دُشمن کو سوائے خسارے اور پچھتاوے کے اور کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ دُشمن کو کروڑوں روپے تو صرف انکی سیکورٹی پر خرچ کرنا پڑے۔ دُشمن کے درجنوں آفیسر اور سپاہی ان کی وجہ سے معطل ہوئے۔ بار بار اسے اپنی سیکورٹی پر نظر ثانی کرکے مزید خرچے اُٹھانا پڑے۔ سجاد شہید رحمہ اللہ اور ان کے رفقاء کی نسبت سے ہونے والی بعض بیرونی کارروائیوں کی وجہ سے دُشمن کو سخت مالی اور جانی خسارہ اٹھانا پڑا۔ خود دُشمن کے ذرائع ابلاغ کے بقول چند گمنام مجاہدین کی طرف سے کی جانے والی صرف ایک کارروائی پر انڈیا حکومت کے اربوں روپے خرچ ہوئے اور اسے غیر ملکی فوجی ماہرین کا خرچہ بھی اُٹھانا پڑا۔ اسی طرح جیل میں بھی سجاد شہید نے کئی بار دُشمنوں سے لڑائی کی۔ اس طرح کی لڑائیوں کے بعد ان پر اور ان کے رفقاء پر کافی

مشکلات آتی تھیں مگر اس طرح کی صرف دو لڑائیوں میں دُشمن کے پینتالیس سے زائد سپاہی زخمی ہوئے جن میں سے بعض کو کافی شدید زخم لگے۔ غالباً اسی صورتحال کے پیش نظر انڈیا حکومت کی خفیہ ایجنسیوں نے کچھ اور طے کرلیا تھا۔ گذشتہ سال بعض باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ انڈیا کی ایجنسیوں نے مولانا محمد مسعود اظہر دامت برکاتہم کو جیل ہی میں قتل کرنے کا ارادہ کرلیا ہے اور وہ اس کیلئے موقع کی تلاش میں ہیں۔ سجاد شہید اس خبر سے بہت پریشان تھے کیونکہ انہیں مولانا کے بارے میں یہ طعنہ سننے کو ملتا کہ سجاد خان تم تو اس کے بغیر جنت میں بھی نہیں جاؤ گے۔

سجاد شہید رحمہ اللہ کی شہادت سے اس خبر کی تصدیق ہوچکی ہے کہ انڈیا کی ایجنسیوں نے واقعی بعض افراد کو جیل ہی میں قتل کرنے کا پلان بنا رکھا ہے اور پلان کی پہلی کڑی کے طور پر اُنہوں نے اُمت مسلمہ کی ماؤں بہنوں کے ایک مضبوط محافظ کو مُسلمانوں سے چھین لیا ہے۔ بے شک سجاد صاحب شہید ہوچکے ہیں۔ وہ اپنے محبوب رب کے پاس جاچکے ہیں۔ ہندو بنئے نے اُمت مسلمہ کے سینے پر ایک اور زخم لگادیا ہے۔ اُمت مسلمہ کا تو نقصان ہوا مگر خود سجاد صاحب راحت پاچکے ہیں۔ وہ جیل میں بہت تھک گئے تھے۔ چونتیس سال کی عمر میں ان کی کنپٹی پر سفید بال اور خوبصورت چہرے پر تفکرات کی لکیریں یہ بتاتی تھیں کہ وہ جیل کی طویل اور خلاف مزاج زندگی سے بے حد تنگ آچکے تھے۔ مگر وہ پھر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا کرتے تھے۔ ان کی زبان سے کبھی بھی ناشکری کے الفاظ نہیں سنے گئے۔ وہ میدان کے شیر تھے۔ ایسے لوگوں کیلئے قید میں ایک منٹ گزارنا بھی مشکل ہوتا ہے جبکہ سجاد صاحب نے تو پانچ سال چار ماہ تین دن کا طویل عرصہ حتی الوسع صبر و شکر کے ساتھ کاٹا۔ ان کی باتوں سے کبھی بھی یہ احساس نہیں ہوتا تھا کہ انہیں واپس اپنے گھر جانے کی تمنا ہے۔ البتہ دُنیا کے مختلف میدان ہائے جہاد میں عموماً اور کشمیر کے میدان جہاد میں خصوصاً شرکت کی تمنا انہیں تڑپاتی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ رہائی کے بعد وہ کشمیر ہی

میں رہیں اور یہاں کی تحریک میں نئی روح پھونکیں۔ اپنے والدین اور بہن بھائیوں سے انہیں محبت ضرور تھی' وہ ہمیشہ ان کی بھلائی کیلئے سوچا کرتے تھے لیکن انہیں میدان جہاد میں واپس جانا اپنے والدین کے پاس لوٹنے سے زیادہ مرغوب و محبوب تھا۔

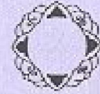
گھر میں اپنی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ زیادہ قلبی تعلق رکھتے تھے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کیلئے جیل سے ہی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کی ہمشیرہ اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کر کے خاندان کی تمام عورتوں کی دینی تربیت کریں۔ یہ اس بہن کی خوش قسمتی ہے کہ ایسا اللہ کا ولی بھائی اس کیلئے ہمیشہ فکر مند اور خیر خواہ رہا۔ اپنے دوسرے رشتہ داروں میں اپنے خالہ زاد بھائی عبدالحمید صاحب سے کافی زیادہ قلبی تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ اپنے مخلصانہ اور والہانہ تعلق کا تذکرہ بھی کرتے تھے۔

مقبوضہ کشمیر میں سجاد شہید رحمہ اللہ کے چاہنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان کے شہید ساتھیوں کی مائیں انہیں اپنا بیٹا سمجھتی تھیں۔ وہ اپنے پرانے ساتھیوں کا اکثر تذکرہ کرتے تھے اور شہداء کو یاد کیا کرتے تھے۔ آج وہ خود انہیں شہداء کے پاس چلے گئے ہیں۔ ان کے والدین اور رشتہ دار یقیناً غمگین ہوں گے' سجاد صاحب کی جدائی کوئی معمولی صدمہ نہیں ہے لیکن انہیں چاہئے کہ صبر کریں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور ایک قیمتی قربانی دی ہے۔ ایسی قربانی پیش کرنا حقیقت میں صدمہ نہیں سعادت ہے۔ سجاد صاحب کے رفقاء مجاہدین بھی یقیناً غمگین ہوں گے مگر ان کیلئے غمگین ہونے کا وقت نہیں بلکہ سجاد صاحب کے قاتلوں کو غمگین کرنے کا وقت ہے۔ بے شک سجاد صاحب کا مظلومانہ خون مجاہدین کے ذمہ ایک قرضہ ہے اور اس قرضے کی ادائیگی ایسی ہونی چاہئے کہ دشمن کو بھی معلوم ہوجائے کہ یہ پاک خون اس سے ہضم ہونے والا نہیں ہے۔ سجاد صاحب شہید کی شہادت کا فوری اثر جیل میں ان کے ساتھیوں پر پڑا ہے' وہ سب خود کو اکیلا محسوس کررہے ہیں' سجاد صاحب کی

جدائی نے انہیں مزید تنہا کردیا ہے اور ان کا مضبوط بازو ٹوٹ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کی حالت پر رحم فرمائے۔

سجاد صاحب کو مولانا محمد مسعود اظہر نے ۱۹۸۹ء میں پہلی بار افغانستان کے ایک محاذ پر دیکھا تھا۔ اس وقت سجاد صاحب ان کے سامنے بیٹھے تھے اور صرف مسکرا رہے تھے۔ سجاد صاحب کے ساتھی مولانا کو بتارہے تھے کہ یہ سجاد صاحب ہیں۔ ان کے ساتھ جنات ہوتے ہیں جو ان کے ساتھ باتیں کرتے ہیں اور توپیں وغیرہ اٹھانے میں ہاتھ بٹاتے ہیں۔ سجاد صاحب یہ سن کر شرمارہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ اس ملاقات میں وہ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولے۔ اس کے دس سال بعد اب مولانا مسعود اظہر نے جیل حکام پر دباؤ ڈالا کہ وہ انہیں شہید کے کفن دفن اور جنازہ میں شرکت کی اجازت دیں۔ جیل حکام نے حالات خراب ہونے کے ڈر سے منظور کرلیا کہ وہ انہیں شہید کے آخری دیدار کیلئے ہسپتال لے جائیں گے۔ سجاد صاحب کے ساتھ ہی ہتھکڑی پہننے والے مولانا مسعود اظہر کو اس دن اکیلے ہتھکڑی پہنائی گئی تو بقول مولانا: "مجھے احساس ہوا کہ سجاد صاحب تو آزاد ہوگئے ہیں۔ اب انہیں کوئی ہتھکڑی نہیں ڈال سکے گا۔ اب میں اکیلا قید میں ہوں"۔ ہتھکڑی پہن کر مسلح سپاہیوں کے ہمراہ مولانا "شہید" سے اس دنیا کی آخری ملاقات کیلئے ہسپتال پہنچے۔ وہاں متعین مسلمان ایس ایچ او سے درخواست کی کہ یہاں میں ہی اس شہید کا وارث ہوں۔ اللہ کے واسطے مجھے جنازہ پڑھانے دو۔ اس نے کہا کہ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا لیکن میں وعدہ کرتا ہوں کہ ان کا کفن دفن اور نماز جنازہ سب کچھ شریعت کے مطابق ہوگا۔ اس کے بعد اس کمرے کا تالا کو کھولا گیا جس میں سجاد صاحب کا جسم خاکی رکھا تھا۔ کمرے کو ائرکنڈیشنر کے ذریعے ٹھنڈا کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ دو حصوں پر مشتمل تھا اور باہر جون کے موسم کی شدید گرمی کا یہاں کوئی اثر نہیں تھا۔ کمرے کے دوسرے حصے میں پہنچ کر مولانا نے دیکھا کہ شہید ایک سفید چادر اوڑھے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ لیٹے ہوئے ہیں اور انہوں نے چہرہ دوسری طرف کیا ہوا ہے۔ مولانا

مسعود اظہر "شہید" کے چہرہ والی طرف چلے گئے اور انہوں نے دیکھا کہ آج ان کے چہرے پر نہایت گہری مسکراہٹ رقصاں ہے۔ مولانا محمد مسعود اظہر جو تین دن سے رو رہے تھے۔ اس مسکراہٹ کو دیکھ کر جھوم گئے اور ان کے آنسو تھم گئے اور انہیں اس کمرے میں ایک خاص طرح کا سرور آنے لگا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اپنا ہتھکڑی والا ہاتھ سجاد شہید کے ماتھے پر رکھ دیا اور یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ ماشاء اللہ ابھی تک ان کی پیشانی گرم تھی۔ دس سال سے سجاد صاحب کو مختلف احوال میں دیکھنے والے مولانا مسعود اظہر کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بھی انہیں اتنا خوش اور اتنا خوبصورت نہیں دیکھا' جتنا وہ آج لگ رہے تھے۔ ۱۹۸۹ء میں افغانستان کی خاموش ملاقات کے بعد ۱۹۹۹ء میں جنوں کی یہ خاموش ملاقات بھی تھوڑی دیر بعد ختم ہو گئی۔



نوائے دل

بیانات

عالم اسلام کے نام ایک قیدی کا دردناک پیغام

قیدی ساتھیوں سے طالبان کے متعلق ایک پُرسوز خطاب

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم.

أما بعد :

أعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"ھو الذی أرسل رسولہ بالھدی، و دین الحق، لیظھرہ علی الدین کلہ، ولو کرہ المشرکون."

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : " أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا : لا إلہ إلا اللہ". أو کما قال علیہ السلام.

میرے ہم مشن بھائیو ! اُمت مسلمہ کے غیور نوجوانو ! اُمت مسلمہ کی عزت مآب ماؤ، بہنو، بیٹیو ! ایک طویل عرصہ سے اُمت مسلمہ مصائب کا شکار تھی، دکھوں کا شکار تھی، غموں کے سیاہ بادل اور مصیبتوں کے طوفان ہر طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دردناک حالات میں مُسلمانوں کو ایک عظیم خوشی عطاء فرمائی ہے۔ مُسلمانوں کو ایک ایسی نعمت عطاء فرمائی ہے جس نعمت کی انہیں سخت ضرورت تھی، جس نعمت پر ان کے مستقبل کا دارومدار ہے اور جس نعمت کے بغیر مُسلمان ادھورے تھے، مُسلمان کسی سے آنکھ ملا کر بات نہیں کرسکتے تھے، مُسلمان سر اُٹھا کر نہیں چل سکتے تھے۔ ہر شخص پوچھتا تھا کہ جہاد کرتے ہو، نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ ہر زبان یہ کہتی تھی کہ مُسلمانوں کا دین اب کتابوں میں بند ہو کر رہ گیا ہے۔ ہر شخص کو یہ کہنے کا موقع ملتا تھا کہ اصل اسلام ختم ہوچکا ہے اب مُسلمانوں کو حالات سے سمجھوتہ کرلینا چاہئے، اسلام کے نظام کو نافذ کرنے کی بات چھوڑ کر جمہوریت یا اشتراکیت کو سینے سے لگالینا چاہئے، حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو چھوڑ کر کفار کے رنگ میں مل جانا چاہئے۔ ایسے وقت میں اللہ نے فضل فرمایا، شہداء کے خون کی برکات ظاہر ہوئیں، ایک دو شہید

نہیں، سولہ لاکھ سے زائد شہداء کا خون بالآخر آسمان سے نصرت خداوندی کو اتار لایا اور مُسلمانوں نے یہ نوید سنی، مُسلمانوں نے یہ خوش خبری سنی کہ افغانستان میں خالص اسلامی حکومت قائم ہوچکی ہے، افغانستان میں وہ حکومت قائم ہوچکی ہے جس کا نقشہ مدینہ منورہ میں ترتیب دیا گیا تھا، افغانستان میں وہ حکومت قائم ہوچکی ہے جو مکّہ مکرمہ پر نافذ کی گئی تھی، افغانستان پر وہ حکومت قائم ہوچکی ہے جس حکومت کو قائم کرنے کا طریقہ قرآن بتاتا ہے۔ یہ خبر جس نے سنی اگر اس کے دل میں ایمان تھا وہ خوشی اور مسرت کے آنسو اپنی آنکھوں سے نہیں روک سکا، جیل کی تاریک کوٹھریوں میں تکبیر کے نعرے بلند ہونے لگے، مایوس دلوں پر دوبارہ امیدوں کی بہاریں آگئیں، مرجھائے ہوئے چہرے کھل اُٹھے، مظلوم ماؤں بہنوں نے پھر ایک دفعہ امید کی نظریں آسمان کی طرف اُٹھادیں اور کہنے لگیں، یا رب العالمین! بے شک تو سچا ہے، بے شک تو مجاہدین کے ساتھ ہے، بے شک تو اہل ایمان کے ساتھ ہے، بے شک تیری نصرت آسمانوں سے اُترا کرتی ہے، بے شک تو بڑی بڑی طاغوتی طاقتوں کے سر توڑنے کی طاقت رکھتا ہے، بے شک تو چند بے بس اور نہتے انسانوں کو جو تیرے نام کی عظمت کیلئے اور تیرے نظام کی تنفیذ کیلئے نکلتے ہیں، غالب کرتا ہے۔ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی، چیچنیا والے خوش ہوگئے، تاجکستان والوں کے دلوں میں دوبارہ امیدیں پیدا ہوگئیں، اہل کشمیر پر جو خوشی طاری ہوئی وہ وہی جانتے ہیں جنہوں نے یہاں پہلے ان مایوسیوں کو دیکھا ہے جنہوں نے یہاں اپنے ڈیرے جمالئے تھے، مشرق سے مغرب تک وہ تمام مُسلمان جن کے دلوں میں ایمان تھا، اس نعمت کی حرارت محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکے۔

آج جبکہ اقوام متحدہ موجود ہے جو اسلامی قوانین کو نافذ ہونے سے پہلے مٹا دینے کا عزم رکھتی ہے، نیٹو کی افواج موجود ہیں جن کا مقصد اسلام کے قلعوں کے اوپر بمباری کرنا ہے، آج جبکہ سلامتی کونسل کے نام سے ان ظالم ملکوں کی ایک تنظیم موجود ہے جو اس بات پر نظر رکھتے ہیں کہ دُنیا میں کہیں اسلام نافذ نہ ہوجائے،

دُنیا سے اسلام کو مٹانے کیلئے ساری دُنیا کا کفر سر جوڑ چکا ہے' ہزاروں ایٹم بم تیار کرلئے گئے ہیں' لیکن کیا ہوا؟ ایک شخص جو دیکھنے میں کمزور سا لگتا تھا' جس کا جسم جہاد کے زخم کھا کھا کر چھلنی تھا' جو اپنے جسم کے قیمتی اعضاء بارگاہ الٰہی میں قربان کرچکا تھا' وہ نہتا نکلا' وہ اکیلا نکلا' نہتا اس معنی میں کہ اس کے سامنے جو دُشمن تھا اس کے پاس اتنا اسلحہ تھا' اتنے ہتھیار تھے کہ اس شخص کے ہتھیار اس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر تھے۔ یہ چند نوجوان اپنے سروں پر سنت والی پگڑیاں باندھے ہوئے' اپنے ہاتھوں میں اسلحہ اُٹھائے ہوئے' اپنے سینوں میں قرآن سجائے ہوئے' قندھار سے نکلے' دیکھتے ہی دیکھتے پورا افغانستان ان کے نور سے منور ہوگیا اور آج پوری دُنیا اس نور کی حرارت اور اس نور کی روشنی کو محسوس کرتی ہے۔

ہم آج جیل میں قید اور غلامی کی زندگی گزارنے کے باوجود افغانستان کی اسلامی حکومت' افغانستان کی اسلامی امارت پر فخر کررہے ہیں' خوشیاں منارہے ہیں' اپنی قید بھول چکی ہے' اپنا غم فراموش ہوچکا ہے' لیکن ہمیں اس بات کا دکھ ہے کہ ہم اس عظیم الشان اسلامی حکومت کی نہ کوئی اینٹ بن سکتے ہیں' نہ کوئی روڑا' نہ کوئی پتھر۔ ہمیں اس بات کا غم ہے ہم طالبان کے کندھوں سے کندھا ملا کر لڑنے کی اہلیت نہیں رکھتے' اس لئے کہ ہمارے درمیان فاصلے ہیں' دیواریں ہیں' آہنی دروازے ہیں' مسلح پہرے دار ہیں' اور ہم خالی ہاتھ سوائے بے بسی کے آنسو بہانے اور رات کی دعاؤں کے اور کچھ نہیں کرسکتے' لیکن اے مسلمانو! اے آزادی کی زندگی گزارنے والو! اے اپنی مرضی سے چلنے پھرنے کی طاقت رکھنے والو! اپنی جان' مال پر استطاعت رکھنے والو! اس موقع کو ضائع نہ کرنا' ہم تمہیں اس عظیم الشان موقع کی مبارکباد بھی دیتے ہیں اور یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس موقع کی قدر نہ کی تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے فتنے آسمان سے اتریں گے اور زمین پر چھاجائیں گے جن سے نہ کوئی عام انسان بچے گا نہ خاص۔ تعجب ہے ان لوگوں پر جو طالبان کی بھی مخالفت کرتے ہیں! آخر وہ کیا چاہتے ہیں؟ اسلام کے نام پر اُنہوں نے

جماعتیں بنائیں' اسلام کو نافذ کرنے کی وہ بات کرتے ہیں اور آج جب اسلام نافذ ہوگیا اور اپنی اسی اصلی شکل کے ساتھ جس شکل کے ساتھ وہ قرآن میں موجود ہے' جس شکل کے ساتھ وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احادیث رسول میں محفوظ ہے' جس شکل کے ساتھ وہ فقہ اسلامی میں محفوظ ہے' جس شکل کے ساتھ وہ اسلامی کتابوں میں محفوظ ہے' اسلامی تاریخ میں محفوظ ہے' آج جب اسلام اپنی اس شکل و صورت کے ساتھ' پوری آب و تاب کے ساتھ نافذ ہوگیا تو ان بدقسمت لوگوں کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ آگے بڑھ کر اسے اور قوت دیتے' اسے اور طاقت دیتے۔ اُنہوں نے مخالفت پر کمر باندھ لی۔ شخصیت پرستی' انا پرستی' تنظیم پرستی ان چیزوں نے انہیں محروم رکھا ہے کہ وہ آج اس عظیم نعمت سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے' لیکن جو اہل حق ہیں انہیں اس نعمت کی قدر سمجھنی چاہئے' انہیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے' تمام مجاہدین کو چاہئے کہ وہ اپنی تنظیمیں' اپنی جماعتیں لے کر امیرالمؤمنین کے قدموں میں پہنچیں' اب جب ایک شرعی امیر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادیا ہے تو دفتروں میں بیٹھ کر روز روز امیر بدلنے کی کیا ضرورت؟ اگر جہاد کا مقصد اعلائے کلمۃ اللہ تھا' تو جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو حاصل کرادیا ہے' اس شخص کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دینا چاہئے۔ جس شخص کی فراست نے بکھری ہوئی اُمت کو جمع کیا' اس شخص کی فراست پر اعتبار کرنا چاہئے۔ جس شخص نے وہ کارنامہ سرانجام دیا جو بڑے بڑے انجام نہیں دے سکے' صدیوں سے اُمت مسلمہ جس کارنامے کی منتظر تھی' جس شخص سے اللہ تعالیٰ نے وہ کارنامہ سرانجام دلوایا۔ اس شخص کی مسلمانوں کو قدر کرنی چاہئے' اس کی فراست سے فائدہ اُٹھانا چاہئے' اس کے تقویٰ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے' اس کے تدبر سے فائدہ اُٹھانا چاہئے' اس کے تفقہ سے فائدہ اُٹھانا چاہئے' اس کی قیادت کو ایک نعمت سمجھنا چاہئے' اس کی امارت کو ایک سعادت سمجھنا چاہئے' سارے مسلح ہاتھ جن کے ہاتھوں میں اللہ کیلئے اسلحہ ہے' وہ تمام بازو جن میں بجلیاں بھری ہوئی ہیں اور وہ کفر پر گرنے کیلئے بے چین

ہیں' جو دُنیا کے مختلف حصّوں میں' خطوں میں آزادی کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ کے دین کی عظمت کی بلندی کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنے مضبوط ہاتھ اس شخص کے ہاتھوں میں دیدیں جسے ہاتھ استعمال کرنے کا طریقہ بھی آتا ہے' ان ہاتھوں کو منظم رکھنے کا طریقہ بھی آتا ہے' ان ہاتھوں کو فتح یاب کرانے کے گُر وہ جانتا ہے۔ اور ان ہاتھوں پر اللہ کی نصرت نازل ہوجائے یہ اس شخص کے تقویٰ کی بدولت ہی ممکن ہے۔ اب اس کام میں مُسلمانوں کو دیر نہیں کرنی چاہئے' تعجب ہوتا ہے' حیرانی ہوتی ہے کہ طالبان کی تنظیم کے وجود میں آجانے کے بعد چھوٹی چھوٹی تنظیموں یا دھڑوں کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ ان سب کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر کریں۔

قرآن مجید میں واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جب بنی اسرائیل پر ظلم و ستم ہوا' ان کے علاقے چھین لئے گئے' ان کی جان و مال' عزت و آبرو محفوظ نہ رہی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک امیر جہاد مانگا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک "امیر جہاد" عطاء فرمایا۔ جن لوگوں نے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا وہ فتح یاب ہوگئے۔ "کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" میں انہیں لوگوں کا تذکرہ ہے' اسی چھوٹی سی جماعت کا تذکرہ ہے جنہوں نے اللہ کی طرف سے مقرر کردہ' اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے' اس امیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دیدیا اور پھر دُنیا کی اس وقت کی بڑی سپر پاور سے ٹکرا گئے' اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح سے ہمکنار کرایا' ان کے علاقے انہیں واپس مل گئے' ان کی چھینی ہوئی آزادی انہیں لوٹا دی گئی' ان کی جان' مال' عزت آبرو محفوظ ہوگئیں' وہ محکوم سے حاکم بنادیے گئے' وہ مغلوب تھے غالب کردیئے گئے' ان کے دین پر جبر و تشدد کیا جاتا تھا' ان کا دین آزاد ہوگیا' ان کا ایمان محفوظ ہوگیا۔

آج وہی دور ہے' وہ افغانستان جہاں تنظیمیں تھیں' جہاں جتھے تھے' جہاں تنظیموں کے لیڈر کعبہ کے سائے میں بیٹھ کر معاہدے کرتے تھے مگر مجبوریاں ان سے یہ معاہدات تڑوادیا کرتی تھیں' جن پر دباؤ تھا' کسی پر امریکا کا تو کسی پر روس کا' کوئی

اقوام متحدہ کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا' تو کوئی کسی اور مجبوری کی وجہ سے دائیں بائیں دیکھتا تھا' آپس میں اتحاد نہیں ہوتا تھا' عہدے بندروں کی طرح آپس میں بانٹے جاتے تھے اور پھر اسی بندر بانٹ میں آپس میں اختلافات ہوجایا کرتے تھے' دُنیا پوچھتی تھی افغانستان مجاہدین کے ہاتھ آگیا لیکن یہ کس کو ملے گا؟ کس تنظیم کو ملے گا؟ کتنے ٹکڑے ہوں گے؟ کتنی جماعتیں ہوں گی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت مظلوم پر رحم فرمایا۔ ایک ایسا شخص کھڑا ہوگیا جس نے ان تنظیموں کو ختم کردیا' ان جتھے بازوں کو ختم کردیا۔ ان گروہوں کو توڑ دیا۔ تمام مسلمانوں کو ایک جسم کی طرح متحد کردیا۔ علماء اس کے ہاتھوں پر بیعت ہوگئے' کمانڈر اس کے سامنے آکر اپنی طاقت کو اس کے ہاتھ میں دینے کے لئے تیار ہوگئے' علاقے اس کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔ پھر اس نے اپنی ذاتی بالادستی نہیں چاہی' وہ کل بھی فقر و فاقہ کی زندگی گزارتا تھا وہ آج بھی فقر و فاقہ کی زندگی گزارتا ہے۔ اس نے کوئی ذاتی سطوت' ذاتی بلندی حاصل نہیں کی۔ اس نے زمین پر فساد برپا نہیں کیا بلکہ وہ شخص افغانستان میں اسلام کو لے کر کھڑا ہوا' پوری دُنیا مخالف ہوئی مگر اس کے پاؤں اپنی جگہ سے نہیں ہلے۔ اس نے اسلام کے ان قوانین کو نافذ کردیا جن کو اپنوں نے بھی مردہ قرار دے دیا تھا' جن کو اپنوں نے بھی تاویلوں کا نشانہ بنالیا تھا۔ پوری دُنیا اس کے خلاف چیخی چلائی مگر اس شخص کے عزائم میں ایک ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

کیا ایسے امیر کی موجودگی میں کسی اور امیر کی ضرورت پڑتی ہے؟ تمام مُسلمانوں پر ضروری ہے' خصوصًا مجاہدین پر کہ اس آواز کو سنیں' وقت کی اس آواز کو پہچانیں اور انہیں لوگوں میں سے بنیں جو اس امیر کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر منزل تک پہنچ جائیں۔ اور جو اس کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دیں گے اور اپنی چھوٹی چھوٹی امارتیں قائم کئے رکھیں گے' تو ان کی امارت بھی ان کے ساتھ وفا نہیں کرے گی۔

آج جو کچھ تنظیموں کے اندر ہو رہا ہے۔ اہل حق کی مجاہد تنظیمیں جس طرح دھڑوں کے اندر بٹتی جارہی ہیں' وہ حقیقت نہ کسی سے چھپی ہوئی ہے' نہ کسی سے مخفی

ہے۔

تمام مسلمانوں سے یہ درخواست ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین مُلّا محمد عُمر مجاہد کو اپنا امیر تسلیم کریں' ان کے دست و بازو بنیں' حضرات علماء ان کو اپنا شرعی امیر تسلیم کرکے ان کے ہاتھوں پر بیعت کریں' مجاہد تنظیمیں اپنے تمام تراثاثے' اپنی تمام تر قوتیں امیرالمؤمنین کے قدموں میں ڈال کر ان سے درخواست کریں کہ ہمارے لئے ترتیب بنادیجئے' ہمیں وہ طریقے سکھادیجئے جن طریقوں سے آپ نے اللہ کی نصرت کو زمین پر آنے کی دعوت دی' پھر اللہ کی نصرت آسمان سے زمین پر اتر آئی۔ آپ اپنے نائبین ہم پر مقرر فرمادیجئے' آپ اپنے احکام کے ذریعہ سے ہماری صفوں کو منظم فرمادیجئے تاکہ ہم بھی اس منزل تک پہنچ جائیں جس منزل تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنچادیا ہے۔ یاد رکھئے! یہ مواقع روز روز نہیں آیا کرتے۔

آج ساری دُنیا کی نگاہیں اس بات پر ہیں کہ افغانستان میں طالبان کی حکومت کس طرح سے ختم کی جائے۔ وہ اسلامی ممالک جنہوں نے اب تک اپنے عوام کو دھوکے میں رکھا ہوا تھا' طالبان کے نام سے تھر تھر کانپ رہے ہیں اس لئے ان کے عوام بھی پوچھ رہے ہیں' کہ اگر چند مسکین مولوی اور علماء شریعت کو نافذ کرسکتے ہیں اور وہاں کوئی بھوکا نہیں مررہا تو آخر تم اپنے ملکوں میں شریعت کو نافذ کیوں نہیں کرسکتے؟ آج ان ممالک کے عوام حکمرانوں سے پوچھ رہے ہیں کہ اگر یہ بے بس' یہ بے کس بغیر اسباب و وسائل کے دُنیا کی بڑی بڑی قوتوں کو آنکھیں دکھاسکتے ہیں' اقوام متحدہ کے اداروں کو ننگی کا ناچ نچواسکتے ہیں' ان کے مطالبات کو اپنے جوتے کی ٹھوکر سے اڑا سکتے ہیں تو آج تمہیں کون سی مجبوری ہے کہ تم ایسا نہیں کرسکتے؟ کیوں آئے دن دبے جارہے اور ان کا لقمہ بنتے جارہے ہو۔

وہ کافر جو کافروں کی پالیسیاں بناتے ہیں ان کے دماغ سوچ سوچ کر ماؤف ہوچکے ہیں۔ اخبارات پڑھئے! آپ کو ان کی پریشانی اور بے چینی صاف نظر آئے گی' ریڈیو سنیں' ان کے بیانات سنیں' انہیں سمجھ نہیں آرہا کہ اچانک یہ کیا ہوگیا؟ انہوں نے

اپنی طرف سے بڑے بڑے جال بچھادیئے تھے مگر وہ جال مکڑے کے جالے ثابت ہوئے جو مُلّا عُمر صاحب نے ایک ضرب سے صاف کردیئے۔ اپنے بھی اگر اب پہلو بچائے بیٹھے ہیں اور اپنوں کو بھی ابھی تک شرح صدر نہ ہو تو پھر آخر ہم لوگ چاہتے کیا ہیں؟ اگر غلامی ہی مقصود ہے تو پھر ٹھیک ہے لیکن اگر آزادی کی باتیں کرتے ہیں' اگر دین کے غلبہ کی باتیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بنیاد مہیا کردی ہے۔ اب اس بنیاد کو مضبوط کرنا اور اس بنیاد پر عمارت کھڑی کرنا علماء کا کام ہے' صلحاء کا کام ہے' اتقیاء کا کام ہے' مالداروں کا کام ہے' غریبوں کا کام ہے' جو شخص افغانستان کی اسلامی امارت کیلئے جو کچھ کرسکتا ہے' اسے کرگزرنا چاہئے۔ جو شخص ذاتی طور پر' انفرادی طور پر اس میں جو کردار ادا کرسکتا ہے اسے کرنا چاہئے۔ جو لوگ اجتماعی طور پر اس میں کچھ کارکردگی دکھاسکتے ہیں' انہیں اب دکھادینا چاہئے۔ اب معرکہ شروع ہوچکا ہے' ایک طرف پوری دُنیا کا کفر کندھے جوڑ کر کھڑا ہوگیا ہے' دوسری طرف اسلام ہے۔

الحمدللہ! افغانستان کافی عرصہ کے بعد ایک شخص پر متفق نظر آرہا ہے۔ ٹولیاں' گروہ' جتھے آج ختم ہوگئے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمیں ان کے کندھوں سے کندھا ملانا چاہئے اور پھر مزہ ہے اس جنگ کے اندر' اس جنگ میں سامنے امریکا ہے' اس جنگ میں سامنے رُوس ہے' اس جنگ میں سامنے بھارت ہے' اس جنگ میں دُنیا کی ساری طاغوتی طاقتیں ہیں' اس جنگ میں دُنیا کے سارے منافق ہیں' اس جنگ میں دُنیا کے سارے فسق کے عادی سامنے کھڑے ہوئے ہیں' کیسی مزے دار جنگ ہے؟ کیسی تگڑی جنگ ہے؟ کیسی لطف والی جنگ ہے؟ کون آدمی ہوگا جو سعادت کے اس موقع سے پیچھے ہٹ جائے گا۔

مسلمانوں کو (جو اپنے کچھ نظریاتی' سیاسی اور مسلکی اختلافات کی وجہ سے طالبان کے دُشمن بنے ہوئے ہیں) ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ آج اگر طالبان کی طاقت ختم کردی گئی تو تم بھی ختم کردیئے جاؤ گے۔ وہ اس وجہ سے کہ دُنیا تمہیں بھی

مسلمان سمجھتی ہے' اگر مسلمانوں کی یہ طاقت اور قوت ختم ہوگئی تو وہ تمہیں بھی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ تمہیں بھی نہیں بخشیں گے' اس وقت میر جعفر اور میر صادق کی طرح تم چیخو گے' چلاؤ گے کہ ہم طالبان کے مخالف تھے' ہم بھی تمہارے ساتھی تھے' تمہاری بات کوئی نہیں سنے گا' ہر کلمہ گو کو ختم کیا جائے گا' ہر مسلمان کو مٹایا جائے گا اور اسلام کا نام تو تم اپنے نام سے ہٹانے کیلئے شاید تیار نہیں ہوگے۔

آج جو ڈاکٹر حضرات ہیں وہ بھی طالبان کے کام آکر اپنے لئے جنت بنا سکتے ہیں' انجینئر بھی طالبان کے کام آکر اپنے لئے جنت بنا سکتے ہیں' مسلمان مائیں' بہنیں بھی طالبان کے کام آکر اپنے لئے جنت بنا سکتیں ہیں' اور سب سے زیادہ ضرورت مسلمان مجاہدین اور مجاہدین کی تنظیموں کو ہے' ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے بہترین موقع عطاء فرمادیا تو ان کی جو توانائیاں' ان کا جو سرمایہ' ان کا جو قیمتی وقت آپس کے اختلافات میں' امیروں کے لانے اور بدلنے میں خرچ ہو رہا ہے' وہ اس کی حفاظت کر سکتے ہیں' ساری ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے سر سے اتار کر اس شخص کے سپرد کر دیجئے' جس نے یہ ثابت کردیا کہ وہ واقعی امارت کا اہل ہے۔

بس یہی ایک پیغام ہے۔ کاش! مسلمان اس کو سمجھ لیں۔ کاش! نوجوانوں کے دلوں میں یہ بات اتر جائے۔ کاش! نئے اور پرانے مجاہدین اس نکتے کو سمجھیں اور مزید بکھرنے کی بجائے' مزید اپنا وقت ضائع کرنے کی بجائے' ہر طرف سے بے پروا ہو کر' ایک شرعی امیر کی قیادت میں آگے بڑھیں' اور دشمنوں سے مردانہ وار مقابلہ کریں۔ پس لڑائیوں نے آج ہماری وہ مردانگی' وہ قوت' وہ طاقت وہ شوکت و سطوت' سب کچھ ختم کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ افغانستان کی اسلامی حکومت قائم رہے' دائم رہے۔ اگر یہ بیس پچیس سال تک قائم رہے تو دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔ افغانستان میں ایک نئی نسل تیار ہوجائے گی جہاں عام انسان روز مرہ پیش آنے والے تمام مسائل سمجھنے والے ہوں گے' جہاں علماء کی بہتات ہوگی' علم کی کثرت ہوگی' جہاں ہر طرف نور

ہی نور ہوگا اور یہ نور دنیا کے دائیں بائیں' مشرق و مغرب میں پھیلتا جائے گا۔ افغانستان دنیا کی وہ واحد نظریاتی اسلامی ریاست ہوگی جس کا قیام اسلام کیلئے ہوگا' جس کا جینا مرنا اسلام کے لئے ہوگا' جس کی ہر کوشش' جس کی ہر محنت کا محور اسلام ہوگا۔ باقی دنیا پر کوئی ایسی ریاست آج تک موجود نہیں لیکن افغانستان کو دیکھ کر کچھ بعید نہیں کہ دنیا کے کئی اور اسلامی ملکوں میں بھی یہی رجحان غالب آئے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے طالبان کے ساتھ لڑتے ہوئے اپنی جانیں سپرد کردیں' صحراؤں میں ان کی لاشیں بکھری پڑی ہیں اور آسمان سے ان پر رحمتیں نازل ہورہی ہیں۔ میں مبارک باد دیتا ہوں ان ماؤں کو جن کے جوان بچوں نے مل کر یہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا کہ اپنی جان تو دے دی مگر یہ ثابت کردیا کہ دنیا میں یہ دین غالب ہونے کیلئے آیا ہے' مٹنے کیلئے نہیں آیا۔ میں ان کے والدین کو مبارک باد دیتا ہوں' میں ان کی بہنوں کو مبارک باد دیتا ہوں' آپ لوگ خوش نصیب ہیں آپ کے بیٹوں نے اس جنگ میں جان دی ہے جس جنگ کا نتیجہ الحمدللہ! آنکھوں کے سامنے نظر آرہا ہے' جس جنگ کی حقانیت میں کوئی شک نہیں' جس جنگ کی حقانیت میں کوئی شبہہ نہیں' جس جنگ کی عظمت میں کوئی شبہہ نہیں' دنیا کی تیسری عالمی جنگ ہے اور اس جنگ میں مسلمانوں کی یلغار کو دنیا میں کوئی نہیں روک سکے گا اور اگر خدانخواستہ مسلمان اس جنگ میں ہار گئے تو پھر صدیوں تک انہیں اٹھانے والا شاید کوئی نہ ہو۔

میں ان علماء کرام کو مبارک باد دیتا ہوں جو طالبان کی خدمت کررہے ہیں' ان کے ساتھ شانہ بشانہ میدانوں اور ہر محاذ پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ میں ان اکابر کیلئے دعائیں کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے جنہوں نے طالبان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر انہیں احساس تنہائی میں مبتلا نہیں ہونے دیا۔ آپ سب لوگ خوش قسمت ہیں' آپ سب لوگ خوش نصیب ہیں' اور ہم جیسے قیدی' ہم جیسے بے بس انسان آپ لوگوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں' آپ لوگوں کیلئے

دعائیں کرسکتے ہیں، آپ لوگوں کیلئے نیک تمناؤں کا اظہار کرسکتے ہیں۔ وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین.



دُشمن ہم سے قرآن چھیننا چاہتا ہے

جیل میں قیدی ساتھیوں کے حفظِ قرآن کی تکمیل پر خطاب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم.

أما بعد:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم.

"ولن ترضی عنک الیھود ولا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم،

قل: إن ھدی اللہ ھو الھدیٰ."

سب سے پہلے اپنے دونوں عزیز ساتھیوں کو مبارک باد دیتا ہوں، بھائی اسد اللہ اور بھائی شاہد لطیف، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا آپ دونوں پر، شکر اداء کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت متوجہ ہوئی آپ لوگوں کی طرف، اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیجئے۔ مبارکباد دیتا ہوں میں محترم حافظ مولانا صلاح الدین صاحب، محترم حافظ مولانا ابوجندل صاحب کو، ان حضرات کی محنتیں رنگ لائیں، جیل میں بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی کہ اللہ کے دین کا کام کر رہے ہیں۔ وہ جیلیں جہاں زندگیاں تباہ و برباد ہوتی ہیں وہاں اپنی آخرت بھی بنا رہے ہیں اور دوسروں کی زندگی کو بھی قرآن کے نور سے منور کر رہے ہیں۔ اللہ اور استقامت دے، ہمت دے، اخلاص دے اور دُنیا و آخرت میں اس کا بدلہ عطا فرمائے۔ ساتھی سوچتے ہونگے تقریبیں منعقد کرنا، یہ سر پہ پگڑیاں باندھنا، یہ آخر کیا ہے؟ ممکن ہے کسی کو یہ وہم بھی ہوجاتا ہو کہ یہ بدعت تو نہیں ہے، ممکن ہے کسی کو یہ خیال بھی دل میں آتا ہو کہ شاید یہ دکھاوے کا ذریعہ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کا حاصل ہوجانا اور قرآن مجید کا علم پالینا اس زمانے میں اتنی بڑی خوشی ہے کہ مجھ جیسے آدمی کو تو سمجھ نہیں آتا کہ میں ایسے موقع پر کیا کر گزروں؟

ہم مُسلمان ہیں ہمارے نبی ہمیں لاوارث چھوڑ کر نہیں گئے، قرآن دیکر گئے ہیں اور یہ قرآن ہم سے چھینا جارہا ہے۔ یہ کیا ہے؟ آخر ہر طرف آکسفورڈ یونیورسٹی

کا زہر، کیمبرج یونیورسٹی کے نعرے، یہ نوبل انعامات، یہ ڈگریاں، سب قرآن کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لینے کے ذرائع ہیں، یہ وہ چمکدار کنڈیاں ہیں جن میں ہمیں شکار کیا جاتا ہے، یہ شیطان کے وہ جال ہیں جو اس نے ہر طرف پھیلا دیئے ہیں، مسلمان سے قرآن کو چھین لو، مسلمان مسلمان نہیں رہے گا، مسلمان سے قرآن کو چھین لو یہ جلی ہوئی راکھ کی طرح ہوجائے گا، مسلمان سے قرآن کو چھین لو پھر تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ہے، مرضی ہے اس کے ساتھ جو چاہے کرو۔ یہ وہ نعرہ ہے جو ہر زمانے کے اسلام دشمن لگاتے ہیں مگر ہمارے بڑوں نے اس قرآن کو سینے سے لگائے رکھا۔ ان میں سے بہت سارے جب وہ پیدا ہوئے تو قرآن کی تلاوت کررہے تھے۔ آپ نے تفسیر کی کتابوں میں واقعات پڑھے ہوں گے، کئی ایسے لوگ پیدا ہوئے جو ماں کے پیٹ سے کچھ نہ کچھ قرآن حفظ کرکے آئے تھے اپنی ماں کی کثرت تلاوت کی وجہ سے۔ اور جب وہ شہید ہوتے تھے تو تب بھی ان کے سینوں پر قرآن ہی نظر آتا تھا، زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے تب بھی ان کی زبانوں پر قرآن ہی ہوتا تھا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کا واقعہ آپ نے سنا ہوگا اس کی پوری تعمیر صرف حافظوں نے کی تھی جو پورے قرآن کے حافظ تھے۔ پورے قرآن کے عالم تھے اور ایک ایک انچ دیوار کھڑی ہونے پر کئی کئی قرآن ختم کردیا کرتے تھے۔

ایک مقابلہ تھا اور اس مقابلے کی طرف قرآن نے اشارہ کیا کہ یہودی چاہتے ہیں کہ تم قرآن چھوڑ دو۔ عیسائی چاہتے ہیں قرآن چھوڑ دو۔

"یا أیھا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم بعد
ایمانکم کافرین۔"

"تم نے اگر ان کے راستے کو اختیار کرلیا تو تباہ و برباد ہوجاؤ گے"۔ جب بھی محنت ہوئی جب بھی کوشش ہوئی صرف ایک نقطے پر کوشش ہوئی۔ مسلمان سے قرآن چھین لو مسلمان بغیر قرآن کے کچھ بھی نہیں رہے گا۔ اس کی طاقت کا راز قرآن ہے۔ اس کی عظمت کا راز قرآن ہے۔ اس کی قوت کا راز قرآن ہے۔ اس کی

وحدت کا راز قرآن ہے۔ قرآن ہے تو مسلمان سب کچھ ہے، قرآن نہیں ہے تو مسلمان کچھ بھی نہیں۔ یہ مقابلہ چلا ماضی میں، اتنا وقت نہیں ہے کہ پوری تاریخ کو کھنگالا جائے۔ پھر وہ بدقسمت دور آیا جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت آئی۔ اس سے پہلے برصغیر کا بادشاہ بھی وہ شخص تھا جو قرآن کی کتابت کرکے روزی کمایا کرتا تھا۔ حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ قرآن کے حافظ تھے۔ اپنے ہاتھوں سے قرآن مجید کی کتابت کیا کرتے تھے۔ ایک ہزار سال تک یہاں قرآن کا دور رہا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجدد الف ثانی جیسے حضرات پیدا ہوئے، قرآن مجید کے عظیم مفسر پیدا ہوئے، ہزاروں لاکھوں حافظ پیدا ہوئے، انگریز جب آیا اسی طبقے نے اس کا مقابلہ کیا جن کے سینوں میں قرآن تھا، انگریز نے انہیں سور کی چربیوں میں بند کرکے جلتے ہوئے تندوروں میں ڈالا، ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو قرآن مجید کے حفاظ اور علماء کو سولیوں پہ لٹکایا گیا مگر تحریک تھی کہ دبتی ہی نہ تھی، مشورے بیٹھے، پوری دنیا کے ان گورے کافروں نے جن کے دل کالے ہوتے ہیں، آپس میں یہی مشورہ کیا کہ ان سے قرآن چھینو کسی طرح سے۔ مختلف تدبیریں ہوئیں، قرآن مجید کے نسخے خرید خرید کے جلائے گئے، قرآن مجید کو لوگوں سے چھینا گیا لیکن علماء نے جلسے کئے، چھوٹے چھوٹے بچوں نے کھڑے ہو کر وہاں قرآن مجید حفظ سنا دیا۔ انگریز سمجھ گیا۔ قرآن مجید کے ورقے چھیننے سے کچھ نہیں ہوتا، بالآخر وہ شخص آیا جس کا نام لارڈ میکالے تھا، اس کے ابلیسی دماغ نے ایک نظام تعلیم مرتب کیا۔ جس نظام تعلیم میں نہ قرآن کیلئے کوئی جگہ ہے نہ حدیث کیلئے کوئی جگہ ہے۔ جس میں نہ تفسیر کیلئے کوئی جگہ ہے نہ اسلام کیلئے کوئی جگہ ہے۔ یہ نظام تعلیم بنا کے جب اس نے ملکہ کو پیش کیا تو اس نے پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا یہ وہ نظام ہے جس کو اگر آپ نافذ کردیں تو مسلمانوں کے بچے شکل میں تو برصغیر کے لگیں گے لیکن ان کا ذہن ان کی فکر انگریزوں والی ہوگی اور ساری زندگی وہ انگریز کی غلامی کریں گے۔ وہ نظام تعلیم نافذ ہوا آج پوری پوری بستی میں ایک صحیح قرآن پڑھنے والا نہیں ملتا۔

کہتے ہیں چڑیل چلی گئی پیچھے اپنے دانت چھوڑ گئی۔ مملکت خداداد پاکستان بنی، وہی کافروں کا نظام تعلیم۔ یہ شخص ایم اے ہے قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ یہ صاحب ڈاکٹر ہیں، مُسلمان ہیں یا کافر ہیں؟ مُسلمان ہیں۔ کوئی ایک سورت قرآن کی صحیح پڑھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ یہ صاحب انجینئر بن گئے بہت بڑا انہوں نے اعزاز لیا ہے، انہیں قرآن پڑھنا آتا ہے؟ نہیں جی قرآن تو بالکل نہیں پڑھ سکتے۔ یہ صاحب کون ہیں؟ یہ بہت بڑے پروفیسر ہیں بڑا علم ہے ان کے پاس، آنکھیں تھک گئی ہیں پڑھ پڑھ کے۔ کیا قرآن مجید سے ان کا کوئی تعلق ہے؟ نہیں جی قرآن مجید پڑھنا گھٹیا مولویوں کا کام ہے۔ وہ جو بچّہ لنگڑا لولا پیدا ہوجائے اس کا کام ہے۔ یہ دُنیا کے گرے ہوئے تھرڈ کلاس لوگوں کا کام ہے۔ جو ترقی والے لوگ ہیں وہ انگریز کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ جو عقلمند لوگ ہیں وہ حساب اور جیومیٹری پڑھتے ہیں۔ ہاں اگر کسی جگہ لولا پیدا ہوجائے۔ کانا پیدا ہوجائے۔ گھر میں زیادہ تنگ کرے۔ اسے مولوی کے حوالے کر دو تاکہ یہ تھرڈ کلاس ہو۔ میرے مجاہد ساتھیو! مرجانے کا مقام ہے۔ قرآن کو تھرڈ کلاس طبقے کیلئے بنادیا، مرجانے کا مقام ہے مُسلمانوں سے قرآن مجید کس کس انداز سے چھینا گیا کہ کسی کو آج اس پر افسوس تک نہیں۔ ملک کے صدر کو افسوس نہیں کہ اسے قرآن پڑھنا نہیں آتا، وزیر اعظم کو افسوس نہیں کہ اسے قرآن پڑھنا نہیں آتا، بڑی بڑی جماعتوں کے لیڈروں کو افسوس نہیں کہ انہیں قرآن پڑھنا نہیں آتا، قرآن کی ایک سورت کی سمجھ نہیں ہے۔

میرے نبی اس قرآن کو جب سینے پہ لیتے تو پورا جسم پسینہ پسینہ ہوجایا کرتا تھا۔ نبی نے پسینوں میں ڈوب کے، نبی نے اُحد کے میدان میں خون میں ڈوب کے اس قرآن کو لیا تھا، ہم نے اللہ معاف کرے بزبان حال کہا قرآن واپس لے جاؤ ہمیں انگریز نے پڑھنے کیلئے کتابیں دے دی ہیں، ہمیں قرآن کی ضرورت نہیں رہی (معاذ اللہ) آخری وقت میں جب میرے نبی دُنیا سے جارہے ہیں، تو فرماتے ہیں: "ترکت فیکم امرین" میں دو باتیں چھوڑ کے جارہا ہوں، دانتوں سے مضبوطی سے پکڑ کے

رکھنا، میرے آقا کے الفاظ پر غور کیجئے۔ دانتوں اس لئے کہا کہ انہیں پتا تھا کافر چھیننے کی کوشش کریں گے، دانتوں سے مضبوط پکڑ کے رکھنا۔ ایک اللہ کی کتاب ہے اس کو مت چھوڑنا۔ اگر چھوڑ دو گے تو گمراہ ہوجاؤ گے اور دوسری میری سُنت۔ ہم سے دونوں چیزیں چھین لی گئیں، چہرہ بھی ہمارا انگریز جیسا اور علم بھی ہمارا انگریز جیسا، تعلیم بھی ہماری انگریز جیسی۔ یاد رکھو! اسکول کی تعلیم کو علم نہیں کہا جاسکتا، کالج کی تعلیم کو علم نہیں کہا جاسکتا، علم کہتے ہیں اس روشنی کو جس کے ذریعے اللہ کو پہچانا جاسکے۔ جس چیز کے پڑھنے سے اللہ کو نہیں پہچانا جاسکتا اس کو ہم فن تو کہہ سکتے ہیں، جیسے نائی کا ایک فن ہے، جس طرح قصائی کا ایک فن ہے، اسی طرح ڈاکٹری بھی ایک فن ہے، لیکن اس کو علم نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا کے فنون ہیں، انہیں حاصل کرنا کوئی گناہ نہیں لیکن اسے پوری قوم پر مسلط کردینا ایک گناہ ہے۔ آج ایسا نظام مسلط کردیا گیا ہے کہ قرآن پڑھنے والوں کو روزی نہیں ملے گی، جو قرآن نہیں پڑھے گا کم از کم چپڑاسی تو لگ جائے گا، چنانچہ ہر کوئی اپنے بچے کو اسکول پڑھائے گا تاکہ اس کو روٹی تو ملے۔ یعنی قرآن پڑھنے والوں پر روٹی بھی بند کردی۔ قرآن پڑھنے والوں پر کھانا بھی بند کردیا۔ آج ملک کے کسی اونچے گریڈ کا افسر بننے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے پاس کالج کا سرٹیفکیٹ ہو لیکن عہدے پر جانے کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کے دل میں قرآن بھی ہو۔ ہاں اگر کوئی آدمی جاکر حکومت والوں سے کہے: مجھے قرآن پڑھنا آتا ہے میں تجوید کے ساتھ پڑھ سکتا ہوں، اللہ کے فضل و کرم سے پورے قرآن کا ترجمہ بھی جانتا ہوں، اللہ کے فضل سے ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کب نازل ہوئی؟ کہاں نازل ہوئی؟ اللہ کے فضل و کرم سے قرآن کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں اس میں کتنے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ مجھے نوکری دے دو۔ اوپر سے نیچے تک جواب ملے گا: تجھے کوئی نوکری نہیں ملے گی۔ اس لئے کہ تو نے غلطی کی۔ تو نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب پڑھی۔ اگر تو لارڈ میکالے کی کتاب پڑھتا تو چپڑاسی تو بن سکتا تھا۔ یہ ہم پر اقتصادی

پابندیاں لگائی گئی ہیں کافروں کی طرف سے۔ بھوکے مرجائیں گے تو قرآن چھوڑ دیں گے۔ میں مبارک باد دیتا ہوں ان ماؤں کو جنہوں نے اس بھوک کو گوارہ کرکے اپنے بچوں کو قرآن کیلئے وقف کیا۔ ان والدین کو جنہوں نے ایسے وقت میں بھی قرآن مجید ہی کو اصل ترجیح بنایا۔ انہوں نے سمجھا تھا مُلّا اور مولوی کی روزی بند کردی جائے گی۔ اللہ نے آسمان سے ان کی روزی کے دروازے کھول دیئے۔ اہل قرآن کو اللہ تعالیٰ نے وہ عزت کی روزی دی کہ دُنیا کے بڑے بڑے لوگ اس روزی کیلئے ترستے ہیں۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے وہ مناظر دیکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن والوں کو وہ عزت' وہ مقام دیا کہ وہ لوگ جو ان قرآن پڑھنے والوں کو ذلیل کرنا چاہتے تھے' کھسیانی بلی کی طرح زمین کی طرف دیکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے قلوب کو ان کیلئے مسخر کیا کہ آج وہی دن آیا کہ مسجد کی ٹوٹی ہوئی چٹائی پر جس میں سے تنکے باہر نکلے ہوئے ہوتے ہیں' پھٹے ہوئے کپڑے پہن کر قرآن پڑھنے والا مُلّا عُمر آج دُنیا کا سب سے زیادہ طاقتور انسان بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ وقت دکھانا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی عزت و عظمت دکھائی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے زبانی کہلوا دیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے ذریعے اللہ قوموں کو عروج دے گا اور یہی وہ قرآن ہے جس کے ذریعے اللہ قوموں کو زوال دے گا' یہی ترک تھے عربوں سے جاکر قرآن لیکر آئے۔ قرآن کو تھام لیا۔ ساڑھے پانچ سو سال تک اللہ تعالیٰ نے ان کو حکومت دی۔ پھر ظالموں نے کہا ان سے قرآن چھینو۔ ترکی کا رسم الخط تک بدل دیا اور اسے عربی رسم الخط سے رومن کے اندر لے آئے تاکہ یہ قرآن سے محروم ہوجائیں۔ جب ترک قرآن سے محروم ہوئے تو ذلیل ہوئے تباہ و برباد ہوگئے۔ آج یورپ کے سامنے کاسۂ گدائی لیکر کھڑے ہیں کہ ہمیں یورپ میں شامل کرلو۔ وہ کہتے ہیں نہیں تم جو ہو' کہیں سے بھی دم لگوا کے آجاؤ' ہم تمہیں یورپ میں شامل کرنے کیلئے تیار نہیں۔ یہ وہی ہیں جن کی دُنیا میں حکومت چلتی تھی۔ قرآن والے۔ آج جب ان کے گھروں سے قرآن اُٹھ گیا تو منتیں کرتے ہیں کہ ہمیں یونین میں

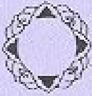
شامل کرو' کافروں کی یونین میں بھی شامل نہیں ہوسکتے۔ میرے عزیز دوستو! قرآن چھینا جارہا ہے اسکولوں میں قرآن چھینا جارہا ہے' کالجوں میں قرآن چھینا جارہا ہے' دفتروں میں قرآن چھینا جارہا ہے' اوپر سے لیکر نیچے تک کے محکموں میں۔ خدا کیلئے اس قرآن کی حفاظت کیلئے کھڑے ہوجاؤ' سب سے پہلے اپنے آپ کو قرآن کے نور سے منور کرو' اپنی اولاد کیلئے نیت کرو کہ روٹی روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے' ہم انہیں قرآن ہی پڑھائیں گے' ہم لارڈ میکالے کی کتابیں اس کے منہ پر ماردیں گے' ہم نوبل پرائز پر تھوک دیں گے' ہم دُنیا کی ان بڑی بڑی ڈگریوں پر لعنت بھیج دیں گے' ہمیں تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا ہوا قرآن چاہیے۔ جس میں اولین کا علم ہے' جس میں آخرین کا علم ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں قرآن پڑھنے والے جاہل ہوتے ہیں' ہم جب باہر ملکوں میں سفر پر جاتے تھے اور یہ دُنیا کے بڑے بڑے صحافی آکر مجلسوں میں سوالات کرتے تھے تو بغلیں جھانک کر دیکھتے تھے' کہاں سے تعلیم پائی ہے؟ انہیں حیرانی ہوتی تھی کہ مولویوں کو بھی کچھ معلومات حاصل ہیں' کوئی تعلیم نہیں پائی' ہمارے پاس قرآن کا علم ہے' الحمدللہ! اور قرآن کے علم نے وہ کرشمے دکھائے' وہ وہ حالات دکھائے' دُنیا میں کوئی ایسا سوال نہیں تھا جو اسلام کے خلاف کوئی شخص کرتا ہو اور ہمارے پاس اس کا جواب نہ ہو۔ الحمدللہ! بڑے بڑے بولنے والے رستم آئے سامنے' افریقہ میں جاکر بعض کمیونسٹ اسلام اور جہاد پر سوالات کرنے کیلئے مسجد میں آئے' ان کی عُمریں ستر سال ہوچکی تھیں' انہیں بڑا فخر تھا کہ ہم ہر کسی کو نیچا دکھا دیتے ہیں' اللہ کے فضل سے پانچ دس منٹ کے بعد ان کو بولنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی۔ یہ قرآن کا علم تھا۔ میں ایسا شخص تھا جس کے پاس حقیقت میں علم نہیں ہے' ابھی تک طالب علم ہوں لیکن آپ اگر کسی حقیقی عالم کے پاس جاکر بیٹھیں تو آپ کو پتا چلے گا کہ یہ علم کتنی شان والا ہے؟ یہ علم کتنی رحمت والا ہے؟ یہ علم کتنے دلوں کو زندہ کرنے والا ہے؟ یہ علم کتنا کچھ انسان کو عطا کرنے والا ہے؟ یہ سوالات ہم سے اس لئے پوچھے گئے تاکہ نامراد ہوجائیں' تاکہ ہم ذلیل

ہوجائیں، تاکہ ہم رسوا ہوجائیں، لیکن ایسا سوچنے والے قرآن کے علم کے آگے بے
بس اور مبہوت ہو کر رہ گئے۔ یہی وہ قرآن ہے جو چار سو سے زائد مرتبہ جہاد کی
دعوت دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں چھین لو تاکہ یہ نام بھول جائیں اس کا؟ تو سب اس کی
حفاظت کی نیت کرتے ہیں کہ نہیں کرتے؟ ان شاء اللہ قرآن کی حفاظت کریں
گے؟ ان شاء اللہ، عنقریب وہ وقت آئے گا کہ پاکستان میں بھی افغانستان کی طرح
قرآن ہی اصل تعلیم ہوگی، قرآن ہی اصل علم ہوگا، قرآن ہی اصل معیار ہوگا،
قرآن پڑھنے والے حکمران ہوں گے، قرآن پڑھنے والے ہی امام ہوں گے، قرآن
پڑھنے والے ہی مقتدی ہوں گے، تب ہماری زندگی صحیح رُخ پر آئے گی، صحیح نہج پر
آئے گی۔

اپنے ان ساتھیوں سے جنہوں نے حفظ کیا ہے یہ درخواست کرتا ہوں اسے اپنا
کمال نہ سمجھیں، یہ مالک کا فضل ہے۔ کل تک آپ لوگوں نے اسکول میں اپنا وقت
ضائع کیا، کالجوں میں گئے پھر اللہ نے آپ پر فضل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس ماحول
سے نکال کر جیل کے اس گھٹن والے ماحول میں اللہ تعالیٰ نے قرآن عطا فرمادیا۔ ہر
وقت اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھیں۔ اگر اللہ کا فضل نہ ہو، اگر اللہ تبارک و تعالیٰ
کی رحمت نہ ہو تو انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ خصوصاً یہ ساری نعمتیں حاصل نہیں
کرسکتا۔ اچھی طرح سے قرآن پڑھیے، اس کا ترجمہ سیکھیے، اس کی تفسیر سیکھیے، قرآن
کے اندر غور کرنے والے بنیے۔ قرآن کیا کہتا ہے؟ قرآن کیا بولتا ہے؟ قرآن سے
باتیں کرنا سیکھیے۔ خدا کی قسم! جب انسان کو قرآن سے باتیں کرنا آجاتی ہیں تو انسان
کیلئے تنہائی کا غم دور ہوجاتا ہے۔ جب بادامی باغ میں ہم لوگ دشمنوں کی قید میں
تھے، ایسا لگتا تھا قرآن باتیں کرتا ہے۔ کافر ہم سے باتیں کرکے جاتے جب قرآن
اٹھاتے تو ایسا لگتا تھا کہ قرآن ان کی باتوں کا جواب دے رہا ہے۔ ادھر سے وہ کافر
مارتے پیٹتے، ادھر سے قرآن ان کی باتوں کا جواب ہمیں سکھاتا جاتا۔ جس قرآن کو
اپنانے پر ہمیں مارتے تھے، اس کے مضامین غیب سے ہمارے دلوں پر نازل ہوجاتے

تھے۔ جس قرآن کو چھیننے کے لئے ہمیں پیٹتے تھے، وہ ہمارے سینوں پر کھل کھل جاتا
تھا۔ تو یہ ہے قرآن کی برکت، قرآن کا اعجاز۔

تو میرے دوستو! عہد کرلو کہ اس قرآن کو اپنے سروں کا تاج، اپنا رہبر و رہنما
بنائیں گے۔ اس کے خادم بن کر جئیں گے۔ اپنی اولاد کو بھی اس کی خدمت کے لئے
جھونک دیں گے۔ ساری دنیا میں اس کا چرچا کرنے کے لئے خود کو وقف کردیں گے۔
اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کی خدمت کے لئے، اس کے غلبے کے لئے، اس کی حکمرانی
قائم کرنے کے لئے قبول فرمائے۔ ہمارے دلوں، دماغوں اور سینوں کو اس کے نور
سے منور فرمادے۔ قبر میں مونس و غم خوار اور حشر میں رہبر و رہنما اور نجات دہندہ
بنادے۔ آمین



ایڈوانی! میں پھر آگیا ہوں

رہائی کے بعد پہلا خطاب

استقبالیہ نعرے

(نعرہ تکبیر: اللہ اکبر، سبیلنا سبیلنا: الجہاد الجہاد)

نحمده ونصلي على رسوله الكريم.

أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

"ومالكم لا تقاتلون في سبيل الله، والمستضعفين من الرجال والنسآء والولدان، الذين يقولون: ربنا أخرجنا من هذه القرية الظالم أهلها، واجعل لنا من لدنك وليًا، واجعل لنا من لدنك نصيرا".

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضًا".

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه."

یہ بات عیاں ہے دنیا پر، ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزمِ جہاں مہکائیں گے یا خوں میں نہا کر دم لیں گے
ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسون شب غم توڑ دیا
اب جاگ اُٹھے ہیں دیوانے دُنیا کو جگا کر دم لیں گے

میرے غیور مُسلمان بزرگو، بھائیو، اور دوستو! سن ۱۹۹۲ء کا سال تھا، دسمبر کا ٹھنڈا مہینہ اور اس مہینے کی چھ تاریخ جب کافروں نے ہمارا امتحان لینے کی کوشش کی تھی، لاکھوں مشرک اپنے بتوں کا نام لیتے ہوئے، اسلام کے خلاف نعرے لگاتے ہوئے، مُسلمانوں کی غیرت کو للکارتے ہوئے، اجودھیا کی بابری مسجد کی طرف بڑھ

رہے تھے، عالم اسلام پر سکتہ طاری تھا، کسی کو تو خبر ہی نہیں تھی کہ کیا ہو رہا ہے اور کوئی گھٹ گھٹ کر، سسک سسک کر رو رہا تھا۔ بالآخر آسمان نے وہ نظارہ دیکھا، زمین نے بھی وہ منظر دیکھا، ایک ارب بائیس کروڑ مُسلمانوں کی موجودگی میں مشرک ہندوؤں نے ساڑھے پانچ سو سال سے بنی ہوئی بابری مسجد کو شہید کردیا۔ مسجد کی شہادت سے وہ مُسلمانوں کا امتحان لے رہے تھے کہ مُسلمان کیا کرتے ہیں؟ مُسلمان حکومتیں کیا کرتی ہیں؟ مُسلمان عوام کیا کرتے ہیں؟ وہ ہندوستان جو کشمیر میں پہلے سے ہی خون کی ہولی کھیل رہا تھا، وہ ہندوستان جس نے پاکستان کے دو ٹکڑے کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا، وہ ہندوستان جس کے ایجنڈے میں لکھا ہوا ہے کہ ہم اکھنڈ بھارت بنائیں گے اور پاکستان پر بھی بھارت کا ترنگا اور جھنڈا لہرائیں گے، اس ہندوستان نے آخری وار کیا تھا اور یہ وار آیندہ بہت سارے واروں کا آغاز تھا، ابتداء تھی، بابری مسجد گرا کر انہوں نے دیکھا کہ کوئی فوج ہماری طرف نہیں بڑھی، انہوں نے دیکھا کہ کوئی لشکر ہمارے اوپر نہیں ٹوٹا، انہوں نے دیکھا مُسلمان رو تو رہے ہیں مگر کچھ کر نہیں سکتے، اگلے دن ہی لال کرشن ایڈوانی نے اعلان کر دیا کہ اب تین ہزار اور مسجدیں گراؤں گا، اس کے بعد تین ہزار اور مسجدیں گراؤں گا، وہ سوچتے تھے کہ پہلے ہندوستان میں بنی ہوئی مسجدوں کو ہم گرائیں گے اور اُس کے بعد پاکستان کی شکل میں جو اللہ نے ہمیں ایک مقدس ملک دیا ہے، اِس کی طرف وہ اپنا ہاتھ بڑھائیں گے۔

میرے عزیز دوستو! اِس دردناک منظر اور اِن دردناک حالات میں ایک کمزور سا انسان، ایک نہتا انسان کبھی کراچی کی کسی مسجد میں کھڑے ہو کر چیختا تھا، کبھی سندھ کے علاقوں میں جاکر شور مچاتا تھا، کبھی علماء کے پاس جا کے جھولیاں اٹھا اٹھا کر ان کی منتیں کرتا تھا، کبھی افغان مجاہدین کے پاس جا کر اسلام کی دُہائی دیتا تھا، اس کمزور سے انسان نے اپنے رب کے بھروسے پر اسی کراچی کی سرزمین میں، اپنے سے بہت زیادہ طاقتور نظر آنے والے لال کرشن ایڈوانی کو چیلنج کردیا اور کہا کہ

ایڈوانی! تو ہماری مسجدیں اب نہیں گرا سکے گا' ایڈوانی! تُو تین ہزار تو کیا تین
مسجدیں بھی نہیں گرا سکے گا' ایڈوانی! تو ان تین ہزار مسجدوں کی بات کرتا ہے' ہم
بابری مسجد بھی تجھ سے چھینیں گے' ہم کشمیر بھی تجھ سے چھینیں گے' یہ ایک کمزور
سا' ایک نہتا سا انسان در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا تھا' منتیں کرتا پھر رہا تھا' ایک
ایک کے سامنے جھولی پھیلا کر کہتا تھا' بچاؤ بابری مسجد کو' ہائے بابری مسجد! ہائے
بابری مسجد! جنہوں نے وہ صدائیں سنی تھیں' ان ماؤں کو بھی یاد ہے' ان بہنوں کو
بھی یاد ہے' ان بیٹیوں کو بھی یاد ہے' ان دنوں ہم لوگوں کی کیا حالت تھی' یہ
صدائیں دیتا دیتا بالآخر بابری مسجد کے پاس جا پہنچا۔ مجھے وہ دن یاد ہے میں اجودھیا میں
کھڑا ہوا تھا' میرے سامنے بابری مسجد کا ٹوٹا ہوا ڈھانچا تھا' اور میں غصّے میں اپنے
پاؤں زمین پر مار کر انڈیا کی خاک اُڑا رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ اے بابری مسجد!
ہم شرمندہ ہیں' اے بابری مسجد! ہم نادم ہیں' تُو ہماری عظمت کا نشان تھی ہم تجھے
بحال کرا کر دم لیں گے۔ یہ نہتا سا انسان کشمیر پہنچا' لال کرشن ایڈوانی کی فوج نے
اُسے گرفتار کرلیا' علماء سے کہنے لگا کہاں ہے تمہارا وہ شور مچانے والا؟ کہاں ہے
تمہارا وہ بابری مسجد کیلئے چیخنے والا؟ کہاں گیا وہ ہائے بابری مسجد! ہائے بابری مسجد!
کرنے والا؟ علماء نے کہا ہم اسے بھی چھڑائیں گے' بابری مسجد کو بھی چھڑائیں گے'
اور بالآخر آج چھ سال اور چوبیس دن کے بعد انڈیا کا وزیر خارجہ اس نہتے انسان کو
طالبان کی اسلامی امارت کے حوالے کر کے کہتا ہے کہ اسے واپس لے لو' اب ہم
اسے اپنی جیلوں میں رکھنے کے قابل نہیں رہے۔ (نعرے : نعرہ تکبیر : اللہ اکبر'
سبیلنا سبیلنا : الجہاد الجہاد' سبیلنا سبیلنا : الجہاد الجہاد' انڈیا کی بربادی تک : جنگ
رہے جنگ رہے گی' انڈیا کی بربادی تک : جنگ رہے جنگ رہے گی' نعرہ تکبیر :
اللہ اکبر)

میرے عزیز دوستو! آج میں پھر آپ میں موجود ہوں' اور آپ کو گواہ بنا کر پھر
لال کرشن ایڈوانی سے کہہ رہا ہوں۔ ایڈوانی میں پھر آگیا۔ ایڈوانی! میں پھر آگیا

ہوں۔ اور اس وقت دنیا میں اسلامی امارت بھی قائم ہوچکی ہے' تم جو کچھ مٹانا چاہتے
تھے' وہ اب بہت بلندیوں پر پہنچ چکا ہے۔ تم اسلام کو مٹانا چاہتے تھے' اسلام بلندیوں
تک پہنچ چکا ہے۔ میں تو علماء کا ایک ادنیٰ سا فرد ہوں' تم نے ہمارے اصل افراد تو
دیکھے نہیں' ایڈوانی! جس طرح میرے نوجوان' میرے پیارے نوجوان' میرے
مجاہد ساتھی' میرے عظیم مفتی اعظم' میرے علماء' میرے اکابر مجھے تجھ سے چھین کر
واپس لائے ہیں' ایڈوانی! میں اسی طرح تجھ سے بابری مسجد اور کشمیر چھین کے دم
لوں گا۔ (ان شاء اللہ)

انڈیا والو! ہم نے اب تمہیں بہت قریب سے دیکھ لیا ہے۔ انڈیا والو! اب
ہم نے تمہاری گردن اور شہ رگ کو بھی ناپ لیا ہے۔ انڈیا والو! باز آجاؤ مُسلمانوں کا
خون بہانے سے۔ دنیا میں ایک مہذب ملک بن کے رہو۔ ہائی جیکنگ جس کا الزام تم
پاکستان کے سر لگاتے تھے' اس ہائی جیکنگ کا تو پاکستان میں کسی کو علم بھی نہیں تھا۔
انڈیا والو! تم تو صرف پاکستان اور آئی ایس آئی پر الزام لگا کے خوش ہوجاتے ہو'
تمہاری موت کا سرٹیفکیٹ تو کہیں اور چھپتا ہے۔ تمہاری موت کا اعلان تو کہیں اور
ہوتا ہے۔ تمہیں تو صرف پاکستان اور طالبان نظر آتے ہیں' جبکہ میرے آقا' میرے
مولا' میرے نبی' حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مُسلمانوں میں جو رشتہ قائم
کر کے گئے ہیں' اس کو تم نہیں سمجھ سکتے' اس رشتے کی قدر تم نہیں پہچان سکتے'
میں ایک ادنیٰ سا فرد تھا' مُسلمانوں کا ایک ادنیٰ سا فرد جب جیل میں بند ہوگیا' کتنے
مُسلمانوں کی نیندیں حرام ہوگئیں' کتنے بزرگوں کی نیندیں حرام ہوگئیں' مُسلمانوں
نے قسمیں کھالیں۔ ایڈوانی! تمہیں یاد ہوگا کون کون سے ایکشن تھے جو ان
نوجوانوں نے تمہارے خلاف کیے تھے۔ مجھے وہ اٹھارہ نوجوان یاد آتے ہیں جو مجھ ناچیز
کی آزادی کیلئے شہادت کی موت کو تو گلے لگاتے ہیں مگر دنیا کو یہ بتاتے ہیں کہ ہم
اپنے بھائیوں کو' اپنے دوستوں کو' کافروں کی قید میں نہیں دیکھ سکتے۔ ہم تو وہی ہیں
جنہوں نے حضرت عثمان کو قید میں دیکھا تھا تو چودہ سو ہاتھ نبی کے ہاتھوں میں ڈال

دیئے تھے۔ ہم عزت والے لوگ ہیں، عزت سے جینا جانتے ہیں، عزت سے مرنا جانتے ہیں، عزت چھیننا جانتے ہیں، عزت کے ساتھ دنیا میں رہنا جانتے ہیں۔ ذلیل مشرکو! پوچھو ان اٹھارہ نوجوانوں سے جنہوں نے اپنا خون دے کر تمہیں بتایا تھا کہ تمہاری جیلیں مضبوط نہیں ہیں یہ ایک دن ٹوٹ جائیں گی، تمہاری جیلیں ختم ہوجائیں گی، آقا عربی نے جو رشتہ قائم کیا ہے وہ ہمیشہ غالب ہوکر رہے گا۔ (نعرے : نعرہ تکبیر : اللہ اکبر، سبیلنا سبیلنا : الجہاد الجہاد، لبیک لبیک : اللھم لبیک، لبیک لبیک : اللھم لبیک، لبیک لبیک : اللھم لبیک، نعرہ تکبیر : اللہ اکبر)

انڈیا والو! تمہیں مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ نہیں، تم صرف نشے میں وحشت ہوکر قیدیوں کو لاٹھیاں مارنا جانتے ہو۔ میری آواز پہنچے گی انڈیا کے ایوانوں تک (ان شاء اللہ) میں کہتا ہوں بزدلوں والی حرکتیں چھوڑ دو، کشمیر کے مسلمانوں پر ظلم کرنا چھوڑ دو ورنہ تمہاری نسلیں بھی یاد رکھیں گی جب ہم تمہیں صحیح سبق سکھائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

پاکستان نے ہائی جیکنگ کرائی ہے۔ جسونت سنگھ بھی یہی کہتا ہے، لال کرشن ایڈوانی بھی یہی کہتا ہے، او! میں تمہیں بتاتا ہوں، سچی بات بتاتا ہوں کہ پاکستان میں تو اس ہائی جیکنگ کا کسی کو علم بھی نہیں تھا۔ تمہاری موت کا پروانہ تو کہیں اور چھپا ہے۔ تم کہتے ہو پاکستان ہائی جیکروں کو ہمارے حوالے کرے۔ او! تمہاری تیرہ لاکھ فوج کہاں گئی؟ او! تمہاری ایجنسیاں کہاں گئیں؟ بتوں کے سامنے گائے کا پیشاب پینے والو! "را" کے ایجنٹو! بتاؤ تم ان پانچ آدمیوں کو بھی نہیں پکڑ سکے، اور تم انہیں نہیں پکڑ سکو گے۔ (ان شاء اللہ) اس وجہ سے نہیں پکڑ سکو گے کہ وہ ممکن ہے دوبارہ تمہارے گلے پہ چھری پھیرنے کیلئے تمہارے گلے پر بیٹھے ہوں۔ ممکن ہے وہ تمہارے ہی ملک کے رہنے والے افراد ہوں جنہیں ہم نے نہ دیکھا ہو، نہ ہم جانتے ہوں۔ تم نے ہندوستان کے مسلمانوں کو مغلوب کرکے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ مٹ گئے ہیں، وہاں وہ چنگاریاں دبی راکھ کے اندر موجود ہیں جب وہ بھڑکیں گی تو

تمہیں اچھی طرح سے سبق سکھادیں گی۔

میرے عزیز دوستو! میرے مسلمان بھائیو! ابھی کام مکمل نہیں ہوا، ہم کس چیز کا جشن منائیں گے؟ ہم کس چیز کی خوشی منائیں گے؟ مجھے لوگ کہتے ہیں کہ استقبال ہونا چاہئے، ہاں! اگر آپ کے پاس جوتوں کا ہار ہو تو میرے گلے میں ڈال دو، جب تک بابری مسجد نہیں رہا ہوجاتی خدا کیلئے پھولوں کا ہار نہیں ڈالنا۔ میرے لئے زندہ باد کے نعرے نہ لگانا، اس زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے جس زندگی کے ہوتے ہوئے کشمیر کے نہتے مسلمانوں پہ آج بھی بندوق لٹک رہی ہے۔ میرے لئے زندہ باد کے نعرے نہ لگانا، اس لئے کہ میں اس دن "زندہ باد" بنوں گا جب اسلام زندہ ہوگا، جب ایمان زندہ ہوگا، جب دین زندہ ہوگا، جب انڈیا برباد ہوگا، جب کشمیر آزاد ہوگا، جب بابری مسجد دوبارہ چمکے گی اور اس کے منبر سے "اللہ اکبر" "اللہ اکبر" کی صدائیں گونجیں گی، جب کفر مغلوب ہوگا، جب اسلام غالب ہوگا۔ جب مسلمان تاجر کو پتہ چلے گا کہ تجوری بھرنا اصل کام نہیں ہے، اس پیسے کے ذریعے سے کفر کو مغلوب کرنا، اسلام کو غالب کرنا اصل کام ہے، اس وقت تم میرے لئے زندہ باد کا نعرہ لگا دینا۔ جب میری ہر ماں اپنے بچے کو دودھ پلانے سے پہلے یہ نیت کرے گی کہ بیٹا! میرا یہ دودھ تیرے جسم میں ایمانی کرنٹ بن کر جانا چاہئے، تو بہنوں کو آزاد کرائے گا، تو ماؤں کو آزاد کرائے گا، اس وقت تم میرے لئے زندہ باد کا نعرہ لگا دینا۔ ارے! کس بات کے تم زندہ باد کے نعرے لگاؤ گے؟ چیچنیا کے اندر میری بہن آج بھی ننگے آسمان کے نیچے بیٹھی ہوئی ہے، ہمارا انتظار کررہی ہے، روس اس پہ بمباری کررہا ہے، کوئی مدد بھیجنے والا نہیں۔ کس چیز کے زندہ باد کے نعرے لگاؤ گے؟ کوسوو میں ہماری ماؤں کے گلے کاٹ دیئے گئے، ہمارے بچوں کو ذلیل کردیا گیا۔ آپ کس بات کے نعرے لگاؤ گے؟ اگر کلنٹن کسی عورت کے ساتھ بدکاری کرتا ہے اور دنیا اس کو طعنہ دیتی ہے تو وہ دنیا کی توجہ ہٹانے کیلئے افغانستان پہ راکٹ مارتا ہے۔ اگر بورس یلسن کی حکومت پر کوئی بات آتی ہے تو وہ اپنے لوگوں کو خوش کرنے کیلئے چیچنیا کے

اندر موت کا رقص کرواتا ہے۔ جہاں وہ آپس میں خوش کرنے کیلئے ہمارا خون بہاتے ہوں، ہماری عزتیں لوٹتے ہوں' وہاں زندہ باد کے نعرے لگانے سے کیا ملتا ہے؟ دھوکہ مت دو خود کو! ہم آرام کرنے کیلئے نہیں دنیا میں آئے' شادیاں کرنے اور بچے جننے کیلئے نہیں آئے' شادیاں کرو' جہاد کیلئے کرو۔ بچے جنو' جہاد کیلئے جنو۔ مال کماؤ' جہاد کیلئے کماؤ۔ بیٹوں کو پالو' جہاد کیلئے پالو۔ جب تک دنیا سے امریکا کی بدمعاشی ختم نہیں ہوجاتی' انڈیا کی بدمعاشی ختم نہیں ہوجاتی' اس وقت تک اپنے اوپر آرام کو حرام کرلو۔ (نعرے : سبیلنا سبیلنا : الجہاد الجہاد' سبیلنا سبیلنا : الجہاد الجہاد)

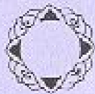
اگر میں رہا ہونے کے بعد اپنی ماں کے پاس جا بیٹھتا' اپنی بہنوں کے پاس جا بیٹھتا' کافرو تم خوش ہوتے' میں ابھی تک ان کے پاس نہیں گیا۔ میں ابھی تک ان کے پاس نہیں جاسکا۔ اور میں مچل رہا ہوں کہ میری چیچنیاء والی بہنوں اور ماؤں کیلئے کیا ہوگا؟ مجھے اپنے وہ ساتھی یاد آرہے ہیں' جو مجھے جیل سے رخصت کرتے وقت دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ وہ کہتے تھے چلو جیل میں کوئی قرآن پڑھانے والا تو تھا' ڈنڈے لگتے تھے ہم سہ لیتے تھے' دشمن گالیاں دیتے تھے ہم سہ لیتے تھے' چلو اللہ کا دین تو پڑھ رہے ہیں' ان کے وہ آنسو میں آپ کے حوالے کرتا ہوں وہ تمہارے بھی بچے ہیں' تمہارے بھی بھائی ہیں' اگر یہ پانچ نوجوان انڈیا سے آکر' انڈیا کا طیارہ اغواء کرکے اور اپنے مسلمانوں کو چھڑا کر واپس انڈیا جاسکتے ہیں تو مسلمانو! تم اس سے بھی زیادہ کام کرسکتے ہو۔ میں ان کے آنسو آپ تک پہنچاتا ہوں' میں ان کی امانت آپ تک پہنچاتا ہوں۔

مسلمانو! سوچو تو سہی کتنا غضب ہو رہا ہے' مسلمانوں کو دنیا میں سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی۔ مجھے لوگوں نے کہا تم پاکستان نہ جاؤ تمہارے لئے پاکستان میں بڑا خطرہ ہے۔ کیا انڈیا کی کسی جیل سے آزاد ہونا بھی پاکستان کے کسی قانون میں جرم ہے؟ پاکستان تو ہمارا مقدس ملک ہے' اس کے ایک ایک چپے کی حفاظت ہم اپنی جان سے کرتے ہیں۔ ہم پر دنیا کی زمین تنگ کرنے والے زیادہ عرصہ دنیا میں قائم

نہیں رہ سکیں گے۔ وہ امریکا جس نے اسامہ بن لادن پر زمینیں تنگ کیں جس نے حرمین شریفین تک اپنی فوجیں پہنچائیں' عنقریب اپنے انجام سے دوچار ہوجائے گا۔
"ان شاء اللہ"

لیکن انڈیا تو تو ہمارا پڑوسی ہے تیرا پہلا حق ہے۔ تیرا پہلا حق ہے انڈیا' تیرا پہلا حق ہے۔ انڈیا کہتا ہے مولانا صاحب کو جانے دو ہم بعد میں انتقام لے لیں گے۔ اب دیکھتے ہیں یہ اللہ والے مجاہد تجھ سے پہلے انتقام لیتے ہیں یا بتوں کے مشرک پہلے آتے ہیں۔ اسی سوال کو میں آپ کے سامنے چھوڑ کے اپنی اس گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ تفصیل سے باتیں بھی ہوں گی' میدانوں میں بھی نکلیں گے' اور عنقریب ان شاء اللہ کشمیر کی آزادی کا بھی جشن منائیں گے' آپ لوگ نظم و ضبط قائم رکھیں' یہ مصافحے' معانقے ہوتے رہیں گے' میدانوں میں اکٹھے نکلنے کی بات کریں' میں اکیلا آیا ہوں' مجھے ساتھیوں کی ضرورت ہے جو میرے ساتھ چل کر انڈیا کی تمام جیلوں سے کشمیری حریت پسندوں کو' مجاہدین کرام کو رہا کروا سکیں۔ مجھے ایسے مجاہدین کی ضرورت ہے جو کشمیر کی آزادی کیلئے جنگ لڑ سکیں' اور انڈیا کو سبق سکھا سکیں' آپ اس میدان میں ساتھ دیں گے کہ نہیں دیں گے؟ ان شاء اللہ۔ ان شاء اللہ۔ اس لئے مصافحے کرنے کی بجائے اپنے بازوؤں میں بجلیاں بھرو' دو دو رکعات نماز ادا کرکے اللہ سے کہو کہ اب ان شاء اللہ تو ہم سے وہ دیکھے گا جسے دیکھ کر تو بھی خوش ہوجائے گا۔

وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العلمین.



بابری مسجد ہم شرمندہ ہیں

رہائی کے بعد دارالعلوم کراچی میں حاضری پر خطاب

مولانا کے خطاب سے قبل صدر دارالعلوم کراچی حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے تعارفی کلمات (شروع کے چند کلمات ٹیپ نہیں ہوسکے)

ہمارے ایک غیر ملکی سفر میں جو تقریباً دس روز کا تھا' ہمارے ساتھ بھی رہ چکے ہیں' اور میں اس وقت سے ان کے ماشاء اللہ نوجوان صالح ہونے کا گواہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں اور عمل میں برکت عطا فرمائے۔ سن ۹۴ء میں برطانیہ گئے ہوئے تھے وہاں سے دہلی جانا ہوا اور چونکہ ایک صحافی ہیں' پاکستان میں دو پرچوں کی اہم ذمہ داریاں ان سے متعلق تھیں' تو ایک صحافی کی حیثیت سے وہاں تشریف لے گئے' اور کشمیر بھی جانا ہوا' وہاں کی درندہ حکومت نے ان کو گرفتار کرلیا' جبکہ ان کا کوئی کام خلاف قانون نہیں تھا' کوئی جواز ان کے پاس قانونی نہیں تھا ان کو گرفتار کرنے کا' ایک پرامن شہری اور صحافی کی حیثیت سے وہاں گئے' صحافیوں کے پوری دنیا میں حقوق مسلم مانے جاتے ہیں ان حقوق کا بھی پاس نہیں کیا گیا۔ ان کو جیل میں قید کیا اور قیامت توڑی گئی ان پر مظالم کی' عقوبت خانوں میں ان کو رکھا گیا' ان کے ناخن نوچے گئے' ان کی ڈاڑھی نوچ نوچ کر ختم کردی گئی۔ ناخن دکھا رہے ہیں یہ' جو نوچ لئے گئے تھے' اللہ نے دوبارہ عطاء فرما دیئے' عدالت میں مقدمہ چلا اور عدالت نے ان کو بے گناہ قرار دے کر بری کردیا کہ کوئی جرم ثابت نہیں' لیکن ان درندوں نے آج تک ان کو جیل سے نہیں چھوڑا تھا۔ اللہ نے غیبی فرشتے بھیج دیئے اور ان کی رہائی کا سامان ہوا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے بھارت کے ہوائی جہاز کو ہائی جیک کیا اور ان کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رہائی عطا فرمائی۔ کل کراچی پہنچے' آج اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر ملاقات کرادی۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہر شر سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو رہائی عطا فرمائی ہے

ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر بھی اداء کرنا چاہئے۔ طلبہ اور یہاں دارالعلوم میں نمازی اور معتکفین حضرات کے شوق کا مجھے اندازہ تھا' اس لئے گاڑی میں واپس جانے کیلئے بیٹھ گئے تھے کہ خیال آیا ان سے درخواست کریں کہ یہ آپ حضرات سے خطاب کریں۔ ان شاء اللہ اب خطاب کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم میں' عمر میں برکت عطا کرے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

أما بعد:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

"وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنسآء والولدان الذین یقولون: ربنا أخرجنا من ہذہ القریة الظالم أہلہا' واجعل لنا من لدنک ولیا' واجعل لنا من لدنک نصیرا۔" صدق اللہ مولٰنا الکریم۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
یہ اتنا ہی ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے
اسلام کے شیروں کو مت چھیڑنا تم ورنہ
یہ مٹتے مٹاتے بھی دنیا کو مٹا دیں گے

حضرت اقدس' مفتی اعظم دامت برکاتہم کے حکم سے یہاں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ جیل کی طویل زندگی میں جب حضرت اقدس مولانا سبحان محمود صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کی خبر سنی تو دل روتا تھا کہ ابھی جوانی میں اپنے اکابر کو کندھا دینے کیلئے بھی موجود نہیں ہوں' نہ ان کی زیارت نصیب ہوسکتی ہے نہ ان کا فیض پاسکتے ہیں۔ کل تک ان اکابر کی خدمت میں حاضری ہوجاتی تھی' دو منٹ کی ملاقات میں دلوں کو سکون نصیب ہوتا تھا' اب چاروں طرف کفر کا پہرہ تھا' اس لئے جب رہائی ملی تو سب سے پہلے اپنے اکابر کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل ہورہا

ہے۔ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے۔ اور نہ اس نعمت کا شکر اداء کیا جاسکتا ہے۔ آج نہ بیان کا کوئی ارادہ تھا اور ترتیب بھی اس قسم کی بنی ہوئی ہے کہ ابھی جلدی جانا ہے۔ اگر زیادہ دیر ہوگئی تو بہت ساری چیزیں رہ جائیں گی۔ لیکن حضرت کا حکم ہمارے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اب دنیا کے کافروں کو بھی پتہ چل چکا ہے کہ یہ جو مدرسے والے لوگ ہیں ان کے نزدیک نہ تو کلنٹن کا کوئی حکم کوئی حیثیت رکھتا ہے نہ کسی اور کو گھاس ڈالتے ہیں۔ لیکن جب اکابر انہیں کسی چیز کا حکم دیتے ہیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں نہیں روک سکتی۔ مجھے کہتے تھے اور لوگ بھی گرفتار ہوئے ہیں لیکن جب سے تم گرفتار ہوئے ہم چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ کبھی کہیں کوئی ایکشن ہو رہا ہے، کبھی کوئی کارروائی ہو رہی ہے، جو کوئی کام کرتا تو ایک ہی بات کہتا کہ اس کو رہا کرو۔ میں نے کہا میرے اندر کوئی کمال نہیں ہے لیکن میرا تعلق مدرسے کے ساتھ ہے، اور مدرسہ دنیا کی سب سے بڑی طاقتور جگہ ہے۔ وہاں ایمان کی پرورش ہوتی ہے، وہاں ایمانی رشتوں کی قدر سکھائی جاتی ہے، وہاں خون کو خون کے ساتھ جوڑا جاتا ہے، وہاں دلوں کا کنکشن جڑتا ہے، تم تو مادیت پرستی میں کھو کر ماں باپ کا رشتہ بھول چکے ہو، میاں بیوی کا رشتہ بھول چکے ہو، ہم میں تو ایک کابل کا ہوتا ہے دوسرا پنجاب کا، پھر دارالعلوم کی کسی چٹائی پہ اپنے استاذ کے سامنے بیٹھتے ہیں تو ہمارے دل یوں جڑ جاتے ہیں کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں توڑ نہیں سکتی۔

جب یہاں سے ہندوستان جانا ہوا وہاں بھی سب سے پہلے اپنے اکابر کے پاس حاضری دی۔ تھانہ بھون میں، حضرت مجدد الملۃ حضرت حکیم الامۃ کی خانقاہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، حضرت حافظ ضامن شہید کے قدموں میں کھڑے ہونے کی سعادت ملی، اور مزار قاسمی میں جب گیا ہر طرف اپنے اکابر کے جلوے دیکھے، بے اختیار ہاتھ آسمان کی طرف اٹھے کہ یا اللہ! ان عظیم ہستیوں کی نسبت عطا فرما، جن کا اتنا بڑا احسان ہے، اتنا احسان کسی کا بھی نہیں، آج دنیا کن کن گمراہیوں میں پڑی

ہے، کوئی صحابہ سے بغض رکھتا ہے، کوئی ائمہ سے بغض رکھتا ہے، کوئی اپنے اکابر کے گلے میں ہاتھ ڈالتا ہے، کسی کو اسلاف پہ اعتماد نہیں مگر ہمارا دل تو دیکھو دنیا والو! کسی ایک صحابی کے لئے دل میں بغض نہیں ہے، کسی ایک تابعی کیلئے دل میں بغض نہیں ہے، کسی ایک امام اور محدث کیلئے دل میں کوئی میل نہیں ہے۔ یہ کس کی برکت ہے؟ یہ ہمارے اُن اکابر کی برکت ہے جو ہمیں سچّا اسلامی عقیدہ دے گئے، جو ہمیں سچّا اسلامی مسلک دے گئے، اگر نعوذ باللہ وہ بھی ہمیں کوئی غلط بات پڑھاتے، ہم صحابہ کا بغض دل میں لے کے مرتے۔ اگر ہمارے اکابر کوئی غلط تحقیق کر جاتے، ہم بھی ائمہ کے گریبانوں تک ہاتھ ڈال کے اپنے اِن ہاتھوں کو دوزخ کی آگ میں جلاتے۔ اگر ہمارے اکابر ہمیں اباحت پسندی کی تعلیم دے کر گئے ہوتے ہم بھی لنگ رہے ہوتے۔ نام کے مُسلمان ہوتے، مزاج کے کافر ہوتے۔ عقیدہ کچھ اور ہوتا، عمل کچھ اور ہوتا۔ مگر قربان جاؤں اپنے اکابر پر، عقیدہ بھی ایمان والا دے گئے، مسلک بھی ایمان والا دے گئے، مزاج بھی اللہ کے دین والا دے گئے، نیت بھی وہی دے گئے۔ چنانچہ انہی کے جانشین دنیا میں ایک ایسی حکومت قائم کئے بیٹھے ہیں کہ جب قندھار کے ہوائی اڈہ پر ایک طیارہ اترتا ہے اور ہائی جیکنگ کا بحران کسی سے حل نہیں ہوپاتا تو ایک چٹائی پر بیٹھ کر درس نظامی کی تعلیم لینے والا ملا محمد عمر مجاہد اس بحران کو یوں حل کردیتا ہے کہ اقوام متحدہ بھی کہتی ہے کہ تم لوگوں کی فراست ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

ہم نے اکابر کے دربار میں حاضری دی۔ اکابر کے دربار میں حاضری دینے کے بعد دل میں کڑھن اٹھی کہ ہمارے اکابر تو مسجدیں بناتے رہے، ہمارے اکابر تو مساجد آباد کرتے رہے، جب ان کی آنکھیں بند ہوگئیں ان ظالموں نے مسجدیں گرانا شروع کردیں۔ میں اجودھیا گیا، بابری مسجد کے سامنے کھڑا ہوا، مندر نظر آرہا تھا، پوجا ہو رہی تھی، دل خون کے آنسو رو رہا تھا، چاروں طرف پولیس کا پہرہ تھا، وہ مجھے گھور گھور کے دیکھ رہے تھے مگر میری نظریں، میری نظریں بابری مسجد کے ڈھانچے

پر، جہاں ایک غلیظ مندر بنا ہوا ہے، لگی ہوئی تھیں، مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور میں ایک ہی بات کہہ رہا تھا: بابری مسجد! ہم شرمندہ ہیں، ہم بہت نادم ہیں، ہم بہت افسوس کے ساتھ تیرے اس مقتل گاہ کو دیکھ رہے ہیں، لیکن الحمدللہ ابھی ہم بجھے نہیں ہیں، ابھی ہم ختم نہیں ہوئے، ابھی ہم مرے نہیں ہیں، ابھی ہم موجود ہیں، ان شاء اللہ ہم یہ مسجد بھی واپس لیں گے، اِس کا ادھار بھی چکائیں گے، اِس سب کچھ کا حساب اس ایڈوانی سے لیں گے، اُس اوما بھارتی سے لیں گے، اُس مرلی ملول ٹوچی سے لیں گے جنہوں نے اس مسجد کو گرانے کی حماقت کی، دنیا میں فساد کو عام کیا، ہم تو امن لانا چاہتے ہیں، لیکن امن کی بنیاد پر ہماری مسجدیں ہم سے چھینی جائیں، ہم پھر اس چیز کو برداشت نہیں کرتے۔ ہم امن پسند ہیں لیکن ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ یہ چھوٹی سی زندگی اللہ نے اس لئے دی ہے تاکہ ایمان محفوظ رہے، تاکہ قرآن محفوظ رہے، تاکہ اسلامی اقدار کی حفاظت ہو، تاکہ علماء کی حفاظت ہو، سچے عقیدے کی حفاظت ہو، اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ ہو، لوگوں کو اسلام کا وسعت والا نظام دے کر انہیں غلط کاری والے گندے نظاموں سے نجات دی جائے، یہ کوشش ہم کل بھی کرتے تھے، ہم آج بھی کرتے ہیں اور تاقیامت کرتے رہیں گے، ہمارے بڑے صحابہ کے ساتھ مل کر لڑے تھے اور ہمارے چھوٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ملکر جہاد کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

اپنے اِن اکابر کی یادیں دل میں لے کر، اپنے ان اکابر کی محبتوں کے چراغ دل میں لے کر، تشکر کے آنسو بہاتا ہوا میں کشمیر گیا، حضرت نے ابھی بتایا، انڈیا کو معلوم نہیں کسی پاگل کتے نے کاٹا تھا یا کسی اور چیز نے، اس نے گرفتار کرلیا، لیکن الحمدللہ میں تو صبح بھی شکر کرتا تھا، شام بھی۔ اور انڈیا صبح بھی پچھتاتا تھا اور شام کو بھی۔ میں تو یاد کرتا تھا کہ ہمارے اکابر بھی اسی طرح سے جیلوں میں گئے ہیں۔ اُن کی نسبت حاصل کرنے کیلئے اگر میرے جسم کو تختہ مشق بنایا جاتا ہے تو یہ تو میری سعادت ہے

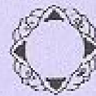
ہے

جو لگتا ہے کوئی کنکر بدن پر دین کی خاطر
تو دل کو وادی طائف کے پتھر یاد آتے ہیں

وادی طائف میں کس کو پتھر لگے تھے؟ وادی طائف میں کونسا خون زمین پر گرا تھا؟ احد احد کی صدائیں مکہ کے صحراؤں میں کب گونجی تھیں؟ یہ ایک پرانا سلسلہ ہے، چلتا آرہا ہے، چل رہا ہے اور چلتا رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ لیکن میں شکرگذار ہوں حضرات اکابر کا، جنہوں نے ایک دن بھی نہیں بھلایا، ان کی دعائیں، ان کے سلام، اِن کی محبتیں وہاں بھی پہنچ کر دل کو سکون بخشتی رہیں۔ رات کی تاریکی میں دشمن سمجھتا تھا کہ میں نے اس کو اکیلا کردیا، آج رات یہ خودکشی کرے گا، جتنا اسے مارا گیا، جتنا اس پر تشدد ہوا، یا آج رات یہ اپنے آپ کو ختم کرلے گا یا صبح اٹھ کر کنڈی کھٹکا کے کہے گا کہ میں نے ایمان سے توبہ کرلی ہے، میں نے جہاد سے توبہ کرلی ہے، وہ خوش خوش مجھے بند کرتا اور تھوڑی دیر بعد میں ہاتھ میں جہان دیدہ کتاب ہوتی اور میں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے ساتھ ملکوں کے سفر کررہا ہوتا تھا۔ ہمارے اکابر نے تو کونسا تحفہ ہے جو ہمیں نہیں دیا؟ جیل کی تاریک راتوں میں بھی ہمیں وہ کتابیں پہنچیں، اکابر کی وہ تحقیقات پہنچیں، صرف دکھ اس بات کا ہوتا تھا کہ ہم یہ سب کچھ دور سے دیکھ رہے ہیں، کاش! قریب جاکے ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کی یہ باتیں سن سکتے۔ اُنہوں نے نظریہ توڑنا چاہا مگر کیسے توڑتے، یہ نظریہ لکھا لکھایا ہمارے ہاتھوں میں موجود تھا۔ اُنہوں نے عقیدے کو خراب کرنا چاہا کہ اللہ پر سے نظر ہٹ جائے، اور ان کافروں کے سامنے جھک کر کہے کہ ہمیں نہ مارا کرو، ہمیں نہ ستایا کرو لیکن کبھی انہیں یہ بات سننے کیلئے نہیں ملی۔ انہوں نے مارا بہت لیکن کبھی ہمارے آنسو نہیں دیکھ سکے، الحمدللہ۔ اُنہوں نے تکلیفیں بہت دیں لیکن گردن کو جھکا ہوا اُنہوں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ہمارے اکابر نے ہمارے ماضی کی ساری تاریخ ہمیں لکھ کر ہمارے ہاتھوں میں دے دی تھی، ہم رات اسے پڑھتے تھے اور دن کو سینہ تان کے ہر تشدد کیلئے تیار رہتے

تھے۔ ہمارے اکابر نے ہمیں بتایا تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا جنازہ جیل سے نکلا تھا' تو دل میں تمنا ہوتی تھی کہ صبح میرا بھی نکل گیا تو کیا پروا ہے' مقلد تو امام کے پیچھے ہی چلتا ہے۔ ہمیں تو فخر ہے تقلید امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر' اگر اس چیز میں بھی تقلید ہو جاتی تو بڑی سعادت کی بات تھی۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ اکابر کی قدر کیجئے' کتابوں کی قدر کیجئے' مسجدوں کی قدر کیجئے' جب یہ چیزیں چھن جاتی ہیں تو بہت یاد آتی ہیں۔ اور ابھی سفر کرنا ہے دل چاہتا ہے بہت باتیں ہوں' پہلے بھی کئی دفعہ دارالعلوم حاضر ہوا ہوں' آپ حضرات سے باتیں کی ہیں' امید ہے کہ آپ حضرات خوشی سے اجازت دیں گے' اور چونکہ آپ طالب علم ہیں' اور طالب علموں نے دنیا میں نظم و ضبط کی ایک نئی مثال قائم کی ہے' اگر آپ مصافحے وغیرہ کیلئے ضد فرمائیں گے تو ہمارا سفر رہ جائے گا' اور بہت نقصان ہو جائے گا' امید ہے کہ آپ محبت کے ساتھ راستہ چھوڑ دیں گے تاکہ ہم جلد از جلد یہاں سے روانہ ہو سکیں۔ السلام علیکم۔



غلامی کا خاتمہ اور قرآنی نظام کا نفاذ جہاد کے ذریعے ہی ممکن ہے

رہائی کے بعد پہلی مرتبہ بہاولپور آمد پر جمعۃ الوداع کے اجتماع سے خطاب

نحمده و نصلي على رسوله الكريم.

أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

"كتب عليكم القتال و هو كره لكم' وعسى أن تكرهوا شيئا و هو خير لكم' وعسى أن تحبوا شيئا وهو شر لكم' والله يعلم و أنتم لا تعلمون."

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "الجهاد ماض منذ بعثني الله إلى أن آخر أمتي يقاتل مسيح الدجال."

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "عصابتان من أمتي أحرزهم الله من النار: عصابة تغزوا الهند' وعصابة تغزوا مع عيسى ابن مريم."

ہر سمت مچلتی کرنوں نے افسون شب غم توڑ دیا
اب جاگ اُٹھے ہیں دیوانے' دُنیا کو جگا کر دم لیں گے
یہ بات عیاں ہے دنیا پر' ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
یا بزم جہاں مہکائیں گے یا خون میں نہا کر دم لیں گے
سوچا ہے کفیل اب کچھ بھی ہو' ہر حال میں اپنا حق لیں گے
عزت سے جئے تو جی لیں گے یا جام شہادت پی لیں گے

مشرکوں کی شکست اور اسلام کی جیت:

بہاولپور کے غیور مسلمانو! ماضی کی طرف نظر دوڑاتے ہیں' مکہ کے بڑے

بڑے مشرک ہاتھوں میں تلواریں لے کر ایک گھر کا محاصرہ کئے کھڑے ہیں۔ فیصلہ ہوچکا ہے کہ آج اس دھرتی پر ایک ایسا گناہ کیا جائے گا' ایک ایسا ظلم کیا جائے گا' جس ظلم کے بعد دنیا میں ظلم کی جاگیرداری ہوگی۔ مکہ کے یہ مشرک' ذرا کلیجہ تھام کے سوچئے' کلیجہ تھام کر سنئے! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کیلئے آج آپ کے گھر کے گرد جمع ہیں' سب نے اپنے ہاتھوں میں تلواریں لی ہوئی ہیں' آقا گھر کے اندر موجود ہیں' باہر مشرک انتظار میں ہے' بتوں کے پجاری انتظار میں ہیں کہ توحید کا اعلان کرنے والا یہ شخص آج باہر نکلے گا تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے' مگر میرے رب کی قدرت دیکھئے' آقا اُسی وقت گھر سے باہر نکلتے ہیں اور اپنے ہاتھوں میں مٹی لیتے ہیں اور اُس مٹی کو اُن کے چہروں کی طرف مار کے ان کے بیچ میں سے نکل جاتے ہیں' تھوڑی دیر بعد مشرک دیکھتے ہیں مکان خالی ہوچکا' آقا مدنی مدینہ کی طرف روانہ ہوچکے' مشرک دوبارہ محاصرہ کرتے ہیں' غار ثور کو گھیرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر یہاں بھی رب بچا کے لے جاتا ہے۔ دشمن مارنا چاہتا ہے' رب بچانا چاہتا ہے' "یمکرون و یمکراللہ" وہ دنیا کی سازشیں لے کر آتے ہیں' مگر میرے رب کی تدبیر کے سامنے اُن کی سازشیں کیا حیثیت رکھتی تھیں؟ مکہ کا مشرک رونے لگا' مکہ کا مشرک ماتم کرنے لگا' محمد عربی چلے گئے' حفاظت کے ساتھ چلے گئے' نہ وہ انہیں پکڑ سکے' نہ وہ انہیں روک سکے' نہ وہ انہیں شہید کرسکے' نہ وہ ان پر کوئی آنچ لاسکے' مکہ میں ماتم بچھ گیا۔ آج چودہ سو سال کے بعد ایک منظر پھر ہمیں دکھائی دیتا ہے' ایڈوانی قسم کھاتا ہے کہ مسعود اظہر کو میں نہیں چھوڑوں گا۔ آج انڈیا کی حکومت قسم کھاتی ہے کہ ہم اس شخص کو نہیں چھوڑیں گے' جس نے بابری مسجد پہ ہمیں للکارا تھا' جس نے جہاد کی صدائیں دُنیا کو سنائیں تھیں۔ جو جھولی اُٹھا کے پھرتا ہے' پاگلوں کی طرح' مسلمانوں کو حی علی الجہاد' حی علی الجہاد کی دعوت دیتا ہے۔ اب یہ ہمارے نرغے میں آچکا ہے' ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ سارے مشرک یہی اعلان کرتے رہے کہ تم چھڑانے کی کوششیں

کرتے رہو' اِس کا جنازہ اِسی جیل سے نکلے گا۔ اِسے انڈیا کی سرزمین میں دفن ہونا پڑے گا۔ کیونکہ ہمارے پاس چودہ لاکھ مسلح فوج ہے' ہمارے پاس بی ایس ایف جیسا ایک مضبوط ادارہ ہے' ہمارے پاس "را" جیسی ایجنسی ہے' ہمارے پاس راشٹریہ رائفل جیسا ایک خون خوار ادارہ ہے' ہم اِسے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ہم ایٹمی طاقت ہیں' ہمارے پاس ایٹم بم ہے' ہم اِسے نہیں چھوڑیں گے' مگر یہاں بیٹھا ہوا' پاکستان میں بیٹھا ہوا' سعودیہ میں بیٹھا ہوا' انگلینڈ میں بیٹھا ہوا' نہتا مسلمان کہہ رہا تھا ہمارا رب ہمارے اس بھائی کو چھڑا کے لائے گا' انڈیا نے کہا نہیں چھوڑیں گے' مگر ۳۱ دسمبر کا دن تھا' جمعہ کا دن تھا' آج جیسا ایک دن تھا' پورے انڈیا پر ماتم طاری تھا' آج کیوں روتے ہو؟ تمہارا وزیر خارجہ جسونت سنگھ اپنے ۹۰ کمانڈوز کے ساتھ اپنی ایٹمی پاور پر تھوکتا ہوا اُس غریب انسان کو اُٹھا کر' ایک ہوائی جہاز میں لاتا ہے اور آکر کہتا ہے ہم مجبور ہوچکے ہیں اس کو چھوڑنے پر' ہم اسے انڈیا میں نہیں رکھ سکتے۔ واہ! میرے اللہ! تُونے آج سے چودہ سو سال پہلے میرے آقا کو نجات دلائی تھی' چودہ سو سال بعد آقا کے ایک غلام کو نجات دلائی ہے' آج مشرک کہہ رہا ہے کہ ہم ہار گئے مسلمان جیت گئے۔ (نعرۂ تکبیر: اللہ اکبر' سبیلنا سبیلنا: الجہاد الجہاد۔ طریقنا طریقنا: القتال القتال)

جہاد کی دعوت سنگینوں کے سائے تلے:

کہتے تھے کہ ہم نے بڑی مشکل سے پکڑا ہے۔ اسے ہم نہیں چھوڑیں گے۔ کہتے تھے کہ سارے قیدی چھوڑ دیں گے اِس کو نہیں چھوڑیں گے۔ اِس نے کیا جرم کیا ہے کہ تم اِسے نہیں چھوڑو گے؟ کہا اس نے دنیا کا سب سے بڑا جرم کیا ہے کہ اِس دور میں جہاد کی بات کرتا ہے۔ میں نے کہا: یہ جرم تو میں جیل میں بھی کروں گا' یہ جرم تو میں زنجیر پہن کر بھی کروں گا' یہ جرم تو میں تمہاری سنگینوں کے سائے میں اور تمہاری بندوقوں کے نشانے پر بھی کروں گا' لیکن دشمن کو اُس وقت

بات سمجھ میں آئی جب کوٹ بھلوال جیل میں وہاں کے ۹۰۰ قیدی میرے سامنے بیٹھے تھے اور میں اسی طرح ان کے سامنے جیل میں جہاد کی بات کر رہا تھا جس طرح پاکستان میں کیا کرتا تھا (سبحان اللہ)۔ جہاد کی دعوت کو روکنے والو! یہ دعوت نہیں رک سکتی اس لئے کہ اس دعوت کے پیچھے شہیدوں کا خون ہے۔ سورج کی روشنیوں کو تم روک سکتے ہو تو روک لو، لیکن جہاد کی دعوت کو تم نہیں روک سکو گے۔ جہاد کی دعوت دینے والوں کو تم نہیں روک سکو گے۔ تم نے چھ سال ہماری گرفتاری کا جشن منایا۔ لیکن بالآخر تمہیں کہنا پڑا کہ مشرک ہار گیا مسلمان جیت گیا۔ {نعرے : نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" اسلام "زندہ باد" جہاد "زندہ باد" }

ظلم کا انتقام :

بہاولپور کے غیور مسلمانو! ہمارے پڑوس میں بیٹھا ہوا، ہمارا یہ ظالم پڑوسی .... وہ کونسا ظلم ہے جو نہیں ڈھا رہا؟ وہ کونسا تشدد ہے جو اس نے مسلمانوں پر نہیں کیا؟ یہ گائے کا پجاری، یہ گائے کا پیشاب پینے والا ہندو، جسے مفت میں وہاں کی حکومت مل گئی، اس نے اپنی کال کوٹھڑیوں میں جن قیدیوں کو بند کر کے رکھا ہوا ہے، مسلمانو! اللہ نے مجھے ان کی حالت زار سنانے کیلئے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اپنے نرم بستروں میں آرام کرنے والو! تمہارے وہ مسلمان بھائی جب ٹارچ سینٹروں میں مار کھا کھا کر پانی مانگتے ہیں تو ان کے منہ پر پیشاب کیا جاتا ہے۔ مسلمانو! ایک زمانے میں مسلمانوں کی عزت یہ تھی کہ روم کے ایک بادشاہ کے دربار میں وہاں کے ایک فوجی جرنیل نے ایک مسلمان قیدی کو تھپڑ مار دیا تھا، مسلمان قیدی تھپڑ کھا کر تلملا اٹھا، اس نے اپنے امیر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو وہیں سے آواز دے کر کہا : معاویہ آپ ہمارے امیر ہیں، اور ہمارے چہرے پر تھپڑ مارے جا رہے ہیں، معاویہ قیامت کے دن اللہ کو دیا جانے والا جواب تیار کر کے رکھنا۔ وہاں حضرت معاویہ کا کوئی جاسوس بیٹھا تھا، فوراً اطلاع امیر المؤمنین تک پہنچتی ہے۔ امیر المؤمنین

نے نیند اپنے اوپر حرام کرلی، کھانا پینا چھوڑ دیا کہ میں مسلمانوں کا حکمران ہوں، میں مسلمانوں کا امیر ہوں، اور مسلمان کے چہرے پہ تھپڑ مارا جارہا ہے، اس طاقت کا کیا فائدہ جس کے ہوتے ہوئے عزتیں محفوظ نہ ہوں، اس قوت کا کیا فائدہ جس کے ہوتے ہوئے چہرے محفوظ نہ ہوں۔ حضرت معاویہ نے اپنے کمانڈر کو بلایا، کہا یہ خزانہ ہے، یہ اس کی چابیاں ہیں، جاؤ جتنا کچھ خرچ کر سکتے ہو کرو۔ لیکن وہ شخص جس نے تھپڑ مارا تھا چند دنوں کے اندر میرے دربار میں، میرے سامنے موجود ہونا چاہئے تاکہ اسلام کو بٹہ نہ لگے، تاکہ کوئی مشرک یہ فخر نہ کرے کہ میں نے مسلمان کو مارا تھا۔ کمانڈر نے کشتیاں تیار کروائیں، تحفے لئے، ہدیے لئے، سمندر کے راستے تین بار روم کا سفر کیا اور بالآخر اس موذی جرنیل کو پھنسا کر، گرفتار کر کے اور زنجیروں میں باندھ کے حضرت معاویہ کے دربار میں لے آیا۔ آپ نے اس قیدی مسلمان کو آزاد کروایا۔ اسے بلا کے کہا کہ تیرا مجرم تیرے سامنے حاضر ہے، تو بھی اس کے چہرے پر تھپڑ مار لے۔ اس نے کھڑے ہو کے تھپڑ مارا۔ حضرت معاویہ نے گرفتار جرنیل سے کہا : جا اب تیری جان بخش رہا ہوں لیکن روم کے بادشاہ کو کہہ دینا ہم مسلمان ہیں، ہم ایمان والے ہیں، ہم اللہ کا نام لیتے ہیں، ہم محمد عربی کا کلمہ پڑھتے ہیں، ہم ایک جسم ہیں، ہم ایک جان ہیں، ہمارے خون ایک ہیں، ہمارا نظریہ ایک ہے، اگر ایک کے چہرے پر تھپڑ لگے گا تو پوری قوم تم سے انتقام کیلئے کھڑی ہو جائے گی۔ {نعرے : نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" نعرہ تکبیر "اللہ اکبر"۔ سبیلنا سبیلنا "الجہاد الجہاد"۔ سبیلنا سبیلنا "الجہاد الجہاد" }

مصلحتوں کا خیال کب تک؟

رومی کے چہرے پہ تھپڑ لگا، رومی بادشاہ بھی اپنے دربار میں بیٹھ کر کانپ گیا۔ میرے بھائیو! آج جو ساتھی آپ کے گرفتار ہیں ان کے چہرے پہ ایک نہیں ہزاروں تھپڑ مارے جاتے ہیں۔ ہمیں جہاد کی دعوت سے روکنے والو! یہ تمہارا کام

تھا کہ تم اُن کی حفاظت کرتے۔ یہ تمہاری ذمہ داری تھی کہ تم ایک ایک مُسلمان کی آبرو کی حفاظت کیلئے، آقا مدنی کے دین کی حفاظت کے لئے، جانوں کی قربانی دیتے۔ او دُنیا کے بزدل انسانو! کتنے دن زندہ رہ لو گے؟ قبرستان تو آباد ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اپنے گھروں میں امن کی زندگی گذارنے والو! کتنے دن امن میں رہو گے؟ یہ امن کی زندگی ختم ہوجائے گی۔ دنیا کی مصلحتوں سے ڈر کے جہاد کی دعوت کو روک لینے والو! مجھ غریب کو دیکھو! چھ سال تک دُشمن کی قید میں رہنے کے بعد آج پھر زندہ سلامت تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہوں۔ وہ کونسا جبر ہے جو ہم پر نہیں ہوا؟ وہ کونسا تشدد ہے جو ہم پر نہیں ہوا؟ لیکن جب رب بچانے پہ آتا ہے تو کوئی نہیں مار سکتا، اور جب رب مارنے پہ آئے گا تو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ پھر جہاد کیوں چھوڑیں؟ اپنا ایمان کیوں چھوڑیں؟ اپنا نظریہ کیوں چھوڑیں؟ ظالم انڈیا! تو کتنے دن تک یہ ظلم کرتا رہے گا؟ ظلم کی رات بالآخر ختم ہوجاتی ہے، اور ظلم ظلم کرنے والوں کی طرف لوٹ جایا کرتا ہے۔ {نعرے : انڈیا کی بربادی تک : "جنگ رہے گی جنگ رہے گی"۔ انڈیا کی بربادی تک : "جنگ رہے گی جنگ رہے گی"}

جہادِ کشمیر خالص شرعی جہاد ہے :

اللہ نے مجھے اپنے ملک پہنچا دیا ہے۔ اپنے بھائیوں میں، اپنے بزرگوں میں پہنچا دیا ہے، کراچی سے خیبر تک خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ الحمدللہ۔ میری رہائی کی نہیں، اسلام کی جیت کی خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ میں کیا ہوں؟ میں کچھ نہیں، میری رہائی کی نہیں مشرک کی شکست کی خوشی منائی جارہی ہے۔ اور انڈیا سن لے جس طرح تجھے اس موقع پہ شکست ہوئی ہے، ان شاء اللہ کشمیر میں بھی تجھے شکست ہونیوالی ہے۔ ان شاء اللہ۔ کشمیر کا جہاد خالص شرعی، خالص ایمانی جہاد ہے۔ آج کشمیر میں جو جدوجہد ہورہی ہے اس کے بارے میں ہمارا نظریہ بالکل واضح ہے کہ کشمیر پاکستان کا حصّہ ہے۔ کشمیر کے مُسلمان پاکستان میں شامل ہونے کیلئے تڑپ رہے ہیں۔ لیکن

انڈیا ہر دن اپنی فوج وہاں بڑھاتا چلا جارہا ہے۔

تمہاری داستاں بھی نہ ہوگی داستانوں میں :

اے پاکستان کے مُسلمانو! کشمیری تمہارے بھائی ہیں۔ اور جو ظلم و ستم ان پر ڈھایا جارہا ہے، حقیقت میں آسمان بھی اس ظلم و ستم کو دیکھتا ہے تو رو پڑتا ہے۔ چند دن پہلے جب میں جموں کی جیل میں تھا، انڈیا آرمی کے ایک دستے نے راجوڑی کے علاقے میں ایک مُسلمان خاندان پر حملہ کیا، ان مُسلمانوں کا جرم یہ تھا کہ اگر کوئی مجاہد ان کے گھر میں آتا تھا تو وہ اسے کھانا کھلا دیتے، انڈیا آرمی کے ظالم درندے وہاں فائرنگ کرتے رہے، ان سب کو شہید کردیا۔ ایک حاملہ عورت تھی، اُس کا پیٹ چاک کیا گیا، اُس کا بچہ نکال کر ذبح کردیا۔ مُسلمانو! کیا اسلام اتنا گر چکا ہے؟ کیا آج اسلام کی عزت اتنی ختم ہوچکی ہے کہ آج امت محمدیہ کے افراد کو دنیا میں آنے سے پہلے موت کا پروانہ دے دیا جاتا ہے؟ کل تک جہاد تھا تو ہماری جانیں محفوظ تھیں، ہماری عزتیں محفوظ تھیں، ہم تو کافروں کی عزتوں کی حفاظت کیا کرتے تھے، آج حاملہ ماؤں کے پیٹ چیرے جارہے ہیں، صرف ہماری سستی کی وجہ سے، ہماری بزدلی کی وجہ سے۔ او تجوریاں بھرنے والو! کتنے دن تک نوٹ گن گن کے پاگل ہوتے رہو گے؟ بتاؤ ان نوٹوں نے تمہیں کیا دیا ہے؟ اِنہوں نے مسلمانوں کو کیا دیا ہے؟ امن امن کی بات کرنے والو! ہم پر تو ہر وقت جنگ مسلط کی جارہی ہے، ہمارا یہ پیارا ملک، ہمارا یہ مقدس ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم کردیا گیا۔ آج بھی بقیہ کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں، آج بھی "را" کے ایجنڈے میں لکھا ہے کہ پاکستان کو ہم چھین لیں گے، پاکستان کو ہم تباہ کردیں گے۔ مُسلمانو! توبہ کرو بزدلی سے، مُسلمانو! توبہ کرو مال کی محبت سے، مُسلمانو! توبہ کرو منافقت سے، اگر توبہ نہیں کرو گے تو پھر تمہاری داستان بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

دھرتی کی حفاظت فرض ہے :

میں دو ٹوک بات کہتا ہوں' اور صاف صاف کہتا ہوں' اس ملک کی حفاظت ہم پر فرض ہے' کشمیر کو چھیننا ہم پر فرض ہے' جس دھرتی پر اذان ہوتی ہو میرے بھائیو! وہاں کافروں کو حکومت کا حق نہیں دیا جاسکتا۔

ہمارے ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا' جب پاکستان کے دو ٹکڑے ہوئے' اُس وقت کسی نے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے ہیں' آقا کو ٹھیس پہنچی کہ ایک ملک جو اسلام کے نام پر بنا تھا' آج وہ بھی چھینا جا رہا ہے' اُس کے بھی ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ پاکستان میں رہتے ہوئے تمہیں پاکستان کی قدر نہیں آتی' اگر انڈیا کی کسی جیل میں جاؤ گے تو تمہیں پاکستان ایک مقدس جنت کی طرح نظر آئے گا۔ جہاں ایمان ہے' جہاں اسلام ہے' جہاں دین ہے' جہاں جہاد ہے' جہاں غیرت ہے' جہاں ولولہ ہے' چند لوگوں کے خراب ہونے سے دھرتی خراب نہیں ہوجاتی' مدینہ میں بھی عبداللہ بن ابی منافق رہا کرتا تھا' او ہندوؤ! سن لو پاکستان ایک مسجد ہے اور اس مسجد کی حفاظت کیلئے ہم اپنی جان بھی دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔ {نعرے : نعرہ تکبیر "اللہ اکبر" سبیلنا سبیلنا "الجہاد الجہاد"}

ہمارے ملک کی طرف' (بھائی میرا فوٹو کوئی نہ کھینچے۔) ہمارے ملک کی طرف ترچھی نظر ڈالنے والوں' ہمارے ملک کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والوں سے میں کہتا ہوں تمہاری آنکھیں نکال دی جائیں گی۔ ان شاء اللہ۔ اس مقدس دھرتی نے تو ابھی مکمل ہونا ہے۔ اس میں کشمیر نے شامل ہونا ہے ان شاء اللہ۔

میرے مُسلمانو! کشمیر لینا ہے کہ نہیں لینا؟ لینا ہے' ان شاء اللہ۔ آج خیبر سے لے کر کراچی تک' سعودیہ سے لے کر امریکا تک' خوشی منائی جا رہی ہے کہ ایک مُسلمان آزاد ہوگیا۔ جب کشمیر کے ایک کروڑ مُسلمان آزاد ہوں گے تو کتنی خوشی ہوگی؟ اور یہ خوشی ان شاء اللہ ملنے والی ہے۔

احمقوں کی جنّت :

انڈیا! تُو ہمارا پڑوسی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو امن سے رہے لیکن تجھے بھی دہشت گردی چھوڑنی ہوگی۔ وہ سرکاری دہشت گردی جو تُو کشمیر کی سرزمین پہ کر رہا ہے' تُو اسے بند نہیں کرے گا تو پھر ہمارے سامنے یہ رونا مت رونا کہ فلاں دہشت گردی ہوگئی' فلاں دہشت گردی ہوگئی۔ ہم اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والی قوم ہیں۔ میرے پاس وہاں کے حکمران آئے' کہنے لگے بتاؤ کشمیر کا حل کیا ہے؟ ہم یہاں سڑکیں بنا دیں گے' ہم یہاں کالج بنا دیں گے' یونیورسٹیاں بنا دیں گے' ہم یہاں نہریں جاری کر دیں گے' ہم یہاں بجلی دے دیں گے۔ میں نے کہا: ہم مُسلمان ہیں بھکاری نہیں ہیں' اِن باتوں سے طوائفوں کو راضی کیا جاسکتا ہے' مُسلمان کے نزدیک تو مال غلاظت کی طرح ہے۔ ہم وہ قوم ہیں جو انتقام لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتے۔ ہم وہ قوم ہیں جو اپنی عزتوں کا سودا نہیں کرسکتے۔ ہمارے خون کا جو قطرہ گرایا جاتا ہے' ہم اس کا بدلہ لے کر رہتے ہیں۔ ہماری جو عزت ہم سے چھینی جاتی ہے' ہم پھر پوری دنیا کی حکومتیں چھین کر انہیں بے عزت کرنا جانتے ہیں۔ ہمیں عزت سے رہنے دو' ہم تمہیں عزت دیں گے۔ ہمیں امن سے رہنے دو' ہم تمہیں امن دیں گے۔ لیکن ہماری طرف غلط نظریں اٹھاؤ اور پھر یہ تصور کرو کہ سڑک بنانے سے کام ہوجائے گا' تو پھر سمجھ لو کہ تم احمقوں کی جنت میں رہتے ہو۔ {نعرہ تکبیر: "اللہ اکبر"۔ نعرہ تکبیر: "اللہ اکبر"}

انڈیا کی دہشت گردی کا توڑ :

میرے مُسلمان بھائیو! آخری بات کہہ رہا ہوں' غور سے سن لینا۔ وہ لوگ جن کا کام میری باتیں لکھ کر اوپر پہنچانا ہے' اُن سے بھی کہتا ہوں کہ تم مُسلمان ہو' یہ قرآن صرف میرے لئے نہیں تمہارے لئے بھی ہے۔ میں نے ہی قبر میں نہیں جانا' تم نے بھی جانا ہے۔ میں اگر چھ سال تک اپنے بوڑھے ماں باپ کو چھوڑ

کے جاسکتا ہوں تو تم بھی جاسکتے ہو۔ جو فرض مجھ پہ بنتا ہے وہ تم پر بھی بنتا ہے۔ اس لئے لکھنا ضرور' ڈٹ کے لکھنا مگر جو کہہ رہا ہوں وہ تم سے بھی کہہ رہا ہوں' ان سب سے بھی کہہ رہا ہوں اور اپنے آپ سے بھی کہہ رہا ہوں' مُسلمانو! جہاد فرض ہے۔ اور آج کشمیر میں انڈیا کے داخل ہونے کے بعد چونکہ کشمیر پاکستان کا حصّہ ہے' اس لئے پاکستان کے مُسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ جو شخص جہاد فرض ہونے کے بعد جہاد نہیں کرے گا یا مجاہدین کے ساتھ تعاون نہیں کرے گا' خدا اسے مرنے سے پہلے کسی زور دار مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ یہ میرے آقا کی پیش گوئی ہے' جو شخص جہاد فرض ہونے کے بعد جہاد نہیں کرے گا' وہ منافقت کے ایک شعبے پر مرے گا۔ حدیث کی کتاب "صحیح مسلم" اٹھالو' اس میں یہ حدیث موجود ہے' میرے آقا کا فرمان موجود ہے۔ مُسلمانو! قبریں کھودی جاچکی ہیں' موت کا وقت مقرر ہے' آج یہ سارا مجمع یہاں بیٹھا ہے' کل یہ سارا کہیں قبرستانوں میں پڑا ہوگا' یہاں کچھ اور لوگ بیٹھے ہوں گے۔ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ میں تمہیں کہتا ہوں اللہ کو راضی کرو' مظلوم مُسلمانوں کی مدد کرو' اپنی جیبیں کھولو جہاد کیلئے۔ اپنے دل کھولو جہاد کیلئے۔ نوجوانو! مسلح ہو جاؤ اور انڈیا کو بتادو کہ اگر تو نے دہشت گردی جاری رکھی تو ہم تیری دہشت گردی کو توڑنا جانتے ہیں۔ {نعرے : نعرہ تکبیر "اللہ اکبر"۔ مولانا مسعود اظہر "زندہ باد" }

موت سے ڈرنا کیسا؟

دنیا والے کہتے ہیں' کئی بار جب ساتھیوں نے باہر سے ہمیں چھڑانے کی کوشش کی' اندر ہمیں کہتے تھے کہ بھائی آپ کی جان کو خطرہ ہو سکتا ہے۔ ہم نے کہا: ہماری جان کو تو کوئی خطرہ ہے نہیں۔ اس لئے کہ یہ جان جس نے دی ہے اِس جان نے اُس کے پاس جانا ہے۔ اور یاد رکھو! جس موت کو تم سب سے بڑی سزا سمجھتے ہو وہ موت تو ہمارے نزدیک سب سے بڑی سعادت ہے۔ مجھے کہا طیارہ اغواء ہو چکا ہے

شاید اس کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف آئے۔ میں نے کہا اگر وہاں طیارہ اغوا ہونے کی وجہ سے تم مجھے موت کے گھاٹ اتارو گے تو میں ان طیارہ اغوا کرنے والوں کا شکریہ ادا کروں گا کہ تم نے مجھے اپنے مالک کے پاس جانے کا راستہ فراہم کیا ہے۔ تم ہمیں موت سے ڈراتے ہو' ہم تو دن میں کتنے سجدے کر کے اللہ کے پاس پہنچے ہوتے ہیں۔ جس رب کو ہم سجدہ کرتے ہیں' اس رب کے پاس جانے سے ہم ڈریں گے؟ تم جنہیں ایک دفعہ سلام کر لیتے ہو ان کے پاس جاتے ہوئے نہیں ڈرتے' ہم تو ہر وقت کبھی رکوع میں اپنے رب کے سامنے' کبھی سجدے میں اس کے سامنے حاضر ہوتے ہیں' ہم اس کے پاس جانے سے کیوں ڈریں گے؟ ہم تو دن رات اس کے سامنے سر گڑتے ہیں کہ مالک ہماری جان اپنے راستے میں قبول فرمالے۔

ہمیں موت سے ڈرانے والو! ہمیں جب موت آتی ہے تو وہ موت نہیں ہوتی' وہ زندگی ہوتی ہے۔ جب شہید دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آسمانوں پہ جشن منایا جاتا ہے' آسمانوں پر شادی کا سا سماں ہوتا ہے' حوریں اُتر آتی ہیں' پہلے آسمان پر آ کے بیٹھ جاتی ہیں' شہید کو دیکھتی ہیں کہ تُو کب اوپر آئے گا؟ آسمان سے جوڑے لائے جاتے ہیں' خوشبوئیں لائی جاتی ہیں۔ اگر ہمیں یہ موت مل جائے تو اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہو سکتی ہے۔ {سامعین : سبحان اللہ }

دعوت جہاد :

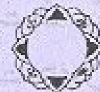
نوجوانو! شہادت کی موت سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں ہے۔ اس لئے میں آپ سب مُسلمانوں کو جو اس مجمع میں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ کو حاضر ناظر کر کے جہاد کی دعوت دیتا ہوں' عزت اور سربلندی کے راستے کی دعوت دیتا ہوں' اس راستے کی دعوت دیتا ہوں جس راستے کی دعوت اللہ نے آسمان پر سے ساڑھے چار سو آیتیں اتار کر دی ہے۔ اُس راستے کی دعوت دیتا ہوں جس راستے میں آقا عربی خود ستائیس بار نکلے ہیں۔ اُس راستے کی دعوت دیتا ہوں جس میں جنّت ملتی ہے' جس میں سکھ ملتا

ہے، جس میں سکون ملتا ہے، جس سے آدمی غلامی کی زنجیریں توڑ دیتا ہے۔

بہاولپور والو! جہاد کرو گے یا نہیں کرو گے؟ {کریں گے، ان شاء اللہ} انڈیا سے لڑو گے کہ نہیں لڑو گے؟ {لڑیں گے، ان شاء اللہ۔ {باقی لوگوں کا کیا خیال ہے؟ {نعرے: لبیک لبیک "اللھم لبیک"۔ لبیک لبیک "اللھم لبیک"۔ لبیک لبیک "اللھم لبیک"}

غلامی کا خاتمہ اور قرآن کا نفاذ کیسے؟

جہاد کرنے نہیں جاؤ گے تو یہاں کسی کے راکٹ آکے گریں گے، اور جہاد کرنے جاؤ گے تو کسی کے راکٹ کا منہ ادھر نہیں آسکے گا۔ ان شاء اللہ۔ جہاد کرنے نہیں جاؤ گے تو انڈیا پاکستان کو ہڑپ کرنے کا منصوبہ بنائے بیٹھا ہے۔ اور تم نے نیت کرلی بہاولپور والو! تو انڈیا اپنا آدھا انڈیا چھوڑنے پر بھی تیار ہوجائے گا۔ اس لئے کہ بنئے کو جان عزیز ہوتی ہے، مسلمانوں کو ایمان عزیز ہوتا ہے۔ تیار ہو کہ نہیں جہاد کیلئے؟ (ان شاء اللہ) کشمیر جانے کیلئے؟ (ان شاء اللہ) روزے میں جھوٹ تو نہیں بول رہے؟ (نہیں) اللہ کو دھوکہ تو نہیں دے رہے؟ (نہیں) کل موت سے ڈر تو نہیں جاؤ گے؟ (نہیں) گولی سے ڈرو گے تو نہیں؟ (نہیں) ڈنڈے اور ہتھ کڑی سے ڈرو گے تو نہیں؟ (نہیں) بزدلی تو نہیں دکھاؤ گے؟ (نہیں) کسی بنئے کو پیٹھ تو نہیں دکھاؤ گے؟ (نہیں) کہیں خون سے گھبراؤ گے تو نہیں؟ (نہیں) جب تم خون سے نہیں گھبراؤ گے تو خدا تمہارے خون میں مشک کی خوشبو پیدا کرے گا اور یہ خوشبو جہاں جہاں جائے گی وہاں غلامی کے طوق ٹوٹ جائیں گے، اور وہاں قرآن کا نظام نافذ ہوجائے گا۔



موت کا وقت اٹل ہے

بہاولپور میں نماز عید سے قبل خطاب

میرے غیرت مند مسلمان بھائیو! بزرگو اور دوستو! آج عید کا مبارک دن ہے، پورے عالم اسلام میں مسلمان خوشیاں منارہے ہیں۔ اور اسلام نے ہمیں اجازت دی ہے کہ ہم آج کے دن کی خوشی کو منائیں، لیکن آج ہمارے لئے خوشی کے دروازے بند کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آج عید کا دن ہے لیکن چیچنیا کے مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے؟ آج کے دن بھی ظالموں نے ان پر بمباری نہیں روکی۔ آج ہمارے بچوں نے نئے کپڑے پہن لئے ہیں، لیکن چیچنیا کے مسلمان آج نئے کپڑے پہننے سے محروم ہیں۔ ہماری بیٹیاں اپنے گھروں میں خوشی منارہی ہیں، لیکن چیچنیا کی مسلمان بچیاں آج بھی اپنے گھر کے تہ خانوں میں پڑی ہوئی اس بات کا انتظار کررہی ہیں کہ معلوم نہیں کونسا راکٹ اور کونسا بم ان پر آکر گرے گا۔

مسلمان بھائیو! آج عید کے دن کی خوشی اس وقت مکمل ہوگی جب کشمیر پر سے انڈیا کا غاصبانہ قبضہ ختم ہوجائے گا۔ آج ہم تو امن کے ساتھ عید منارہے ہیں لیکن ہمارے کشمیری مسلمان بندوقوں اور سنگینوں کے نیچے عید گذارنے پر مجبور ہیں، ان پر وہ ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے جس پر انسانیت کا سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ہمارے لئے عید کی خوشیاں منانا اس لئے بھی مشکل ہورہا ہے کہ ہماری مسجد اقصیٰ یہودیوں کے قبضے میں ہے۔ ہمارے لئے عید کی خوشیاں اس لئے بھی منانا مشکل ہورہا ہے کہ آج مسلمانوں نے اس راستے کو چھوڑ دیا جس راستے پر چل کر انہیں عزت ملتی تھی، انہیں عظمت ملتی تھی، انہیں دنیا میں امن قائم کرنے کا موقع ملتا تھا، انہیں دنیا میں اللہ کا دین غالب کرنے کا موقع ملتا تھا۔ ہمارے آقا، ہمارے مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن یتیم بچوں کا خیال رکھتے تھے مگر آج ہمارے پاس یتیموں کی اتنی بڑی تعداد ہے کہ پوری امت حیران و پریشان ہے۔ آج دنیا میں

بننے والے راکٹ اور گولے ہمارے یتیموں میں اضافہ کررہے ہیں' ہماری بیواؤں میں اضافہ کررہے ہیں۔ مسجد اقصیٰ ہم سے پکار پکار کر پوچھ رہی ہے کہ تم تو عید مناتے ہو' لیکن میری عید کس دن ہوگی؟ مُسلمان بچے ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہم اس امت کے افراد نہیں ہیں؟ مُسلمان عورتیں ہم سے پوچھتی ہیں کہ کیا ہم اس امت کی عورتیں نہیں ہیں؟ کیا ہم اس امت کی مائیں بہنیں نہیں ہیں؟

عید کی خوشیاں منانے والو! آج ذرا اپنے ان مُسلمانوں کو یاد کرو' اپنے ان بھائیوں کو یاد کرو' جو ظلم و ستم میں جکڑے ہوئے قید کے اندر ہیں' جیلوں کے اندر ہیں' اور ان پر طرح طرح کے ستم ڈھائے جارہے ہیں' اور جیلوں کی تاریک کوٹھڑیوں میں ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جارہا ہے جو کسی انسان کے ساتھ نہیں کیا جاسکتا' بلکہ مہذب انسان ایسا سلوک جانوروں کے ساتھ بھی نہیں کرتے۔ آج ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا دنیا کا سب سے محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ جو بھی چاہتا ہے کوئی نئی کتاب لکھ مارتا ہے' کسی کو قرآن پہ اعتراض کرنے کا شوق ہے' کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کرتا ہے' دنیا ایسے لوگوں کو پناہ دینے کیلئے تیار بیٹھی ہوئی ہے یعنی آج دنیا میں کسی کو عزت پانی ہے تو اسے ہمارے نبی کو گالی دینا ہوتی ہے' اُسے ازواج مطہرات کو گالی دینا ہوتی ہے' ہمارے دین اور ہمارے اسلام کو گالیاں دینا ہوتی ہیں' مُسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی سازشیں کرنی ہوتی ہیں۔ آج ان حالات کے اندر جبکہ مُسلمان بھول چکا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ ایمان کیا ہے؟ قومی غیرت کیا ہے؟ قومی اخوت کیا ہے؟ آج ان حالات میں ہم عید منارہے ہیں۔ ہماری عید تو اس وقت ہوگی جب مُسلمان' مُسلمان بن جائے گا۔ جب کافر ہم پر ظلم کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا کہ یہ ایسی قوم ہے جو اپنے خون کے ایک ایک قطرے کا حساب چکا کر رہتی ہے۔

مُسلمان بھائیو! میں آج کوئی رسمی باتیں کرنے یہاں نہیں آیا۔ ہمارے اوپر دشمن نے نظریں جمائی ہوئی ہیں' میرے سر کی قیمت لگائی جاچکی ہے' میں نہیں جانتا

کہ میں کتنے دن آپ کے درمیان رہوں گا؟ مُسلمانو! مقام غیرت ہے کہ آج دنیا میں کتوں کے حقوق کی بات کرنے والے تو زندہ رہ سکتے ہیں لیکن مُسلمان کے حقوق کی بات کرنے والے کو زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔ مُسلمانو! آج دنیا میں لوگ جانوروں اور پرندوں کے حقوق کی بات تو کرتے ہیں لیکن اسلام کے حق کی بات کرنا اور مُسلمان کے حق کی بات کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ جس جرم کے بعد دنیا میں زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ہم نے اس سرزمین کو امن و امان کے ساتھ بھرا تھا' آج اسی زمین کو ہمارے اوپر تنگ کیا جارہا ہے۔

ہمارے آقا مُسلمانوں کیلئے ایک نظام چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ نظام کیا تھا؟ تھوڑا سا ماضی کی طرف جھانک کر دیکھئے۔ وہ نظام یہ تھا کہ جب ایک مُسلمان کے خون کا مسئلہ آیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تھی کہ مکہ کے مشرکوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا ہے۔ آقا نے اپنے یاروں سے فرمایا: پھر ایسی زندگی کا مزہ کیا بنتا ہے کہ جب ہمارے مُسلمانوں کی جان محفوظ نہ ہو' ایک درخت تھا' اس کے نیچے آقا بیٹھے ہوئے تھے' چہرہ مبارک جذبات سے' ایمانی جذبات سے سرخ ہورہا تھا' آج دنیا والے کہتے ہیں تم خونریزی کی باتیں کرتے ہو' تم مولوی اور عالم ہو کر لڑائی اور جھگڑے کی بات کرتے ہو۔ خدا کی قسم! ہم امن پسند لوگ ہیں لیکن جب کوئی ہمارے خون کے ساتھ کھیلتا ہے' ہماری عزتوں کے ساتھ کھیلتا ہے' پھر ہم خون اگلنے والی تلواریں بن جایا کرتے ہیں' پھر ہم وہ بم بن جایا کرتے ہیں' جو پھٹتا ہے تو اپنے دائیں بائیں ہر طرف اپنی قوت کو واضح کردیتا ہے۔ ہمارے آقا بیٹھ گئے' بیعت شروع ہوگئی' کس چیز پر بیعت کی جارہی تھی؟ یہ بیعت موت پر کی جارہی تھی کہ ہم مرجائیں گے لیکن مُسلمان کے خون کا بدلہ لے کر رہیں گے۔ مُسلمان کی جان قیمتی ہے' مُسلمان کی عزت قیمتی ہے' چودہ سو صحابہ اپنے آقا کے ساتھ' اس کائنات کے سب سے بہترین انسان کے ساتھ' اللہ کے بعد سب سے افضل ہستی کے ساتھ' مرنے کے لئے تیار ہوگئے۔ مُسلمانو! حضرت عثمان کی جان محفوظ ہوگئی' سب

مُسلمانوں کی جانیں محفوظ ہوگئیں۔ مگر آج کہاں ہیں وہ بیعت کرنے والے؟ آج کہاں ہیں چیچنیا کے مُسلمانوں کا انتقام لینے والے؟ آج کہاں ہیں بوسنیا کی ان ننگی لاشوں پر رونے والے جنہیں کفن تک میسر نہیں آیا۔ مُسلمانو! آج زمین کو جہاں سے کھودا جاتا ہے، وہاں سے ہماری ہی لاشیں نکلتی ہیں، اور کسی کی لاش کیوں نہیں نکلتی؟ آج دنیا میں کسی اور ملک کا کوئی آدمی پکڑا جائے تو ان کی فوجیں بارڈروں پر آجاتی ہیں مگر ہمارے تو بہت سارے پکڑے گئے، پکڑ کر ذبح کردیئے گئے، عقوبت خانوں میں ماردیئے گئے مگران کی بات کرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ ہم سے ایمان چھینا جارہا ہے، ہم سے مسجدیں چھینی جارہی ہیں، ہم سے ہمارا القدس چھینا جارہا ہے، ہم ہیں کہ ٹکڑیوں میں بٹتے چلے جارہے ہیں، علاقوں میں بٹتے جارہے ہیں، قومیتوں میں بٹتے جارہے ہیں، جہاد کا نام سن کے ہمیں سانپ سونگھ جاتا ہے، ہم نے موت سے ڈرنا شروع کیا تو آج موت ہر طرف سے ہم پر مسلط ہوچکی ہے۔

اے میرے مُسلمان بھائیو! اے ایمان والو! اللہ کا خوف اپنے دل میں پیدا کرو، آج ہم خوبصورت کپڑے پہن کر بیٹھے ہیں، ہم سب نے مرنا ہے، اللہ کو جاکے کیا جواب دیں گے؟ قیامت کے دن کشمیری بہن کھڑی ہوگی اور کہے گی: یا اللہ! سولہ ہندوؤں نے میری عزت لوٹی تھی مگر پاکستان والوں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ معصوم بچے، کشمیر کے معصوم بچے کھڑے ہوں گے، اور کہیں گے: یا اللہ! ہمارے ساتھ دنیا کا بدترین ظلم کیا گیا مگر پاکستان والے ڈرتے رہے کہ انڈیا ہم پر حملہ نہ کردے۔ وہ بچہ جسے پیدا ہونے سے پہلے پیٹ چاک کرکے اس کی ماں کے پیٹ سے نکال کر ذبح کیا گیا، قیامت کے دن کھڑا ہوگا اور اللہ سے کہے گا: یا اللہ! جب نبی زندہ تھے تو کوئی کسی مُسلمان کو تھپڑ بھی نہیں مار سکتا تھا جبکہ میرے گلے پہ خنجر چلادیا گیا اور یہ پاکستان والے جو کشمیر کو اپنی شہ رگ کہتے ہیں، جو کشمیر کو اپنا حصہ مانتے ہیں، دور بیٹھے رہے، مستیوں میں نوٹ جمع کرتے رہے، اپنے بچوں کو پالتے رہے، کفر کو اپنے گھروں میں داخل کرتے رہے۔

آج بتاؤ تو سہی ان کافروں نے ہمیں کیا دیا ہے؟ انہوں نے ہمارے گھروں سے ایمان نکال دیا، انہوں نے ہمارے گھروں سے قرآن نکال دیا۔ آج یہ ہمیں ذبح کرتے ہیں، ہمارے سروں سے فٹ بال کھیلتے ہیں، ہماری مسجدوں کو چھینتے ہیں مگر ان سے بات کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ آج دنیا کے کتنے ممالک ہیں جہاں کا ہر فرد ٹریننگ یافتہ ہے، مگر ہمیں تو ٹریننگ لینے سے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم پر کوئی اور دھبہ نہ لگ جائے۔ ایک عام جانور کو بھی اپنے تحفظ کی فکر ہوتی ہے مگر مُسلمان کو نہ اپنے ایمان کی فکر ہے، نہ اپنے دین کی فکر ہے۔ جہاد میں جاکر موت نہیں آتی، اگر جہاد میں موت آتی تو میں آپ کے سامنے نہ بیٹھا ہوتا، نہ افغانستان میں روس کی گولیاں مجھے وقت سے پہلے مار سکیں، نہ کیمونسٹ انتظامیہ کی بمباری مجھے ہلاک کرسکی، نہ انڈیا کی جیلوں میں چھ سال تک ان کی تمام فورسز مل کر مجھے ختم کرسکیں۔ جب موت کا وقت آتا ہے، وہ اٹل ہوتا ہے اور جب نہیں آتا، کوئی اس موت کو نہیں لاسکتا ہے۔ جو رات اللہ کے پاس گذارنی ہے، وہ کوئی دنیا میں نہیں گذار سکتا۔ مُسلمانو! ہم کیوں ڈریں؟ ہم کیوں پیچھے ہٹیں؟

افسوس ہوتا ہے جب کرگل میں یہاں لڑائی ہورہی تھی، پورا ہندوستان پاکستان کے خلاف تیار ہوچکا تھا، ہندو بنئے کو تو لڑنے کا طریقہ آتا نہیں ہے، لیکن تجوریاں کھول کھول کے وہ پیسہ دے رہے تھے جبکہ پاکستان کا مُسلمان جہاد کا نام لینے سے ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی مجھے غیر مہذب آدمی نہ کہہ دے۔ یہ جہاد وہی ہے جس کیلئے قرآن میں اللہ نے آیتیں اور سورتیں نازل کی ہیں۔ یہ جہاد وہی ہے جو عزت کا نشان ہے، لیکن اس جہاد کو چھوڑنے کے بعد دنیا میں ہم ذلیل ہوچکے ہیں۔ آج اس عیدگاہ میں میں مُسلمانوں کو بھی ایک دعوت دیتا ہوں اور کافروں کو بھی ایک بات بتاتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے چھ سال اور چوبیس دن کی بدترین قید کے بعد اپنے فضل و کرم سے مجھے رہائی عطا فرمائی ہے۔ لال کرشن ایڈوانی اور ان کے بڑے بڑے حکمرانوں نے کہا تھا کہ ہم اس شخص کو نہیں چھوڑیں گے اور کہا تھا کہ ہندوستان کی زمین میں اسے

دفن ہونا ہوگا، میرے اللہ نے ان کی قسموں کو توڑ دیا، میرے اللہ نے ان کی طاقت کو مکڑی کا جالا بنا دیا، میرے اللہ نے ان کی طاقت اور قوت کو ختم کردیا اور مجھے یہ کہنے کا موقع دیا کہ ہندوستان کی سرزمین پر میں نے تو دفن نہیں ہونا تھا چنانچہ میں یہاں آگیا، میں تو وہیں دفن ہوں گا جس جگہ میرے رب نے چاہا ہے، لیکن اگر کشمیر میں انڈیا نے ظلم و ستم بند نہ کیا تو ہم پورے کشمیر کو وہ شمشان گھاٹ بنا دیں گے جہاں ہندوؤں کی تمام لاشوں اور چتاؤں کو جلا کر راکھ کردیں گے۔ {نعرہ تکبیر: "اللہ اکبر" سبیلنا سبیلنا: "الجہاد الجہاد" طریقنا طریقنا: "القتال القتال"}

ہم نے بہت ظلم و ستم سہہ لیا۔ مُسلمانو! میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، جس اللہ کے ہاتھ میں یہ سورج ہے، اس سورج کو جب وہ نکالتا ہے، یہ نکل آتا ہے، جس اللہ کے ہاتھ میں یہ آسمان ہے، جس اللہ کے ہاتھ میں یہ زمین ہے، وہ اللہ ہمارا ہے، وہ ان کافروں کا نہیں ہے۔ "ذلک بأن اللّٰہ مولی الذین آمنوا" اللہ ایمان والوں کا مولیٰ ہے، "و أن الکفرین لا مولی لھم" کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔ او اللہ کے دشمنو! تم نے ایٹم بم بنائے ہیں مگر میرے نبی کا ہر امتی تمہارے ایٹم بم سے زیادہ طاقتور ہے، تم نے ہائیڈروجن بم بنائے ہیں لیکن ہمارا تو ایک ایک بچہ تمہارے ہائیڈروجن بم سے زیادہ طاقتور ہے، اس لئے کہ تم موت سے ڈرتے ہو، ہم موت سے لڑتے ہیں۔ تم موت سے بھاگتے ہو، ہم موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہیں۔ تم موت سے گھبراتے ہو، ہم موت کو چاہتے ہیں۔ تمہیں موت کڑوی لگتی ہے، خدا کی قسم! ہمیں موت تو شہد سے بھی زیادہ میٹھی لگتی ہے۔

ہندوستان والو! میں تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ روز روز پاکستان کو جنگ کی دھمکیاں دینا بند کردو۔ اللہ نے مجھے یہاں بھیج دیا ہے۔ اگر تم نے ہمارے وطن عزیز کی طرف ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا تو میں سب سے پہلے اپنے ساتھ پانچ لاکھ مجاہدین لے کے انڈیا میں داخل ہو جاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ اور اس کیلئے میں عنقریب پورے ملک کا دورہ کررہا ہوں ان شاء اللہ۔ پانچ لاکھ تو ابتدائی ہدف ہے، اور پورے ملک

سے جو مجھے پیغامات مل رہے ہیں، ان کی رُو سے میرے پاس پانچ لاکھ سے زیادہ مجاہدین الحمدللہ موجود ہیں۔ میری مائیں اپنے بچے مجھے دے رہی ہیں، کہ اِن کو محمد بن قاسم بنانا، اِنہیں کسی انگریز کا نقال نہیں بنانا۔ میری بہنیں اپنے بھائی میرے حوالے کرکے کہہ رہی ہیں کہ اِنہیں میدان اسلام کا غازی بنانا، اِنہیں بزدل نہیں بنانا۔ میرے بوڑھے بزرگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ ہماری داڑھیاں سفید ہوچکی لیکن ہم آج بھی اپنے ہاتھوں میں بندوق لے کے جانے کیلئے تیار ہیں، اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جس نے جہاد کیلئے تلوار اُٹھائی اُس نے اللہ سے بیعت کی، ہم اللہ کیلئے اپنا ہاتھ دینے کیلئے تیار ہیں۔

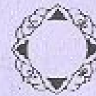
اے ہندوستان والو! اپنے ایٹم بم پہ غرور مت کرنا، اپنی شیوسینا پہ غرور مت کرنا، ہماری فوج بھی بہت طاقتور ہے، لیکن ہمارا بچہ بچہ ایٹم بم ہے، ہمارا بچہ بچہ لڑنے کیلئے تیار ہے۔ اگر ایڈوانی نے یا کسی اور نے یہ بزدلی کی اور پاکستان کی طرف ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا، رب کعبہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں اپنے مجاہدوں کے ساتھ انڈیا کے شہروں میں گھس کر وہاں وہ کچھ کروں گا جو تمہارے وہم و گمان میں بھی نہیں ہے۔ ہم امن پسند ہیں، ہم نے کسی نہتے آدمی پر آج تک ہاتھ نہیں اٹھایا مگر تم نے یہ کون سا ظلم ہے جو ڈھایا ہوا ہے۔ اگر تم نے دہشت گردی بند نہ کی ہم اس دہشت گردی کو بند کرکے رکھیں گے۔ ان شاء اللہ۔ ساتھ دو گے مُسلمانو! پانچ لاکھ مجاہدین میں سے بہاولپور والے دیں گے کہ نہیں اپنے مجاہد؟ دیں گے؟ تیار ہوں گے؟ کون کون ہے جو ہاتھ اٹھا کے کہے: یا اللہ! ہم تیرے راستے میں جہاد کرنے کیلئے تیار ہیں۔ {یہاں حاضرین نے پُرجوش نعرے لگا کر مولانا کو ساتھ دینے کا یقین دلایا}

آج مُسلمانوں میں سے بہت سارے لوگ جہاد کے نام سے گھبراتے ہیں، ہم ان شاء اللہ ان بھائیوں کو بھی جہاد سمجھائیں گے۔ اور اس کیلئے عنقریب پورے ملک میں جاکر بتائیں گے کہ جہاد کتنا عظمت والا راستہ ہے۔ آج دنیا میں ترقی ترقی کی رٹ

لگائی جارہی ہے لیکن کوئی ترقی نہیں آرہی۔ ان موبائل ٹیلیفونوں کو' ان گاڑیوں اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کو ترقی مت سمجھنا' جب تک دین اسلام کو عظمت نہیں ملے گی ہم ہر ترقی کو اپنے پاؤں کی نوک پر سمجھتے ہیں۔

انسانیت کے سوداگرو! تم نے اکیسویں صدی میں اسلام اور مُسلمانوں کو ختم کرنے کا ارادہ کیا ہے مگر ہم جس سورج کو طلوع ہوتا دیکھ رہے ہیں' اس میں سوائے مسلمانوں کے اور کسی کیلئے ہمیں عظمت نظر نہیں آرہی۔ پورا ہندوستان اکیسویں صدی کے آنے کا جشن منا رہا تھا' ان کی ایجنسیاں کہہ رہی تھیں کہ اکیسویں صدی میں ہم پاکستان کو بھی لے لیں گے' ہڑپ کرلیں گے' مگر بیسویں صدی کے آخری دن' ۳۱ دسمبر سن ۱۹۹۹ء انڈیا کو بدترین شکست ہوئی' جب باوجود اتنی بڑی فوج کے انہیں مجبوراً مجھے رہا کرنا پڑا' اور اپنے جہاز میں بٹھا کر اپنے وزیر خارجہ کے ساتھ مجھے قندھار کے ایئرپورٹ پہ لاکر وہاں چھوڑنا پڑا۔ ۳۱ تاریخ کا یہ پیغام انڈیا تو یاد رکھنا! ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب تُو ہاتھ جوڑ کر ہم سے کہے گا کہ اپنا کشمیر اپنے پاس واپس لے لو۔

کشمیر کے مُسلمانو! میں آج ان تمام مُسلمانوں کی طرف سے تمہیں عید کی مبارک باد دیتا ہوں۔ میری کشمیر کی ماؤ! مجھے شرم آرہی ہے' آج تمہارے بیٹے بندوقوں کے نیچے ہیں' مجھے ان ماؤں سے شرم آرہی ہے' جن ماؤں کے بیٹے آج جیلوں میں ہیں' مجھے ان بہنوں سے شرم آرہی ہے جن کے بھائیوں کو ذبح کیا جارہا ہے۔ کشمیر کے مُسلمانو! گھبرانا نہیں۔ مُسلمانوں تک تمہاری آواز پہنچ رہی ہے' اور ایک دن وہ آنے والا ہے جب ہم اور تم ان شاء اللہ مل کر عید پڑھیں گے۔



ہمیں اب کشمیر کو سنجیدگی سے لینا ہوگا

تمہیدی کلمات از اسٹیج سیکریٹری' لانچنگ کمانڈر' مولانا مفتی محمد اصغر صاحب

محترم علماء کرام! آپ کو اس چیز کا علم ہوگا کہ ہم نے آپ سب کو اس جگہ آنے کی زحمت کیوں دی؟ جیسا کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ مولانا محمد مسعود اظہر چھ سال کے بعد انڈیا کی جیل سے رہائی کے بعد پاکستان تشریف لائے ہیں۔ اُنہوں نے جہادی قوتوں کو منظم کرنے کیلئے اور جو جہاد ہمارے ہاں جاری ہے اس کو مکمل شرعی اصولوں میں ڈھالنے کیلئے ایک تنظیم "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" قائم کی ہے۔ اور ہم سب ساتھی جو یہاں مختلف تنظیموں میں کام کررہے تھے اس نئی تنظیم کی صفوں میں شامل ہوگئے ہیں اور اس کے بعد ملک کے اندر مختلف تنظیموں کے جو پلیٹ فارم تھے اور جو مجاہدین اندر گئے ہوئے تھے اور سالہا سال سے بھارت کی فوج کے خلاف نبرد آزما تھے' ان میں سے اکثر مجاہد اس تنظیم کی صفوں میں شامل ہوگئے ہیں۔ اور اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ایک مضبوط اور منظم تنظیم بن کر مقبوضہ وادی کے اندر اُبھری ہے۔ لیکن یہ بات جہاں ہم سب کیلئے ایک خوشخبری تھی اور فتح کشمیر کی نوید تھی' وہاں طرح طرح کے پروپیگنڈے مُسلمانوں کی صفوں میں شروع ہوگئے ہیں اور ایسے ایسے سوالات اور ایسے ایسے اعتراضات کہ جن کا سر ہے نہ پاؤں' آئے دن اُٹھ رہے ہیں۔ اسی حوالے سے ہم نے آپ لوگوں کو یہاں دعوت دی کہ حضرت امیر محترم بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ یہ بھی اپنا موقف سمجھائیں گے کہ ہم نے کیوں ایک نئی تنظیم کو وجود بخشا؟ اور کیوں اتنی تنظیموں کے ہوتے ہوئے ایک نیا پلیٹ فارم بنایا؟ اس حوالے سے آپ حضرات کے ذہن میں جو بات ہو وہ بلا تامل پوچھی جاسکتی ہے' ان شاء اللہ اس کا وضاحت سے جواب دیا جائے گا۔ یہ چند تمہیدی باتیں تھیں جو میں نے آپ کے سامنے عرض کیں۔ اب حضرت امیر محترم آپ کے سامنے تشریف لائیں

گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم.

أما بعد :

فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

"فقاتل فی سبیل اللہ لاتکلف إلا نفسک، وحرض المؤمنین ....." صدق اللہ العظیم.

محترم و مکرم حضرات علماء کرام ! سب سے پہلے تو میں اس بات کا ممنون ہوں کہ آپ حضرات نے تکلیف فرمائی اور یہاں تشریف لائے۔ اپنی زیارت اور ملاقات کا موقع آپ حضرات نے ہمیں فراہم کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اس پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور آپ کے وہ قدم جو اس آنے میں اٹھے ہیں اور جانے میں لگیں گے، انہیں جہاد کے راستے میں قبول فرمائے۔ سب سے پہلی گزارش تو یہ ہے کہ اس وقت جو کشمیر کی صورتحال ہے اور چھ سال چوبیس دن تک جس کا بہت قریب سے مشاہدہ کرنے کی توفیق ملی ہے، اس کے حوالے سے ایک دو چیزیں تو ہم سب کو کرنی ہیں۔ کشمیر صرف اس لئے نہیں ہے کہ اسے وادی جنت نظیر کہہ دیا جائے یا اس کے حسن، اس کے چنار اور ڈل جھیل اور نیلم وادی کی تعریفوں میں کتابیں لکھ دی جائیں یا وہاں کے مظالم سنا کر چار آنسو بہالئے جائیں یا دوسروں سے اس کا تقاضا کرلیا جائے۔ نہیں میرے سامعین! کشمیر اس وقت اُمت مسلمہ کی ناک بن چکی ہے۔ مسلمانوں کی عزت اور مسلمانوں کی عظمت اور تحفظ کا معیار اگر کہیں دیکھا جاسکتا ہے تو وہ کشمیر ہے اور کشمیر میں ہی اس کا فیصلہ ہوگا کہ ہمیں آیندہ غلام بن کر رہنا ہے یا آزاد رہنا ہے۔ بات کشمیریوں کی غلامی کی نہیں ہے۔ وہ تو ہمارے دل کا اور جگر کا ٹکڑا ہیں۔ اور جو کچھ ان پر بیت رہی ہے اس میں ان کا قصور زیادہ نہیں ہمارا قصور زیادہ ہے۔ بات پوری اُمت مسلمہ کی عزت کی ہے۔ اب اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے کہ کشمیر میں ہماری لڑائی کس کے ساتھ ہے۔ انڈیا کو

ہمارے اکثر لوگ ایک بزدل سا اور ایک بے ضرر سا دشمن سمجھتے ہیں۔ اور ان کی نظر میں دوسرے دُشمن کچھ زیادہ حیثیت رکھتے ہیں۔ اور انہیں ان کا مقابلہ زیادہ ضروری نظر آتا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ دوسرے دشمن بھی کوئی کم خطرناک نہیں ہیں۔ لیکن ہمارا انڈیا کے بارے میں یہ سوچنا کہ یہ ہمارے لئے اپنے دل میں کسی قسم کی نرمی رکھتا ہے یا انڈیا کے اندر جو مسلمان رہتے ہیں، ان کیلئے اس کے دل میں کچھ بھلائی ہے، یہ ہماری خام خیالی ہے۔ یہ وہی مشرک ہیں جن سے جہاد کا آغاز اس وقت ہوا تھا جب قرآن کی جہاد والی آیات اتر رہی تھیں۔ وہ پہلی قوم جس کے ساتھ جہاد کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ نبی آپ ان سے لڑیئے۔ "لاتکلف إلا نفسک." اگر آپ اکیلے بھی ہوں تب بھی ان سے لڑیئے، وہ مشرک تھے۔ اور کشمیر میں ہماری ٹکر بھی مشرک کے ساتھ ہے۔ ہمیں یہ بات نہیں بھلانی چاہئے کہ مشرک اسلام کا کتنا بڑا دشمن ہے اور انڈیا کا ہمارے پڑوس میں طاقتور وجود ہماری اجتماعیت کیلئے، ہماری سالمیت کیلئے، ہماری اقتصادیات کیلئے، ہماری تہذیب کیلئے، انتہائی خطرناک ہے اور انڈیا کے ساتھ ہمارا جو فیصلہ ہونا ہے وہ کشمیر میں ہونا ہے، اسی لئے آج دُنیا کے پورے کافر انڈیا کی پشت پر کھڑے ہوگئے ہیں اور وہ ہم سے کہہ رہے ہیں کہ کشمیر کو بھول جاؤ۔ اگر تم اپنے ملک میں تھوڑی سی بھی اقتصادی ترقی چاہتے ہو اور امن چاہتے ہو تو کشمیر کو بھول جاؤ۔ یہ سبق ہمیں اس لئے بتایا جارہا ہے کہ ہم سے کشمیر بھلانا مقصود نہیں ہے، اپنی عزت اور عظمت کے تاج کو بھلانا مقصود ہے۔ اور ہم ان شاء اللہ نہیں بھولیں گے۔

یہ تو طے شدہ بات ہے کہ کوئی سر کا زور لگائے یا منہ کا زور لگائے، کوئی پابندیاں لانے کی بات کرے یا ہمیں بھوکا مارنے کی بات کرے، ہم کشمیر کو نہیں بھول سکتے۔ بھوکا تو تم افغانیوں کو نہیں مار سکے۔ تم نے ان پر ہزاروں اقتصادی پابندیاں لگائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جو روٹیاں کھلاتا ہے تم خواب میں دیکھو تو ڈر جاؤ گے۔ تم تو چھوٹے چھوٹے بریڈ کے پیس کھا کر گزارہ کرتے ہو، افغانی تو ڈیڑھ فٹ کی روٹی کھاتے ہیں الحمدللہ۔

ہم پر اقتصادی پابندیاں کیا اثر کریں گی۔

لیکن کشمیر ہمارے سامنے جس انداز میں موجود ہے' وہ ہم سے اور خصوصاً علماء کرام سے اس چیز کا تقاضہ کرتا ہے کہ کشمیر کے مسئلے کو زبان سے نکال کر عمل میں لایا جائے۔ اس کو اُمت مسلمہ کی ناک کا مسئلہ سمجھا جائے۔ اسے عزت کا مسئلہ سمجھا جائے۔ اور جس طرح اپنی ظاہری ناک کی خاطر ہم سب کچھ کر گزرتے ہیں اور ظاہری ناک کی خاطر ہم ہر قدم اٹھالیتے ہیں' ہمیں اپنی اس اسلامی ناک کی خاطر بھی کچھ کرنا ہوگا۔ اور جہاد کے بارے میں ہمیں سنجیدہ ہونا ہوگا۔ کشمیر آج دلدوز صورتحال سے دو چار ہے۔ اس کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہماری ایک نسل اور قوم ختم ہونے کے قریب آچکی ہے۔ وہاں کوئی پولیس والا مرتا ہے تو وہ کشمیری۔ کسی کو مخبر کی شکل میں مارا جاتا ہے تو وہ کشمیری۔ مجاہد شہید ہوتے ہیں تو وہ کشمیری۔ مکان جلتا ہے ہماری سرزمین کا۔ خون بہتا ہے تو ہمارے دریا کے پانی میں۔ اس کے باوجود مسلمانوں کا رویہ جہاد کے بارے میں سنجیدہ نہیں ہوا۔ بہت سے لوگ جہاد کشمیر کے بارے میں آج تک شک رکھتے ہیں کہ پتہ نہیں یہ جہاد ہے یا نہیں؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ بہت سے لوگ کشمیر کے جہاد کی بس اتنی مدد ضروری سمجھتے ہیں کہ کسی تنظیم کے ساتھ اپنا نام ٹانک لیا تاکہ دوسری تنظیموں کا منہ چڑا سکیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ وہاں جو شہادتیں ہوئی ہیں' وہاں جو خون بہا ہے اور یہ مسئلہ آج جس طرح عالمی ایجنڈے میں آچکا ہے' وہ ہمارے لئے اسلام کی عزت اور عظمت کا مسئلہ ہے۔ اور یقین کرلیجئے کہ اگر ہم سنجیدہ نہ ہوئے تو ہمیں خدا کے سامنے اس کا جواب دینا پڑے گا۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہمیں جہاد اور تحریک کشمیر کو سنجیدگی سے لے کر اس کی پلاننگ کرنی چاہیئے۔ اس کے دو ہی طریقے ہیں: پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم رنگ' نسل' قوم اور ظاہری چیزوں کا امتیاز مٹا کر اپنی توجہ کشمیر کی طرف مرکوز کریں کہ یہ مسئلہ ہم نے حل کرنا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اس موضوع پر ہم ہر دن نئے پہلو

سے سوچیں۔ سب سے پہلے میں اپنے آپ کو پیش کروں کہ میرے گھر سے کشمیر کیلئے کیا لگا ہے؟ میرے مال سے کشمیر کیلئے کیا لگا ہے؟ افسوس تو تب ہوتا ہے جب کوئی عورت زیور اتار کر دیتی ہے تو ہم جزاک اللہ کہہ کر اس سے وصول کرلیتے ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی ہمت نہیں کہ اپنی بہن اور ماں کو بھی یہی ترغیب دے سکیں۔ یا اپنی بیوی سے کہہ سکیں کہ تجھ پر بھی کوئی فرض بنتا ہے۔ تو ایک عالم کی بیوی ہے' تو ایک حافظ کی بیوی ہے' تو ایک قاری کی بیوی ہے۔ تیرے گھر میں تو قرآن پڑھا جاتا ہے۔ ان جاہلوں نے اپنے زیور اُتار کر دے دیئے۔ تیرے گھر میں تو دن رات قرآن پڑھا جاتا ہے۔ آخر تجھے کیا ہوا؟ ہم میں سے ہر شخص جب تک اپنے آپ کو اپنے سامنے کھڑا کر کے نہیں پوچھے گا کہ تو نے کشمیر کیلئے عملی طور پر کیا کیا؟ تو اس جہاد کو فرض سمجھتا ہے کہ نہیں سمجھتا؟ تیرے گھر سے کوئی فرد نکلا ہے کہ نہیں نکلا؟ تیرے مال میں سے اس میں کوئی حصہ دیا گیا ہے کہ نہیں دیا گیا؟ اگر ہم میں سے کوئی شخص اس بارے میں اپنا محاسبہ نہیں کرتا تو ہمیں پھر کشمیر کے موضوع پر بولنے کا بھی حق نہیں ہے۔ ماؤں بہنوں کی عزتیں اس لئے نہیں ہوتیں کہ ان سے اپنی تقریروں کو زوردار بنایا جائے۔ اپنے مضامین کا غازہ بنایا جائے۔ یہ خون اس لئے نہیں ہوتا کہ اس کو سیاست کیلئے استعمال کیا جائے۔ یہ خون اس لئے نہیں ہوتا کہ اس سے گاڑیاں اور عہدے حاصل کئے جائیں۔ اس خون کا ایک مقام ہے۔ اسی خون کے ایک قطرے کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ۱۴ سو صحابہ موت کی بیعت کر رہے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو ترغیب دے دے کر میدان جہاد میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن آج ہماری یہ حالت ہوگئی کہ ۵۰ کے زخمی ہونے کی خبر آئے یا ۲۰ کے شہید ہونے کی اطلاع پہنچے' ہم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ہمارے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور ہم اپنے گھر سے ایک مٹھی گندم کی بھی اٹھا کر دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ لیکن کشمیر پر بولنا سب کا حق ہے۔ اور کشمیر پر بات کرنا سب کا حق ہے۔ کشمیر پر اعتراض کرنا سب کا حق ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جس نے کشمیر کیلئے قربانی نہیں دی اور وہ نہیں دینا چاہتا' اس کے سینے کے اندر دل نہیں' پتھر رکھا ہوا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ پہلے قرآن مجید کا نور ڈال کر اپنے سینے کے اس پتھر کو دل بنائے۔ اپنے گھر سے قربانی کا آغاز کرے۔ اپنی ذات سے قربانی کا آغاز کرے۔ اس کے بعد اس کو حق ہے کہ کشمیر پر جو بولتا ہے وہ بولے۔ اس کے بولنے میں برکت ہوگی' خیر ہوگی ان شاء اللہ۔ اور کچھ دیئے بغیر پاکستان کے معاشی مفکرین کی طرح لگی بندھی باتیں کرلینا اور چار باتیں اس زاویے میں جوڑ دینا اور صرف مجاہدین کی غلطیاں گنا دینا' یہ چیز ہمیں خدا کے سامنے شرمندگی سے نہیں بچا سکے گی۔

یہ تو پہلی گزارش تھی جو میں نے عرض کی ہے کہ کشمیر کی تحریک آج اس رخ پر پہنچ چکی ہے کہ یہ مسئلہ آج مسلمانوں کی عزت کا مسئلہ ہے' ناک کا مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ کشمیری عوام کا نہیں۔ آج پوری اُمت مسلمہ کا مسئلہ ہے اور ہمیں سنجیدگی کے ساتھ اس مسئلے کے بارے میں کوشش کرنی ہوگی۔ اور اس میں پہلا کام اپنے علاقائی اور قومی فرق مٹا کے متحد ہونا' اپنی توجہ کشمیر پر مرکوز کرنا' دوسرا اپنی ذات سے آغاز کرنا۔ اتنا کام ہمیں کرنا ہوگا کہ ہم لوگ ہی جہاد کو جاننے والے ہیں۔ جہاد اسی وقت کامیاب ہوتا ہے جب وہ علی منہاج النبوۃ ہو۔

آپ کو پتہ ہے کہ بدر میں مشرکین سے لڑائی کیسے ہوئی؟ آپ کو پتہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل پر حملہ کی بجائے ابوسفیان کا قافلہ کیوں منتخب کیا؟ اس میں جو راز چھپا ہے وہ آپ کو پتہ ہے؟ آپ کو پتہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر کیا بات ہوئی؟ جاہل لوگوں کو کچھ نہیں پتہ ہے۔ ہندوستان کا ایک جاہل مفکر جس نے قلم اٹھالیا ہے۔ چند دن پہلے اس نے ایک کتاب لکھی۔ وہ کتاب میرے پاس کچھ لوگ لائے اور کہنے لگے کہ اس میں بہت پتے کی بات لکھی ہوئی ہیں۔ میں نے کہا بتاؤ میاں پتے کی کیا بات اس ظالم نے لکھ دی ہے؟ آج تک تو کوئی اچھی بات اس کے قلم سے نکلی نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ جی اس نے لکھا کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر دب کے تو صلح کی تھی نا حدیبیہ کے موقع پر۔ ہم بھی تھوڑے سے دب جائیں' دبنے کے بعد ابھریں گے۔ میں نے کہا لعنت ہو ایسے الفاظ پر' جن کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دب گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت بھی نہ دبے جب پتھروں سے ان کے جسد مبارک کو لہولہان کیا جاتا تھا۔ آپ کے صحابہ کرام کو گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ آپ اس وقت کیسے دبیں گے جب چودہ سو (۱۴۰۰) صحابہ آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر چکے تھے۔ میں نے کہا کہ اس نے تین پہلو فراموش کیے ہیں۔ پہلا پہلو یہ کہ آخر حدیبیہ کی صلح ہوئی کیوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے دور اور دُشمن کے قریب تھے' اسلحہ ہتھیار زیادہ مقدار میں پاس نہیں تھے۔ تعداد صرف چودہ سو تھی اور چاروں طرف سے قریش' غطفانی' ہوازن اور طائف کے قبائل نے گھیر رکھا تھا۔ مشرک چاہتے تو مل کر پیس کے رکھ دیتے۔ نعوذ باللہ من ذالک اور اسلام کا یہ پورا سلسلہ ختم کر دیتے۔ اس کے باوجود مشرک صلح کا پیغام کیوں لارہا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کی درخواست لا کیوں رہا ہے؟ ذرا غور کرو' ۱۴۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم جان دینے کیلئے تیار تھے۔ یہاں چار پانچ آدمیوں نے جان دینے کی بات کی تو انڈیا کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے' وہاں ۱۴۰۰ صحابہ جان دینے کیلئے تیار تھے۔ اس وقت مشرک کو کیسے جھکنا نہیں پڑے گا؟ دبے وہ ہیں یا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دبے ہیں۔ دبے مشرک ہیں اور جب آپ اونچے مقام پر تھے تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اوپر تھا اور جب آدمی غلبے کی حالت میں صلح کرے تو اس صلح کا مزا بھی آتا ہے۔ آپ لیٹے ہوں اور دُشمن خنجر لے کر آپ کے گلے پر بیٹھا ہو' آپ اسے کہیں کہ میں صلح کی پیشکش کرتا ہوں۔ اس صلح کا فائدہ کیا ہے۔ آپ اوپر ہوں اور خنجر اس کے گلے پر ہو تب صلح کی بات کریں۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جہاد کو آپ لوگ سمجھتے ہیں' علماء سمجھتے ہیں' قرآن

پڑھنے والے سمجھتے ہیں، پھر کیوں نہیں ہم آپس میں مل کے بیٹھتے تاکہ جہادِ کشمیر کے بارے میں ہر مہینے میں غور ہو، اس پر غور نہیں ہونا چاہئے کہ کس نے کیا بیان دیا ہے؟ ان بیانوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ ان بیانوں سے نہ تو کشمیر کا مسئلہ اوپر جاتا ہے نہ نیچے جاتا ہے۔ ہمیں جنگی حکمت عملی پر غور کرنا چاہئے کہ اب مجاہدین کو کس سمت سے وار کرنا ہے؟ اس سلسلے میں ہم اپنی کیا خدمات پیش کرسکتے ہیں؟ اگر ہم ہر مہینے اور ہفتے اپنے شہداء کیلئے نہیں بیٹھتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں ٹیڑھا پن آگیا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تو چند صحابہ شہید ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانا بند کردیتے تھے۔ یہاں تو شہداء کی خبریں فائیو اسٹار میں سنی جاتی ہیں۔ اللہ کے نبی کا ایک صحابی کہیں شہید ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجلاس بلا کے حکمت عملی پر غور کرتے تھے کہ آئندہ کیسے جان بچائی جاسکتی ہے اس مسلمان کی۔ لیکن ہمارے ہاں تو روزانہ لاشوں کے انبار لگتے ہیں پھر بھی ہم صرف خراج تحسین پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیوں نہیں سر جوڑ کے بیٹھتے کہ اب ہمیں اپنی حکمت عملی یوں بنانی ہے، اب ہمیں اپنا انداز یوں رکھنا ہے اور ہر آدمی یہ کہے کہ اس کام کیلئے میں اپنی خدمات پیش کرنے کیلئے حاضر ہوں۔ آخر جہاد ہم سب کا فرض ہے۔ یہ چند دیوانوں کا فریضہ نہیں ہے۔ آسمان سے ۴۵۰ آیات اللہ تعالیٰ نے سب کیلئے نازل کی ہیں۔

کچھ علماء نے ہمیں کہا کہ ہم کام کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم سے کسی نے رابطہ نہیں کیا۔ میں نے کہا حضرت! اللہ تعالیٰ نے آپ سے رابطہ کیا ہے قرآن کی ۴۵۰ آیات نازل کرکے "یا أیھا الذین آمنوا" کے خطاب سے پکار کر، آپ سے بار بار رابطہ کیا ہے۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں احادیث کے ذریعے آپ ہی سے رابطہ کیا ہے۔ کیونکہ آپ بغیر ترجمے کے ان احادیث کا مطلب سمجھتے ہیں۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خون دے کر آپ ہی سے رابطہ کیا ہے۔ حضرت حمزہ نے اپنے ۱۷ ٹکڑے کرا کے آپ سے رابطہ کیا ہے۔ اگر آپ کو بھی یہ

شکوہ ہے کہ ہم سے رابطہ نہیں ہوا تو پھر بتاؤ کہ خدا اور رسول کا رابطہ ہوگا کس کے ساتھ؟ عوام تو نہ قرآن کو سمجھتے ہیں نہ حدیث کو سمجھتے ہیں، نہ صحابہ کی سیرت اور مقام کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے میرے بزرگو! ہمیں اپنے اندر جہادِ کشمیر اور تحریک کشمیر کے بارے میں سنجیدگی لانی ہوگی اور اگر علماء کرام نے اس مسئلے کو سنبھال لیا اور اپنے آپ کو پیش کردیا، خود تحریک کا جزو اور حصّہ بن گئے، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی پڑھ کر اس کے مطابق مجاہدین کی رہنمائی کی، اپنے گھر سے قربانی کا آغاز کیا تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ تحریک اپنا رخ ہی بدل لے گی اور ان شاء اللہ بہت جلد اس میں کامیابی کے آثار پیدا ہونا شروع ہوجائیں گے۔ لیکن اگر ہم بھی صرف دیکھتے رہے اور صرف کہنے کو ہم نے کافی سمجھا تو یہ چیز ہمارے لئے وبال بن جائے گی۔ اس سے تو بہتر ہے کہ آدمی اپنی آنکھیں بند کرلے تاکہ یہ دردناک مناظر اسے نظر ہی نہ آسکیں۔ اسی ضرورت کو دیکھتے ہوئے کہ حضرات علماء اور طلبہ کی اپنی کوئی جماعت ہو، ان کا اپنا کوئی کام ہو، ان کا ایک مضبوط پلیٹ فارم ہو اور جس چیز کی جہاد میں فرض کے درجے میں ضرورت ہے یعنی ایک مرکز کی۔ تو ان کا مرکز سے رشتہ مضبوط ہو۔ اگر کسی بھی تنظیم میں دو دھڑے ہوں گے تو وہ کامیاب نہیں ہوگی۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔ کافر ظاہری اسباب کے ذریعے کامیابی حاصل کرتا ہے اور مسلمان اللہ تعالیٰ کے قانون کے ذریعے کامیابی حاصل کرتا ہے۔

میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔ آپ یقین کریں ہم لوگ جیل میں تھے اور دشمن جب چاہے ہمیں گولی مار سکتا تھا۔ کاغذات میں ہمارا اندراج نہیں تھا۔ گولی مارنے والے کو کوئی خطرہ نہیں تھا۔ وہاں جب بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں جیل میں ہوتے ہوئے فتح دی، اس نکتے کی وجہ سے دی کہ مسلمان کسی ایک مرکز پر جمع ہوگئے۔ اپنے میں سے کسی حقیر فقیر کو امیر بنالیا اور سب نے اس کی اطاعت کی۔ ہم حیران ہوتے تھے کہ ہم ان کی جیل میں ہیں اور وہ ہمارے سامنے کھڑے ہوئے کانپ رہے ہیں۔ میں کئی بار ساتھیوں کو ایسے واقعات سنا چکا ہوں۔ ایک دفعہ ہمارے ایک

ساتھی کو لے گئے اور اس کی ڈاڑھی کی توہین کی۔ ہم سب نے بیٹھ کر موت پر بیعت کی۔ اپنا ایک امیر مقرر کیا اور بدلہ لینے کی ٹھان لی۔ کسی نے لکڑی اُٹھائی، کسی نے پتھر اُٹھایا، کہا: یا اللہ! ہم تیار ہیں تجھ سے ملاقات کرنے کیلئے۔ آج کوئی شخص اپنی بیوی سے ملنے سے نہیں ڈرتا۔ کوئی شخص اپنے باپ سے ملنے سے نہیں ڈرتا۔ ہم اللہ سے ملنے سے کیوں ڈریں؟ شہادت کے معنیٰ اپنے رب کے پاس جانا ہے اور شہادت تو جنت کی حوروں سے زیادہ لذیذ ہے۔ جنت کی حوریں دیکھ کر انسان سب کچھ بھول جائے گا۔ مگر شہادت کی لذت کو نہیں بھولے گا۔ یہ باتیں آپس میں ہوئیں، مذاکرہ ہوا، ہم سب نے دو رکعت ادا کی اور ایک امیر کے کہنے پر ہم نے احتجاج شروع کیا اور چار بجے کا وقت دیا کہ ہم سے معافی مانگو اور ہمارے ساتھی واپس کرو۔ تصور کیجئے ہم دوسرے ملک کے رہنے والے، بارڈر پار رہنے والے، ان کی جیل میں، جہاں انہیں ہم کو گولی مارنے کا اختیار حاصل ہے اور ہم انہیں الٹی میٹم دے رہے ہیں کہ چار بجے تک معافی مانگو اور ہمارے ساتھی واپس لاؤ۔ اگر چار بجکر ایک منٹ ہوگئے تو یہاں ہم جیل کا نقشہ پلٹ دیں گے، ہم دیواریں توڑ دیں گے، ہم لڑیں گے، ہم اپنی جان دیں گے۔ آپ یقین کریں دس منٹ باقی تھے۔ معافی بھی مانگ لی اور آکر ہمارے ساتھیوں کو دے کر چلے گئے۔ اس کے علاوہ تین تین مہینے رات دن ایک کر کے سرنگیں کھودیں اور اللہ کی رحمت برستی رہی۔ ایک بار ہم نے اپنے چوبیس سیل توڑے ہوئے تھے اور ان میں میرے سائز کے، جن میں سے میں نکل سکوں، سوراخ کئے ہوئے تھے۔ لیکن صبح جب اُنہوں نے چھاپا مارا تو انہیں وہ چوبیس سوراخ نظر نہیں آئے۔ میرے مالک کے علاوہ کون تھا جو ان کی آنکھوں پر پردے ڈال رہا تھا۔ وہ ان سوراخوں کے اوپر ہاتھ پھیر رہے ہیں اور انہیں کچھ نظر نہیں آرہا۔ بات یہ تھی کہ امیر ایک تھا، ساتھی اس کے تابع رہ کر جدوجہد کررہے تھے۔ اس کی اطاعت کررہے تھے۔ لیکن جب سرنگ کھد گئی، کام تیار ہوگیا، ایک شخص نے چند آدمی اپنے الگ بٹھالئے کہ دیکھو فلاں کو سمجھ نہیں ہے، اس کو بڑا

بنادیا گیا، ہم ذرا یوں ایک گروپ بنالیتے ہیں، اوپر سے ان کے ساتھ رہیں گے اندر سے اپنی ترتیب بنائیں گے۔ اللہ کی نصرت ہٹی، ہمارے ساتھی بھی شہید ہوگئے اور وہ سرنگ بھی پکڑی گئی۔

صرف ایک دفعہ اس طرح کی میٹنگ ہوتی ہے اور اللہ کی نصرت ختم ہوجاتی ہے۔ اللہ اس چیز کو کہاں پسند کرتا ہے؟ آدمی تو خوش ہوتا ہے کہ ایک کمانڈر ہو، اس کے نیچے چار پانچ آدمی ہوں۔ اس کی اپنی ترتیب ہو، وہ سوچتا ہے بڑا منظم کام ہورہا ہے، خدا کی قسم وہ منظم کچھ نہیں ہوتا۔ نہ اس کی کوئی طاقت ہوتی ہے، طاقت تو اسی میں ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امارت کا مسئلہ سکھانے کیلئے محنت فرمائی اور اپنے چھوٹے چھوٹے صحابہ کرام کو بڑوں پر امیر بنایا تاکہ اطاعت کی اہمیت ان کی سمجھ میں آئے اور اس کے خلاف کبھی قدم نہ اُٹھائیں۔ آج طالبان کو اللہ تعالیٰ نے اتنی عظیم الشان کامیابیاں عطا فرمائی ہیں اور اتنا مقام دیا ہے۔ اگر ان میں کوئی خصوصیت ہے جو پہلوں میں نہیں تھی تو وہ اطاعت امیر ہے۔ ایک شخص محاذ پر کھڑا ہے۔ اس کے نیچے بیس پچیس ہزار مجاہدین ہیں۔ اس کے پاس ۴۵ گاڑیاں ہیں جن میں اس کے باڈی گارڈ سوار ہیں اور امیر کا حکم ہے کہ تو معزول ہے۔ اگلے دن یہی آدمی موٹر سائیکل پر سوار پھر رہا ہوتا ہے لیکن وہ اُف نہیں کرتا۔ کیوں نہیں کرتا؟ اطاعت کی وجہ سے۔ چند دن میں خدا اسے اس سے بھی اونچے مقام پر لے جاتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تو صرف آزماتا ہے کسی کو گراتا نہیں ہے۔ قطعی طور پر نہیں۔

امیرالمؤمنین کے ایک خاص آدمی جو ان کے بہت قریبی شمار ہوتے ہیں۔ کسی کام کیلئے کوئٹہ آئے ہوئے تھے۔ ہم نے یہ واقعہ وہاں کے بزرگوں سے سنا۔ ان کے ایک استاذ محترم نے ٹیلیفون کیا کراچی سے کہ جہاز کا ٹکٹ بھیج رہا ہوں آپ آئیں اور واپس چلے جائیں جلدی سے۔ امیرالمؤمنین نے آپ کو شام تک کی اجازت دی ہے۔ کہا: نہیں امیرالمؤمنین نے مجھے کوئٹہ آنے کی اجازت دی ہے کراچی کی نہیں

دی، میں نہیں جاسکتا۔ اس نے یہ نہیں سوچا کہ اس سے ناک نیچی ہوجائے گی کہ اچھا تو اتنا بڑا عالم ہے تو بھی امیر کی مانتا ہے؟ وہ امیر تو بے چارہ پورا عالم بھی نہیں بنا۔ وہ موقوف علیہ پڑھتا تھا، اس وقت چھوڑ دیا تھا۔ تو آجا کیا فرق پڑتا ہے۔ بعد میں اس کو چکر دے دینا۔ لیکن ان کے دلوں میں ایمان ہے، وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہ کوئٹہ سے واپس چلا گیا۔ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمتیں اس نے حاصل کرلیں۔ ہمارے اندر اس چیز کا فقدان تھا۔ یہ چیز نہ ہونے کی وجہ سے ہم اکیس سال سے دھکے کھا رہے تھے۔ ہم تضادات کا شکار تھے۔ ہم پریشانی کا شکار تھے۔ میں جیل سے آیا، جس مجاہد سے ملتا ہوں، یہی بات کہتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" نئی تنظیم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کیا کسی نئی تنظیم کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ایک مہینہ اس کے اعلان کو ہوا اور دنیا کے کئی ممالک میں اس کے یونٹ کھل گئے۔ نئی تنظیم میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ قلیل مدت میں کراچی میں اس کے ۱۲۵ حلقے ہوں۔ پنجاب کے ہر شہر میں اس کا دفتر بن جائے۔ صوبہ سندھ میں چالیس چالیس پچاس پچاس یونٹ ایک دن میں کھلیں اور جگہ جگہ حلقے بنیں۔ قبائلی علاقہ جات کے علماء آکر اس تنظیم کے امیر سے بیعت علی الجہاد کریں۔ روزانہ دو دو اڑھائی اڑھائی سو علماء بیعت علی الجہاد کیلئے تشریف لائیں۔ علماء کا ایک عظیم الشان اجتماع ہو۔ کیا کسی نئی تنظیم میں یہ بیس پچیس دن میں ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ یہ "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کوئی نئی تنظیم نہیں۔ یہی مجاہد تھے۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے کل لڑ رہے تھے۔ مگر بے چین تھے۔ ان میں انتشار و افتراق تھا۔ اور دھڑے تھے، گروپ تھے۔ ہر آدمی نے پانچ آدمی ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ لیکن جب مجاہدین کو صحیح راہ ملی، الحمدللہ فوراً ادھر آگئے اور جنہوں نے سوچنے سمجھنے کیلئے وقت لیا۔ اللہ نے ان کی بھی ادھر ہی رہنمائی فرمائی۔ الحمدللہ۔

ہم الحمدللہ اپنے اکابر کے مسلک پر ہیں۔ ہمارے اکابر کی جتنی سیاسی، دینی جماعتیں ہیں سر آنکھوں پر ہیں۔ ان میں سے کسی کی مخالفت کا ہم تصور بھی نہیں

کرسکتے۔ نہ کسی کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی ہم بات کریں گے۔ اللہ کی قسم! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ فلاں بڑے سیاسی لیڈر بزرگ نے تمہارے بارے میں یہ کہا، وہ کہا۔ میں نے کہا آپ بات کہتے ہو، وہ اگر توا اُٹھا کر اس کا پچھلا پورا حصہ میرے چہرے پہ مل دیں گے تب بھی میں ان کے خلاف نہیں بولوں گا۔ اس لئے کہ آج جتنے علماء دیوبند اور ہمارے اکابر ہیں یا ایک اچھے مقام پر ہیں، مجھے ان کی عزت اس لئے عزیز ہے کہ اس میں اسلام کی عزت ہے، خواہ وہ کسی بھی دینی جماعت کے قائد ہوں۔ ہمیں لوگوں نے کہا کہ تم "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" بناؤ گے تو بدنام ہوجاؤ گے۔ میں نے کہا سبحان اللہ! وہاں ایک عورت ملی اس کے دو بیٹے شہید ہوگئے، کسی نے تین بیٹے شہید کرائے، بہنوں نے بھائی شہادت کیلئے پیش کئے اور تم ہمیں اس بات پر ڈرا رہے ہو کہ ہم اپنی عزت کی قربانی نہیں دے سکیں گے۔ خدا کی قسم! یہ گھٹیا عزت ایک دفعہ نہیں لاکھ مرتبہ قربان ہوجائے لیکن اللہ کے دین پر کوئی دھبہ نہیں آنا چاہئے۔ یہ تو کوئی بھول جائے کہ "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" مناظرے کا کوئی راستہ کھولے گی تاکہ ہماری اپنی جو دینی سیاسی جماعتیں ہیں، ان کے خلاف ہم مناظرہ کریں۔ یا جو ہمارے اپنے اکابر ہیں، ان کی رائے کے بارے میں ہم مناظرہ کریں۔ ہم اپنے اکابر کے غلام ہیں۔ اپنی تمام سیاسی اور دینی جماعتوں کا احترام کرتے ہیں۔ انہیں اپنی سر آنکھوں پر سمجھتے ہیں۔ اور یہاں تک کہ وہ جہادی جماعتیں جو آج ہمارے خلاف کھڑی ہوئی ہیں ہم ان کی غیبت کو بھی اپنے لئے حرام سمجھ کر الحمدللہ خاموشی کا اظہار کرتے ہیں اور جہاں بھی کوئی تنازع کی شکل ہوتی ہے ہم پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھیوں کے دل میں یہ فکر ڈالی ہے کہ خالص جہاد کہیں نظر آنا چاہئے، اصلی مجاہد چلتے پھرتے نظر آنے چاہییں۔ اس کی خاطر ہم سے صبر و ضبط کی قربانی مانگی جاتی ہے، ہم اور ہمارے ساتھی یہ قربانی دینے کیلئے تیار ہیں۔ ہم سے یہی مانگا جاتا ہے نا کہ ہم کسی کی غیبت کریں۔ دنیا سن لے! کافروں نے ہمارے ناخن اُکھاڑ دیئے، داڑھیاں کھینچ لیں، ان کو

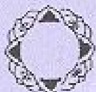
برداشت کرلیا تو اپنوں کی گالیاں بھی ان شاء اللہ برداشت ہو جائیں گی۔ لیکن کل یہ کہا جائے کہ اللہ کیلئے جان دینے والے آپس میں لڑتے ہیں' مرتے ہیں' یوں ہوتے ہیں' یہ چیز ہمیں گوارا نہیں ہے۔

اسی بات کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ کام شروع کیا اور ہماری توقع سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خیر ڈالی' برکت ڈالی اور ساتھی تشریف لارہے ہیں لیکن ہمارے بارے میں جو حسن ظن حضرات اکابر علماء کو ہے' آپ حضرات میں سے بھی کئی حضرات کو ہوگا' ہم یہی کہتے ہیں کہ ہمیں چار پانچ مہینے کی مہلت دی جائے اس میں ہمیں کوشش کرنی ہوگی کہ ہم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا شعبہ قائم کریں۔ جو مجاہدین کی اصلاح کرے' امیر سے لے کر نیچے تک ہر شعبے میں اس کا امر نافذ ہو اور ان میں جو غیر شرعی اُمور ہیں یہ شعبہ ان کو دور کرسکے۔ ہمیں اپنی تشکیلات اچھے طریقے سے کرنے دی جائیں۔ ہمارے ساتھ وہی ساتھی آئے ہیں جو پرانے اختلافات میں رنگے ہوئے ہیں۔ تھوڑی بہت غلطیاں اب بھی ان میں نظر آئیں گی یا اگر ان میں کوئی تکبر میں' گھمنڈ میں مبتلا ہوگیا تھا' ممکن ہے یہ چیز اب بھی ان میں نظر آئے لیکن خدا کیلئے آپ دل چھوڑ کر نہ بیٹھیں۔ ایک دو دن میں اتنی ساری تبدیلیاں نہیں آتیں۔ ہمیں چار پانچ مہینے کی مہلت دیں اور ان چار پانچ مہینے میں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرات اندر آکر ہماری اصلاح فرمائیں۔ جماعت کے اندر آکر جوتا اپنے ہاتھ میں لے کر ہمارے سر پر ماریں گے تو اللہ گواہ ہے کہ ہم اُف نہیں کریں گے اور شکریہ ادا کریں گے۔ جو جوتا آپ اپنا سمجھ کر اور خود مجاہد بن کر ہمارے سر پر اصلاح کی نیت سے ماریں گے۔ ہم اس جوتے پر آپ کا شکریہ ادا کریں گے۔ اور اگر ہماری اصلاح کئے بغیر' ہمارے اندر آئے بغیر ناراضی کے پھول بھی مارتے رہیں گے' اس سے ہمیں تکلیف ہوگی۔ ایک طرف اندرونی مسائل ہیں' مختلف قسم کی پریشانیاں ہیں' دوسری طرف آپ بھی روٹھ کر ایک طرف ہو جائیں تو اس سے کام کا مزا نہیں رہتا۔ آپ کو پورا حق ہے کہ دفاتر کی اصلاح

فرمائیں لیکن آپ اندر تشریف لائیں۔ جیش آپ کی اپنی جماعت ہے۔ اور یہ کبھی آپ کو اہل حق سے نہیں کاٹے گی۔ ان شاء اللہ۔ اور اللہ نے چاہا تو کبھی اہل حق کو رسوا نہیں کرے گی۔ ہماری نیت صاف ہے ارادہ بلند ہے۔ آپ حضرات تعاون اور پوری سرپرستی فرمائیں۔ جہاد کو فرض سمجھ کر' کشمیر کی تحریک کو اپنی تحریک سمجھ کر' آپ حضرات اس کی اصلاح فرمائیں اور ہمارے ساتھ مل کر' ہمارے سروں پر ہاتھ رکھ کر آپ حضرات کام کریں۔ ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپ حضرات اس سلسلے میں جو بھی تجاویز دیں گے ہم اس پر غور کریں گے۔ ہمارے حضرت قاضی صاحب محترم نے جو تجاویز لکھ کے دیں' یہ تجاویز ہم نے باقاعدہ ساتھیوں کو سنائیں اور شوریٰ میں اس کو رکھنے کا فیصلہ کیا۔ جو اپنا سمجھ کر کلمہ خیر فرمائے گا' ہم اس پر شکریہ ادا کریں گے۔

آخر میں یہ بات عرض کرتا ہوں کہ کشمیر کی تحریک اس دوراہے پر پہنچ چکی ہے جہاں یا تو ہم کھائی میں گریں گے یا بلندی پر پہنچیں گے۔ ضروری ہے کہ زیادہ دیر بحث میں ضائع کرنے کی بجائے ہم بلندی کی طرف سفر شروع کردیں اور بلندی تک پہنچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ جہاد کو ہم اپنا کام سمجھ لیں اور سارے مل کر اس راستے میں آگے بڑھیں۔ تب ہم اس کھائی سے بچ جائیں گے جو کھائی مشرکوں نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ مل کر کشمیر میں ہمارے لئے کھودی ہے۔

جو باتیں میں نے عرض کی ہے اللہ تعالیٰ مجھے' آپ کو اور سب مسلمانوں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جس نیت سے یہ "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" بنی ہے اور جو باتیں ہم نے کی ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ ہمارا عمل بھی بنادے' اس کیلئے خصوصی دُعا کریں۔ وآخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین۔



اگر اُمّت کو دوبارہ عروج دلانا ہے تو جہاد کا عمل اپنانا ہو گا

گزشتہ دنوں امیر جیش مولانا محمد مسعود اظہر دامت برکاتہم علماء کرام سے خصوصی ملاقات کیلئے ملتان تشریف لائے تو ملتان کے تمام علماء کرام نے ان کا پُرجوش استقبال کیا۔ اس موقع پر علماء کرام سے تربیتی نشست ہوئی۔ اس نشست جامعہ خیرالمدارس، جامعہ قاسم العلوم، جامعہ اشرفیہ مان کوٹ، جامعہ حنفیہ قادریہ صادق آباد فتح البرکات، دارالعلوم رحیمیہ کے طلبہ کرام اور اساتذہ کرام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ اس دورے میں امیر جیش کے ساتھ مرکزی منتظم دعوت و ارشاد قاری شاہ منصور صاحب بھی تھے۔ جنہوں نے امیر جیش سے قبل تربیتی پروگرام سے خطاب فرمایا۔ اس کے بعد ملتان کے منتظم جناب مہتاب نفیس صاحب نے تمہیدی کلمات کہے۔ بعد ازاں امیر جیش نے علماء کرام اور مجاہدین اسلام کے ایک جم غفیر سے دلوں کو گرمادینے والا ولولہ انگیز خطاب فرمایا جو قارئین کی نذر ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

أما بعد :

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

"من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ، فمنھم من قضی نحبہ، و منھم من ینتظر، وما بدلوا تبدیلا." (الآیۃ)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : " أمرت أن أقاتل الناس حتی یقولوا : لا الٰہ إلا اللہ. " أو کما قال علیہ السلام.

معزز اور مکرم علماء کرام، مشائخ عظام، میرے ہم مشن، ہم سفر، ہم فکر دوستو اور ساتھیو!

ایک طویل عرصہ کے بعد ملتان کی اس مردم خیز اور تاریخ ساز دھرتی پر اپنے ساتھیوں سے اور بزرگوں سے گفتگو کرنے کا شرف ملا ہے۔ میں حیران ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھ کر میرا دل شکر سے جھکا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور

اس کی قدرت کس قدر مجاہدین اور اہل حق پر متوجہ ہے، میں یہاں کوئی تقریر یا جلسہ کرنے نہیں آیا اور نہ ہی چھوٹنے کے بعد اب تک کوئی عوامی جلسہ کیا ہے۔ الحمدللہ زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگوانے کا شوق نہیں اور نہ ہی لوگوں کی لمبی قطاریں دیکھ کر خوش ہونے کا کوئی دل میں جذبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی برکت سے رہائی دی۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قربانی کی بدولت رہائی دی۔ ہم نے آتے ہی الحمدللہ جہاد کا کام شروع کیا اور آج وہ کام اس منزل تک پہنچ چکا ہے کہ کل تک بادامی باغ کا وہ ٹارچر سینٹر جس میں مجھے کرنٹ لگائے جاتے تھے، مارا جاتا تھا پیٹا جاتا تھا، جہاں پر اُمّت کے عظیم جرنیل سجاد افغانی کے جسم کے کپڑے اُتار کر اسے ٹارچر کیا گیا، جہاں نصراللہ منصور لنگڑیال جیسے کمانڈر کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا، وہاں پرسوں "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے ایک جانباز، بھائی آفاق احمد اپنی گاڑی میں بارود بھر کے اسی سینٹر میں داخل ہوئے اور پھر فضا نے ایک دھماکہ سنا اور پندرہ مشرکوں کی لاشوں کے ٹکڑے دائیں، بائیں بکھر گئے، بیس اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوئے اور فاروق عبداللہ دو دن تک اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکا۔ شاید آپ نے بی بی سی لندن کی خبریں سنی ہوں گی۔

وہ سینٹر جہاں ہمیں گرفتار کیا گیا تھا، میرے اللہ کی قدرت دیکھئے کہ صرف ڈیڑھ دو مہینے کے بعد "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ ہمارے جانبازوں نے وہ کارنامہ کر دکھایا کہ بی بی سی والا یہ بات کہنے پر مجبور تھا کہ جب سے آزادیٔ کشمیر کی تحریکیں شروع ہوئی ہیں اس جیسا حملہ نہیں ہوا۔ اور دہلی میں میٹنگ بیٹھی ہوئی ہے کہ اس جیسے حملے اگر اور ہوئے تو ہم کیا کریں گے؟ کس طرح سے ہمارے وی آئی پیز سڑکوں پر گھوم سکیں گے؟ مجھے جب اللہ تعالیٰ نے رہائی دی تھی تو کراچی پہنچنے کے بعد میں نے کہا تھا کہ لال کرشن ایڈوانی! عنقریب ہم تمہیں تحفے دیں گے۔ ایسے تحفے جسے نہ تم بھلا سکو گے اور نہ تمہاری نسلیں بھلا سکیں گی۔ تم نے بابری مسجد کو معمولی چیز سمجھا تھا۔ تم نے عباس پور کے قریب دریاؤں میں بہنے

والی ہماری معصوم ماؤں اور بہنوں کی لاشوں کو معمولی چیز سمجھا تھا۔ اب تم لاشیں اُٹھاؤ گے مگر وہ لاشیں ہماری نہیں تمہاری ہوں گی۔ اب تم خون دیکھو گے مگر وہ خون ہمارا نہیں ان شاء اللہ تمہارا ہوگا۔ تم نے ہمیں سستا سمجھا تھا مگر ہمارا خون بہت کڑوا ہے آج تک کسی کو ہضم نہیں ہوسکا' نہ ہضم ہوگا۔ میرے اللہ کی بات دیکھئے' میرے اللہ کی قدرت دیکھئے' ۹۲ء میں ہم نے کراچی میں کہا کہ عنقریب لوگو! تم دیکھو گے کہ کابل پر کوئی مُلا بیٹھا ہوا حکومت کررہا ہوگا۔ میرے اللہ نے وہ پورا کرکے دکھایا۔ آج کابل میں بھی مُلا ہے۔ قندھار میں بھی مُلا ہے۔ اقوام متحدہ کے حواس پر بھی مُلا اور مولوی سوار ہے۔ ہم نے کہا تھا کہ افغانستان میں خلافت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ نے وہاں خلافت کو قائم کردیا۔ ہم گرفتار ہوئے تو دُنیا نے کہا کہ اب ان کے جنازے جیل سے نکلیں گے۔ ہم نے ان سے عرض کی تھی کہ ان شاء اللہ چھوٹیں گے۔ تمہارے انہی دروازوں سے گزر کر چھوٹیں گے۔ تم نہیں روک سکو گے۔ تمہاری آرمی اور فوج نہیں روک سکے گی۔ وہ نہیں روک سکے۔ اور پھر کراچی میں آکر کہا کہ لال کرشن ایڈوانی تجھے تحفے دیں گے اور الحمدللہ پرسوں پہلا تحفہ ہم نے اسے روانہ کردیا ہے۔

(نعرہ تکبیر : اللہ اکبر' خیبر خیبر یا یہود : جیش محمد سوف یعود)

معزز علماء کرام ! اب کوچ کرنے کا وقت آچکا ہے۔ اب ہمیں بہت سے مسائل پر سنجیدہ ہونا ہوگا۔ میں جہاں پر کھڑا ہوں یہ ختم نبوت کا مرکز ہے۔ ختم نبوت کا نام سنتے ہی ہماری نگاہیں ادب سے جھک جاتی ہیں اور ہمارے سینے کھولنے لگتے ہیں اس مرزا دجال غلام احمد قادیانی کے خلاف کہ جس نے ایک خبیث درخت کی بنیاد رکھی۔ ایک خبیث عمارت کو اس نے کھڑا کیا۔ کتنے مسلمانوں کے ایمان کو سلب کیا؟ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی اور انگریز کی سنگینوں تلے وہ دندناتا پھرتا رہا اور آج اس کی ذریت دُنیا بھر میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی کوشش کررہی ہے۔ لیکن ختم نبوت کے جیالے ایک ایک

جگہ ان کا تعاقب کررہے ہیں۔ علماء کرام نے قرآن مجید کی وہ دو سو آیات جمع کرلیں جن میں ختم نبوت کے مسئلے کو بیان کیا گیا تھا لیکن علماء کرام! کبھی آپ نے سوچا ہے کہ مرزا قادیانی سب سے زیادہ کس فریضہ کے خلاف تھا؟ کس فریضہ کے خلاف بولا تھا؟ اس نے جہاد پر ہاتھ اُٹھایا۔ اس نے جہاد کے خلاف وساوس پھیلائے اور کہا کہ میں جہاد کے خلاف اتنا کچھ لکھ چکا ہوں کہ اگر اسے پچاس الماریوں میں بھردیا جائے تو کافی نہیں ہوگا۔ وہ وساوس ہمارے اوپر اس طرح سے مسلط ہوئے کہ لوگ جہاد کو بھول گئے۔ وہ فریضہ کہ جس کے بارے میں قرآن مجید میں سوا چار سو سے زیادہ آیات موجود تھیں ہمارے دل و دماغ سے نکل گیا۔ ہماری گلیوں میں ایک جہاد والا نظر نہیں آتا۔ ہمارے گھروں میں کوئی جہاد والا نظر نہیں آتا۔ جہاد کو سرکاری طور پر دہشت گردی قرار دیا گیا۔ جہاد کو گھروں سے دھکے دے کر باہر نکال دیا گیا۔ کہاں صحابہ کرام کے گھر کہ ہر گھر سے مجاہد نکلتا تھا' ہر ہر گھر سے شہید نکلتا تھا' کہاں ہر گھر سے مات دینے والے نکلتے تھے اور کہاں ہمارے ویران گھر کہ جن میں جہاد کا تذکرہ تک منع ہوچکا ہے۔ مگر اللہ نے مجاہدین کو توفیق دی جس طرح حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت پر قرآنی آیات کو جمع کیا اور اُمت کے سامنے پیش کردیا' اس طرح مجاہدین نے جہاد کی سوا چار سو سے زائد آیات کو جمع کرکے اُمت کے سامنے رکھ دیا۔ حی علی الجہاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ آج کچھ کچھ مسلمان جہاد کو سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اس مجمع میں بھی ایسے لوگ بیٹھے ہیں جن کے بیٹے شہید ہوچکے ہیں۔ ایسے خوش قسمت بھی بیٹھے ہیں جن کے والد شہید ہوچکے ہیں۔ آج شہادت کا وہ بھولا ہوا سبق دوبارہ زندہ ہورہا ہے۔ مرزا قادیانی اور اسکی ذریت کی قبروں کو آگ لگ رہی ہے۔ جہاد جتنا پھیلتا چلا جائے گا قادیانیت اتنی دبتی چلی جائے گی اور جہاد جتنا سکڑے گا قادیانیت اتنی ہی اُبھرے گی۔ اگر قادیانیت کا جنازہ نکالنا ہے' اگر اس اُمت کو دوبارہ بلندی اور عروج پر لانا ہے تو میرے دوستو جہاد کے اس عمل کو ہمیں اچھی طرح یاد کرنا ہوگا۔ (نعرہ تکبیر : اللہ اکبر' سبیلنا سبیلنا : الجہاد

میرے عزیز اور غیور مُسلمانو! چھبیس چھبیس دن کے اجلاس ہو رہے ہیں کہ جہاد کیسے ختم کردیا جائے؟ دُنیا کے کئی ممالک میں صرف اس بات پر بحث ہو رہی ہے کہ جہاد کا جذبہ کیسے نکالا جائے؟ حالانکہ جہاد ہمارے نزدیک نماز کی طرح فرض ہے۔ سارے فقہائے اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد نماز کی طرح ہے۔ آج یہ ظالم ہم سے جہاد چھیننے کی بات کررہے ہیں۔ کل ہم سے نماز چھیننے کی بات کریں گے۔ ہمارے سروں کے سودے کیے جاچکے ہیں۔ آج اگر کسی کی زبان بندی ہوتی ہے تو وہ وہی دیوانے ہیں جو جہاد کا سبق سناتے ہیں' جہاد کی بات کرتے ہیں۔

میں ان مُسلمانوں سے پوچھتا ہوں جنہوں نے آج تک جہاد کی دعوت نہیں دی' جنہوں نے جہاد کا فریضہ اپنے جاننے والوں کو نہیں سمجھایا' میں ان مُسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ جن کے گھر ویران پڑے ہیں اور ان گھروں میں سے کوئی ایسا شخص نہیں نکلا جو اللہ کیلئے جان دینے والا ہو' بتاؤ قیامت کے دن مسجد اقصیٰ کے سامنے کیا جواب دو گے؟ بتاؤ بابری مسجد کی ٹوٹی پھوٹی اینٹوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ بتاؤ چیچنیا کی ماؤں بہنوں کیلئے تم نے کیا کیا ہے؟ ہم دُنیا میں کوئی دہشت گردی نہیں کررہے اور نہ ہی ہم کسی کی دہشت گردی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہم امن چاہتے ہیں لیکن اس وقت جبکہ امن کا حق ہماری ماؤں بہنوں کو بھی دیا جائے۔ ہم دُنیا میں سکون چاہتے ہیں لیکن یہ سکون ہمیں بھی تو ملنا چاہیئے۔ تم ظلم کے ہتھیار بناؤ۔ تم چوکوں پر کھڑا کرکے ہم کو ذلیل کرو۔ ہماری ماؤں بہنوں کے پیٹ چاک کرو اور ہم سے اس بات کی توقع رکھو کہ ہم جہاد کو چھوڑ دیں گے! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک زمین پر کفر کی طاقت موجود ہے۔ جب تک زیادتی موجود ہے۔ جب تک بربریت اور وحشت موجود ہے۔ جب تک اللہ کا انکار کرنے والے زمین پر دندناتے پھر رہے ہیں یہ جہاد ہوتا رہے گا۔ اگر کسی کو وہم ہو کہ ہم اقتصادی پابندیوں سے ڈر جائیں گے تو وہ اس وہم کو دماغ سے نکال دے۔ ہمارا

رازق اللہ ہے۔ ہم نہ تمہیں رازق سمجھتے تھے اور نہ تمہیں رازق سمجھتے ہیں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمیں جہاد سے روکنے کیلئے نئے بم ایجاد ہو چکے ہیں۔ خدا کی قسم! جنہیں تم بم کہتے ہو ہم انہیں شہنائیاں کہتے ہیں۔ جب ہماری گاڑیوں کے نیچے پھٹتے ہیں تو ہم روتے نہیں ہم تو ہنستے ہیں۔ یہ تو شہنائیاں ہیں' جو ہماری شادی پر بجتی ہیں۔ آسمان سے حوریں استقبال کیلئے اُترتی ہیں۔ جس موت سے تم ڈراتے ہو ہمارے نزدیک شہد سے زیادہ لذیذ اور دودھ سے زیادہ میٹھی ہے۔ جنت کی حوروں سے زیادہ پیاری ہے۔ تم کس چیز کی بات کرتے ہو؟ تمہیں خطرہ ہے۔ تمہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ ہم آگے بڑھیں گے۔ یہ خطرہ تمہارے دماغوں میں پہلے سے زیادہ اس لئے بڑھ جانا چاہیئے کہ اسلام دُنیا میں ذلیل ہونے کیلئے نہیں آیا' غالب ہونے کیلئے آیا ہے۔ مُسلمان دُنیا میں ماریں کھانے کیلئے نہیں آیا' مُسلمان دُنیا میں امن قائم کرنے کیلئے آیا ہے۔ کتوں کے حقوق کی بات تم کرتے ہو۔ گھوڑوں کے حقوق کی بات تم کرتے ہو۔ مُسلمانوں کے حقوق تمہیں یاد کیوں نہیں آتے؟ تم سمجھتے ہو ہم بکھرے ہوئے ہیں اس لئے تم ہمیں کھاجاؤ گے۔ نہیں نہیں' ہم نہیں بکھرے' ہم منتشر نہیں ہوئے' ہم اگر آج الگ الگ نظر آتے ہیں تو کل خدا کی قسم ہمارے جہاد پر کوئی آنچ آئی یا دینی مدارس کی طرف انگلی اُٹھی تو ہم سب متحد و متفق ہوجائیں گے۔

ملتان والو! خدا کو گواہ بنا کے بتاؤ تب ہم اکٹھے ہوں گے یا الگ الگ ہوں گے؟ (لبیک لبیک اللھم لبیک) مُسلمانو! ہمارے سروں کی قیمت لگ چکی ہے اور ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔ ہمارے لئے بم تیار کرکے ان کے ٹائم بھی فکس کردیئے گئے ہیں۔ ہمارا تمہارا یہ رشتہ عارضی بھی ہو سکتا ہے۔ ہم تقریر کرنے نہیں آئے۔ ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ خدا کیلئے اب تک جہاد کے ساتھ جو ظلم کیا ہوا تھا اس ظلم کو چھوڑ دو۔ بخارا سمرقند میں تمہاری بہنیں بازاروں میں بک رہی ہیں۔ کیا چاہتے ہو کہ پاکستان میں بکیں؟ ہماری ماؤں بہنوں کے بکنے کے نقشے کافروں نے تیار

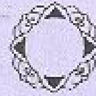
کر کے رکھ لئے ہیں۔ وہ اپنے اسکولوں میں دکھاتے ہیں۔ او صحافیو! خدا سے ڈرو تم
جو جہاد والوں کی رپورٹنگ کیلئے قلم لئے پھرتے ہو' یہ بخارا سمرقند کی مائیں تمہاری
اور ہماری مائیں بھی ہیں ان کیلئے کیوں نہیں بولتے؟ انٹیلیجنس کی رپورٹ لکھنے والو!
تم نے بھی خدا کے سامنے کل جانا ہے۔ بتاؤ بخارا میں میری ماں نہیں بک رہی؟
میری بہن نہیں بک رہی کیا؟ جموں کے عقوبت خانوں میں ہمارے حافظ قرآن
ساتھیوں کی ڈاڑھیوں میں پیشاب نہیں کیا جارہا؟ بتاؤ ظالمو! رپورٹیں لکھ لکھ کے
مجاہدین کی زبانیں بند کرنے والو! بتاؤ ہم نے کون سا گناہ دُنیا میں کیا ہے؟ ہم تو اپنا
اصولی حق مانگتے ہیں۔ کیا ہمارا حق نہیں کہ مسجد حرام آزاد ہو؟ کیا ہمارا حق نہیں کہ
کعبہ آزاد ہو؟ کیا ہمارا حق نہیں ہے کہ مسجد نبوی آزاد ہو؟ کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم
عزت سے جی سکیں؟ خدا کی قسم! ہم نے جہاد چھوڑ کر بزدلی کی ہے اس وجہ سے
ان کو ہمت ہو رہی ہے۔ اگر یہ سارا مجمع جہاد کی ٹریننگ کرلے۔ ہر شخص جان دینے
کیلئے تیار ہو جائے۔ ہر شخص اللہ کے حضور اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر چلا جائے۔ کون
سی ماں نے ایسے بچے جنے ہیں جو قادیانیوں کو مسلمان قرار دے دیں؟ کون سی ماں
نے ایسے بچے جنے ہیں جو جہاد کو روکنے کی بات کرتے ہیں؟ جو حدود آرڈیننس کے
اندر کسی قسم کی ترمیم کریں؟ ہم غافل ہوگئے۔ ہم بزدل ہوگئے۔ ہم تجوریوں کے
پجاری بن گئے۔ ہم نے دُنیا کو مقصود بنالیا۔ ہم نے موت کو بھلادیا تب ہم ذلیل
ہوئے ہیں۔ مسلمانو! سوچو' خدا کیلئے سوچو! جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتے ہو
سوچو! یہ باتیں بار بار نہیں سن سکو گے؟ خدا کیلئے سوچو! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسلحہ نہیں اُٹھایا؟ اگر اُٹھایا تھا تو تمہیں کیا مصیبت پڑی ہے کہ تم نہیں اُٹھاتے
ہو؟ کیا تمہارے ہاتھ نبی کے ہاتھوں سے زیادہ قیمتی ہوگئے؟ کیا نبی نے شہادت کی
تمنا نہیں کی تھی؟ پھر تم کو کیا موت پڑی ہے کہ پوری دُنیا میں ذلیل ہو رہے ہو اور
شہادت کا شوق دل میں نہیں لاتے ہو۔

کیا تم اپنی زندگی سے ایک دن زیادہ جی لو گے؟ قبر والی رات باہر گزار سکو گے؟

خدا کی قسم! نہیں۔ یا تم عزت کی موت کیلئے تیار ہو جاؤ جب رب تمہارا استقبال
کرے گا یا پھڑکتے کی موت مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ۔ وہ موت بہت بھیانک ہوگی جو رو
رو کے مظلومیت کے ساتھ آئے گی۔ اس سے اچھا ہے کہ عزت کی موت کو گلے
سے لگالیں تاکہ ہماری آئندہ سات نسلیں حفاظت کے ساتھ رہ سکیں۔ انہیں کوئی
بازار میں بیچ نہ سکے اور ان پر کوئی انگلی نہ اُٹھاسکے۔ ہمیں اپنی عزت کیلئے بھیک نہ
مانگنی پڑے۔ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کیلئے اور نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی عظمت کیلئے' ازواج مطہرات کی عظمت کیلئے' ایک ایک کے سامنے جھولیاں
نہ پھیلانی پڑیں۔ عزت سے جینا تب سیکھو گے جب عزت کی موت کو اپنے گلے سے
لگاؤ گے۔

میں آپ سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں: مرنے کے بعد آدمی کس کے
پاس جاتا ہے؟ (اللہ کے پاس) تو اللہ کے پاس جانے سے کیوں ڈرتے ہو؟ اللہ کوئی
غیر ہے؟ اللہ اپنا نہیں ہے؟ اللہ پیار نہیں کرتا؟ اللہ کے پاس جانے سے کیوں
ڈرتے ہو؟ صرف یہی مجمع نیت کرلے کہ اللہ کے پاس جائیں گے؟ ٹھاٹھ سے
جائیں گے؟ گردن سے خون بہہ رہا ہوگا! سینے سے لہو ٹپک رہا ہوگا! رب تیرے نام
کو نیچے نہیں ہونے دیا۔ اپنی لاش کے ٹکڑے کرا کے لایا ہوں۔ یہ موت مزیدار ہے
یا ہاتھ جوڑ کے کانپ رہے ہوں گے کہ نہ مارو' نہ مارو اور اس وقت گلے پر کوئی
چھری پھیرے گا جس طرح ۷۱ء کے اندر ہوا ہے۔ یہیں سوچنا چاہئے کہ ہمیں کون
سی موت اختیار کرنی ہے؟ آج ہزاروں دل والے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اب تو تعداد
لاکھوں میں پہنچ گئی ہے "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے پلیٹ فارم کے نیچے اللہ
کے سامنے ہاتھ اُٹھا کے کھڑے ہیں: رب ہماری جانیں لے لے پر جہاد چلتا رہے۔
رب ہماری جانیں لے لے تیرے نام کی عظمت کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے
ٹکڑے ہوجائیں مگر دین کے ٹکڑے کوئی نہ کرسکے۔ کیا آپ بھی اس لشکر میں شامل
ہونے کیلئے تیار ہیں؟ (ان شاء اللہ) پورے دل کے ساتھ تیار ہیں؟ (ان شاء اللہ)

سب لوگ ٹریننگ کریں گے؟ (ان شاء اللہ) کوئی پیچھے نہیں ہٹے گا جو کچھ ہو جائے ٹریننگ کرنا۔ اور کون کون ہے جو آج نیت لے کے جائے گا کہ ہمارے گھر سے ہر وقت ایک شخص جہاد میں ضرور ہوگا تاکہ منافقت کی موت نہ آجائے۔ کون کون نیت کرتا ہے؟ (سب ان شاء اللہ) اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ وآخر دعوانا أ ن الحمدللہ رب العالمین



نماز اور جہاد میں فرق کیوں؟

امیر جیش' پیر طریقت حضرت مولانا محمد مسعود اظہر صاحب دامت برکاتہم نے گزشتہ دنوں آزاد کشمیر کا دورہ کیا۔ اس دورہ کے دوران حرکۃ الجہاد الاسلامی کے مرکزی کمانڈر محترم محمد الیاس کشمیری صاحب کی دعوت پر حرکۃ الجہاد کے معسکر (کوٹلی) میں بھی تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا کو ظہر کے بعد یہاں پہنچنا تھا مگر راولاکوٹ میں کمانڈر سجاد شہید کے والد محترم کی محبت و شفقت نے وہاں سے جلد روانہ نہ ہونے دیا۔ شام مغرب کے بعد جب مولانا کوٹلی شہر پہنچے تو حرکۃ الجہاد اور ۳۱۳ بریگیڈ کے مرکزی کمانڈر جناب محمد الیاس کشمیری صاحب نے امیر جیش کو خوش آمدید کہا۔ بعدازاں جب مولانا محمد مسعود اظہر کمانڈر الیاس کشمیری صاحب کے ہمراہ قافلے کی صورت میں حرکۃ الجہاد کے مرکزی معسکر پہنچے تو وہاں مجاہدین اور زیر تربیت نوجوانوں نے مولانا کا شاندار استقبال کیا۔ فضا (نعرہ تکبیر: اللہ اکبر' سبیلنا سبیلنا: الجہاد الجہاد' طریقنا طریقنا: القتال القتال) کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی' معسکر کے مجاہدین کا جوش و جذبہ دیدنی تھا اور انہوں نے مولانا کو اپنے مخصوص انداز میں سلامی دی۔

اس دورے میں امیر جیش کے ہمراہ جناب مشتاق احمد زرگر' کمانڈر مولانا عبدالجبار صاحب' مفتی محمد اویس خان' لانچنگ کمانڈر مفتی محمد اصغر خان اور قاری ضرار صاحب بھی شریک تھے۔ حضرت امیر محترم نے معسکر میں موجود مجاہدین سے ولولہ انگیز اور بصیرت افروز خطاب فرمایا جو نذر قارئین ہے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔

أ مابعد:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔

"یریدون لیطفؤوا نوراللّٰہ بأ فواھھم واللّٰہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔"

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لوددت أن أقتل فی سبیل اللہ ثم أحیی ثم أقتل، ثم أحیی ثم أقتل، ثم أحیی ثم أقتل" أو کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

اس فکر میں غنچے زرد ہوئے اس سوچ میں کلیاں سوکھ گئیں
آئین گلستان کیا ہوگا دستور بہاراں کیا ہوگا
کشتی نہ رہی ساحل نہ رہا ساحل کی تمنا بھی نہ رہی
اے پوچھنے والے! ظاہر ہے انجام ہمارا کیا ہوگا

میرے عزیز اور محترم مجاہد بھائیو! اس معسکر کے اساتذہ کرام اور تربیت لینے والوں نوجوانو! بہت سی باتیں آج ایسی ہیں جن پر خوشی منائی جاسکتی ہے، جن پر فخر کیا جاسکتا ہے، جن پر فلک شگاف نعرے لگائے جاسکتے ہیں لیکن ایسی باتیں افسوس کہ بہت تھوڑی ہیں۔ افسوس کہ اس کے مدمقابل بہت ساری باتیں ایسی ہیں جنہیں سوچیں تو رات کی نیند اڑجاتی ہے، جن کا تصور لائیں تو تصور دھک دھک کرنے لگتا ہے، جن کی گہرائی میں غور کریں تو دُنیا کی عزتیں اور لذتیں بے لذت ہوجاتی ہیں اور جن کے انجام پر نظر ڈالیں تو آنکھوں سے آنسو نہیں تھمتے۔

خوشی تو یہ ہے، مسرت تو یہ ہے کہ ہمارا رب ہماری طرف متوجہ ہے اور غم اس بات کا ہے کہ ہم نے ابھی تک اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ خوشی اور مسرت تو اس بات کی ہے کہ ہمارے تھوڑے پر بھی اس کی جانب سے بڑی نصرت نازل کی جارہی ہے اور غم اس بات کا ہے کہ وہ تھوڑا بھی ہم سے چھنا جارہا ہے۔ خوشی اس بات کی ہے کہ ہم جو چاہتے ہیں وہ اس سے بہتر نتیجہ عطا کرتا ہے اور غم اس بات کا ہے کہ ہماری چاہنے کی صلاحیت بھی اب محدود اور مفقود ہوتی جارہی ہے۔ کل تک آپ لوگوں کو یہ طعنہ ملتا تھا کہ مولانا ارشاد شہید ہوگئے، کمانڈر عبدالرشید شہید ہوگئے، افغانستان میں کیا ملا؟ حکمت یار اور مسعود کی لڑائی! افغانستان میں تمہیں کیا نتیجہ ملا؟ ہم جس جگہ جاتے تھے ہم پر آوازیں کسی جاتی تھیں کہ کتنوں کے بچے تم

نے وہاں لے جاکر مروا دیئے، کون سا کابل کے اندر انقلاب آگیا؟ کون سا قندھار کی زمین میں فرق آگیا؟ وہی رسے لگے ہیں۔ وہی جہاد کے نام پر بندوق چل رہی ہے اور ایک دوسرے کے سینے چھلنی اور زخمی ہورہے ہیں۔ اُمت تشدد، تفرق اور افتراق کا شکار ہے۔ ہم منہ چھپا کر پھرتے تھے اور راتوں کو دعائیں کرتے تھے کہ یااللہ! تیرا وعدہ ہے کہ شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔ یہاں تو ندیاں بہادیں گئی ہیں، پھر یہ طعنے کیوں مل رہے ہیں۔ تھوڑی سی توجہ اللہ کی طرف ہوئی مجاہدین کی، رب نے دہانے کھول دیئے۔ ایک اڑتیس سال کا نوجوان کھڑا ہوا، معذور ہے، جہاد میں باربار زخمی ہوچکا ہے اور اللہ نے ایمان والوں کے قلوب اس کی طرف متوجہ کرادیئے، بیعت علی الجہاد کا وہ عمل جسے دھکے دے کر نکال دیا گیا تھا، تاکہ دفاتر کی زینت قائم رہے، تاکہ گروپ بندیاں چلتی رہیں، اس لئے اس عمل کو قرآن سے بھی نکال دیا گیا، حج سے بھی نکال دیا گیا، اپنی باتوں سے بھی نکال دیا گیا، مگر قندھار کی چٹائیوں پر دوبارہ جب یہ عمل شروع ہوا، نوجوانوں کے ہاتھ مُلّا عمر کے ہاتھ میں آگئے تو آسمان کی طرف سے اعلان ہوگیا "ید اللہ فوق أیدیہم" اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر آچکا ہے۔ اب کون ہے جو ان کی یلغار کو روکے گا؟ وہ جو اپنی جنگی کاروائیوں کی ویڈیو فلمیں دُنیا کو دکھا کر اپنی عسکریت کی دھاک جمایا کرتے تھے، جنہیں اپنی عسکریت پر ناز تھا، لومڑی کی طرح بھاگتے ہوئے، دُم دبا کر بھاگتے ہوئے نظر آئے، اور وہ مدرسہ کے طالب علم جنہیں صحیح طرح سے چلنا بھی نہیں آتا تھا، آج کابل پر بھی حکمران ہیں اور بیت المقدس بھی ان کی آہٹ سن رہا ہے۔ پھر ہم نے پوچھا دُنیا والوں سے، مولانا ارشاد کا خون کسی کام آیا کہ نہیں آیا؟ دوسرے شہداء کا خون کسی کھاتے میں لگا کہ نہیں لگا؟ زبانیں چپ تھیں اور ہر کوئی جہادِ افغانستان کی تعریف کررہا تھا، اور قافلوں کے قافلے امیرالمومنین کی زیارت کیلئے پاکستان و افغانستان کا سفر کررہے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تھی، کتنا تھوڑا کام ہم نے کیا، اور کتنی بڑی چیز اس نے عطا کی ہے۔

قرآن پڑھیے، حدیث پڑھیے، مسلمان کے پاس خلافت نہیں تو کچھ نہیں ہے۔ خلافت جب ترکی میں دم توڑ رہی تھی تو ہمارے اکابر یہاں ہندوستان میں سسکیاں بھر رہے تھے، آہیں بھر رہے تھے، جھولیاں پھیلا پھیلا کر لوگوں سے چندے کر رہے تھے، ایک ایک کی منت کر رہے تھے، یارو! تم کچھ کر سکتے ہو تو کرو، نوجوانو! آگے بڑھو خلافت ختم ہو رہی ہے، کسی نے کہا کہ حضرت یہ خلافت کون سی پوری اسلامی خلافت تھی، اس میں غیر شرعی کام بھی ہوتے تھے، کہا: یاد رکھو! لولی ہے یا لنگڑی ہے، خلافت تو موجود ہے، مسلمانوں کا امیر تو موجود ہے، اگر یہ امیر چلا گیا، خلافت ختم ہوگئی تو ہم لاوارث ہو جائیں گے۔ جس طرح چوزوں کی مرغی مر جائے تو ان چوزوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، چیل بھی ان پہ جھپٹتی ہے، کوا بھی بہادر بن جاتا ہے، بلی کو بھی موقع مل جاتا ہے، یہ سارے مل کر انہیں نوچتے ہیں، اس لئے خلافت کو بچاؤ۔ شیخ الہند جھولی پھیلا کر پھرتے ہیں۔ حضرت قاسم نانوتوی ایک ایک دروازہ کھٹکھٹا رہے ہیں۔ حضرت امداداللہ مہاجر مکی سجدوں میں آنسو بہا رہے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان اپنے قلم سے شعلے برسا رہے ہیں۔ خلافت بچ جائے مگر خلافت نہ بچی، مسلمانوں کے سر سے یہ تاج چھن گیا، مسلمانوں کے سر سے یہ سائبان چھن گیا، کوئی امیر نہیں رہا، کوئی قیادت نہیں رہی، پھر کیا ہوا؟ آپ کے سامنے ہے، وہ ٹرینیں آئیں یہاں پر جن میں ہماری لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا، پھر کوسوو بھی ہم نے دیکھا، بوسنیا بھی دیکھا، افغانستان اور چیچنیا بھی ہم نے دیکھا، تاجکستان اور فلسطین بھی ہم نے دیکھا، وہ کون سی جگہ ہے جس میں ہمیں نہیں مارا گیا، نیلم کے دریا میں کشمیری مسلمان کی لاش بہہ رہی ہے، چیچنیا کے دریا میں چیچن مسلمان کی لاش تیر رہی ہے، صرف مسلمان مرنے کیلئے رہ گیا۔ جب خلافت چھین لی گئی، امارت چھین لی گئی تو انفرادی طور پر کتنی طاقت کیوں نہ ہو ایسا ہی ہوگا۔ ہر طرف سے نوچے جائیں گے، مارے جائیں گے، کھسوٹے جائیں گے، کھائے جائیں گے۔ میرے رب نے رحم کیا، سولہ لاکھ شہداء نے اپنی خون کی ندیاں بہادیں، ان کی روحیں آسمان پر

پہنچیں ۔ رب نے پوچھا کیا چاہتے ہو؟ رب کریم خلافت دوبارہ دے دے۔ رب نے ایک مسکین سے شخص کو کھڑا کر دیا جسے دُنیا نہیں جانتی تھی، جس کے پاس کوئی دفتر نہیں تھا، جس کی کوئی پہچان نہیں تھی، جس کے ناموں کے پوسٹر نہیں لگے ہوئے تھے، جس کی تصویر نہ کسی نے کل دیکھی تھی نہ آج کوئی دیکھ سکا ہے، جس کا نام کہیں پر مشہور نہیں تھا، وہ ایک چھوٹا سا عسکری کمانڈر، وہ ایک چھوٹا سا مجاہد، مسلمانوں کو وہ چیز دے گیا جس کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا تھا، اور میرے رب نے ہماری اس تھوڑی سی قربانی پر ہمیں اتنی بڑی چیز دوبارہ لوٹا دی، الحمدللہ۔

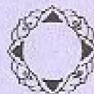
پھر میرے رب کی نصرتیں دیکھو، یہ چھوٹے چھوٹے مجاہد، جو جہاد کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے گھروں سے آتے ہیں، ان معسکرات میں بیٹھتے ہیں، کچھ بڑے لوگوں نے بیٹھ کر ان کا سودا کیا، ان کو کیسے جیل کی کال کوٹھڑی میں بند کیا جائے؟ ان کے جہاد پر کس طرح قدغن لگائی جائے؟ ان کے راستے میں کس طرح کانٹے بچھا دیئے جائیں؟ کشمیر کو فروخت کر دیا جائے، اس حسین وادی کو کافروں اور منافقوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے، ابھی اس سودے پر دستخط ہو رہے تھے اور اس کی تحریر خشک نہیں ہوئی تھی کہ یہاں پر جو مجاہدین راتوں کو روتے ہیں، رب سے دعائیں کرتے ہیں، محاذ پر رہنے والے جو محنتیں کرتے ہیں، آسمانوں تک ان کی دستک پہنچی۔ وہ جو کل تک انہیں کال کوٹھڑی میں ڈالنا چاہتا تھا آج دوبار عمر قید کی سزا لے کر ذلت کی زندگی گزار رہا ہے۔ میرا رب متوجہ ہے کہ نہیں ہے؟ کل تک جیل کی وہ تاریک دیواریں، ان کے اندر برسنے والی لاٹھیاں، ان میں چمکتے ہوئے بجلی کے وہ کرنٹ، جن سے آپ کے بھائیوں کے جسم جلائے جاتے تھے، بڑے فخر کے ساتھ یہ سارے کام ہو رہے تھے، کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان قیدیوں کو چھوڑا جا سکتا ہے؟ بعض کے ناموں پر ریڈ وارنٹ جاری کر دیئے گئے تھے کہ ان کو یہیں مرنا ہے، ان کو یہیں دفن ہونا ہے، ان کیلئے دروازے بند ہو چکے ہیں، اندر والے بھی مایوس ہو رہے تھے، باہر والوں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے تھے، کوشش کرنے والے

بیچارے بے بس ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ اندر والے پہلے سے بے بس تھے اور دشمن ناچ رہا تھا' ہنس رہا تھا' مسکرا رہا تھا' اس قوم پر جس کے ایک فرد پر قید آتی تھی تو پوری قوم لرز جاتی تھی' آج اس اُمت کے سینکڑوں' ہزاروں افراد قید ہیں مگر نہ کسی کی آنکھ کی نیند میں کوئی فرق آیا ہے' نہ کسی کی ہنسی میں فرق آیا ہے' نہ کسی کا بجٹ اس کیلئے کھلا ہے' نہ کسی نے اپنی تجوری کا منہ کھولا' اور نہ کوئی جانباز جان ہتھیلی پر رکھ کر گیا کہ میں انہیں اسی طرح سے واپس لاؤں گا جس طرح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزت کے ساتھ واپس لایا گیا تھا' جس طرح حضرت خولہ اپنے بھائی ضرار کو واپس لے کر آئی تھی' جس طرح امیر معاویہ رومیوں کے دربار سے اپنے قیدی کو اور اس قیدی کے چہرے پر تھپڑ مارنے والے جرنیل کو' دونوں کو اغوا کرا کر لائے تھے' جس طرح سے معتصم باللہ نے ایک بہن کی پکار پر اسی ہزار گھوڑوں کا لشکر جمع کر کے اس پورے علاقے کو تاراج کر دیا تھا' مسلمان قید ہونے کیلئے پیدا نہیں ہوا' "ولن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا" کافروں کو حق نہیں ہے کہ مسلمان کو قید کرے۔

کیا جہاد اس طرح سے ہو سکتا ہے کہ ایک امارت نہ ہو' ایک قیادت نہ ہو' اتحاد نہ ہو' دل جڑے ہوئے نہ ہوں' چہرے پھرے ہوئے ہوں' غیبتیں ہوں' آپس میں نفرتیں ہو' الزامات اور تہمتیں ہوں' شخصیات کے بت کھڑے ہوئے ہوں' ہر شخص اوپر آنا چاہتا ہو' لوگو! اللہ کا کلمہ اوپر ہونا چاہیئے' ہم کیا چیز ہیں؟ ہم تو اس مٹی سے آئے تھے' اس مٹی میں رل جائیں گے' مل جائیں گے' جو اپنے رب کی خاطر خود کو اس مٹی میں رولے گا اسے سب کچھ ملے گا۔ اس وقت رب دینا چاہتا ہے۔ اگر ہمیں اس سے لینا ہے تو ہمیں محنت کرنی ہوگی' ہمیں عزم کرنا ہوگا' ہمیں ارادہ کرنا ہوگا' ہمیں اپنے آپ کو مثل ایک مجاہد کی طرح' ایک غازی کی طرح' ایک جانباز کی طرح' ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے ہوں گے' تب رب کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں پر آئے گا' بیعت علی الجہاد کا عمل زندہ کرنا ہوگا۔ ورنہ خدا کی

قسم! سودے ہو چکے ہیں' ان سودوں کی سیاہی بہت پکی کی جا چکی ہے' جہاد کو مٹانے کے لئے منصوبے تیار ہو چکے ہیں' یہ وہ فریضہ ہے جو نماز کی طرح ہمارے ذمہ تھا' اگر ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے ہمیں تکلف نہیں ہوتا' ہم میں سے ہر شخص مصلیٰ کی طرف نہیں دوڑتا' تو جہاد میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ آخر جہاد میں اور نماز میں فرق کیوں ہو گیا؟ کیوں کئی امام کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں؟ کیوں مقتدیوں کے چہرے ایک دوسرے سے پھرے ہوئے ہیں؟ کیوں دلوں کے اندر بُعد اور بغض ہے؟ کیا ہم کافروں کو موقع دینا چاہتے ہیں کہ کل وہ میری اور آپ کی بہنوں کو بازاروں میں نیلام کریں؟ اس نے تو فلمیں بنائی ہیں' وہ فلمیں دکھا رہا ہے اور ہماری ماؤں بہنوں کو بخارا' سمرقند کی ماؤں بہنوں کی طرح نیلام کرنے کیلئے وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے اس اسلحہ کو چھیننے کیلئے بڑے بڑے دفتروں میں میٹنگیں کی جارہی ہیں' مشورے کئے جارہے ہیں تاکہ جہاد بند ہو جائے۔ اگر جہاد کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو ہر فرد اپنی ذمہ داری پوری کرے۔ ہم میں سے ہر ایک پر علیحدہ ذمہ داری ہے۔ ہر شخص سب کچھ چھوڑے' ایک اللہ کی رضا کی خاطر' اپنی ماں بہنوں کی عزت بچانے کیلئے اور اپنے آپ کو وحدت کے میدان میں ایک مضبوط جگہ پر کھڑا کرنے کیلئے ہمیں قدم بڑھانا پڑے گا۔ اگر ہم یہ قدم بڑھا دیں گے تو ان شاء اللہ ہمارے ان مضبوط قدموں کو کوئی طاقت نہیں روک سکے گی اور خدانخواستہ ہم اس سے کھسکتے رہے' لرزتے رہے' گھبراتے رہے' تو پھر موت آج ہمارے سروں پر آچکی ہے اور یہ وہ موت ہے جو شہادت کی نہیں بلکہ ذلت کی موت ہے۔ میرے عزیز بھائیو! دعا کرو یہ موقع جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے' یہ مختلف لوگ جو آج ایک جگہ بیٹھے ہوئے نظر آ رہے ہیں' جن کے دلوں سے آج اپنے تمام مناصب اور عہدوں کا شوق نکل چکا ہے' یہ ایک روحانی فضا جو قائم ہوتی نظر آ رہی ہے' دعا کرو کہ اللہ اسے اخلاص اور استقامت سے نواز دے اور اس میں قوت پیدا ہو جائے۔
تب ہم بچ جائیں گے ان شاء اللہ اور میں یہی دعا کرتا ہوں کہ ہم بچ جائیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین.



طلبہ سے باتیں

جامعۃ الرشید کراچی کے طلبہ سے خطاب

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم.

أما بعد:

أعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.

"إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء" صدق اللہ العظیم

میرے عزیز طالب علم بھائیو! آپ حضرات کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن و سُنّت کے علوم کیلئے منتخب فرمایا ہے اور میری یہ خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ میں آپ حضرات سے دو چار منٹ کی یہ مختصر گفتگو کرنے کا شرف حاصل کررہا ہوں۔ اسلام ایک عالمگیر دین ہے' یہ کوئی چھوٹا سا مذہب یا مسلک نہیں ہے اور اس دین کے تمام تقاضوں پر نظر رکھنے والے اور تمام تقاضوں کے سمجھنے والے اور ان دینی احکامات کو پہچاننے والے لوگ علماء کہلاتے ہیں۔ جن کو مسئلے مسائل تو پتہ ہوں لیکن اس وقت دین کا تقاضا کیا ہے؟ یہ بات معلوم نہ ہو' وہ عالم نہیں ہیں۔ جن کو مسئلے مسائل کا علم ہو اور تقاضوں کا علم بھی ہو' لیکن ان تقاضوں کے مطابق عمل نہ کرتے ہوں ان کو بھی عالم نہیں کہا جاسکتا۔ عالم وہ ہے جو پورے دین کو پہچانتا ہے' سمجھتا ہے اور اس بات پر نظر رکھتا ہے کہ اس وقت دین کا تقاضا کیا ہے؟ اور پھر اس تقاضے میں' میں کیا کردار ادا کرسکتا ہوں' اس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ جس میں یہ صفات ہوں انہی کو علماء کہا جاتا ہے' وہی اللہ کے وہ بندے ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

ہماری زندگی میں جو ایک کمی ہے' اور اس کمی پر اگر ہم نے قابو نہ پایا' تو ہم لوگ بہت زیادہ ناقص رہیں گے' حالانکہ اس کمی پر بہت آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔

لم أر من عيوب الناس شيئا
كنقص القادرين على التمام

لوگوں کے عیبوں میں بڑا عیب یہ ہے کہ وہ بہت سارے کام مکمل کر سکتے ہیں مگر اُنہوں نے انہیں ناقص چھوڑا ہوا ہے۔ ہم اپنے اسلاف کی زندگیاں دیکھتے ہیں تو وہ کامل تھے' الحمدللہ! لیکن ہم ایسے یک بین ہیں کہ ہم ان کی زندگیوں میں سے خاص گوشے لے لیتے ہیں اور اسی پہ سر دھنتے رہتے ہیں۔ ایک دن میں ایک مدرسے میں گیا' تو اس مدرسے کا نام منسوب تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف' تو اندر داخل ہوتے ہی مجھے حضرت کی زندگی کے مختلف پہلو نظر آنے لگے۔ وہاں کے ذمہ دار حضرات نے کہا کہ بیان کریں' میں نے دو تین منٹ کا بیان کیا اور میں نے کہا کہ بس یہ نام ہی کافی ہے' اس مدرسے کا اور اس جامعہ کا یہ نام ہی کافی ہے ہمیں بہت کچھ سکھانے کیلئے' اس لئے کہ یہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے ابو جہل کی گردن کاٹی تھی' اور یہی عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے کوفہ میں جہالت کی گردن کاٹی تھی۔ جب کافر کی گردن کاٹنے کا وقت ہو تو اس وقت دین کا تقاضا اور علم کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اُس گردن کو کاٹ دیا جائے' اور جب جہالت کے خلاف لڑنے اور جہالت کے خلاف کوشش کرنے کی ضرورت ہو تو اس وقت علم کی شمع کو جلانا اور اس کیلئے رات دن ایک کرنا اور محنت کرنا' یہ علم کا اور یہ دین کا تقاضا ہوتا ہے۔ ہم طلبہ اپنے اسلاف کی زندگیوں میں صرف علم کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کے جہاد کو نہیں دیکھتے' اور مجاہدین ان کی زندگیوں کے جہاد کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کے علم کو نہیں دیکھتے۔ اس وجہ سے ہم لوگ دھکے کھا رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ چند نابینا کسی جگہ جمع تھے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ سنا ہے ہاتھی آیا ہوا ہے' ہم چل کے اس کو دیکھتے ہیں۔ اب نابینا ہیں' آنکھیں نہیں ہیں' مگر ہاتھی کی زیارت کرنے جا رہے ہیں بغیر آنکھوں کے۔ خیر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ہاتھی کو ٹٹول کے محسوس کیا' واپس آکر تبصرہ کر رہے ہیں' کسی نے پوچھا

ہاتھی کیسا ہے؟ ایک نے کہا "وہ ایک ستون کی طرح لمبا ہوتا ہے موٹا تازہ"۔ اُس نے ہاتھی کا پاؤں دیکھا تھا' صرف ٹانگیں دیکھی تھیں۔ دوسرے سے پوچھا ہاتھی کیسا ہوتا ہے؟ اُس نے کہا "وہ اژدھا ہوتا ہے بس ہلتا رہتا ہے ہر وقت"۔ اُس نے سونڈ پہ ہاتھ پھیرا تھا۔ تیسرے سے پوچھا' اُس نے کہا یہ جھوٹ بولتے ہیں' میں نے خود پورا مشاہدہ کیا "وہ ایک پنکھا ہے جو ہر وقت ہلتا رہتا ہے"۔ اس نے ہاتھی کے کان دیکھے تھے۔ آج ہماری بھی یہی حالت ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ کے دین کے بارے میں' کسی کو علم کا شوق پیدا ہوا تو اس نے جہاد کو جھٹک کے پرے پھینک دیا' کسی کو جہاد کا جنون سوار ہوا تو مدرسہ چھوڑا اور بند کر دیا' اور جا کے اپنے زندگی کو اُدھر لگا دیا اور چونکہ علم بھی مکمل نہیں تھا' عمل بھی مکمل نہیں تھا اس لئے نہ وہاں کا حق ادا کر سکا نہ ادھر کے حق کو اس نے ادا کیا۔ ہمیں دین کے ہر تقاضے کو سمجھنا ہوگا۔ ایمان کس چیز کا نام ہے؟ عبادت کس چیز کا نام ہے؟ شاید آپ کو پتہ ہو کہ ایک بہت بڑے مفکر نے ایک کتاب لکھی تھی' مفکر سے مراد یہ کہ صرف فکر کرتا تھا' بغیر عقل کے' عقل اس میں نہیں تھی۔ اس نے کتاب لکھی اور کہا کہ عبادت کا معنیٰ آج تک کوئی نہیں سمجھ سکا۔ وہاں جیل میں ساتھی بہت پریشان تھے کہ عبادت کا معنیٰ واقعی ہم نے یہی سمجھا ہوا تھا کہ رکوع کرو' سجدے کرو' یہ تو عبادت کا بڑا وسیع اور مکمل معنیٰ ہے۔ ہم نے کہا عبادت کا معنیٰ سمجھنا تو بالکل آسان ہے' دین کے تقاضے پر عمل کرنے کا نام عبادت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت کس چیز کا حکم دے رہا ہے ہمیں؟ اس وقت' وقت ہم سے کس چیز کا تقاضا کرتا ہے؟ اس کے مطابق کھڑے ہو جانا یہ عبادت ہے۔ آج تقاضا ہے کہ ہم جہاد کے عمل کو بچائیں' اس عمل کی خاطر نکلنا عبادت ہے۔ آج تقاضا ہے کہ ہمیں جہاد کی تربیت حاصل ہونی چاہئے' اس کیلئے نکلنا عبادت ہے۔ آج تقاضا ہے کہ ہم اپنے اسلاف کی کتابوں کو سمجھنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں' اس چیز کا نام عبادت ہے۔ اس وقت تقاضا ہے کہ اللہ کے حضور خلوت میں بیٹھ کر اس کا نام لیں تاکہ ہمارے دل کی سیاہی دور ہو جائے' اس کا نام

عبادت ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ رزق حلال کے شعور کو عام کیا جائے' اس شعور کو عام کرنا اور اس کیلئے محنت کرنا' اِس کا نام عبادت ہے۔ اللہ کے دین کا جو تقاضا مؤمن کے سامنے آئے' مؤمن اس تقاضے کیلئے کھڑا ہوجائے' اِسی چیز کا نام عبادت ہے اور اِس عبادت کو سمجھنے والے اور کرنے والے علماء کرام کہلاتے ہیں۔ اس لئے میرے عزیز طالب علم بھائیو! سب سے پہلے گذارش تو آپ حضرات سے یہ ہے کہ پختہ علم حاصل کریں' یہ کچا علم جو ہے' جس سے آج ہم لوگ دوچار ہیں' اس کا فائدہ نہ خود انسان کی ذات کو ہوتا ہے نہ وہ کسی اور کو اس سے فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اپنے اوپر فرض کرلو کہ جو کتاب پڑھ رہے ہو اس کا ایک لفظ ایسا نہ رہے جو سمجھ میں نہ آیا ہو۔ کریں گے نا ان شاء اللہ اس طرح۔ (ان شاء اللہ)۔ پختہ علماء کی ضرورت ہے۔ پختہ عالم جب توپ چلاتا ہے تو اس کا گولہ بھی بہت ساروں کو مارتا ہے۔ پختہ عالم جب کسی طرف قدم اُٹھاتا ہے تو اس کے قدم کی تاثیر ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ پختہ عالم کے جہاد کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اپنے علم کے اندر رسوخ اور پختگی پیدا کرو۔ یہ پہلی گذارش ہے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ ہم لوگ سُستی چھوڑ دیں۔ دینی مدارس کے طلبہ دو بیماریوں کا تو بہت زیادہ شکار ہیں' ایک سُستی اور ایک کم ہمتی۔ سُستی کے بارے میں تو مشہور ہے کہ ایک عورت سے اس کی بیٹی نے پوچھا تھا کہ اماں یہ طالب کون ہوتے ہیں؟ اس نے کہا بیٹی میں تجھے عملاً بتاؤں گی' مسجد سے ان کو بلا کے لاؤ۔ وہاں آٹھ دس طالب علم تھے ان کو بلا کے لائی وہ لڑکی' بچی تھی چھوٹی سی۔ اس عورت نے ایک لسی کا پیالہ لیا اور اس میں ایک تنکا ڈال دیا' اور کہا کہ اب ان کو پلاؤ' پہلے طالب کو دیا' پینے لگا' تنکا قریب آیا تو پھونک مار کے اُس کو دور کردیا' کیونکہ نکالنے میں تو "سُستی خراب" ہوتی تھی' دوسرے نے بھی یہی کیا' تیسرے نے بھی یہی کیا' آٹھ آدمیوں نے پیالہ صاف کرلیا' تنکا اسی طرح نیچے گہرائی کے اندر' پیالے میں موجود تھا' کسی کو نکالنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ یہ سُستی جو دماغوں پہ اور جسموں

پہ اور چہروں پہ چھائی ہوئی ہے' سارے پیلے پڑے ہوئے ہوں گے' نہ کوئی محنت کرے گا' نہ کوئی چستی دکھائے گا' بس انگڑائیاں اور اس کے بعد جمائیاں۔ خدا کیلئے اس چیز کو اب اپنے اندر سے نکالئے' اللہ تعالیٰ نے آج آپ کو کتنا بڑا منصب دیا' کل تک لوگ طعنہ دیتے تھے کہ تم مدرسے میں پڑھ کر کسی دفتر میں چپڑاسی نہیں لگ سکتے ہو' آج ہم انہیں فخر سے کہتے ہیں کہ چپڑاسی تو نہیں لگے' امیرالمؤمنین تو لگ گئے ہیں۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ نے مدرسے کے طالب کو امیرالمؤمنین بنا دیا ہے' مسلمانوں کا امیر بنا دیا ہے۔ اس لئے سُستی چھوڑیں گے نا ان شاء اللہ۔ (ان شاء اللہ)

ہر آدمی سُستی سے توبہ کرلے اور دوسرے یہ کہ کم ہمتی سے پیچھا چھڑائے۔ سوچتے ہیں پتہ نہیں ہم کیا کرسکیں گے؟ پھر تنخواہ کوئی دے گا کہ نہیں دے گا؟ پھر پتہ نہیں شادی ملے گی کہ نہیں ملے گی؟ اس لئے کوئی اپنی ٹوپی تھوڑی سی کھسکاتا ہے تاکہ ہیرو لگوں' کوئی کنگھا کرکے ڈاڑھی اندر گھماتا ہے تاکہ صوفی نہ لگوں' کوئی باہر نکلتے ہی اپنی شلوار نیچے چھوڑ دیتا ہے تاکہ پتہ چلے کہ میں ترقی پسند ہوں' کوئی پرانے خیالات کا آدمی نہ سمجھ لے۔ اس قسم کی چیزیں! لوگوں سے ڈرنا' گھبرانا' پینٹ والوں کو دیکھا تو پریشان ہوگئے۔ اللہ کے بندو! ان اسکول کالج والے بیٹیوں کو اور ان ٹیڈیوں کو جب دیکھا کرو تو وہ دُعا پڑھا کرو' جو مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جاتی ہے: "الحمدللہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ وفضّلنی علٰی کثیرٍ ممّن خلق تفضیلاً" یااللہ! تیرا شکر ہے جس مصیبت میں تو نے ان کو مبتلا کیا ہوا ہے' تُو نے ہمیں اس سے بچالیا۔ بے چارے مصیبت میں مبتلا ہیں' انہیں دُنیا سانے کی اور غلاظت بنانے کی مشین بنایا جارہا ہے اور آپ کو اللہ تعالیٰ نور پھیلانے کا ذریعہ بنا رہا ہے' اور دُنیا پر اپنے احکامات کو زندہ کرنے کا ذریعہ بنارہا ہے' کہاں تم ہو کہ فرشتے تمہارے پاس آنے کیلئے اللہ سے درخواستیں کرتے ہیں اور تمہارے جسموں کے ساتھ پَر رگڑتے ہیں' اور کہاں وہ بچارے مظلوم جن کیلئے ہمیں دُعاء کرنی چاہئے کہ

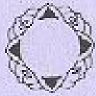
اللہ انہیں اس مصیبت سے نجات دے اور وہ بھی مسجد اور مدرسے کے پاکیزہ ماحول میں آئیں۔

مدرسے سے باہر جاکر تمہیں کیا خرابی پیدا ہوجاتی ہے؟ جا کے بس کے اندر بیٹھے' دائیں بائیں دیکھا' کوئی صوفی نہ کہدے اس لئے بیٹھتے ہی ہم نے ڈاڑھی اندر کرنا شروع کردی' شاید میں صوفی نہیں لگوں گا' ٹوپی اُتار کے جیب کے اندر رکھ لی' شلوار نیچے چھوڑ دی' گھر گئے تو اذان دینے سے شرماتے ہیں' کسی سے دین کی بات کرنے سے شرماتے ہیں' او اللہ کے بندو! ہمت پیدا کرو' عزم پیدا کرو' یہ ڈاڑھی نور ہے' یہ ڈاڑھی ہمارے لئے فخر ہے' یہ ٹوپی پگڑی ہمارے لئے سعادت ہے' دُنیا کا سارا حسن اور دُنیا کی ساری زینتیں اس کے سامنے ناک رگڑتی ہیں' ذلیل و رسوا ہوتی ہیں' یہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے جو اس نے ہمیں عطا کیا ہے' اس پر ہمیں فخر ہونا چاہئے' اس پر ہمیں خوشی ہونی چاہئے' اس پر ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے۔ کم ہمتی چھوڑدیجئے' پتہ نہیں ہم کیا کریں گے' کوئی مسجد ملے گی کہ نہیں ملے گی؟ کوئی مؤذن رکھے گا کہ نہیں رکھے گا؟ کوئی مدرس بنائے گا کہ نہیں بنائے گا؟ پتہ نہیں کھائیں گے کہاں سے؟ پئیں گے کہاں سے؟

اللہ کے بندو! ایک شخص ہے قندھار میں بیٹھا ہوا ہے' اللہ تعالیٰ اس سے کتنا کام لے رہا ہے۔ کیا وہ کسی اور مخلوق سے تعلق رکھتا ہے؟ صرف عزم کیا تھا' یا اللہ! تیرے دین کو اس دُنیا پہ نافذ کروں گا۔ اللہ نے کہا' بندے عزم کیا ہے تو میں تجھے اسباب بھی دے رہا ہوں۔ اگر ہم سارے عزم کرلیں کہ میں اکیلا بھی رہا تو ان شاء اللہ اس دین کو نہیں مٹنے دوں گا۔ میں اکیلا بھی رہا تو کفر کا سرنیچا کرکے چھوڑوں گا۔ میں ظاہری طور پہ کمزور اور ناتواں ہوں مگر میرا اللہ تو کمزور نہیں ہے' میں تو اس کے بھروسے پہ آیا ہوں' ہر طالب علم کی یہ نیت ہو کہ بس جیسے ہی میں تعلیم سے فارغ ہوں گا' میں اکیلا سارے کام کرلوں گا ان شاء اللہ۔ (ان شاء اللہ) اگر کسی نے ساتھ دیا تو بہت اچھا' کہیں سے کوئی تعاون ملا تو بہت اچھا' ورنہ میرا اللہ مجھ سے کام

لے گا' میری نیت ہے۔ اور نیت کرنے والوں سے اللہ پیار کرتا ہے اور انہیں سب کچھ عطا کرتا ہے۔ مُلّا عُمر ایک بات کہتے ہیں' ساری دُنیا ہل جاتی ہے۔ ہم وہی بات کہتے ہیں اپنے گھر کی دیوار کے چونے پر بھی اثر نہیں ہوتا۔ وہ ہمت والا شخص ہے ہم بے ہمت ہیں۔ بس اتنا سا فرق ہے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ عزم اور ہمت انسان کو بہت اونچا لے جاتی ہے۔

اور آخری چیز' جس کی ہم دعوت دیتے رہتے ہیں اور آپ حضرات سنتے رہتے ہیں وہ یہ کہ آپ سارے بھائی جہاد کی نیت کریں کہ ان شاء اللہ اپنے گھروں میں' اپنے محلوں میں' اپنے علاقوں میں' ایک ایک مسلمان کو بتائیں گے کہ جہاد فرض ہے۔ خود بھی جہاد کی تربیت کریں گے اور جہاد میں عملی طور پہ شرکت کریں گے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیں گے۔ و آخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین.



مسلمانو! جہاد کو اس کا مقام دو

کراچی میں جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اہتمام تقریری مقابلے سے خطاب

نحمده و نصلي على رسوله الكريم.

أما بعد:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم.

"محمد رسول الله والذين معه أشداء على الكفار رحماء بينهم."

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: "بعثت لأتمم مكارم الأخلاق."

کچھ اہل ستم کچھ اہل حشم مے خانہ گرانے آئے تھے
دہلیز کو چوم کے چھوڑ گئے دیکھا کہ یہ پتھر بھاری ہے

دنیا میں دو ہی ٹھکانے ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تختہ جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا

میرے انتہائی واجب الاحترام حضرات علماء کرام، میرے عزیز اور پیارے طالب علم بھائیو اور کراچی کے غیور مسلمان بزرگو، بھائیو اور نوجوان ساتھیو!

اللہ رب العالمین کا شکر ہے، احسان ہے، جس نے آج اس محفل میں ہم سب کو جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اللہ کرے یہ محفل ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بن جائے اور یہ محفل وہ مرہم فراہم کردے جو فلسطین کی زخمی دل ماؤں کے دلوں پر لگایا جا سکے۔ ہمارے آج کے اس تقریری مقابلے میں شرکت کرنے والے نوجوانوں کو خراج تحسین ہے، محنت کرنے والے کارکنوں کیلئے بھی دعائیں ہیں، نیک تمنائیں ہیں، موضوع بھی بہت اچھا چنا گیا، ایسا موضوع جس کو سن کر اہل حق کے دل خوشی سے جھوم اٹھے، لیکن معلوم نہیں کس کس

کی ٹانگیں کانپ گئی ہوں گی۔ بہت کوشش کر کے علماء کے ہاتھوں سے اسلحہ چھینا گیا تھا اور بہت محنت کر کے مجاہدین کو علم سے دور کیا گیا تھا۔ علم کو جہاد سے دور کیا گیا تا کہ محض رہبانیت، وسوسے اور جدال رہ جائے اور جہاد کو علم سے دور کیا گیا تا کہ محض فساد رہ جائے۔

اللہ رب العالمین نے اس امت پر احسان فرمایا اور یہ دونوں عظیم الشان نعمتیں جن کی بدولت زمین گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے، جن کی بدولت آسمانی مخلوق فرشتے بھی آسمان کے نورانی ماحول کو چھوڑ کے زمین پر آنے کی باتیں کرتے ہیں، جن کی بدولت انسانوں کے ساتھ ساتھ جانور بھی راحت محسوس کرتے ہیں، وہ دو نعمتیں علم اور جہاد کی نعمتیں ہیں، جن نعمتوں کو لے کر حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ ان کی صفت "ویسفک الدماء" بھی تھی۔ "وعلم آدم الاسماء" بھی تھی۔ انہیں خون بہانا بھی سکھایا گیا تھا اور علم کی روشنی بھی دی گئی تھی تا کہ پتہ چلے کہ کس کا خون بہانا جائز ہے؟ کس کا خون بچانا ضروری ہے؟ آدم علیہ الصلوۃ والسلام اس زمین پر جہاد بھی لائے، اور علم بھی لائے۔ علم اور جہاد آپس میں کندھا ملا کر چلتے رہے، منزلوں کی منزلیں طے کرتے رہے، اور اس عروج پر پہنچے جب دنیا نے ایک امی نبی کو دیکھا جس کے علم کے سامنے دنیا کا سارا علم ہیچ معلوم ہونے لگا اور یہ نبی امی جس کا علم اللہ کے علم کے بعد سب سے زیادہ تھا میدان جنگ میں جا کے اعلان کر رہا ہے:

"أنا نبي الملحمه" میں جنگوں والا نبی ہوں۔ "أنا نبي السيف" میں تلوار والا نبی ہوں۔

علم نے عروج دیکھا محمد رسول اللہ کی شکل میں، جہاد نے عروج دیکھا محمد رسول اللہ کی شکل میں، جہالت بھی مٹ گئی نبی کے علم سے، ابوجہل بھی مٹ گیا نبی کی تلوار سے، نبی کی یلغار سے، علم و جہاد اکٹھے ہوئے ایک طبقہ پیدا ہوا "والذين معه" جو نبی کے ساتھ تھا، علم

کی دولت سے مالا مال تھا، اسے تفسیر بھی آتی تھی، حدیث بھی آتی تھی، قرأت بھی آتی تھی مگر شان یہ تھی "أشداء علی الکفار" وہ سارے کے سارے میدان جنگ کے غازی تھے۔

(نعرہ تکبیر: اللہ اکبر)

علم اور جہاد کندھا ملا کر چلتے رہے۔ رومی سلطنت ختم ہوگئی۔ فارس کی سلطنت زمین چاٹنے پہ مجبور ہوگئی۔ دنیا سے جہالت بھی مٹ گئی اور جہالت کے علمبردار بھی ختم ہوگئے۔ دنیا سے جہالت کا بھی صفایا ہوگیا اور جہالت کے گرد پہرہ دینے والے بھی ختم ہوگئے۔ علم نام تھا دین کی سمجھ کا، جہاد نام تھا قوت کا۔ جب دین کی سمجھ بھی نصیب ہو، قوت بھی نصیب ہو تو دنیا میں سوائے خیر کے اور کچھ نہیں آسکتا۔

علم وجہاد کا یہ حسین امتزاج ہمیں قرآن مجید میں نظر آتا ہے، رسول اللہ کی سیرت میں نظر آتا ہے، رسول اللہ کے مدرسے میں نظر آتا ہے، رسول اللہ کی خانقاہ میں نظر آتا ہے، میدان بدر واُحد میں نظر آتا ہے، نبی کی زندگی میں نظر آتا ہے، صحابہ کے گھروں میں نظر آتا ہے، ان کے ذہنوں اور جسموں میں نظر آتا ہے۔ دو چیزوں سے وہ والہانہ محبت کیا کرتے تھے، ایک علم سے محبت کرتے تھے، ہر شخص ان میں عالم تھا، ہر شخص دین کا شیدائی اور دین کو سمجھنے والا تھا، نکتہ داں تھا، دین کی پوری سمجھ رکھتا تھا، دوسرے یہ کہ ان میں سے ہر شخص اس دین پہ مر مٹنے والا تھا۔ کوئی ان کی یلغار کو نہ روک سکا، کوئی ان کی تلوار کو نہ روک سکا۔ علم و جہاد کا یہ حسین امتزاج کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اگر میں قرآن مجید سے اس موضوع پہ آیات پڑھ پڑھ کے سنانا چاہوں تو ان شاء اللہ رات بیت جائے گی، حالانکہ میں ایک طالب علم ہوں۔

قرآن ہر پارے میں علماء کو یاد دلاتا ہے کہ تمہیں جہاد کرنا ہے ورنہ تمہارا علم تمہارے

لئے وبال بن جائے گا۔ قرآن ہر پارے میں مجاہدین کو یاد دلاتا ہے تمہیں علم حاصل کرنا ہوگا، تمہیں علماء کا تابع ہو کر چلنا ہوگا ورنہ تمہارا جہاد تمہیں تباہ وبرباد کردے گا اور تمہارے لئے فساد بن جائے گا۔ لیکن ظالموں نے اسی نکتے کو بھانپ لیا۔ ایسی دردناک داستان ہے اگر دل میں رکھوں تو دل پھٹتا ہے، زبان پہ لاؤں تو زبان جلتی ہے۔ ہمارے اکابر، ہمارے علماء، ہمارے اسلاف اسی چیز کی کوشش کرتے رہے کہ علم وجہاد کا رشتہ نہ ٹوٹنے پائے، اگر علم وجہاد کا رشتہ ٹوٹ گیا تو یہ زمین ظالموں سے بھر جائے گی، یہ فضاء ظلم سے بھر جائے گی، اور اس دھرتی پہ وہ ظلم ہوں گے جن مظالم کو سن کے روح کانپے گی۔ لیکن رفتہ رفتہ ایجنٹوں کو استعمال کیا گیا۔ انگریز کی عقل کام کرگئی، اس نے سوچا مسلمانوں کو کیسے دبایا جائے؟ کیسے کھایا جائے؟ ان کو جانوروں کی طرح کیسے نچایا جائے؟ ان کا کیسے استیصال کیا جائے؟ پردے کی چار دیواری میں بیٹھی ہوئی دوشیزہ، مسلمان دوشیزہ کے جسم تک اپنے گندے ہاتھ کیسے پہنچائے جائیں؟ تب ایک سازش وجود میں آئی۔ ایسی دردناک سازش جس کی کڑواہٹ ہم آج بھی محسوس کرتے ہیں، جس کے اثرات ہم آج بھی محسوس کرتے ہیں۔

وہ سازش یہ تھی کہ علماء کے ہاتھوں سے اسلحہ چھین لو، علماء میں ایسے لوگ کھڑے کرو جو جہاد کی مخالفت میں باتیں کریں اور مجاہدین میں ایسے لوگ کھڑے کرو جو علماء کے خلاف باتیں کریں۔

علم وجہاد کو الگ الگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ علماء سے کہا گیا کہ آپ تو نیک لوگ ہیں، اسلحہ ہاتھ میں کیوں اٹھاتے ہیں؟ آپ تو ڈاڑھی والے ہیں، آپ تو بزرگ آدمی ہیں، آپ کے سر پہ تو پگڑی اچھی لگتی ہے، آپ کے جسم پر تو جبہ سجتا ہے، آپ کے ہاتھ میں تو نرم و نازک لاٹھی اچھی لگتی ہے۔ آپ اور اسلحہ؟ عالم اور اسلحہ؟ مولوی اور ہتھیار؟ آخر کیا جوڑ ہے ان چیزوں کا؟ اس بات کو اتنی قوت کے ساتھ کہا گیا کہ رفتہ رفتہ آج یہ بات لوگوں کے دلوں

میں ذہنوں میں نقش الحجر بن چکی ہے، لوگوں کے دلوں میں بیٹھ چکی ہے۔ آج اس کے منحوس اثرات ہم محسوس کرتے ہیں۔ اس کے منحوس اثرات ہم دیکھتے ہیں۔

ایک ملعون شخص کو لایا گیا۔ اللہ کی قسم! اس شخص نے جتنا ہم پہ ظلم کیا ہے اتنا کسی نے نہ کیا ہوگا۔ دنیا والے ہمیں کہتے ہیں کہ اس کے خلاف نہ بولو۔ جس نے میری ماؤں کے سہاگ اجاڑ دیئے، جس نے اسلام کے تحفظ کو ہمارے ہاتھوں سے چھین لیا۔ اس ملعون دجال کی قبر پر بھی تھوکنا ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔ یہ ملعون شخص مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ جس نے علمی اصطلاحات کو جہاد کے خلاف استعمال کرنے کی طرح ڈالی۔ علمی باتیں، علمی لب ولہجہ، علمی انداز اور پھر اس پہ جہاد کی مخالفت اس دن سے چلی ہے اور آج تک چلی آرہی ہے اور معلوم نہیں اس کی وجہ سے کتنی لاشیں ہمیں اپنے کندھوں پہ اٹھانی پڑیں گی؟ کتنا خون ہمیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا پڑے گا؟ کتنی مسجدیں ہم اجڑتی دیکھیں گے؟ کب جا کے ان علمی اصطلاحات کا استعمال جہاد کے خلاف بند ہوگا؟

آج جب بھی جہاد کی بات کی جاتی ہے، مرزا قادیانی کی ڈالی ہوئی طرح کو دیکھتے ہوئے فوراً بحث چھڑ جاتی ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے یا فرض عین ہے؟ جہاد حسن لعینہ یا حسن لغیرہ ہے؟ جہاد اکبر کونسا ہوتا ہے، جہاد اصغر کونسا ہوتا ہے؟ فلاں چیز بھی جہاد ہے، فلاں چیز بھی جہاد ہے، فلاں کام بھی جہاد ہے۔

میرے دوستو! میرے نوجوان ساتھیو! میرے طالب علم بھائیو! ذرا سوچو تو سہی قرآن مجید میں سورۂ انفال بھی موجود ہے، سورۂ براۃ بھی موجود ہے، سورۂ بقرہ میں جہاد کی فرضیت کی آیتیں بھی موجود ہیں، قرآن مجید میں مجاہد کا تذکرہ موجود ہے، مجاہد کا تیمم مذکور ہے، مجاہد کی نماز مذکور ہے، مجاہد کا اٹھنا مذکور ہے، مجاہد کا تھکنا مذکور ہے، مجاہد کی پیاس لکھی ہوئی ہے، مجاہد کی بھوک لکھی ہوئی ہے، مجاہد کا اوپر چڑھنا لکھا ہوا، مجاہد کا نیچے اترنا لکھا ہوا ہے، جہاد کے

فرائض کا بیان ہے، جہاد کی سنتوں کا بیان ہے، جہاد کے مستحبات کا بیان ہے، جہاد کی فضیلت کا بیان ہے۔ ترک جہاد کی وعیدوں کا بیان ہے، قرآن کے پاروں میں جہاد کی آیتیں موجود ہیں، نبی کی سنت میں جہاد کا تذکرہ موجود ہے۔ وہ دیکھو! احد کے میدان میں کون زخمی کھڑا ہے؟ میرا پاک نبی زخمی کھڑا ہوا ہے، اس کے پاک جسم سے لہو بہہ رہا ہے۔ جاؤ! دیکھو تو سہی یہ کس کے ٹکڑے زمین پر گرے پڑے ہیں؟ یہ سیدنا حمزہ ہیں۔ اللہ کے نبی کا چچا سید الشہداء ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ میں دیکھتا ہوں صدیق اکبر جیسا صدیق میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے فاروق اعظم جیسا حکمران میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے عثمان ابن عفان جیسا حیاء دار میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے علی المرتضیٰ جیسا عالم میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے حضرت معاویہ جیسا مدبر میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے سیدنا حسین جیسا پیارا سجیلا نوجوان میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے عبداللہ بن مسعود جیسا فقیہ میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے ابن عباس جیسا مفسر میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے اُبی بن کعب جیسا قاری میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے معاذ بن جبل جیسا فقیہ میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے معاذ اور معوذ جیسے بچے میدان جنگ میں نظر آرہے ہیں۔ مجھے خنساء اور خولہ جیسی بہنیں میدان جنگ میں نظر آرہی ہیں۔ مجھے عمرو ابن جموح جیسا لنگڑا بوڑھا میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ مجھے ابوایوب انصاری جیسا نبی کا میزبان میدان جنگ میں نظر آرہا ہے۔ بتاؤ! میں ان سب کو دیکھوں، میں کشمیر میں ان بہنوں کو دیکھوں جن کا سہاگ اجاڑ دیا گیا۔ آسام میں اس بچے کو دیکھوں جس کو کڑائی میں تل دیا گیا؟ میں بوسنیا کی قبروں کو دیکھوں یا فرض عین اور فرض کفایہ کو دیکھوں؟؟؟

(نعرہ تکبیر: اللہ اکبر، سبیلنا سبیلنا: الجہاد الجہاد، نعرہ تکبیر: اللہ اکبر)

تمام محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے کہ جہاد کے فرض کفایہ کی بات تو اس لئے کی گئی تھی کہ ہر

مسلمان جہاد کا اتنا عاشق تھا کہ کوئی پیچھے رکنے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ روکنا مشکل تھا ان کو، پیچھے تمام نظام درہم برہم ہونا تھا۔ دینی درسگاہیں بند ہوتی تھیں، نظام حکومت چوپٹ ہوتا تھا، امیر حکومت، امیر جہاد، علماء کے سامنے ہاتھ جوڑتا تھا کہ لوگ مجھ سے سنبھالے نہیں سنبھل رہے۔ ماؤں کو دیکھو کہتی ہیں ہم جہاد میں جائیں گی، بہنوں کو دیکھو کہتی ہیں ہم جہاد میں جائیں گے، بوڑھوں کو دیکھو لاٹھیاں ٹیک ٹیک کے آتے ہیں ہم جہاد میں جائیں گے، بچوں کو دیکھو پنجوں پہ کھڑے ہوکے قد اونچا بتاتے ہیں کہ ہم جہاد میں جائیں گے۔ ہر کوئی جانے کو تیار۔ علماء مچل رہے ہیں، فقہاء بے تاب ہیں، محدثین تڑپ رہے ہیں، ہم سب جائیں گے۔ سمجھایا جاتا تھا او بھائی! فرض کفایہ ہے، تھوڑے سے لوگ۔ رک جاؤ پھر بھیج دیں گے۔
لیکن جب سے ملعون قادیانی آیا۔ آج یہ حالت ہوگئی ہے، مولانا یوسف صاحب دامت برکاتہم فرما رہے تھے کہ مسلمان عورتوں نے سکھوں سے بچے جنم دے دیئے، ہم کہتے رہے: اماں معاف کرنا فرض کفایہ تھا ورنہ ہم تیری مدد کیلئے پہنچ جاتے۔ فلسطین کی ماں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی، اس نے جھولی پھیلائی امت مسلمہ کی طرف کہ خدارا آؤ میری مدد کیلئے، ہم نے کہا: اماں معاف کرنا جہاد فرض کفایہ ہے۔ مسجد اقصیٰ کے صحن میں پڑا ہوا خون ہم سے پوچھتا رہا بتاؤ میرا قصور کیا ہے؟ میرا جرم کیا ہے؟ ہم نے کہا: معاف کرنا ہم ابھی فرض کفایہ میں ہیں۔ کشمیر کی ماؤں نے پوچھا ظالمو! کتنے جنازے اور ہم سے اٹھواؤ گے؟ ہم پر کتنی گولیاں اور برساؤ گے؟ ہم پر کتنے مظالم اور ڈھاؤ گے؟ ہم نے کہا: اماں معذرت خواہ ہیں، ابھی اسلحہ اٹھانا فرض کفایہ ہے۔ ورنہ ہم آجاتے، اگر یہ فرض عین ہو چکا ہوتا۔ سب کچھ لٹ گیا، سب کچھ ویران ہوگیا، قرآن گولیوں کا نشانہ بنا، اس کے صفحات استنجے کیلئے استعمال ہوئے، میرے نبی کی شریعت کو مٹا دیا گیا، بندوقیں ان کے ہاتھ میں دے دی گئیں جو مسجدوں میں بھی فائرنگ کرتے ہیں، جو علماء کو بھی ذبح کرتے ہیں، تب ہم کہتے ہیں بتاؤ...... بتاؤ مسئلے کا

حل کیا ہے؟ قرآن کی آیتوں کا مصرف کیا ہے؟ کب تک ذلیل ہوتے رہیں گے؟ کب تک دھکے کھاتے رہیں گے؟ کب تک غیروں کے بوٹ صاف کرتے رہیں گے؟ مسلمانو! نبی کے امتیو! ذلیل ہونے کیلئے ہم اور تم پیدا نہیں ہوئے تھے۔ تب ہمیں کہا جاتا ہے چپ بیٹھو فرض کفایہ ہے۔

(نعرہ تکبیر: اللہ اکبر)

میرے محترم دوستو! معلوم نہیں جس دن آخری مسلمان کا بھی جنازہ اٹھ جائے گا تب یہ جہاد کہیں جا کر فرض ہوگا؟ معلوم نہیں جب آخری عزت بھی لٹ جائے گی اور کوئی عصمت بھی باقی نہیں رہے گی تب جا کے یہ فرض ہوگا؟ مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک فرض کفایہ کیلئے رب نے قرآن میں سورتوں کی سورتیں کیسے نازل کردیں؟ اور پھر کفایت کہاں ہو رہی ہے؟ کیا چیچنیا میں ہم کافی ہوگئے؟ ایک حوا جیسی بہن کو بم باندھ کے میدان میں آنا پڑا۔ او قرآن کو اپنے سینوں میں لے کے بیٹھنے والو! سوچو تو سہی آخر بہن کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس لئے کہ بھائی مر گئے تھے، بھائی بے غیرت ہوگئے تھے، بھائی تاجر بن گئے تھے، بھائی بزدل ہوگئے تھے، تب وہ بہن بم باندھ کے میدان میں آئی اور دھماکہ کیا۔ ہم نے کہا بہن تیرا شکریہ۔ حالانکہ ہمیں شرم آنی چاہیے تھی ہم چھوٹے چھوٹے مسائل میں لڑ رہے ہیں، ہمارے سینوں میں قرآن ہے اور یہ قرآن ہم پہ لعنتیں بھیجتا ہے۔ بہن نکل گئی اور بھائی اپنے گھروں میں بیٹھے، زمین کے ساتھ چپکے ہوئے۔ آخر کیا ضرورت پڑی تھی، آج اور بہنیں لکھتی ہیں ہم بم حملے کیلئے تیار ہیں، ہم بم حملے کیلئے تیار ہیں، ہماری تشکیل کرو، اس لئے کہ بھائی تو نہیں نکلیں گے ان پر تو ابھی فرض کفایہ ہے۔ ان پر تو ابھی حسن لغیرہ کا بھوت سوار ہے۔ وہ تو اتنے ظالم ہو چکے ہیں کہ نبی زخمی کھڑے ہیں، پتہ نہیں آسمان بھی رو رہا ہوگا، زمین بھی ہل رہی ہوگی، میرے نبی کے دانت ٹوٹے ہوئے ہیں، میرے نبی کے چہرے

سے خون بہہ رہا ہے اور ہمارا مسلمان اپنے منہ سے بڑگر اور پھپھی لگا کے کہتے ہیں نبی تو چھوٹا جہاد کر رہا تھا ہم تو بڑا جہاد کر رہے ہیں۔ تمہاری ہمت کو داد دیتا ہوں۔ لوگو! تمہاری ہمت کو داد دیتا ہوں۔ جس چیز پہ نبی کے شب و روز لگ گئے، جس چیز پہ نبی کی زندگی بار بار موت کے سامنے آئی، میرے نبی کے پیٹ پہ پتھر بندھے، وہی جہاد تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے۔ کچھ خدا کا نام لو، کیا چھوٹائی ہے اس کے اندر؟ کیا کمی ہے اس قربانی کے اندر؟ صحابہ نے تو نبی کو بھی چھوڑ دیا اور قبریں جا کے پتہ نہیں کہاں سے کہاں بنائیں؟ بڑا جہاد اور چھوٹا جہاد اس مقصد کیلئے بزرگوں نے نہیں لکھا تھا جس مقصد کیلئے آج بولا جا رہا ہے۔

علماء اور مجاہدین میں فاصلے بڑھانے کیلئے، جہاد اور علم کو الگ الگ کرنے کیلئے یہ زبان استعمال ہوئی، ورنہ ملا عمر بھی کوئی چھوٹا عالم نہیں، افغانستان کی دھرتی پہ شہید ہونے والے علماء بھی کوئی چھوٹے علماء نہیں تھے۔ آج بھی جو علماء نکلے ہوئے ہیں یہ بھی قرآن و حدیث کو سمجھتے ہیں، ان کی نظروں میں مدارس کی بھی قدر ہے، خانقاہوں کی بھی قدر ہے، تبلیغ کی بھی قدر ہے لیکن خدارا جہاد کو تو اس کا مقام دے دو۔ مسلمانو! جہاد کے ساتھ ظلم والا سلوک بند کر دو۔ مسلمانو! جہاد پر کوڑے برسانا بند کر دو۔ مسلمانو! یہ جہاد رب کا فرمان ہے، یہ جہاد نبی کا طریقہ ہے۔

آج یہ فرض عین، فرض کفایہ کی باتیں ان لوگوں کو گھر میں بٹھا سکتی ہیں جو رب سے ملنا نہیں چاہتے۔ جو دین کے نام پہ قربانی دینا نہیں چاہتے۔ لیکن جس شخص نے سجاد شہید کے جسم پر لگے ہوئے نیل دیکھے ہوں، جس نے ابو جندل کی نوچی ہوئی داڑھی دیکھی ہو، جس نے نصر اللہ منصور کی وہ گھٹنے اور ٹانگیں دیکھی ہوں جو مار کھا کھا کر سیاہ ہو چکی تھیں، اسے یہ باتیں کس طرح روک سکتی ہیں؟ ہماری لاشیں، ہماری آنکھوں کے سامنے رکھی ہیں، ہمارے شہداء کے گلاب جیسے چہرے اور ان کے چہروں پہ لگا ہوا خون ہماری آنکھوں کے سامنے

ہے، ہم انہیں نہیں بھول سکتے، ہمیں یہ باتیں جہاد سے نہیں بٹھا سکتیں۔ اللہ کی قسم! ان شہداء کے راستے پہ چلنا فرض ہے اور اس فرض کو ان شاء اللہ آخری دم تک ادا کرتے رہیں گے۔

وآخر دعوانا أن الحمدلله رب العٰلمين.

رہائی کے بعد کراچی میں پہلی پریس کانفرنس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سب سے پہلے میں مجلس تعاون اسلامی کے چیئرمین حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مجھے اپنی صحافی برادری کے ساتھ ہمکلام ہونے کا موقع عطا فرمایا۔ ان کے بعد میں اپنی صحافی برادری کے ان تمام حضرات کا شکر گذار ہوں جو اس پریس کانفرنس میں تشریف لائے ہیں یا جنہوں نے اپنے نمائندوں کو یہاں بھیجا ہے۔ میں اپنی گفتگو شروع کرنے سے پہلے ان تمام صحافی بھائیوں اور بزرگوں سے معذرت کرتا ہوں جنہیں گذشتہ دنوں مجھ سے ملاقات کرنے کی کوشش میں کچھ تکلیف اٹھانی پڑی۔ میں نہ تو ذرائع ابلاغ سے چھپ رہا تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بات چھپانا تھی لیکن آج ہر وہ مسلمان جو دنیا کے اسلام کے غلبے اور مسلمانوں کے حقوق کی بات کرتا ہے اس پر زمین کو تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس سے آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق چھین لیا جاتا ہے۔ حالانکہ میں بھارت میں قانونی طور پر داخل ہوا تھا اور تقریباً چھ سال بعد مجھے بھارت کے وزیر خارجہ نے خود آکر طالبان حکام کے سپرد کیا یعنی بھارت کے حکمرانوں نے خود مجھے رہا کیا' یوں مجھے غیر قانونی حراست کے بعد قانونی آزادی ملی' مگر اس کے باوجود بھارت کے منفی پروپیگنڈے نے ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کی وجہ سے مجھے اپنی صحافی برادری کے سامنے آنے میں دیر لگی' امید ہے کہ آپ میری معذرت کو قبول فرمائیں گے اور ان مجبوریوں کے خلاف ضرور آواز اٹھائیں گے جن کو مجھ پر اپنے محبوب اور عزیز وطن میں واپس آنے کے باوجود مسلط کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اب میں آپ حضرات کے سامنے چند حقائق کا انکشاف کرنا چاہتا ہوں اور میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ آپ ان ناقابل تردید حقائق کو باریک بینی کے ساتھ

سمجھیں گے۔

① ہائی جیکنگ کے اس معاملے کا سب سے اہم سوال یہ بنایا گیا ہے کہ ہائی جیکر کون تھے؟ اور وہ کہاں گئے؟ معاف کیجئے میرے نزدیک یہ دونوں سوال ثانوی حیثیت رکھتے ہیں جبکہ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ یہ ہائی جیکنگ کیوں ہوئی ہے؟ اور اس اہم ترین سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ بھارت جو خود کو ایک جمہوری ملک قرار دیتا ہے اس نے اپنی جیلوں میں کئی افراد کو سالہا سال سے قید کر رکھا ہے اور ان افراد کی رہائی کے تمام قانونی دروازے بند کر دیئے ہیں۔ میں اس بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں پورے وثوق اور چیلنج کے ساتھ کہہ رہا ہوں اور میں عنقریب اس کے دستاویزی ثبوت بھی پریس کے سامنے لاؤں گا۔ یقیناً آپ کو یہ سن کر حیرانی ہوگی کہ جموں کشمیر کی جیلوں میں بند کئی افراد کو وہاں کی عدالتوں نے رہا کر دیا ہے مگر انڈیا انہیں رہا نہیں کرتا۔ یہ سن کر آپ کو تعجب ہوگا کہ گرفتاری کے پہلے سال میں مجھے اس لئے ٹارچر کا نشانہ بنایا گیا کہ میں نے بطور ایک صحافی اپنی رہائی کیلئے ایک وکیل کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔ کیا بھارت اس بات کا کوئی جواب دے سکتا ہے کہ وہ ساٹھ قیدی جنہیں گذشتہ تین ماہ کے عرصے میں جموں کی ٹاڈا کورٹ نے رہا کر دیا ہے' اب کس جرم کی پاداش میں بند ہیں؟ کیا بھارت یہ بتا سکتا ہے کہ راجوڑی اور نوشہرہ کے تھانوں میں بند وہ افراد جنہیں کئی سال پہلے رہا کرنے کا حکم جاری ہو چکا تھا' اب کس جرم میں بند ہیں؟ خود مجھے پہلے تو کئی سال تک کورٹ میں نہیں لیجایا گیا اور جب کورٹ میں لیجایا گیا تو ٹاڈا کورٹ کے جج نے ۱۶/ نومبر ۱۹۹۹ء کو ایک حکم نامے کے ذریعے مجھے تمام الزامات سے بری قرار دے کر رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا مگر مجھے انڈین حکام کی طرف سے کہا گیا کہ تم رہائی کا خواب تک نہ دیکھنا' یہ عدالتی کارروائی تو محض ایک تماشہ ہے۔ چونکہ جیلوں میں بند قیدیوں کیلئے رہائی کے تمام دروازے مسدود کر دیئے گئے ہیں' اس لئے بھارت کی اس غیر قانونی دہشت گردی کے خلاف بعض ایسے اقدامات ہوتے ہیں جنہیں پوری دنیا دہشت گردی قرار

دیتی ہے مگر میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر جیلوں میں بند ان قیدیوں کی رہائی کا اور کیا ذریعہ ہے؟ اور دنیا نے اس سلسلے میں بھارت پر کیا دباؤ ڈالا ہے؟ کیا دنیا یہ چاہتی ہے کہ وہ قیدی ہنسی خوشی جیلوں میں سڑتے رہیں اور ہر طرح کا تشدد سہتے رہیں؟

۴ ہائی جیکنگ کے اس معاملے کا ایک اہم پہلو مسئلہ کشمیر ہے' بھارت نے کشمیر میں جو دہشت گردی شروع کر رکھی ہے اور جس طرح سے اس نے کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کا استحصال کیا ہے' اس کا کوئی بھی رد عمل کسی بھی وقت کسی بھی جگہ ہو سکتا ہے۔ دنیا کے تمام مہذب ممالک کو چاہئے کہ وہ اس مسئلے کو حل کرائیں ورنہ ہائی جیکنگ جیسے معاملات پر واویلا کرنا چھوڑ دیں۔ ہائی جیکروں نے ہوائی جہاز میں کسی عورت کی طرف نگاہ غلط تک نہیں اٹھائی جبکہ کشمیر میں تو انڈین فورسز آئے دن وہاں کی عصمت مآب ماؤں بہنوں کی بے حرمتی کرتی رہتی ہیں۔ تھوڑا سا غور کیجئے وہ ظلم زیادہ سنگین ہے یا یہ؟ وہ حرکت زیادہ قابل مذمت ہے یا یہ؟ انڈیا کو چاہئے کہ جموں و کشمیر کی جیلوں میں بند تمام قیدیوں کو فی الفور رہا کر دے اور اپنی تمام فورسز کو کشمیر سے واپس بلالے اور پاکستان سے مذاکرات کر کے اس مسئلے کو حل کرے جس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ میری پاکستان حکومت سے بھی پرزور اپیل ہے کہ وہ اپنے اس حالیہ موقف پر شدت سے قائم رہے کہ جب تک انڈیا کشمیر کے مسئلے کو حل نہیں کرتا' اس وقت تک اس سے دال چینی یا آلو ٹماٹر کے موضوع پر کوئی بات نہ کی جائے۔ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے اور وہاں کے لوگوں کی جان اور عزت پاکستانیوں کو چینی اور آلو سے زیادہ عزیز ہونی چاہئے۔ میں جناب جنرل پرویز مشرف صاحب کے اس بیان کا خیر مقدم کرتا ہوں جس میں انہوں نے بھارت کے ساتھ مذاکرات کو مسئلہ کشمیر کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ چونکہ یہ پالیسی ملکی سلامتی کے لئے ناگزیر ہے اس لئے اس میں ذرہ برابر لچک پیدا نہیں ہونی چاہئے۔ بھارت اگر خطے میں امن چاہتا ہے اور اپنی عوام کی فلاح و بہبود چاہتا ہے تو اسے مذاکرات کیلئے خود پہل کرنی چاہئے۔

۴ ہائی جیکر کون تھے؟ اس کے بارے میں میری معلومات یہ ہیں کہ یہ تمام پانچوں افراد بھارتی شہری تھے اور وہ جذبہ جہاد سے معمور گمنام مجاہد تھے جنہوں نے بھارت کے مظالم سے بے چین ہو کر یہ قدم اٹھایا۔ چنانچہ میں عالمی اور ملکی ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے بھارت کو یہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اغوا شدہ جہاز کی اس پرواز کے تمام ریکارڈ کو سامنے لائے جس پرواز کے دوران یہ جہاز اغوا ہوا ہے۔ اگر بھارت نے یہ ثابت کر دیا کہ اس جہاز پر کوئی بھی ایک پاکستانی باشندہ سوار تھا تو ہم اس کے تمام الزامات کو درست مان لیں گے۔ بھارت میں جھوٹ کی عملداری ہے اور ان کے اعلیٰ حکام بھی جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کرتے۔ وہاں تو اگر طاعون (پلیگ) کا مرض پھیل جائے تو یہ کہا جاتا ہے کہ طاعون زدہ چوہے آئی ایس آئی نے بھجوائے تھے۔ بھارت کے تمام اخبارات میں اوسطاً روزانہ پانچ خبریں آئی ایس آئی اور پاکستان کی مبینہ سازشوں کے بارے میں ہوتی ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے تو پھر بھارت کی فوج اور اس کی ایجنسیاں کیا کرتی ہیں؟ میں نہایت وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہائی جیکنگ کے اس معاملے میں پاکستان کا ملوث ہونا تو درکنار یہاں اس کا کسی کو علم بھی نہیں تھا لیکن میں یہ بھی کہتا ہوں کہ بھارت ایک دہشت گرد ملک ہے جس کے سات صوبوں میں اس وقت جنگ اور تشدد جاری ہے اور دیگر کئی صوبے اندرونی خانہ جنگی کا شکار ہیں۔ چنانچہ اگر ہم لوگ بھارت کو اپنی صفائیاں پیش کرتے رہیں گے تو یہ زیادہ سر پر چڑھتا جائے گا۔ چونکہ بھارت مسلمہ طور پر ایک دہشت گرد ملک ہے اور اس نے وطن عزیز پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے میں اہم کردار نبھایا ہے' اس لئے اس کے کسی الزام کو قابل توجہ نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس کی صفائی میں کچھ کہا جائے۔ پاکستان اس پورے معاملے میں بالکل صاف ہے اور اگر بھارت کے پاس کوئی ثبوت ہے تو وہ اسے پیش کرے۔

والسلام

افکارِ دلپذیر

اظہارِ خیال

بھارتی افواج کی صفوں میں تہلکہ مچادینے والی شخصیت

مشتاق احمد زرگر

☆ مشتاق زرگر کے بارے میں پوچھا تھا کہ ان کا کیا ماضی ہے اور ان کا تعارف کیا ہے؟

ج: ان کا پورا نام مشتاق احمد زرگر ہے۔ ان کا تعلق کشمیر کی تحریک کے ان لوگوں سے ہے جو جہاد کشمیر کے بانی کہلاتے ہیں۔ ابتداء میں تو انہوں نے مختلف تنظیموں میں عسکری سرگرمیاں سرانجام دیں' بعد میں انہوں نے اپنی تنظیم بنائی۔ ایک زمانے میں یہ بہت طاقتور تنظیم تھی کشمیر میں۔ اور مشتاق زرگر جنہیں مشتاق لٹرم بھی کہتے تھے ان کا نام انڈیا آرمی کے لئے دہشت کا نشان بنا ہوا تھا اور کشمیر کے عوام میں ان کی عسکری قوت اور ان کی جو انڈیا آرمی پر دہشت ہے اس کے بارے میں طرح طرح کے قصے اور کہانیاں مشہور تھیں۔ یہ اس دوران کئی بار پاکستان بھی آئے تھے اور یہاں سے اپنے مجاہدین کے گروپ لے کر جاتے تھے۔ اور کشمیر کے اندر بھی ان کے بہت زیادہ کیمپ تھے۔ اور مجاہدین کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ انہوں نے کئی بار جیلوں سے اپنے قیدی چھڑانے کیلئے بھی وہاں پر کئی کارروائیاں کیں جس میں انہیں کامیابی بھی ملی تھی۔ ۱۹۹۲ء میں انڈیا آرمی' B.S.F نے ایک جگہ چھاپہ مار کے انہیں گرفتار کرلیا۔ بی۔ ایس۔ ایف نے انہیں گرفتار کیا تو بہت زیادہ خوشیاں منائی گئیں۔ اس وقت اس سانحہ سے مجاہدین میں بہت زیادہ افراتفری پھیلی تھی۔ گرفتاری کے فوراً بعد انہیں ہیلی کاپٹر میں بٹھا کر مختلف عقوبت خانوں میں لے جایا گیا۔ اور جتنے بھی وہاں اسیر لیڈر ہیں ان میں سب سے زیادہ تشدد غالباً ان ہی پر ہوا ہے۔ کئی تو ایسے ہیں جو دوران تشدد شہید ہو گئے ہیں۔ جو زندہ بچے ہیں ان میں غالباً امکان اسی بات کا ہے کہ سب سے زیادہ تشدد ان ہی پر ہوا ہے۔ اور اس وقت کے جو گورنر تھے جموں

کشمیر کے انہوں نے انہیں بلا کر کہا کہ آپ اپنے مجاہدین کو سرنڈر کردیں سپردگی کے لئے' تو انہوں نے وہ پلیٹ جس میں کھانے کے لئے کچھ رکھا تھا' اٹھا کر اس کو ماردی۔ اس پر وہاں سے پھر ان کو لایا گیا اور اس کے بعد بہت زیادہ تشدد کیا گیا۔ اس کے بعد سے مجاہدین ان کی زندگی سے تقریباً مایوس ہو گئے تھے۔ پھر ۱۹۹۲ء میں ان کے مجاہدین نے انہیں چھڑانے کے لئے کئی کوششیں کیں۔ انکشی کمار سینا نام کا ایک سابق M.N.A تھا بہار اسمبلی کا' اس کا اغواء کیا تھا اور تقریباً ایک سال تک اس کو مجاہدین نے اپنے پاس رکھا۔ اس دوران جب اس کی بیوی نے کافی شور شرابا کیا اور خود کو جلانے لگی تو انڈیا گورنمنٹ ان کو چھوڑنے پر مجبور بھی ہو گئی تھی لیکن وہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔ اخبارات میں یہ خبر بھی چھپی ہے کہ کپل دیو کو بھی ان کے کچھ ساتھی انہیں چھڑانے کے لئے اٹھا رہے تھے جو مشہور کھلاڑی ہے لیکن بوجوہ اس میں بھی ان کو کامیابی نہیں ملی تھی۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے نہ تو کبھی حکومت کے ساتھ کوئی بات کی ہے اور نہ ہی ان کا جو نظریہ ہے کہ کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق کیا جائے' اس میں انہوں نے کبھی کوئی لچک لائی ہے اور نہ ہی انہوں نے سیاست میں آنے کی بات کی ہے۔ بلکہ جہاں بھی ان کو بات کرنے کا موقع ملا تو یہی کہتے رہے کہ مسلح جہاد کے ذریعے سے ہم اس مسئلے کو حل کریں گے۔ سیاسی طور پر جو کشمیر کی ایک معروف پارٹی ہے جس کی قیادت میرواعظ مولوی عمر فاروق کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ان کا تعلق کسی زمانے میں رہا ہے۔ ان کی تنظیم کافی طاقتور تنظیم تھی۔ فی الحال ان دنوں ان کے چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے راستہ بنایا۔ چونکہ کشمیر کے مجاہدین میں کافی مقبول ہیں غالباً ان کا بھی نام ان مجاہدین نے دیا جو اس کام میں شریک تھے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ کشمیری ہیں مقبوضہ کشمیر وغیرہ کے جنہوں نے یہ کام کیا ہے کیونکہ ان ہی میں یہ زیادہ مقبول تھے۔ یہاں پاکستان میں ان کا تعارف اتنا زیادہ نہیں تھا۔

☆ ان کی رہائی سے جہاد کشمیر پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ج: کشمیر میں مقبوضہ کشمیر کی جو عوام ہے' وہ شخصیات کا بہت زیادہ احترام کرتی ہے اور ان میں کوئی شخصیت اگر موجود ہو جس کو وہ پسند کرتے ہوں تو اس کے گرد جمع ہوتے ہیں اگر وہ شخصیت پیچھے ہٹ جائے تو بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ دیگر علاقوں کی بنسبت کشمیر میں شخصیتوں کی قدر اور ان سے وابستگی زیادہ ہوتی ہے' اس لئے میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اگر کسی طرح کے باہمی تنازعات میں ان کو نہ الجھایا گیا اور کشمیر کی عسکریت کے لئے یہ استعمال ہوئے تو چند دن بعد سرینگر کی حالت بدل جائے گی۔ اور جو وہاں یہ بات کہی جارہی ہے کہ ان تین آدمیوں کی رہائی سے کشمیر کی عسکریت میں فرق پڑے گا' اس کا زیادہ تعلق سرینگر کے حلقے سے ہے۔ وہ خود سرینگر کے رہنے والے ہیں۔ اور وہاں جو جامع مسجد کا حلقہ کہلاتا ہے سرینگر میں اور عوامی رابطہ کمیٹی تنظیم سے منسلک جو لوگ ہیں نیز وہ نوجوان جو ان کی تنظیم سے وابستہ تھے اور بکھر کے انڈیا کے مختلف علاقوں میں آج کل کاروبار کرتے ہیں یا دوسرے ملکوں میں چلے گئے ہیں' وہ بھی سب واپس آجائیں گے۔ ایک زمانے میں ان کی تنظیم کی کشمیر میں اپنی سواریاں تھیں۔ حالانکہ وہاں جہاد کے دوران سواری رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن ان کی تنظیم کے موٹرسائیکل اور گاڑیاں ابھی تک چلتی تھیں۔ اس لئے ایسا لگتا ہے کہ کشمیر کی تحریک کو عسکری طور پر اس کا بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا اور خصوصاً سرینگر جس کی فوجی پلاننگ اسرائیل سے کروائی جاتی ہے' وہاں عسکریت کے اعتبار سے قوت دکھائی جاسکتی ہے۔

☆ آپ کے ساتھ انہوں نے وقت گذارا ہے؟

ج: جی ہاں میرے ساتھ انہوں نے تہاڑ جیل میں ساتھ وقت گذارا اور کافی عرصہ ہم اکٹھے رہے۔ اور ایک دوسرے کو اپنی بات سنانے کا اور تبادلہ خیال کا کافی موقع ملتا رہا۔ شروع میں اگرچہ جیل حکام نے تو بالکل اکٹھا نہیں رہنے دیا لیکن درمیان میں ایک دیوار کا فاصلہ تھا۔ اس دیوار میں ایک نالی تھی جس کے ذریعے ہم تفصیلی گفتگو

کرلیا کرتے تھے' تبادلہ خیالات کرتے تھے۔ اس کے چند ماہ کے بعد وہ دیوار کا فاصلہ بھی ہٹ گیا' ان دنوں آپس میں زیادہ تعلق رہا' کافی محبت کا رشتہ استوار ہوگیا۔ اس کے بعد کشمیر میں مجاہدین کی رہائی کے سلسلے میں کچھ ایسی کوششیں ہوئیں جن کے بعد ہمیں الگ کردیا گیا لیکن جب کوٹ بھلوال جیل میں واپسی ہوئی تو وہاں ہم ایک ہی جیل میں تھے بعض وقت یہ بیمار ہوجاتے تھے تو جیل کے حکام سے کہتے تھے کہ میں نے مولانا سے دم کرانا ہے تو اس طرح ان سے بھی ملاقات ہوجاتی تھی۔ میرے علاوہ سجاد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کا تعلق بہت برادرانہ و مخلصانہ اور بہت زیادہ بے تکلفی اور عقیدت پر مبنی تھا۔ سجاد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ کے مطابق ان کا نکلنا کشمیر کی عسکریت کے لئے مفید تھا اور ان کے نظریئے کے مطابق سجاد شہید رحمہ اللہ کا نکلنا کشمیر کی عسکریت کے لئے مفید تھا۔ دونوں اس کوشش میں ہوتے تھے کہ دونوں نکلیں یا کم از کم ایک نکلے۔ کشمیر میں عسکریت چھوڑ کر ہر کوئی سیاست کی طرف متوجہ ہو رہا تھا اور افراد کو خریدنے کی کوشش کی جارہی تھی' اس پر سجاد شہید اکثر یہ کہا کرتے تھے کہ مشتاق جیسا آدمی اگر باہر چلا جائے تو یہ رجحان بند ہوجائے گا۔ انہوں نے کئی بار ان کے بارے میں یہ بات کہی۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ وہ شہید ہوگئے' اپنے مقام تک پہنچ گئے' لیکن ان کی یہ تمنا بہرحال اللہ تعالی نے پوری کردی ہے۔ یقیناً ان کی روح کو اس سے خوشی ہوئی ہوگی۔ اللہ تعالی ان کو خبر پہنچائے کہ مشتاق زرگر پھر میدان میں آگئے ہیں۔ اور میں مشتاق صاحب سے بھی اس وقت عرض کرتا ہوں کہ اب وہ سجاد صاحب کی خواہش اور تمنا کے مطابق وہ کردار ادا کریں جس کی شہید ان سے توقع کرتے تھے' تمنا رکھتے تھے۔

اس زمانے میں انڈیا کی بزدل فورس میں مشہور تھا کہ چھوٹے بچے ان کو آکر کہتے تھے مشتاق آرہا ہے گن لے کے' تو اکثر وہ اپنی پوزیشنیں بدل دیتے تھے' بھاگ جاتے تھے' وہاں سے کہیں اور چلے جاتے تھے۔ اسی طرح یہ بھی مشہور تھا کہ جو لوگ حکومت کے ساتھ مل جاتے ہیں' اسلام چھوڑ کے کفر اختیار کرتے ہیں یعنی مخبری وغیرہ کرتے ہیں' ان کے ساتھ ان کا معاملہ کچھ شدت والا تھا جس کی وجہ سے

جبری د، بحران وہاں کم ہو گیا تھا۔ اس میں پھر کئی قصے مشہور ہیں اور قتل کی جو تعداد ہے انہوں نے فورسیز کو یا مخبروں کو مارا ہے' وہ بھی بہت زیادہ سننے میں آئی ہے۔ حتمی تعداد کا علم نہیں ہو سکتا اس لئے میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔ البتہ مجھے ان کی دو چیزوں سے زیادہ فائدہ نظر آتا ہے' ایک تو یہ مجاہدین کا بہت خیال رکھتے ہیں یہاں تک کہ گائیڈوں پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ کئی دفعہ گائیڈ دو طرف کام کرنے والے ہوتے ہیں' ان کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے۔ یہ گائیڈوں پر اعتماد کرنے کی بجائے خود ہی گروپ لے کر جاتے تھے۔ خود اپنے ساتھیوں کو ان کی جگہوں پر پہنچاتے تھے۔ ایک تو یہ بہت بڑی خصوصیت ہے جو کہ اگر قائم رہی تو تحریک کو فائدہ پہنچے گا۔ دوسری خصوصیت ان کی یہ ہے کہ ان کی عسکریت پسند ان کی شخصیت کے گرد جمع رہتے ہیں۔ کشمیر کے جو مجاہدین ان کی گرفتاری کی وجہ سے جہاد چھوڑ کر بیٹھ گئے ہیں یا دور دور ہیں' وہ دوبارہ آجائیں گے اور لڑیں گے' اس سے تحریک کو ایک اچھا رخ ملے گا۔ ان دنوں جب انڈیا آخری دھکے کے انتظار میں ہے ان کی رہائی ایک نیک فال ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو فاروق عبداللہ ہے اور اس کی جو نیشنل کانفرنس ہے' ان کا ان کے ساتھ ذاتی عناد اور دشمنی کا معاملہ ہے۔ شروع سے ہی سرینگر میں دو پارٹیاں ہیں: ایک شیر پارٹی کہلاتی ہے ایک بکرا پارٹی۔ شیر پارٹی نیشنل کانفرنس اور انڈیا نواز لوگ ہیں اور جو بکرا پارٹی ہے یہ لوگ پاکستان نواز ہیں۔ شیر اور بکری الیکشن کے نشانات تھے کسی زمانے میں جس کے بعد یہ ان ناموں سے مشہور ہو گئے۔ تو بدقسمتی سے شیر پارٹی کی حکومت کشمیر میں بنی ہوئی ہے وہ اپنا نمبر اول دشمن مشتاق زرگر کو سمجھتے ہیں' اس لئے کہ جو بکرا پارٹی کے لوگ تھے وہ ان کو اپنا ایک سیاسی لیڈر اور ایک عسکری لیڈر سمجھتے ہیں۔ شاید آپ کو یہ بھی پتا ہو کہ یہ واحد لیڈر ہے جس کو گرفتاری کے بعد بھی کشمیر والوں نے نہیں بھلایا اور ان کی زندگی میں ہر سال ان کا یوم گرفتاری منایا جاتا ہے۔ اور اس میں باقاعدہ ہڑتال ہوتی ہے۔ یہ بھی جیل سے یہی پیغام جاری کرتے تھے کہ میں نکل کر پھر آپ لوگوں کے درمیان آؤں گا اور جب تک کشمیر آزاد نہیں ہوتا انڈیا کے ساتھ جنگ کروں گا۔

افغانستان عراق نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمائندہ قندھار: مسلمانوں میں آپس میں اختلاف و انتشار کے کیا اسباب ہیں اور ان میں اتحاد کس طرح ہو سکتا ہے؟

امیر جیش: اس وقت کافروں نے مسلمانوں کے خلاف جو جال پھیلائے ہوئے ہیں ان کی پہلی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں آپس میں اتحاد نہ رہے۔ لیکن حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا' جب اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں گی اور ایک دوسرے کو مسلمانوں کے کھانے کیلئے اس طرح بلائیں گی' جس طرح دسترخوان پر ایک دوسرے کو کھانے کیلئے بلایا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب کسی چیز کو کھایا جاتا ہے تو پہلے اسے کاٹا جاتا ہے' توڑا جاتا ہے' تو کافروں نے سب سے پہلے ہماری مرکزیت ختم کی کہ مسلمانوں کا کوئی مرکز نہ رہے' چھوٹے چھوٹے علاقوں میں بٹ جائیں۔ پھر زبانوں کی بنیاد پر تفرقہ پیدا کیا' یہ فلاں زبان بولنے والا ہے' یہ فلاں زبان بولنے والا ہے۔ پھر قوموں کے درمیان تفرقے پیدا کئے کہ یہ فلاں قوم کا ہے' یہ فلاں قوم کا ہے۔ پھر مسلکوں کے درمیان تنازعات پیدا کئے' پھر مذہبی طور پر تفرقہ بازی پیدا کی۔ طرح طرح کے جھوٹے نبی کھڑے کئے' ملحدین کھڑے کئے' مبتدعین کھڑے کئے' جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان مذہبی فرقہ واریت کو ہوا دی۔ تو یہ سارے عوامل ہیں۔ ان میں سب سے بڑا عامل یہ ہے کہ جب تک کفر طاقتور رہے گا اور مسلمان بغیر مرکز کے رہیں گے اس وقت تک کبھی بھی مسلمانوں میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دو کام کرنے چاہئیں' ایک تو مسلمانوں کو اپنا ایک مرکز بنانا چاہئے' اس کو مضبوط کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے شہداء کے خون کی برکت سے یہ مرکز نصیب فرمایا جس کو سارے مسلمان مل کر مضبوط کریں امارت اسلامیہ افغانستان۔ اور دوسرا جو ہے کافروں کی قوت و شوکت کو جہاد

کے ذریعہ سے کمزور کیا جائے' جتنا انہیں کمزور کیا جائے گا اتنا یہ ہمارے اندر نہیں گھس سکیں گے اور سازشیں نہیں کرسکیں گے اور ان کو دیکھ کر مسلمان گمراہ نہیں ہوں گے اور آپس میں تفرقے کے اندر مبتلا نہیں ہوں گے۔

نمائندۂ قندھار : جہاد اور علم کیلئے کون سے اصول ہونے چاہئیں جن اصولوں کی بنیاد پر یہ کام کریں ؟

امیر جیش : جہاد کی کامیابی کیلئے سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ جہاد ایک امیر کی قیادت میں شرعی اصولوں کے مطابق کیا جائے۔ اسلام کی حفاظت کیلئے جہاد کی اور جہاد کی حفاظت کیلئے اتحاد کی اور اتحاد کی بقا کیلئے ایک امیر کی اطاعت کی ضرورت ہے' اس کے بغیر جہاد کبھی بھی قوت نہیں پکڑ سکتا۔ اسی طرح جہاد کی کامیابی کیلئے ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ الحرب خدعة ہر نئے دن اپنی حکمت عملی پر غور کرنا چاہئے اور مختلف طریقوں سے دشمن پر وار کرنا چاہئے اور جہاد کا سب سے اہم اصول "فقاتلوا أئمة الکفر" ہے اس اصول کو اپنا کر اپنے کام کو آگے بڑھانا چاہئے۔ اس میں بہت ساری تفصیلات ہیں' میں نے اشارتاً بنیادی باتیں عرض کی ہیں۔

علم کے بنیادی اصولوں میں سے "إنما العلم بالتعلم" علم کا تعلق تعلّم سے ہے۔ علم کو تعلّم کے طور پہ علماء سے سیکھا جائے۔ جو علم اپنے مطالعہ سے یا اپنے ذہن کی کوشش سے آدمی حاصل کرتا ہے اکثر اس میں گمراہ ہوتا ہے۔ اپنے علماء سے پڑھ کر پہلے اپنے اندر استعداد پیدا کی جائے اور تعلّم کے ذریعہ سے اس علم کو لیا جائے۔ اس کے بعد پھر مطالعہ وغیرہ کیا جائے تو مزید تحقیقات میں آدمی آگے بڑھے۔ علم کیلئے ان دو چیزوں کی ضرورت ہے : ایک عمل کی اور ایک تقوے کی' جب تک یہ دونوں چیزیں نہیں ہوں گی تو علم نافع نہیں بن سکتا' بلکہ وہ علم نقصان دہ ہوگا خود اپنے لئے بھی اور دوسروں کیلئے بھی۔

نمائندۂ قندھار : کفار جو مسلمانوں کے خلاف پلان بنا رہے ہیں' سازشیں کررہے ہیں' وہ کس حد تک اور کیا کیا پلان بنا رہے ہیں ؟

امیر جیش : شاید اگر یہ لفظ کہا جائے کہ کفار کی سازشیں اور ان کے خطرناک ارادے مسلمانوں کے خلاف اس وقت اپنے عروج پر ہیں تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ لیکن ساتھ یہ بات بھی ماننا پڑے گی کہ انہیں الحمدللہ! ناکامی ضرور ہے۔ جتنی محنتیں وہ کرتے رہیں کچھ عرصے کے بعد ان محنتوں کے الٹے نتائج ان کے سامنے آنا شروع ہوجاتے ہیں۔ انہوں نے ایسے ادارے بنائے اور پوری دنیا کو ایک ایسے نظام کے اندر جکڑا' جس میں اسلام کیلئے جگہ ہی نہیں تھی اور پوری دنیا پر ایک ایسا نظام نافذ کیا جس میں مسلمان کی عزت' اس کا دین' اس کا ایمان محفوظ ہی نہیں تھا اور وہ مطمئن ہوچکے تھے کہ اب اس نظام سے باہر کوئی نہیں نکل سکے گا۔ لیکن اللہ رب العالمین نے ان کی سازشوں کو ناکام کیا اور شہداء کی برکت سے اس نظام کے مقابلے میں وہ نظام آیا ہے جس نظام میں اسلام کیلئے بہت عزت ہے' مسلمان کیلئے بہت جگہ ہے اور بہت مقام ہے۔ کافروں کی سازشوں کا سارا محور اسی بات پر ہے کہ مسلمان' مسلمان نہ رہے' وہ کفر کو اختیار کرلے اور اگرچہ اسلام کا نام اس کے ساتھ لگا رہے۔ لیکن وہ اسلام کیلئے لڑنے والا' اسلام کیلئے جان دینے والا' نہ بنے۔ چنانچہ اسلامی بنیاد پرستی کے نام سے جو شور مچایا جارہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کمزور ہو۔ تو کافر اسلامی قوت کے مخالف ہیں' جہاں بھی اسلامی قوت انہیں نظر آئے گی اس کو توڑنے کی وہ پوری کوشش کریں گے اور اسے ختم کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ باقاعدہ انہوں نے ایسے ادارے قائم کئے ہیں جو فلمیں بناتے ہیں' اپنے مستقبل کے عزائم کے بارے میں مثلاً کعبہ کو وہ کیسے گرائیں گے ؟ مسجد نبوی کو کیسے گرائیں گے ؟ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو بازاروں میں لاکر جانوروں کی طرح کس طرح سے فروخت کیا جائے گا؟ یہ ساری چیزیں وہ کرتے ہیں۔ لیکن یریدون لیطفئوا نورا اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہ۔ کے مصداق جہاد اور شہداء کی برکت سے ؟ ان سب کی تدبیریں الٹی ہوگئی ہیں۔ آئے دن اگرچہ ان کی سازشیں بظاہر تیز نظر آرہی ہیں' ان کا شور بہت لگ رہا ہے۔ لیکن مسلمان بہت مضبوط اور محفوظ

ہوتے جارہے ہیں۔ اگر وہ جہاد کے راستے پر چلتے رہے تو ان شاء اللہ دُشمن انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس وقت جو کافروں کا ظاہری اتحاد ہے اور ان کا ظاہری شور شرابا ہے یہ ان کی قوت نہیں ہے' یہ ان کی بوکھلاہٹ ہے۔ جب کوئی آدمی بہت زیادہ پریشان ہو کر چیختا ہے تو بعض دفعہ سننے والے سمجھتے ہیں کہ بہت طاقت سے چیخ رہا ہے۔ وہ طاقت سے نہیں' درد سے چیخ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت کافر جو کچھ کررہے ہیں یہ درد اور تکلیف کی وجہ سے کررہے ہیں۔ ہمارے جو کمزور دل مُسلمان ہیں وہ ڈر رہے ہیں کہ وہ آرہے ہیں۔ حالانکہ گھبرانے کا وقت نہیں ہے بلکہ دشمن کی موت کا وقت ہے اور ختم ہونے کا وقت ہے۔ ہمیں چاہئے کہ جس طرح حضرات صحابہ کرام کو بتایا جاتا تھا کہ "إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم." لوگ تمہارے خلاف طاقت جمع کررہے ہیں' تیاری کررہے ہیں' سازشیں کررہے ہیں' تم ڈر جاؤ' تو صحابہ کہتے تھے: "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" "اللہ ہمارے لئے کافی ہے ہمیں بھی کہنا چاہئے موجودہ سازشوں کے مقابلے میں کہ "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" "اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہی ہمارا وکیل ہے اور وہی ہمارا کفیل ہے۔"

نمایندۂ قندھار: چیچنیا والے مُسلمانوں کی مظلومیت اور رُوس کی دہشت گردی' وحشیانہ بمباری وغیرہ کے بارے میں آپ کچھ فرمائیں گے۔

امیر جیش: یہ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ آج دنیا میں انسانی اور بشری حقوق کی بات کی جاتی ہے۔ لیکن انسانی اور بشری حقوق کی بات کرنے والے خود نہ انسانیت کو جانتے ہیں اور نہ بشری حقوق کو جانتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی کوئی سیاسی کھیل کھیلنا ہوتا ہے' اس سیاسی کھیل کے پس منظر میں انہیں اگر کسی کو ذبح کرنا پڑے تو انہیں سب سے کوئی سستا مال اس میں نظر آتا ہے تو وہ مُسلمان نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ مُسلمانوں کے پاس کوئی مرکز نہیں ہے' وہ ملکوں میں' قوموں میں تقسیم ہوچکے ہیں اور کوئی طاقتور اور مضبوط مرکز جس میں وہ پناہ لے سکیں' نہ ہونے کی وجہ سے ہر جگہ وہ لاوارث ہیں' یتیم ہیں' جو ان کے ساتھ جو چاہے کرے۔

رُوس میں قریب تھا کہ انقلاب آجاتا۔ وہاں پر جو لوگوں میں بھوک افلاس اور طرح طرح کی پریشانیاں تھیں ان کی وجہ سے قریب تھا کہ ان کا سیٹ اپ تبدیل ہوجاتا تو اس کو روکنے کیلئے اور اپنے اس سیٹ اپ کو جو کیمونزم کی ایک بدترین شکل ہے' ظاہری طور پر جمہوریت ہے۔ لیکن ظلم کیمونسٹوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس سیٹ اپ کو بچانے کیلئے امریکا نے صدر بورس یلین کو حکم دیا اور اس نے فوراً چیچنیا کے مُسلمانوں کا خون بہانا شروع کیا اور تاثر یہ دیا کہ ہم رُوس کی حفاظت کیلئے سب کچھ کررہے ہیں تاکہ رُوس کے لوگوں کے ووٹ انہیں مل جائیں۔ عنقریب وہاں صدارت کے الیکشن ہیں اور بورس یلین نے اپنے نمایندے کو کھڑا کیا اور عوام کی حمایت حاصل کرنے کیلئے چیچنیا میں جارحیت شروع کردی تو بہرحال اگر امریکی صدر کلنٹن کسی عورت کے ساتھ پکڑا جاتا ہے' اسے اپنی بدنامی سے بچنا ہوتا ہے تو وہ افغانستان پر میزائل مار کر لوگوں کی توجہ ادھر مبذول کردیتا ہے۔ اگر بورس یلین یا اس کے حواریوں کی حکومت کو خطرہ ہوتا ہے تو چیچنیا کے مُسلمانوں کو ذبح کرکے اپنی مشکل دور کرتے ہیں۔ مُسلمانوں کو سوچنا چاہئے کہ کب تک وہ ایک امیر اور ایک قیادت کے نہ ہونے کی وجہ سے ذلیل ہوتے رہیں گے۔ مُسلمانوں کو چاہئے کہ جو مرکز اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیا ہے اس کو اتنا مضبوط کریں اور اس کے گرد اتنی قوت سے جمع ہوجائیں کہ کل مُسلمانوں میں سے کسی پر بھی کوئی ٹیڑھی نگاہ سے نہ دیکھ سکے اور دور دراز کے علاقوں کے مُسلمانوں کی جانیں مال اور عزت محفوظ ہو۔

نمایندۂ قندھار: کشمیر کے جہاد میں چونکہ آپ عملاً شریک ہیں' آپ کی تنظیم وہاں شرکت کررہی ہے تو اس بارے میں آپ ہمیں کچھ معلومات فراہم کریں۔

امیر جیش: کشمیر کی جہادی تحریک الحمدللہ بہت اچھے طریقے سے جاری ہے اور مجاہدین کا ارادہ ہے کہ اس تحریک کو ایک نیا رُخ اور نیا عزم دیں گے۔ اس جنگ کو انڈیا کے اندر تک ان شاء اللہ منتقل کریں گے۔ سیاسی چالبازی کے دسترخوانوں پر کشمیر کے مسئلے کو بیچنے کی بار بار کوشش کی گئی۔ پاکستان کی سابقہ حکومت نے بھی

کشمیر کا مسئلہ بیچنے اور شہداء کے خون سے غداری کرنے کی کوشش کی چنانچہ وہ اپنے
بدترین انجام کو پہنچ گئی۔ اب الحمدللہ وہاں مجاہدین کا مورال بلند ہے‘ ان کے حوصلے
بلند ہیں۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ساتھیوں میں جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
تعلق رکھنے والے ایک نوجوان آفاق احمد شہید نے پہلی بار اس پورے خطے میں
قربانی کی ایک نئی نظیر اور مثال قائم کی ہے۔ اس نے اپنی گاڑی میں بارود بھر کے
سرینگر کے فوجی ہیڈ کوارٹر میں جاکر خود دھماکہ کیا‘ جس میں خود بھی شہید ہوگیا۔ دشمن
کو شدید نقصان پہنچایا اور پوری دنیا کے اسلام دشمنوں کو ایک نئے خوف میں مبتلا
کردیا ہے اور مجاہدین کو اشارہ دیا ہے کہ وہ مسائل جو سالہا سال سے حل نہیں ہو
رہے‘ انہیں حل کرنا ہے تو اس راستے کو اختیار کرو۔ تو الحمدللہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے
بہت اچھی اُمیدیں ہیں‘ ایسے جہاد کا جاری رہنا ایک بہت بڑی بات ہے‘ ایک بہت
بڑا اصول یہ ہے کہ جہاد جہاں کہیں بھی ہوتا ہے‘ اپنے نتائج وہ خود حاصل کرلیتا
ہے۔ وہ اس بارے میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

نمائندۂ قندھار: یہ افغانستان پر جو اقوام متحدہ کی طرف سے کچھ پابندیاں لگادی گئی
ہیں‘ اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

امیر جیش: ساری دنیا کی طرف سے افغانستان کے ساتھ جتنے بھی مظالم ہو رہے
ہیں‘ میرا اپنا نظریہ یہ ہے کہ یہ مظالم صرف افغانستان کے ساتھ نہیں ہیں‘ یہ اُمت
مسلمہ کے ساتھ ہیں۔ افغانستان اُمت مسلمہ کا مرکز ہے اور اسے یہ جو سزا دی
جارہی ہے‘ اسلام پر عمل کرنے اور اسلام کو نافذ کرنے کے جرم میں دی جارہی ہے۔
اور اسامہ بن لادن کا تو محض ایک بہانہ ہے‘ اصل میں تو ان کو تکلیف حضرت
امیرالمؤمنین‘ ان کی جرأت مندانہ اسلامی پالیسیوں اور افغانستان کے اسلامی تشخص
سے ہے۔ اگر آج اُسامہ کا مسئلہ کسی طرح سے ان کی نظروں سے ہٹ بھی جائے تو
وہ بیس اور بہانے بنا کر امارت اسلامیہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے اور
اس سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے‘ جتنا کچھ انہوں نے کرلیا۔ یہاں پر جو اقتصادی

پابندیاں لگی ہیں اور یہاں کے عوام کو جو براہ راست تکلیف پہنچانے کی کوشش کی
جارہی ہے‘ اس سے زیادہ وہ اور کیا کریں گے؟ لیکن میں ایک بات ساری دنیا کو
واضح طور پر بتانا چاہتا ہوں کہ افغانستان عراق نہیں ہے کہ یہاں وہ ظلم کئے جاسکیں
گے‘ جو عراق کے اندر کئے گئے۔ افغانستان مُسلمانوں کی محبوب ترین جگہ ہے اور
مُسلمانوں کے دل یہاں سے جڑے ہوئے ہیں اور یہاں اگر کسی قسم کا مزید ظلم یا
زیادتی کی گئی یا عراق کے چھوٹے بچوں کی طرح‘ یہاں کے چھوٹے بچوں کو بھوکا
مارنے کی کوشش کی گئی تو میں یقین سے کہتا ہوں کہ پوری دنیا میں ایسی آگ لگ
جائے گی جس میں خود کفر جل جائے گا اور اس آگ کو کوئی بجھا نہیں سکے گا۔

نمائندۂ قندھار: دنیا بھر کے جو مظلوم مُسلمان ہیں‘ ان کے دلوں میں افغانستان کی
اور امارت اسلامیہ کی کیا قدر و قیمت ہے اور افغانستان کی امارت اسلامیہ ان کیلئے کیا
خدمت کرسکتی ہے؟ ان کے ساتھ کیا تعاون کرسکتی ہے؟

امیر جیش: امارت اسلامیہ افغانستان کے مُسلمانوں کیلئے عموماً اور دنیا بھر کے مظلوم
مُسلمانوں کیلئے خصوصاً‘ ایک بہت عظیم الشان نعمت ہے اور اس کی حفاظت
مُسلمانوں کے ذمہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح کعبۃ اللہ کی حفاظت ضروری
ہے‘ یہ دنیا کی واحد جگہ ہے جہاں اسلام کتابوں میں نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ ہے‘
یہ دنیا کی واحد جگہ ہے جہاں کفر کا قانون نہیں چلتا بلکہ اسلام کی بالادستی چلتی ہے۔
ساری دنیا کے مظلوم مُسلمانوں کی نگاہیں اس وقت افغانستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔
ان کے دل اور ان کی دعائیں افغانستان کے ساتھ ہیں اور اگر ان کے بس میں ہو تو وہ
اس کی حفاظت کیلئے کسی چیز کی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کریں گے اور تو اور
مقبوضہ کشمیر میں جو مجاہدین قید ہیں اور شدید مظالم کا شکار ہیں‘ قرآن کے حافظ ہیں‘
عالم ہیں‘ ان کی ڈاڑھیاں نوچی جاتی ہیں‘ بعض دفعہ ان کی ڈاڑھیوں میں پیشاب کیا
جاتا ہے‘ ان کو کرنٹ لگائے جاتے ہیں‘ انہیں الٹا لٹکایا جاتا ہے‘ انہیں لوہے کی
سلاخوں سے مارا جاتا ہے‘ ان تمام مظالم کے باوجود انہیں جیل میں اگر کسی چیز پر

خوشی ہوتی ہے تو امارت اسلامیہ کی فتوحات پر ہوتی ہے۔ انہوں نے جیل کی دیواروں پر امارت اسلامیہ کے مونوگرام بنائے ہوئے ہیں۔ حضرت امیرالمؤمنین کے اور یہاں کے بڑے بڑے کمانڈروں کے نام وہاں اندر لکھے ہوئے ہیں۔ طالبان زندہ باد کے نعرے وہ مشرکوں کے سامنے لگاتے ہیں حالانکہ ان کو اپنی جان کا خطرہ ہوتا ہے اور وہ اپنے دسترخوانوں پر جب اپنی مجلس بناتے ہیں تو اس کا نام بھی وہ طالبان رکھتے ہیں اور انہیں اگر کہیں سے اُمید کی کوئی شمع یا روشنی کی کوئی جھلک نظر آتی ہے تو وہ طالبان ہیں۔ بلکہ بعض تو ان میں سے یہ بھی کہتے ہیں کہ اب چونکہ طالبان آگئے ہیں اور اسلام قائم ہوگیا ہے اس لئے اگر ہم شہید بھی ہوجائیں تو ہمیں سکون ملے گا کہ ہماری قربانیاں رنگ لے آئی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہماری قربانیوں کا جو ثمرہ ہے وہ ہمیں دکھادیا ہے۔ میں تو صاف الفاظ میں کہتا ہوں کہ امارت اسلامیہ افغانستان مظلوموں کے دلوں کی دھڑکن ہے اور اللہ کرے یہ امارت اسلامیہ اور زیادہ مضبوط ہو تاکہ مظلوموں کو جائے پناہ ملے۔

نمائندۂ قندھار : دنیا بھر کے مُسلمانوں کو امارت اسلامیہ کے ساتھ کس طرح کا تعلق رکھنا چاہئے اور اس کے ساتھ کیا تعاون کرنا چاہئے یعنی حکومتوں کے علاوہ عام مُسلمان؟

امیر جیش : پوری دنیا کے مُسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ امارت اسلامیہ سے محبت رکھیں۔ امارت اسلامیہ کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کا جذبہ رکھیں اور کسی طرح کے ظاہری تفرقے، مذہبی مسلکی اختلافات یا دشمنوں کی طرف سے پھیلائے جانے والے علاقائی تعصب کی زد میں آکر اس عظیم نعمت کے بارے میں اپنے دل میں کوئی بدگمانی نہ رکھیں۔ ساری دنیا کے مُسلمان چند مسائل پر متحد ہوجائیں، اللہ کی وحدانیت، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی ختم نبوت اور اسلام کی بالادستی اور حضرت امیرالمؤمنین کی امارت۔ اگر ان مسائل پر دنیا بھر کے سارے مُسلمان اپنے ظاہری چھوٹے موٹے اختلافات کو مٹا کر اکٹھے ہوجائیں تو حقیقت یہ

ہے کہ ہمارے بہت سارے مسائل حل ہوجائیں گے اور وہ مجموعی غلامی، ذہنی، جسمانی، اقتصادی، سیاسی، معاشی غلامی جس کے آج مُسلمان شکار ہیں، ہمیں اس سے بہت آسانی سے آزادی مل جائے گی۔ مُسلمانوں کو یہ بھی چاہئے کہ وہ فکر مند رہیں اور متحد رہیں، اگر امارت اسلامیہ کی طرف کوئی غلط ہاتھ اٹھے تو ساری دنیا کے مُسلمانوں کو چاہئے کہ اس کے دفاع کیلئے کھڑے ہوجائیں، ساری دنیا کے مُسلمانوں کو چاہئے کہ افغانستان کو اقتصادی طور پر مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے افسوس ان اسلامی تنظیموں اور اداروں پر آتا ہے جو ہمیشہ کہتے ہیں کہ مُسلمانوں کو اقتصادی طور پر اور سیاسی طور پر کافروں سے آزاد ہوجانا چاہئے۔ لیکن آج جبکہ افغانستان آزاد ہوچکا ہے، الحمدللہ سیاسی طور پر بھی اور اقتصادی طور پر بھی، وہ ادارے آگے بڑھ کر مدد کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ شاید ان کے پسندیدہ افراد یہاں حکومت کی کرسیوں پر نہیں بیٹھے ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ محبت اسلام سے نہیں تھی بلکہ افراد و شخصیات سے تھی۔ ساری دنیا کے مُسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنی جان سے، مال سے، ہر طرح سے امارت اسلامیہ کو مضبوط کریں اور میں یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر خدانخواستہ مُسلمانوں کی کسی غفلت، سستی اور جرم کی وجہ سے یہ نعمت ہم سے چھن گئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہم سے بڑا مجرم اور ہم سے بڑا محروم اور کوئی نہیں ہوگا۔

نمائندۂ قندھار : مُسلمانوں کی نشریاتی پالیسی کس طرح ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں آپ کچھ فرمائیں۔

امیر جیش : اس زمانے میں جتنی بھی جنگیں ہورہی ہیں وہ میدانوں کی کم اور میڈیا کی زیادہ ہیں اور میڈیا یا نشرواشاعت کی اہمیت اس زمانے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ مُسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے نشریاتی اداروں کو مضبوط تر بنائیں اور دنیا بھر میں اپنا پیغام پہنچانے کیلئے جتنی بھی کوشش کرسکتے ہوں کرتے رہیں اور اس سلسلے میں کسی طرح کی سُستی نہ کریں۔ آج تقریباً دنیا کے تمام نشریاتی اداروں پر یہودیوں نے

اپنا قبضہ اور کنٹرول قائم کیا ہوا ہے اور یہودیوں کے خفیہ پروٹوکول میں یہ بات طے ہوئی تھی کہ اگر دنیا پر قبضہ کرنا ہے تو میڈیا پر اور ذرائع ابلاغ پر قبضہ کرنا ہوگا۔ تو یہ دنیا کے سارے ذرائع ابلاغ جو یہودیت کی پشت پناہی سے چل رہے ہیں' ان کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلمانوں کے پاس وسائل بہت محدود ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے انداز کو اچھا کریں اور اس انداز سے لوگوں کے سامنے اپنی نشریات لائیں اور اپنے اخبارات' اپنا ریڈیو اور اپنی چیزیں اس طرح سے پیش کریں جس میں دلچسپی ہو' جس میں لوگوں کیلئے موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق حالات اور دینی مسائل اور معلومات بیان کی جائیں اور ان کی طبعی چیزوں کا بھی خیال رکھ کر' ان کیلئے اچھی نظمیں' اچھے شعر' اچھا کلام' اچھی عبارات سے مزین چیزیں پیش کی جائیں تو کچھ بعید نہیں ہے کہ ہم یہودیوں کے اس میڈیا کی کمر توڑ دیں گے۔ البتہ اس میں یہ بھی خیال رکھا جائے کہ ہم مسلمان ہیں اور ہمیں کافروں کے ساتھ مقابلے کے وقت اسلامی حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ ہم بھی جھوٹ' مبالغہ یا غیر شرعی امور اپنی نشریات میں لائیں تو اس سے ہمیں فائدہ نہیں ہوگا بلکہ نقصان ہوگا۔ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے اس سلسلے میں ہم جتنی محنت کرسکیں اور اس میں جتنی زیادہ خوبصورتی اور معیار پیدا کرسکیں اتنا ہمارے لئے ان شاء اللہ بہتر ہوگا۔

نمائندہ قندھار: جس طرح آپ ایک عالم اور مجاہد ہونے کے ساتھ ایک صحافی بھی ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحافت کے شعبے سے بھی وابستہ فرمایا ہے تو ایک صحافی کی کیا ذمہ داریاں ہیں کہ وہ اسلام' امارت اسلامیہ اور مسلمانوں کیلئے کیا خدمت کرے؟

امیر جیش: ایک صحافی کیلئے اس بارے میں بہت کھلا میدان ہے اور وہ جہاد کے راستے میں بہت عظیم خدمات سرانجام دے سکتا ہے۔ اس لئے کہ قلم کی طاقت بہت زیادہ ہے اور قلم لوگوں کے دلوں کو کھٹکھٹاتا ہے' دلوں پر اثر کرتا ہے' یہی حالت

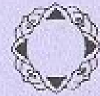
زبان کی ہے' اس کی تاثیر بھی بہت زیادہ ہے۔ ایک شخص اپنی تلوار اور اپنی بندوق سے صرف ایک کافر مار سکتا ہے یا چند کافروں کا خاتمہ کرسکتا ہے' لیکن ایک صاحب قلم انسان اپنے قلم کے ایک مضمون کے ذریعے سے ہزاروں مجاہد تیار کرسکتا ہے۔ اور ہزاروں اسلام دشمنوں کو بے نقاب کرکے ذلیل و رسوا کرسکتا ہے۔ لیکن اگر صحافت کو پیشہ سمجھ لیا گیا یا ایک فن سمجھ لیا گیا تو اس سے بڑی بدقسمتی اور ناکامی کچھ نہیں ہوتی۔ آج کے صحافیوں کی ناکامی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صحافت کو ایک عبادت نہیں بلکہ ایک پیشہ اور ایک فن سمجھا ہے۔ حالانکہ ہم یہ سمجھتے ہیں صحافت ایک عبادت ہے' اس لئے ہمارے ساتھی اور ہم اس چیز کا اہتمام کرتے ہیں کہ کہیں کوئی تقریر کرنی ہو' کہیں کچھ لکھنا ہو تو ہم باوضو لکھیں تاکہ اس میں برکت پیدا ہو' اس کے اندر نور پیدا ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں صحافت کا شعبہ تھا۔ اشعار کے ذریعے سے اور خطبات وغیرہ دوسری چیزوں کے ذریعے سے اسلام کی خدمت کی جاتی تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ جب منبر رسول پر بیٹھ کے اشعار پڑھتے تھے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دعائیں دیتے تھے کہ یا اللہ! جبرئیل (علیہ السلام) کے ذریعے سے ان کی مدد فرما۔ اگر ہم بھی اسی طریقے سے حضرت حسان (رضی اللہ عنہ) کی طرح اسلام کا دفاع کرنے کے لئے میدان میں آئیں گے تو ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کے ذریعے سے ہماری نصرت فرمائے گا۔ ہماری زبان میں' ہماری قلم میں ایسی جان اور طاقت دے گا کہ کفر اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہوگا اور ایک ایک تحریر سے ہزاروں لوگوں کے مردہ دل بیدار ہوں گے اور سوئے ہوئے دلوں سے غفلت ختم ہوگی اور مسلمان جہاد کیلئے تیار ہوں گے۔ ان میں اسلام کی محبت پیدا ہوگی۔ کافروں سے اور اسلام دشمنوں کے طور طریقے اور ان کی تہذیب اور ثقافت سے انہیں نفرت ہوگی تو بہرحال شریعت کی بالادستی کے لئے کی جانے والی صحافت ایک عبادت ہے اور اگر صحافی اس چیز کا شعور اپنے اندر پیدا کرلے کہ وہ ایک عبادت سرانجام دے رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی

مدد فرماتے ہیں اور اس سے بہت بڑا کام لیتے ہیں۔

نمایندۂ قندھار : افغان عوام کیلئے آپ کا کوئی پیغام ؟

امیر جیش : افغانستان کے عوام کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت مُسلمانوں کی قیادت نصیب فرمائی ہے اور یہ شہداء کی سرزمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم میں سے لاکھوں شہداء قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو ایمان' اسلام' امارت اسلامیہ اور پھر اتنا عظیم امیر اس شر و فساد کے دور میں عطا فرمایا ہے۔ آپ حضرات کو چاہئے کہ امارت اسلامیہ کی جو نعمت آپ کو ملی ہے' اس کی آپ لوگ قدر کریں۔ عام طور پر جن لوگوں کو کسی نعمت کا قرب ہوتا ہے اس نعمت کی قدر ان کے دلوں میں کم ہوجاتی ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ کے لوگ زمزم کی اتنی قدر نہیں کرتے جتنی دور کے لوگ آکر کرتے ہیں۔ کہیں خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگ بھی قریب رہنے کی وجہ سے امارت اسلامیہ کی ناقدری کریں۔ اگر آپ کو پیٹ پر پتھر باندھنے پڑیں' ہزاروں اقتصادی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑے' آپ کرلیں لیکن امارت اسلامیہ کی ناقدری نہ کریں۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مُسلمانوں کیلئے مرکز بنایا ہے اس لئے آپ کا دل تمام مُسلمانوں کیلئے' رنگ' نسل' علاقے اور قوم کے فرق سے ہٹ کر' سب مُسلمانوں کیلئے آپ کا دل کھلا ہونا چاہئے' جتنا آپ کا دل کھلے گا اتنا اللہ تعالیٰ آپ کو عزت' عظمت اور دنیا آخرت میں کامیابی عطا فرمائیں گے۔



نوشتہ اسیر

خطوط

مکتوبِ اسیرِ ہند بنام والدین شہید ہند

قارئین کرام! وعدے کے مطابق اس شمارے کا خاص الخاص تحفہ حاضر ہے۔
اس خط کے بین السطور سے سچی دوستی، کھرے خلوص اور بے لوث تعلق کے علاوہ بلند ہمتی، اعلیٰ ظرفی اور مؤمنانہ عزیمت کی جو تصویر اُبھرتی ہے، اس کی مثال اس دور میں ملنا مشکل ہے۔ مولانا کا قلم اس میں اپنی بھرپور جولانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔
لوحِ قلب پر وارد ہونے والے جذبات و احساسات کو اُنہوں نے جس انداز میں صفحہ قرطاس پر بکھیرا ہے اس کا نقش عرصے تک پڑھنے والوں کے دل کو گرماتا اور روح کو سرشار کرتا رہے گا۔

محترم اور عزیز بھائی کمانڈر حافظ سجاد خان شہید کے خوش نصیب اور مکرم والدین کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میرے پیارے بھائی کو شہید ہوئے آج دو مہینے اور بیس دن ہو چکے ہیں۔ اس پورے عرصے میں نے کئی بار آپ کی خدمت میں خط لکھنے کا ارادہ کیا مگر مجھے ہمت نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی دل اور دماغ قلم کا ساتھ دے رہے تھے۔ ہم دونوں اکٹھے گرفتار ہوئے اور پھر پانچ سال چار مہینے تک اکٹھے رہے اور ہم دونوں میں بہت سارے روحانی اور ایمانی رشتے تھے اور دن رات کا ساتھ تھا۔ دُکھ، مصیبت اور خوف کی زندگی کے یہ طویل لمحات ہم نے اکٹھے بسر کئے۔ پھر اچانک وہ ہم سے جدا ہو کر اللہ تعالیٰ کی مہمانی میں چلے گئے۔ شاید ہی کوئی سمجھ سکے کہ اس جدائی سے مجھ پر کیا حالات گزرے ہوں گے بس انہیں حالات کا اثر ہے کہ میں آپ کو خط نہ لکھ سکا، اس پر نادم بھی ہوں اور شرمندہ بھی۔ اُمید ہے کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ میں آپ کے عظیم اور بہادر بیٹے جیسا تو نہیں ہوں اور نہ ان جیسا بن سکتا ہوں مگر پھر

بھی ان شاء اللہ میری یہی کوشش ہوگی کہ میں سجاد شہید کی جگہ آپ کو خط لکھتا رہوں اور آپ کو یہ یاد دلاتا ہوں کہ آپ کا بیٹا زندہ ہے تابندہ ہے اور ماشاء اللہ بہت بڑی کامیابی پا چکا ہے۔ خط لکھنے میں تاخیر کا سلسلہ شاید کچھ دن اور چلتا مگر گذشتہ دو تین دن میں بعض ایسے واقعات پیش آئے جن کی بدولت آج اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپکی خدمت میں حاضری دے رہا ہوں کچھ دن پہلے ہمارے ایک حافظ قرآن ساتھی نے خواب میں سجاد کو دیکھا دونوں میں کچھ باتیں ہوئیں، آخر میں سجاد صاحب نے کہا کہ مجھے آج پہلے آسمان پر جانا ہے جہاں میری اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی اس لئے میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ خود میں ان کی شہادت کے دن عصر کی نماز سے کچھ پہلے نہایت غمگین حالت میں لیٹا ہوا تھا اسوقت تک ہم میں سے کسی کو ان کے شہید ہونے کا علم نہیں تھا بلکہ ہم تو یہی سمجھ رہے تھے کہ مشرکوں کے تشدد کی وجہ سے وہ صرف زخمی ہیں۔ اسی حالت میں مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی تو میں نے انہیں دیکھا کہ میرا گھٹنا پکڑ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہہ رہے ہیں میں شہید ہو چکا ہوں آپ مجھے معاف کردیں اور ذرا جلدی کریں کیونکہ میں نے اوپر جانا ہے۔ یہ خواب دیکھتے ہی میں اُٹھ کر بیٹھ گیا اور ریڈیو پر جگہ جگہ کی خبریں ڈھونڈنے لگا، تقریباً ایک گھنٹہ بعد جموں سے مقامی ریڈیو نے انکی شہادت کی خبر نشر کردی۔ اب حافظ صاحب نے بھی جب ایسا ہی خواب دیکھا اور مجھے سنایا تو میری ہمت بڑھ گئی اور میں نے عزم کرلیا کہ جیسے بھی ممکن ہوا میں ان شاء اللہ محترم والدین کو ضرور خط لکھوں گا۔ اسی طرح کچھ دن پہلے وہاں سے ایک وکیل صاحب مجھے ملنے آئے وہ ہم دونوں سے ملاقات کرتے تھے مگر اس بار میں اکیلا تھا میں نے انہیں کہا کہ آپ جموں کے گجر نگر میں واقع مزار شہداء میں جاکر محترم سجاد شہید کی قبر کو دیکھیں اور اسکی تصویر بھی لے آئیں تاکہ میرے بے چین دل کو کچھ قرار ملے۔ وکیل صاحب نے قبرستان جاکر یہ کام سرانجام دے دیا۔ اگرچہ وہ تصویر مجھ تک ایک مہینے کے بعد پہنچی۔ ان کی آخری آرم گاہ دیکھ کر انکی یادیں جو ہر دم تازہ ہیں اور تازہ ہوگئیں اور مجھے یہ احساس بھی ہوا کہ میں

نے ان کے گھر خط لکھنے میں جو تاخیر کی وہ قطعاً مناسب نہیں ہے اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ آپ سے بھی میں معذرت کرتا ہوں۔ آپ حضرات کا ہم پر اور سجاد صاحب کے سب دوستوں پر بڑا حق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اس حق کی ادائیگی کر سکیں۔ اس وقت دل میں باتوں کا طوفان سا محسوس ہو رہا ہے لیکن میں دل کی باتیں لکھنے سے پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ سجاد صاحب کی شہادت کے بعد میں نے ان کا تمام زیر استعمال سامان جمع کر لیا تھا اور کئی دن تک یہ سامان میں نے چادروں میں باندھ کر اپنے پاس رکھا۔ اسوقت آپ کے ساتھ رابطے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ شرعی طور پر آپ ہی ان کے وارث تھے مگر میرے پاس آپ سے اجازت لینے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس سامان میں سولہ سو روپے نقد اور کپڑے، جوتے، ریڈیو وغیرہ تھے۔ بالآخر میں نے استخارے اور بعض ساتھیوں سے مشورے کے بعد سارا سامان مجاہدین کے درمیان بطور صدقہ تقسیم کر دیا۔ کچھ سامان مقامی غریب ساتھیوں کو اور کچھ سامان مہمان مجاہدین کو دے دیا۔ اسی طرح رقم بھی مستحق ساتھیوں میں بانٹ دی۔ اُمید ہے کہ آپ اسکی اجازت دے دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس صدقے کو ان کے اور آپ کے حق میں قبول فرمائے اور انہیں اور آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محترم والدین! انسان بعض مرتبہ اپنے چھوٹے ذہن کے مطابق کچھ چھوٹی چھوٹی تمنائیں اور اُمیدیں باندھ لیتا ہے اور ان اُمیدوں اور تمناؤں کے پورا کرنے کا انتظار کرتا رہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو رب عظیم ہے، وہ کئی مرتبہ انسان کو اسکی چھوٹی تمناؤں سے بڑھ کر بڑی بڑی چیزیں عطا کرتا ہے۔ میری بھی طویل عرصے سے تمنا تھی کہ میں راولہ کوٹ آپ کے گھر آکر آپ کو آپ کے بہادر بیٹے کی رہائی کی خوشخبری سناؤں گا اور پھر خود ان کا نکاح پڑھاؤں گا اور آپ کو ان کے نکاح کی مبارکباد دوں گا۔ میں اپنی اس تمنا کا اظہار سجاد کے سامنے بھی کرتا تھا، غالباً وہ خوش بھی ہوتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو انکی رہائی اور ان کی دُنیا میں شادی سے بڑی نعمت اور خوشی

دینے کا ارادہ فرمایا اور آپ کے بیٹے کو اپنے عظیم راستے میں قبول فرمالیا اور انکی پاکیزہ جان کو جنت کے بدلے خرید لیا اور انہیں دُشمنوں کی قید سے نکال کر اپنی مہمانی عطا فرمادی اور دُنیا کی بجائے جنت کی حوروں سے ان کا نکاح فرمادیا۔ میں آپ کو اس نعمت اور سعادت پر مبارکباد دیتا ہوں اور یہ مبارکباد انکی دُنیاوی رہائی اور دُنیاوی شادی پر آپ کو ملنے والی مبارکباد سے زیادہ سچی اور زیادہ پائیدار ہے کیونکہ دُنیا کی طرح یہاں کی خوشیاں بھی عارضی اور فانی ہیں اور ہر انسان نے لازماً اپنے وقت پر مرنا ہے اور دُنیا کی ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے۔ اِن حالات میں انکی رہائی یا ان کی شادی معلوم نہیں کتنے دن کی خوشی ہوتی مگر اب جو کچھ آپ کو ملا ہے وہ بہت پائیدار ہے۔ آپ کا بیٹا الحمدللہ رہا ہو چکا ہے وہ رہا ہو کر اگر آپ کے پاس آتا تو آپ خوش ہوتے مگر وہ رہا ہو کر آپ کے اور اپنے رب کے پاس چلا گیا۔ اس پر آپ کو اور زیادہ خوش ہونا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی کو شہادت عطا فرماتا ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بندے پر ماں باپ سے زیادہ رحیم و شفیق ہے اور اللہ کے ہاں ان کو جو کچھ مل رہا ہو گا وہ انہیں کوئی اور نہیں دے سکتا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شہداء تو خوشیاں مناتے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو آپ کا بیٹا خوشیاں منا رہا ہے۔ مزے کر رہا ہے اور وہ ہر طرح کے دُکھوں، تکلیفوں اور بیماریوں سے نجات پا چکا ہے۔ موت کا مزہ تو ہر کسی نے چکھنا ہے مگر آپ کے بیٹے نے بہت لذیذ اور پیاری موت پائی ہے۔ ایسی موت جو زندگی سے اچھی ہے۔ ایسی موت جس پر زندگی رشک کرتی ہے۔ ایسی موت جس پر ہزار زندگیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ ایسی موت جسے موت کہنے پر اللہ تعالیٰ نے پابندی لگادی ہے۔ ایسی موت جس کے آتے ہی راحت اور آرام کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

محترم والدین! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ غربت اور مصیبت کے دنوں میں جو کسی کے کام آئے وہ بہت پیارا لگتا ہے اور انسان اسکا احسان مند ہوتا ہے اور وہ اس کے احسان کو کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ آج پوری دُنیا کے کافر ملکر اسلام اور

مسلمانوں کو مٹانے کی جدوجہد کررہے ہیں اور تو اور آج کے مسلمانوں نے بھی دنیا کے لالچ میں آکر اسلام کو دھکے دے دے کر اپنے گھروں سے باہر نکال دیا ہے۔ ان دردناک حالات میں جو بھی اسلام کیلئے کھڑا ہوگا اور اسلام کی عظمت کیلئے قربانی دے گا' وہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر محبوب ہوگا؟ اس بات کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ آج ایک طرف وہ لوگ ہیں جو اسلام کے تمام احکامات تک کو بوجھ سمجھ رہے ہیں اور دوسرے وہ لوگ جو اسلام کی خاطر اپنی جوانیاں اور اپنا سرخ خون تک لٹارہے ہیں' یہ لوگ یقیناً اللہ تعالیٰ کو پیارے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو کہ آپ کا بیٹا بھی انہیں خوش قسمت لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اسلام کی غربت اور مصیبت کے دنوں میں اسکی عظمت کیلئے جان قربان کی ہے اور ان دنوں جب مسلمان اپنی مرکزیت کھوچکے ہیں' اپنا تشخص کھوتے جارہے ہیں' آپ کے بیٹے نے اسلام کی عزت کی خاطر قربانی دی اور دنیا کے سامنے اسلام کے منفرد تشخص کو آشکارا کیا۔

اللہ کی کروڑوں رحمتیں اس شیر پر ہیں جس نے قید میں رہنے کے باوجود غلامی اختیار نہیں کی اور ایک دن بھی دشمنوں کے سامنے نہیں جھکا۔ دشمن اسے مار مار کر تھک گئے مگر وہ اسلام کی سربلندی کا اعلان کرنے سے نہیں تھکا۔ مشرکوں نے تشدد اور ایذاء کا ہر تیر اس پر آزمایا مگر آخر میں خود انہیں ہی کہنا پڑتا تھا کہ اس شخص کو توڑنا ممکن نہیں ہے اور کبھی کبھی تو تشدد کرنے والے مشرک سجاد صاحب کی ایمان افروز للکار سن کر عاجز آجاتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تمہارے یہی نظریات رہے تو تم جیل ہی میں مروگے۔ تب سجاد صاحب سینہ تان کر کہتے تھے کہ بزدلو! اگر مجھے یہ مل جائے تو پھر اور کیا چاہئے؟ میں تو گھر سے نکلا ہی شہادت کیلئے ہوں۔ یہ بات کہتے وقت انکی آنکھوں میں ایسا رعب اور چمک آجاتی تھی کہ مشرک خوفزدہ ہوجاتے تھے اور وہ ان کے ساتھ آنکھیں نہیں ملاسکتے تھے۔

جیل میں ان کی عزیمت کے واقعات بے شمار ہیں۔ شہادت سے کچھ عرصہ پہلے ایک نیا آفیسر ہمارے لئے مقرر کیا گیا۔ یہ شخص قیدیوں پر تشدد کرنے اور انہیں دبانے

کا ماہر سمجھا جاتا تھا اور اسے خاص طور پر ہمارا زور توڑنے کیلئے لایا گیا تھا۔ اس نے پہلے ہی دن وارڈ میں داخل ہوکر گرجدار آواز میں کہا کہ سارے ایک لائن میں کھڑے ہوجاؤ' میں نے تم لوگوں کی گنتی کرنی ہے۔ اس وقت چند ساتھی اس کے سامنے تھے' کچھ اپنی کوٹھڑیوں میں تھے' وہ یہ اعلان کررہا تھا کہ پیچھے سے سجاد صاحب اُٹھ گئے اور اسے للکار کر کہا: او مشرک کے بچے! تو کون ہوتا ہے ہمیں لائن میں کھڑا کرنے والا؟ آج تک کسی نے ایسا بچہ نہیں جنا جو ہم مسلمانوں کو لائنیں لگوائے۔ ہم سینے پر گولی کھاسکتے ہیں مگر جھک نہیں سکتے۔ تجھے گنتی کرنی ہے تو گھوم پھر کر کرنی ہوگی' یہ مسلمان تیرے سامنے آکے نہیں کھڑے ہونگے۔ اس وقت سجاد صاحب کا انداز ایسا بارعب اور باوقار تھا کہ اس افسر پر کپکپی طاری ہوگئی اور اس نے فوراً پینترا بدل کر نرم باتیں شروع کردیں مگر اللہ کے شیر کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا اور وہ نتائج سے بے پروا ہوکر اسے سخت باتیں سناتے رہے۔

یہ واقعہ ان کی جیل کی زندگی کی ادنیٰ جھلک ہے' ورنہ انہوں نے تو جیل میں بھی جہاد سے چھٹی نہیں لی بلکہ کفر کے ساتھ انکی جنگ یہاں بھی جاری رہی اور وہ ہمیشہ دشمنوں کو خوفزدہ کرتے رہے اور حسب استطاعت نقصان پہنچاتے رہے اور یہ وہ اعمال ہیں جنکی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قدر ہے۔

محترم والدین! میرے بھائی سجاد آپ سے بے حد محبت کرتے تھے اور آپ کے بھلے کیلئے بہت کچھ کرتے تھے۔ انہوں نے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت اور وقار کا تاج دلوانے کیلئے تینتیس سال کی عمر میں نہایت محنت کرکے قرآن مجید حفظ کیا اور اس سال رمضان المبارک میں انہوں نے نوافل میں پورا قرآن مجید سنایا۔ یہاں کئی ساتھیوں نے یہ عزم کیا تھا کہ ہم اگرچہ ظاہری اور دنیاوی طور پر والدین کی خدمت نہیں کرسکتے مگر ہم ان کی آخرت بنانے کیلئے قرآن مجید حفظ کریں گے۔ انہیں ساتھیوں میں سے آپ کے بیٹے سجاد صاحب بھی تھے۔ ویسے تو انہیں قرآن مجید سے بے حد محبت تھی مگر زندگی کے آخری دو سال تو انہوں نے خوب دل

بھر کر قرآن مجید کا نور حاصل کیا اور بلاشبہ انہوں نے سینکڑوں ختم کیے۔ جس دن ان کا حفظ مکمل ہوا تھا اس دن وہ بہت خوش تھے۔ میں نے خود انکی دستار بندی کی تھی اور اس دن تمام ساتھیوں کی بڑی عمدہ دعوت۔ کی گئی تھی۔

گرفتاری کے ساڑھے پانچ سال کے عرصے میں میں نے انہیں خوش بھی دیکھا اور غمگین بھی۔ ہنستے بھی دیکھا اور اللہ کے سامنے دُعاء میں روتے ہوئے بھی دیکھا۔ مگر جتنا خوش میں نے انہیں دو بار دیکھا ہے' اسے میں زندگی بھر نہیں بھلا سکوں گا۔ ایک تو جس دن ان کا حفظ مکمل ہوا اور ان کی دستار بندی ہوئی' اس دن خوشی ان کے خوبصورت چہرے سے چھلک رہی تھی اور جب میں بیان کے دوران یہ کہہ رہا تھا کہ آج اگر ہمارے ساتھی کی شادی ہوتی تو ہم خوشی مناتے مگر یہ حفظ کی خوشی شادی کی خوشی سے بڑھ کر ہے تو سجاد صاحب کی آنکھوں میں خاص چمک اور چہرے پر سرور کی کیفیت نظر آرہی تھی' وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ دوسری بار میں نے ان کے چہرے پر خوشی اور بے حد گہری مسکراہٹ اس وقت دیکھی جب وہ اس دُنیا سے رخصت ہوچکے تھے اور میں جیل والوں سے لڑ جھگڑ کر ہسپتال جانے میں کامیاب ہوا۔ وہاں میں نے جب ان کا آخری دیدار کیا تو وہ اس قدر خوبصورت لگ رہے تھے اور اس طرح سے مسکرا رہے تھے کہ میں نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ چونکہ ان کی شہادت مظلومانہ تھی اور ہم سے ان کی جدائی اچانک تھی اس لئے تین دن سے میں مسلسل رو رہا تھا اور میرے آنسو نہیں تھمتے تھے مگر جب میں نے ان کا آخری دیدار کیا تو مجھے ایسا سکون نصیب ہوا کہ میرے آنسو بند ہوگئے اور میرا دل بالکل مطمئن ہوگیا۔ اللہ کرے آپ کے دل کو بھی سکون اور اطمینان نصیب ہو۔

مجھے اس بات کی بہت زیادہ فکر تھی کہ ان کی تجہیز و تکفین شریعت کے مطابق ہو مگر میں اللہ تعالیٰ سے دُعاء کرنے اور جیل والوں پر دباؤ ڈالنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ الحمدللہ اس بات میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا' ان کا پوسٹ مارٹم

کرنے والے ڈاکٹر بھی مُسلمان تھے جنہوں نے خود ان کے جسم سے روشنیاں اور نور نکلتے دیکھا۔ پھر اتفاق سے جموں کو ایک ایسے شخص کو جو سجاد صاحب کا جاننے والا اور سجاد صاحب کے ایک قریبی مجاہد ساتھی کا بھائی تھا' سجاد صاحب کی شہادت کا علم ہوگیا اور اس نے پولیس والوں سے بات کرکے جنازے کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس نے خود ہی کفن دفن کا انتظام کیا۔ جنازہ جموں کی ایک مسجد میں لے جایا گیا جہاں دیکھتے ہی دیکھتے کافی بڑا مجمع بغیر کسی اطلاع کے جمع ہوگیا۔ جنازے کی نماز کے بعد آپ کو مزار شہداء لیجایا گیا جہاں تدفین عمل میں آئی۔ جموں کے ایک مجاہد اور سجاد صاحب کے ایک دوست نے مجھے خط لکھ کر قبر پر کتبہ لگانے کے متعلق پوچھا' میں نے اثبات میں جواب دیا تو انہوں نے فرمائش کی کہ کتبے کا مضمون بھی لکھ کردو۔ میں نے کتبے کا مضمون لکھ کر بھجوادیا ہے' اُمید ہے کہ چند دن تک یہ کام بھی ہوجائے گا۔ ان شاء اللہ العزیز۔

محترم والدین ! یقیناً آپ کے دل میں اپنے بیٹے سے ملنے' انہیں گلے لگانے اور ان کے ساتھ باتیں کرنے کی تمنا ہوگی اور آپ کو انکی عارضی جدائی کا غم بھی ہوگا مگر دُنیا میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے خوشی سے سر جھکادیتے ہیں اور اپنی تمناؤں کو اللہ کیلئے قربان کردیتے ہیں۔ پھر آپ پر تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسل اور آپ کے دودھ کی لاج رکھ لی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے۔ آپ کا بیٹا متقی تھا' پرہیزگار تھا' شریعت اور سُنّت کا پابند تھا' قرآن مجید کا حافظ تھا اور مجاہدین کا محبوب قائد تھا۔ وہ جب پیدا ہوا تھا تو دُنیا میں اتنی ہی زندگی اس کے نام لکھی تھی جتنی کہ اس نے گزار لی مگر یہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ آپ کے بیٹے کی زندگی ایک مثالی اور ایمانی زندگی تھی۔ اس نے بزدلی پر بہادری کو اور بددینی پر دینداری کو ترجیح دی۔ اس نے زندگی کے گیارہ سال جہاد فی سبیل اللہ میں گزارے جہاں کے ایک دن اور ایک رات کا اجر دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ وہ کسی دُنیاوی جرم اور عیب کی وجہ سے

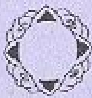
جیل میں نہیں گیا کہ آپ کو شرم سے سر جھکانا پڑے بلکہ اس نے اسلام کی عزت و عظمت اور ماؤں بہنوں کی عصمت کے تحفظ کیلئے جیل کی سلاخیں اور ہتھکڑیاں برداشت کیں۔ پھر اس نے جیل کی غلامی کو قبول نہیں کیا بلکہ کئی بار جیل توڑنے کی کوشش کر کے اپنے مُسلمان ہونے کا ثبوت دیا اور کافروں کو یہ باور کرایا کہ میں نے ایک مُسلمان ماں کا دودھ پیا ہے' اس لئے میں تمہاری سلاخوں کو کاٹتا رہوں گا اور تمہاری دیواروں کو توڑتا رہوں گا۔ پھر وہ غفلت کی موت نہیں مرا بلکہ وہ شہادت پا کر زندہ و تابندہ ہو گیا اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ شہید اپنے اہل خانہ میں سے ستر افراد کی شفاعت کرے گا اور انہیں اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔ اُمید ہے کہ اگر آپ ان تمام حقائق پر غور کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ آپ کا غم ہلکا ہو گا اور آپ کو اس نعمت کا اور زیادہ احساس ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔

محترم والدین ! آپ کے دل میں تمنا ہو گی کہ آپ اپنے بیٹے کی شادی کر کے بہو کو گھر لائیں گے۔ آپ کی یہ تمنا دُنیاوی اعتبار سے اگرچہ پوری نہیں ہو سکی مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دُنیا کی بہو دینے کی بجائے جنت کی حوروں کو آپ کی بہو بنا دیا ہے' یہ بات یقیناً آپ کیلئے خوشی کا باعث ہو گی۔ اس اُمت میں ایسی مائیں بھی گزری ہیں جو اپنے جوان بیٹوں کو جہاد میں بھیجتی تھیں اور بہت سارا مال بھی دیتی تھیں اور اللہ تعالیٰ سے کہتی تھیں کہ یا اللہ جنت کی حوروں کو ہماری بہو بنا دے' ہم نے ان کے مہر کے طور پر بہت سا مال جہاد میں دے دیا ہے' اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کئی ماؤں کی دُعاء قبول فرمائی اور ان کے بیٹے شہید ہوئے اور انکی حوروں کے ساتھ شادی ہو گئی۔ سجاد صاحب کی والدہ محترمہ بھی ان خوش قسمت ماؤں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حوروں کی صورت میں بہو عطا فرمائی ہے' وہ اس نعمت پر جس قدر شکر ادا کریں' اتنا ہی کم ہے۔

محترم والدین ! دل میں باتیں تو بہت ہیں اور دل چاہتا ہے کہ سجاد صاحب کے

تمام حالات کھول کھول کر آپ کو لکھوں تاکہ آپ کے دل کو خوب تسلی ملے اور آپ کو یہ جان کر خوشی ہو کہ آپ کے بیٹے نے عام نوجوان کی طرح زندگی ضائع نہیں کی بلکہ اپنی زندگی کو خوب قیمتی بنایا اور جو تھوڑا سا وقت انہیں اس دُنیا میں ملا اس وقت کو اُنہوں نے اللہ کے دین کی خدمت اور آخرت کی تیاری میں صرف کیا' مگر فی الحال میں اتنا ہی کہنے پر اکتفا کرتا ہوں ہم قیدیوں کی مجبوریوں سے آپ اچھی طرح واقف ہیں' یہاں سے خط بھجوانا بھی اللہ تعالیٰ کی نصرت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا' اگر زندگی رہی تو ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً آپ کی خدمت میں خط کے ذریعے حاضری کی کوشش کرتا رہوں گا۔ اس رمضان المبارک میں سب ساتھیوں نے شہادت کیلئے خوب دُعائیں مانگی تھیں اور اللہ سے رہائی کیلئے بھی دُعاء کی تھی۔ ہمارے بھائی سجاد صاحب کی دُعا تو قبول ہو گئی جبکہ باقی سب منتظر ہیں۔ جموں کے قبرستان میں سجاد صاحب کے قریب والی جگہ کس خوش نصیب کو ملتی ہے؟ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ اگر یہ جگہ مجھے مل جائے تو پھر آپ میرے لئے بھی دُعا فرما دیجئے گا۔ میری طرف سے شہید کے بھائیوں' بہنوں اور سب عزیز و اقارب کی خدمت میں سلام ! خصوصاً بھائی عبدالحمید صاحب کو خصوصی سلام کہ وہ سجاد صاحب کے بہت قریبی تھے۔

والسلام
محمد مسعود اظہر
۲۴/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
بمطابق ۵/ستمبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار



بنام ضَربِ مؤمن

محترم اراکین شعبہ مشورہ ہفت روزہ "ضَربِ مؤمن"

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ!

ضَربِ مؤمن کا معیار ماشاء اللہ آئے دن بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے۔ اللھم زد فزد۔ تعاونو علی البر کے تحت چند گذارشات عرض کررہا ہوں۔

① حال میں جو شمارے پڑھنے کا موقع نصیب ہوا ہے ان میں اداریئے کی کمی شدت سے محسوس ہوئی۔ اس قدر معیاری مجلّے کا اداریئے سے خالی ہونا عجیب تر ہے۔ واللہ اعلم کیا حکمت آپ کے پیش نظر ہے؟ آپ جانتے ہیں کہ اداریہ رسالے کا چہرہ ہوتا ہے جس پر رسالے کے دل کے تاثرات دیکھے جاتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی مثال لیجئے: ضَربِ مؤمن کے ایک وضاحتی نوٹ سے معلوم ہوا کہ کچھ دن قبل ملک کے بعض اخبارات نے حضرت اقدس دامت برکاتہم اور دارالافتاء والارشاد کے متعلق گمراہ کن خبریں شائع کی ہیں اور ملک میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات کے ڈانڈے حضرت اقدس اور ان کے مؤثر ادارے کے ساتھ ملانے کی کوشش کی ہے حالانکہ اگر ضَربِ مؤمن کے کسی اداریئے میں ان فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف دو لفظ بھی لکھے گئے ہوتے تو قانونی طور پر صورتحال کچھ اور ہوتی اور آپ گمراہ کن خبریں شائع کرنے والے اخبارات یا افراد کے خلاف عدالتی اور قانونی چارہ جوئی کا حق بھی رکھتے اور مشکل حالات میں آپ کا وہ اداریہ دشمنوں کی بہت ساری سازشوں کو ناکام بنانے کا ایک ہتھیار بھی ہوتا۔ اللہ تعالیٰ پر توکل بہت بڑی نعمت ہے لیکن آپ جو عظیم کام کررہے ہیں اس سے آپ کے دشمنوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اور وہ اس کام کو نقصان پہنچانے کیلئے کسی حد تک بھی جاسکتے ہیں۔ پھر یہ بھی سوچئے کہ ضَربِ مؤمن ایک رسالہ ہے یا تحریک؟ یقیناً یہ ایک تحریک ہے اور اس تحریک کے متعلق پالیسیوں کا اعلان اور کارکنوں کیلئے ہدایات آپ اداریئے کے

ذریعے سے ہی جاری کرسکتے ہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اداریہ مختصر ہو اور مضبوط موقف اور دلوں کو چھونے والے الفاظ پر مشتمل ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

② الحمدللہ ضَربِ مؤمن خوب پڑھا جارہا ہے۔ اس کی من جانب اللہ مقبولیت کا فائدہ اٹھا کر عوام الناس کی نظریاتی تربیت کا خاص اہتمام کیا جائے۔ اب تک ذرائع ابلاغ پر غیروں کا قبضہ تھا اور اسلام کے نام پر منصورہ سے جس صحافتی تحریک کا بول بالا ہوا اس نے بھی لوگوں کو اہل حق سے دور کیا اور ان میں دینی تعصب پیدا کرنے کی بجائے اباحت پسندی، آزادی اور تاریک خیالی کو عام کیا۔ اب ان تمام جراثیم کو مٹانا ضَربِ مؤمن کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں دو کام تو فوری طور پر بآسانی کئے جاسکتے ہیں۔ ① مفید اور نظریاتی کتابوں کا تعارف ② تاریخ اہل حق کا بیان۔ کتابوں کے تعارف کیلئے رسالے کا ایک گوشہ مخصوص کردیا جائے اور اس میں علماء حق کی اردو تصانیف کا خوبصورت پیرائے میں مختصر تعارف کرایا جائے۔ اس طرح سے لوگ ان کتابوں کو خریدیں گے اور انہیں مودودی صاحب اور دیگر افراد کی کتابوں سے نجات ملے گی اور ان میں دینی پختگی بھی آئے گی۔ لیکن عام رسالوں میں مروج تبصرہ کتب سے پرہیز کیا جائے کیونکہ اس سے جھگڑے، شکوے اور فضول اور مضر بحثیں جنم لیتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اہل حق کی کتابیں عوام الناس میں بہت کم پڑھی جارہی ہیں اور لوگ تفسیر، تشریح حدیث اور اصلاح معاشرہ کے موضوع پر گمراہ اور ملحد مصنّفین کی کتابیں زیادہ پڑھ رہے ہیں۔ جہاں تک اہل حق کی تاریخ کا بیان ہے تو علمائے دیوبند کے اکابرین کا تعارف دل نشین اور مختصر الفاظ میں پیش کیا جائے کیونکہ ایک طرف تو اسلامی ناول نگاروں نے ان حضرات پر بہت کیچڑ اچھالا ہے اور عوام کے دلوں میں ان کی شخصیات کو مشکوک بنا دیا ہے جبکہ دوسری طرف اس وقت ہندوستان کے بعض قلمکار ہمارے اکابر کو نعوذ باللہ سیکولرازم کا حامی اور جہاد کا مخالف بنا کر پیش کررہے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ان گمراہ کن تاریخی ناولوں سے لوگوں کو متنفر کیا جائے جنہیں اسلامی ناول سمجھا جاتا ہے حالانکہ ان میں

اسلامی اقدار کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ بندہ ناچیز نے "یہودیوں کے امراض" میں اس موضوع کو اٹھایا ہے۔ اچھا ہوگا کہ ضربِ مؤمن میں بندہ کے مضمون کا وہ حصہ شائع کردیا جائے جو ان ناولوں کے بارے میں ہے۔ (ملاحظہ فرمایئے : یہود کی نویں بیماری جھوٹ اور گناہ کی عادی زبانیں کا آخری حصہ)۔

③ دور جدید میں مسلمانوں کا سلسلہ ان کے ماضی سے کاٹا جارہا ہے۔ اگر ضربِ مؤمن میں ایک مستقل عنوان "تاریخ کے جھروکے سے" قائم کیا جائے' اس میں ہجری تقویم کے مطابق ہفتہ وار یا مہینہ وار اہم تاریخی واقعات کو مختصر ذکر کیا جائے تو ان شاء اللہ مفید رہے گا۔ اور اس میں اہتمام کیا جائے کہ جس تاریخ یا ہفتے کا شمارہ ہو اس میں اسی ہفتے یا مہینے کے واقعات کو ذکر کیا جائے۔ یوں ایک مختصر تاریخ اسلام مرتب ہوجائے گی جس میں جہاد کا رنگ غالب ہوگا۔

④ مجلے میں اگر مستقل درس قرآن اور درس حدیث کا سلسلہ بھی شروع کیا جائے تو ان شاء اللہ العزیز بہت نافع رہے گا۔

⑤ کتابت کی غلطیوں پر قابو پانے کی پوری کوشش فرمائیں' اس سلسلے میں کمی محسوس ہورہی ہے۔ باقی صداقت کا جو التزام آپ نے کیا ہے اسے کسی حال میں نہ چھوڑیں۔ یہودی صحافت کا منبع جھوٹ پر ہے جبکہ اسلامی صحافت کی بنیاد صداقت اور تقوے پر ہے اور سچ ہی کے ذریعے سے جھوٹ کا بھیجا نکالا جاسکتا ہے۔ اور عام لوگوں کا یہ نظریہ غلط ہے کہ جھوٹ کا مقابلہ جھوٹ سے کیا جاسکتا ہے۔ حالات کچھ بھی ہوجائیں آپ حضرات سچ اور صداقت کے دامن کو تھامے رکھیں تاکہ اس رسالے کی روشنی جگمگاتی رہے اور اس کی خوشبو مہکتی رہے۔ آخر میں آپ سب حضرات سے دعاؤں کی خصوصی درخواست ہے۔ والسلام

اخوکم فی اللہ : محمد مسعود اظہر

استاذ کی خدمت میں

جموں جیل سے مولانا مسعود اظہر صاحب کا عقیدت بھرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذ محترم حضرت مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب زید ورعکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !!

اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کے مراتب بلند فرمائے اور رحمت و عافیت کے ساتھ خدمت دین کی توفیق مزید عطا فرمائے اور اللہ اپنے فضل سے آپ کو وارث عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آج پہلی مرتبہ خط کے ذریعے آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کررہا ہوں' آپ کی شفقت اور آپ کی رس گھولتی آواز مجھے کبھی نہیں بھول سکتی' جمال القرآن' ہدایۃ النحو' التوضیح و التلویح اور ہدایہ ثانی جیسی کتب آپ نے پڑھائی ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

حضرت استاذی! دوران درس اور اس کے بعد کبھی بھی میرے دل میں آپ کیلئے احترام میں کمی نہیں آئی' لیکن پھر بھی اگر دوران درس آپ کو میری کوئی بات ناگوار گذری ہو تو اللہ کے لئے مجھے معاف فرمادیں۔ باقی آپ نے جو کچھ پڑھایا اور جس طرح مختلف مواقع پر آپ نے شفقت اور حوصلہ افزائی فرمائی' اس احسان کا بدلہ میں نہیں دے سکتا' اللہ تعالیٰ ہی آپ کو اپنی شایان شان جزا عطاء فرمائے گا۔ لیکن الحمدللہ! مجھے آپ کے احسانات کا احساس ہے اور آپ کی ایک ایک شفقت یاد

ہے۔

دیگر احوال ایں کہ پانچواں سال شروع ہے، آپ کا یہ نالائق شاگرد پس زنداں زندگی گذار رہا ہے، امید ہے کہ آپ کو خبر ہوگی۔ میرے اس خط لکھنے کا مقصد آپ کے احسانات پر حتی الوسع شکریہ ادا کرنا اور اپنے لئے آپ سے دعاؤں کی درخواست کرنا ہے، بے بسی اور بے کسی کے اس عالم میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر ایک گھڑی گذارنا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ صالحین کی دعائیں ہیں۔ حضرت! آپ پر میرا کوئی حق تو نہیں لیکن اگر آپ دعا فرمادیں گے تو آپ کا احسان ہوگا۔ "واللہ یحب المحسنین○"

میں زیادہ کچھ لکھ کر آپ کا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا، دعاؤں کی درخواست کے اعادے کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں، اگر ممکن ہو تو آپ کے ماحول میں موجود جامعہ کے اساتذہ کرام اور سہراب گوٹھ شاخ کے اساتذہ کرام اور متعلقین ی خدمت میں سلام اور دعاؤں کی درخواست۔

والسلام

اس وقت کو غنیمت سمجھیں

عزیز جان برادرم محمد جہانگیر حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کچھ دن پہلے معلوم ہوا کہ آپ امسال دارالعلوم کورنگی میں ہیں۔ غالب امکان ہے کہ آپ درجہ ثامنہ یعنی دورہ حدیث میں ہونگے۔ ایک اعتبار سے یہ آپ کا طالبعلمی کا آخری سال ہے اس لئے اس سال میں اپنے اندر ایسی طلب علم پیدا کر لیجئے جو کبھی نہ مٹے بلکہ بڑھتی رہے۔ اسی طرح طلب علم کا ایسا سلیقہ بھی سیکھ لیجئے کہ آئندہ خود ہی اس راستے پر چل سکیں اگرچہ کوئی رہنمائی کرنے والا نہ ملے۔ اور طلب علم کے بارے میں جو کمی رہ گئی ہو وہ بھی پوری کر لیجئے اور طلب علم کی آئندہ منزلوں کی نشان دہی بھی کر لیجئے تاکہ مستقبل میں دقت نہ ہو۔ یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوگا؟ اس کیلئے کچھ امور کا التزام کر لیجئے:

① اساتذہ کرام کے روبرو جانے سے پہلے خود حدیث شریف کے اسباق کو حل کیا کریں اور اس میں سوائے حاشیے اور عربی لغات کے کسی اور کتاب کی مدد نہ لیں اور مطالعے کے دوران خود کو تولا کریں کہ صیغوں کی پہچان ہوتی ہے یا نہیں؟ اعراب معلوم ہوتے ہیں یا نہیں؟ عبارت کا ربط اور ضمائر کے مراجع سمجھ آتے ہیں یا نہیں؟ اگر کہیں کمی محسوس ہو تو اس فن کی کتابیں دیکھ کر اس کا ازالہ کریں۔

② ہر حدیث شریف کا ایک متعین مفہوم سمجھ کر جائیں اور اساتذہ کرام کے بیان سے اپنی توثیق یا تصحیح کریں۔

③ اساتذہ کرام کی تقاریر عربی میں لکھنے کی کوشش کریں اور کچی پنسل سے اپنی ذاتی کتابوں پر عربی ہی میں اپنی سمجھ کا نچوڑ لکھا کریں۔

④ حدیث شریف کے جملہ علوم مثلاً اصول حدیث، اسماء الرجال، درایت حدیث کے موٹے موٹے اصول ازبر ہونے چاہئیں اور ان علوم کے مصنفین اور ان

کی کتابوں اور ان کتابوں کے مقام کے بارے میں معلومات ہونی چاہئیں۔

⑤ اگر دوران سبق آپ کے سامنے کسی ایسی کتاب کا حوالہ دیا جائے جو آپ کی دسترس میں ہو تو اس حوالے کو اصل کتاب میں تلاش کیا کریں اور صفحہ نمبر وغیرہ اپنے پاس محفوظ کرلیا کریں۔

⑥ اختلافی مسائل میں ائمہ کرام کے مفتی بہ اقوال کی جستجو کیا کریں کیونکہ عام طور پر متروک اقوال کی تایید میں وقت برباد کیا جاتا ہے۔

⑦ حدیث شریف کی کتابوں کا زیادہ سے زیادہ تعارف حاصل کریں' یہ ان شاء اللہ بہت کام آئے گا۔

⑧ اردو تقاریر (خصوصاً اکابر کی) دیکھنے میں حرج نہیں مگر عبارت حل کرنے میں کسی اردو کتاب سے تعاون لینا زہر قاتل ہے۔

⑨ حدیث شریف کے مشہور رواۃ اور ماہرین کا تعارف اور ان کے زمانے معلوم ہونے چاہیں۔

⑩ جن مسائل میں عصر حاضر کے علماء کرام اور اساتذہ کا اختلاف ہے' ان کے بارے میں آپ کو جس کی رائے اقرب الی التقویٰ لگے اسے عملاً قبول کرلیں البتہ جب تک خود اچھے اور مضبوط عالم نہ بن جائیں اس وقت تک خود ان مسائل میں سر نہ دیں اور نہ کسی ایک طرف کے ایسے پرچارک بنیں کہ دوسروں پر تنقید کرتے پھریں۔ یاد رکھئے کہ اکابر کی تنقیص اور تغلیط ایک خطرناک بیماری ہے۔

مذکورہ بالا امور کا التزام کچھ مشکل نہیں' اگر دل میں علم کی وہ قدر اور مقام ہو جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور خشیت الٰہی اور عمل کی دولت نصیب ہو۔ بے شک وہ لوگ جو علم کو ایک فن یا پیشہ سمجھ کر پڑھتے ہیں' علم اپنے جمال کی جھلک تک انہیں نہیں دکھاتا لیکن اگر علم کو عمل کے لئے پڑھا جائے اور اپنے علم سے نفع حاصل کرنے کا جذبہ دل میں موجزن ہو تو پھر علم کا جمال طالبعلم پر آشکارا ہو جاتا ہے اور پھر مرتے دم تک طالبعلم کا دل اور دماغ علم

سے نہیں بھرتا بلکہ اس کا ہر جلوہ اور اس کے وصال کا ہر لمحہ آتش شوق کو اور بھڑکا دیتا ہے۔

عزیزم! حدیث پڑھنا کوئی معمولی سعادت نہیں ہے بلکہ یہ تو شرف صحابیت کا ایک حصّہ ہے آپ کو بلند پایہ اساتذہ کرام نصیب ہیں' آپ کو کتابوں تک رسائی کی سہولت بھی حاصل ہے' فرصت اور فراغت کی دولت بھی نصیب ہے' بے شک یہ سب خوش نصیبی ہے' امید ہے کہ آپ سعادت کا کوئی لمحہ اور کوئی موقع ضائع نہیں کریں گے۔ ذرا مجھے دیکھئے! میں بھی ایک طالبعلم ہوں مگر مجھے ایسے علماء کرام تک رسائی نہیں ہے جن کی صحبت سے علمی پیاس بجھائی جاتی ہے۔ میرے پاس چند گنی چنی کتابیں ہیں حالانکہ ان کتابوں کے پڑھنے میں اور کتابوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر وہ کتابیں مجھ تک نہیں پہنچ سکتیں۔ پھر دشمنوں کی قید میں ہونے کی وجہ سے بے سکونی' افراتفری اور خطرات کا ماحول ہے۔ جب چہرے ہر وقت تھپڑوں کی اور جسم ہر وقت بوٹوں اور سلاخوں کی زد میں ہوں تو ایسا ماحول علم کے لئے سازگار نہیں ہوتا' البتہ ایمان کے لئے سازگار ہوتا ہے کیونکہ یہ مکی ماحول ہے اور مکہ میں احکامات کم ہی نازل ہوئے۔

عزیزم! یہ سب کچھ لکھنے کا مقصد خدانخواستہ کوئی شکوہ یا شکایات نہیں ہے بلکہ آپ کو ان نعمتوں کا احساس دلانا ہے جو آپ کے گرد وافر مقدار میں بکھری پڑی ہیں۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ وگرنہ میں بھی جس حالت میں ہوں اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے کہ اس نے بے شمار اور بے بہا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں۔

عزیزم! علم کے بغیر اندھیر ہی اندھیر ہے اور علم آہستہ آہستہ اٹھتا جا رہا ہے' گمراہی کے تاجر ہر طرف پھیل چکے ہیں اور اسلام کے اصلی نقشے کو بگاڑنے کے لئے امریکہ اور اس کی نام نہاد جدت پسندی کے پجاری میدانوں میں اتر چکے ہیں۔ حق اور باطل کے درمیان بڑا معرکہ شروع ہوچکا ہے اور اہل حق کو کامیابی کے لئے پختہ دینی علم اور شرعی جہاد کی ضرورت ہے۔ یہ بات مجھے اچھی طرح سمجھ آچکی ہے' اس لئے

میں بار بار طالبعلموں سے مخاطب ہو کر انہیں رسوخ فی العلم کی نصیحت کرتا ہوں۔ تکمیل آزادی میں بھی میں نے اس موضوع کو تفصیل کے ساتھ لیا اور آپ کو بھی یہ خط اسی لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ میری اس دعوت بلکہ وقت کی پکار کو سمجھیں اور ایسے عالم بنیں جو قرآن و سنت اور اسلاف کی تعبیرات کو سمجھنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ خط اپنے ہم سبق ساتھیوں اور دوسرے طالبعلموں کو بھی سنائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ اپنے وقت کو قیمتی بنا کر مُسلمانوں کی اہم ترین ضرورت کو پورا کریں اور اپنے عزائم اور کردار کو بہت بلند رکھیں اور اُمت مسلمہ کے لئے کارگر افراد بننے کی کوشش کریں اور یہ بات دل میں بٹھالیں کہ جس طالبعلم کو اللہ تعالیٰ نے مدرسہ کا ماحول، اساتذہ کرام کی صحبت کتابوں تک رسائی اور فراغت کی نعمت عطا فرمائی اور پھر وہ اچھا عالم نہ بنا بلکہ فضولیات میں پڑا رہا یا معاصی میں مبتلا رہا، تو ایسا طالبعلم مجرم ہے بدترین مجرم، اللہ کا بھی اور پوری اُمت مسلمہ کا بھی۔

"اللهم! انا نعوذبك أن نكون من المجرمين."

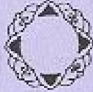
حضرت اقدس مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے وجود مسعود اور صحبت کو غنیمت جانیں اور ان کی خدمت میں میرا بھی سلام عرض کریں۔ حضرت اقدس مولانا سحبان محمود صاحب اور جناب صدر صاحب کی خدمت میں بھی سلام عرض کریں۔ اسی طرح حضرت مفتی عبدالرؤف صاحب، مولانا راحت علی صاحب، قاری عبدالملک صاحب، مولانا زبیر اشرف عثمانی صاحب اور دیگر اساتذہ کرام کی خدمت میں بھی سلام۔ یہ وہ حضرات ہیں جن سے بالمشافہ تعارف رہا ہے، اس لئے ان کے اسماء گرامی لکھ دیئے ہیں ویسے تو سب خدام علم سے عقیدت و احترام کا رشتہ ہے، اپنے ہم سبق ساتھیوں کو بھی سلام۔

آخر میں گذارش ہے کہ مرشدی حضرت اقدس دامت برکاتہم کی روحانی اور علمی شخصیت فقید المثال ہے اس لئے ان سے استفادے کا کوئی موقع ضائع نہ کریں۔ حضرت مفتی تقی صاحب مدظلہ سے عرض کریں کہ سفر ازبکستان کے دوران میں نے

ان سے وعدہ کیا تھا کہ امام شامل نامی کتاب پیش خدمت کروں گا، یہ کتاب میرے ایک ساتھی سلطان محمود کے پاس تھی، سفر سے واپس آکر میں نے معلوم کیا تو کتاب نہیں ملی اور معذرت کا موقع بھی نہ مل سکا، اس پر معذرت خواہ ہوں۔ عزیزم! اگر یہ کتابچہ آپ کو مل جائے تو حضرت تک پہنچا دیں۔

والسلام دعاؤں کا محتاج

اخوک محمد مسعود اظہر



ایک شہید کے والدین کے نام مولانا محمد مسعود اظہر کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واجب الاحترام قابل قدر والدین شہید عبدالرشید رحمۃ اللہ حفظہما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو مراتب عالیہ عطا فرمائے اور ہمیشہ صحت و عافیت اور آسودگی سے رکھے اور آپ جیسے ایمانی جذبات مُسلمان نوجوانوں کے والدین کو عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

مبارک ہو' صد مبارک' کل تک آپ علماء و حفاظ اور صلحاء کے والدین تھے اور آج آپ ایک شہید کے والدین بھی بن گئے۔ یقیناً آپ کے پاس پہلے بھی بہت کچھ تھا اور اب تو آپ کو وہ سعادت مل گئی جس کے سامنے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ہیچ ہے۔ اللہ پاک نے آپ سے آپ کا بیٹا مانگا (کیا ہی خوش قسمتی ہے) آپ نے فوراً اپنا جوان لخت جگر دے دیا (کیا ہی بڑی سعادت ہے) اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرما کر یہ بتا دیا کہ آپ بھی کھرے ہیں آپ کا بیٹا بھی کھرا تھا جو قبول کرلیا گیا اور آپ کی نیت بھی سچی تھی اور آپ کا بیٹا بھی سچا نکلا' بہت سچا' بالکل سچا۔

"من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه." (القرآن)

امریکا کے تحفظ کیلئے جان دینے والے فوجیوں کے ماں باپ کو وہاں کا کافر صدر' جب مبارک باد دیتا ہے اور سلام کرتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے حالانکہ امریکا ایک شیطانی تماشہ ہے جو جلد مٹ جائے گا' اس کی خاطر مرنے والے وہ بیوقوف ہیں جو پانی کے ایک بلبلے اور مکڑی کے ایک جالے کی حفاظت میں مر رہے ہیں۔

لیکن آپ کے جوان اور غیرتمند بیٹے نے اسلام کے تحفظ کے لئے جان دی اور اپنے خون کی دھاروں سے اللہ کی وحدانیت کی شہادت دی اور اپنے جسم کو چھلنی

کرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی دی اور وہ اس صف میں جا کھڑا ہوا جس میں صرف خوش نصیبوں کو جگہ ملتی ہے۔ اب جب تک دنیا میں اسلام رہے گا' جب تک دنیا میں اذان گونجتی رہے گی' جب تک دنیا میں مدارس قائم رہیں گے' جب تک دنیا میں رب تعالیٰ کے حضور سجدے ہوتے رہیں گے' آپ کے بیٹے کو اجر ملتا رہے گا اور آپ کو اجر ملتا رہے گا' کیونکہ وہ اسلام کی حفاظت میں شہید ہوا اور اسلام اس وقت تک رہے گا جب تک قیامت کا فیصلہ نہیں ہوگا۔

یقیناً آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی خوشی اور سعادت دی ہے جس پر ہزاروں خوشیاں قربان کی جاسکتی ہیں۔ کاش! کامیابی کے اس راز کو سب مُسلمان نوجوانوں کے والدین سمجھ لیں تو چند ہی دنوں میں اسلام پوری دنیا کو اپنی خوشبو سے مہکا دے اور کفر و شرک کے تعفن سے دنیا کو نجات مل جائے' لیکن افسوس ابھی تک ایسی عمومی فضا نہیں بنی' لیکن زمین پر گرنے والا یہ پاک خون اگرچہ تھوڑا ہی سہی لیکن اپنا اثر دکھا رہا ہے اور وہ منزل قریب تر ہو رہی ہے جس کا آج سے پندرہ سال پہلے کہیں دور تک نشان بھی نظر نہیں آتا تھا۔

آج کا جہاد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے جہاد کی طرح بہت مشکل ہے اور آج بھی ان دنوں کی طرح اسلام کے چند نام لیوا اس زمانے کی قیصرو کسریٰ (روس' یورپ' امریکا) کے گھیرے میں ہونے کے باوجود پوری دنیا کے کفر کو للکار رہے ہیں اور ان سے ٹکرا رہے ہیں۔ جس طرح اس زمانے میں تھوڑے سے مجاہدین تھے اور وہ بھی نہتے اور سامنے دشمنوں کے تاحد نظر پھیلے ہوئے لشکر ہر طرح کے اسلحے میں ڈوبے ہوئے تھے' آج بھی تاریخ وہی منظر دہرا رہی ہے۔

اُس زمانے میں بھی منافق لوگ اُن مُسلمانوں کا منہ چڑاتے تھے جو اپنے سے کئی گنا طاقت ور دشمن سے ٹکرانے کے لئے نکلتے تھے اور کہتے تھے کہ "غرھولاء دینهم." کہ یہ لوگ دین کے نام پر پاگل ہو رہے ہیں۔ آج بھی منافق اسی طرح

مجاہدین کا منہ چڑاتے ہیں اور یہ سمجھانے کی کوشش کررہے ہیں کہ امریکا اب (نعوذباللہ) ناقابل تسخیر ہے، تم کفر سے لڑنے کی بے وقوفی نہ کرو۔ لیکن ایک منظر اس وقت بھی ایسا تھا، جس نے اللہ کی نصرت کو خوب متوجہ کیا اور اُس زمانے کی ناقابل تسخیر سمجھی جانے والی طاقتیں مشت غبار کی طرح اُڑ گئیں۔ آج بھی الحمدللہ! وہ منظر وجود میں آرہا ہے۔

کل کا منظر یہ تھا کہ ایک انصاری صحابیہ رضی اللہ عنہا کو جب اپنے شوہر، بھائی اور باپ کی شہادت کی خبر ملی تو وہ ان کا غم کرنے کی بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھ رہی تھیں۔

اور آج کا منظر یہ ہے کہ بھائی عبدالرشید کی والدہ اپنے جوان بیٹوں کو اللہ کے راستے میں بھیج رہی ہیں اور جب اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو ماتم کرنے کی بجائے شکرانے کے طور پر غریبوں میں مٹھائی تقسیم کر رہی ہیں۔

اے کافرو! کیا اب بھی تم مُسلمانوں کو مٹانے کی بات کرتے ہو؟؟؟؟

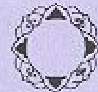
ایسے خوش قسمت والدین سے درخواست ہے کہ ان کا ایک بیٹا تو اللہ پاک نے قبول کرلیا ہے جب کہ ان کا دوسرا ایک مُسلمان بیٹا جیل میں بیٹھا ہوا جہاد کے لئے تڑپ رہا ہے، اس کے لئے خصوصی دعاء فرمائیں۔

والسلام

محمد مسعود اظہر عفااللہ عنہ

۱۳ شعبان ۱۴۱۷ھ بمطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۶ء، یوم الاربعاء

تہاڑ جیل، نئی دہلی، انڈیا



ایک شہید کے والدین کے نام تعزیتی پیغام

اصحاب السعادۃ والدین کریمین عبدُالقدیر شہید حفظھما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کی نعمت، رضا و تسلیم کا نور، اپنی محبت بھرپور اور حیات طیبہ کا سرور عطا فرمائے اور آپ کی زندگی کا ہر آنے والا دن پچھلے دنوں سے ہر اعتبار سے بہتر بنائے اور آپ کی سعادتوں اور قربانیوں کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

شہید سعید عبدُالرشید رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارکباد کے بعد آپ کو شہید عزیز عبدُالقدیر رحمہ اللہ تعالیٰ کی مبارکباد لکھنی ہوگی، ایسا خیال بظاہر ذہن میں نہیں تھا۔

شہید عبدُالرشید کی سعادت بھی کچھ کم نہیں تھی اس لئے آپ کے باقی گھرانے کیلئے دل سے ہر طرح کی سلامتی کی دُعا ہی نکلتی تھی۔ لیکن آپ کی سعادتیں بے شمار ہیں اور آپ کو وہ سلامتی نصیب ہوئی جو اللہ تعالیٰ صرف اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ حقیقی سلامتی، حقیقی خوشی، حقیقی پیار، سچی محبت۔

گرفتاری سے پہلے میں برطانیہ گیا تھا۔ میرے میزبانوں نے بازار میں بعض ایسے بڑے اور قیمتی اسٹور دکھائے تھے جہاں سے مختلف ملکوں کے حکمران اور شہزادے خریداری کرتے تھے۔ ان اسٹوروں کے مالک اس کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں اور خوشی سے پھولے نہیں سماتے دوسرے دُکاندار بھی انہیں رشک کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اسی طرح بعض اسٹور اور دُکانیں اس لئے قابل رشک سمجھی جاتی ہیں کہ وہاں سے بعض مشہور فلمی میراثی اور گوئیے خریداری کرتے ہیں۔

سبحان اللّٰہ! ماشاء اللّٰہ! لاقوۃ الا باللّٰہ!

اس گھر پر کیوں نہ رشک کیا جائے جہاں سے مالک الملک، رب السموت والارض، اللہ جل جلالہ و عم نوالہ خریداری فرماتے ہیں۔ ایک بار نہیں بار بار۔ "ان

اللہ اشتریٰ من المؤمنین ..... " الآیۃ

اس ماں کی خوش قسمتی کا کیا پوچھنا جس نے ایسے بیٹے جنم دیئے جنہیں اللہ خریدتا ہے۔

وہ مال کتنا کھرا ہوگا' کتنا معیاری ہوگا' کتنا محبوب ہوگا' کتنا قیمتی ہوگا جسے مالک جنت' جنت کے بدلے خریدتا ہے۔

وہ والد کس قدر خوش نصیب ہے جس کے جسم کے ٹکڑے' جگر کے ٹکڑے اس قابل ہیں کہ آسمانوں پر قبول کیے جاتے ہیں۔ آج وہ فرشتوں کے ساتھ پھرتے ہیں' عیش کرتے ہیں' اُڑتے ہیں' وہ روزی کھاتے ہیں جس کا دُنیا میں تصور بھی ممکن نہیں۔ انہیں رب نے خرید لیا ہے' یہی بات ان کے ناز کیلئے کافی ہے۔

کتابوں میں ایک واقعہ پڑھا تھا۔ ایسے خاندان کا واقعہ جو عشق الٰہی سے سرشار تھا اور رحمت الٰہی کا مسکن بنا ہوا تھا۔ جہاں سے رب تعالیٰ محبت کے ساتھ بار بار خریداری فرماتے تھے۔ مولیٰ کی محبت کے انداز بھی نرالے ہوتے ہیں۔ میں اس واقعے کو پڑھ کر اس خاندان پر رشک کرتا تھا مگر اب اس سعادت مند خاندان کی مثالیں دیکھ رہا ہوں اور عصر حاضر کے اس مثالی خاندان کے معزز بزرگوں کو اس سعادت پر مبارکباد دیتے ہوئے ماضی کے اس مبارک خاندان کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

ابو قدامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

"میں بعض لڑائیوں میں مسلمانوں کے لشکر کا امیر تھا۔ جہاد پر لوگوں کو تیار کرنے اور اسلامی لشکر کی تعداد بڑھانے کیلئے میں بعض شہروں میں گیا اور میں نے لوگوں کو اسلام کے اس عظیم فریضے کی دعوت دی' انہیں جہاد کا اجر و ثواب سمجھایا اور شہادت کی مٹھاس سے انہیں آگاہ کیا۔ دعوت دے کر ایک دن میں اپنی قیام گاہ پر لوٹا تو ایک خاتون نے مجھے پکارا۔ مجھے کچھ تردد ہوا تو اس نے کہا : آپ جیسے لوگوں کو ہم سے تردد نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اس خاتون کے پاس آیا تو انہوں نے مجھے ایک پوٹلی دی اور روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ میں نے پوٹلی کھولی تو اس میں ایک خط اور

ایک رسی تھی۔ خط کھولا تو اس میں لکھا تھا : "اے امیر المجاہدین ! آپ نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی اور انہیں جہاد کا اجر و ثواب بتایا مگر میں ایک ناتواں عورت ہوں' جہاد کرنا چاہتی ہوں مگر اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ میرے پاس ایک رسی ہے اسے اپنے گھوڑے کی لگام بنالیں۔ اس طرح میرا بھی جہاد میں حصہ شامل ہو جائے"۔

ابو قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ رسی رکھ لی یہاں تک کہ وہ رات آپہنچی جس کے بعد ہمارا مشرکین سے مقابلہ تھا۔ میں نے اس رسی کو گھوڑے کی لگام بنالیا اور صبح میدانِ جہاد میں آپہنچا۔ یہاں میں نے ایک خوبصورت' کم سن اور بہادر لڑکے کو دیکھا جو دُشمن کی طرف پیدل بڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے روک کر کہا کہ بیٹے تم پیدل جا رہے ہو' آج لڑائی بہت سخت ہے' مجھے خطرہ ہے کہ گھوڑے تمہیں روند نہ ڈالیں۔ میری بات سن کر اس غیور بچے نے کہا : میں واپس کیسے لوٹوں ؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو ! جب تمہارا دُشمن سے میدانِ جنگ میں سامنا ہو تو تم پیٹھ مت پھیرو"۔ بچے کی بات سن کر میں نے اسے ایک تیر کمان دے دیا۔ بچے نے مجھے کہا کہ امیر صاحب مجھے ایک اور تیر قرض دے دیں۔ میں نے کہا بیٹے یہ قرض کا وقت نہیں۔ اس نے کہا اللہ کیلئے مجھے قرض دے دیں۔ میں نے اسے ایک اور تیر دے دیا۔ اس نے ایک رومی مار گرایا۔ میں نے اسے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہوں۔ اس نے کہا جی ہاں ! اسی طرح اس نے تین تیر لئے اور ہر تیر سے رومی گرائے۔ آخری تیر پھینک کر اس نے کہا : اچھا اب السلام علیکم ! میری جدائی کا وقت آگیا ہے۔ اسی اثناء میں اسے دونوں آنکھوں کے درمیان تیر لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑا۔ میں نے اسے کہا : بیٹے تم نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے نہ بھولنا۔ اس نے کہا میں نہیں بھولوں گا مگر آپ میرا ایک کام کر دیں۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے ؟ اس نے کہا : جب آپ فلاں شہر جائیں تو میری والدہ صاحبہ سے مل لیں اور انہیں میرا سلام کہیں اور میرا یہ برتن انہیں دے دیں۔ میں نے پوچھا آپ کی والدہ کون ہیں ؟ اس نے کہا : وہی خاتون جس کی دی

ہوئی رسی آپ کے گھوڑے کی لگام بنی ہوئی ہے۔

ابو قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ بات سن کر مجھ پر گریہ طاری ہوگیا اور اس نوجوان نے اپنی جان' جان جاناں کو سپرد کردی۔ میں نے اسے دفن کردیا۔ جب لڑائی ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہ زمین پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے دوسری قبر کھود کر اسے دفن کیا تو اس قبر نے بھی اسے باہر پھینک دیا۔ میرے رفقاء نے کہا کہ اسے چھوڑ دو لگتا ہے یہ لڑکا اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر آیا ہے مگر میں شش وپنج میں تھا۔ عشاء کے بعد میں اللہ کے حضور رونے اور گڑگڑانے لگا کہ یا اللہ! میں کیا کروں؟ میں یہ دُعا کررہا تھا کہ مجھے ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا: اے ابوقدامہ! اللہ کے ولی کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ! یہ آواز سن کر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ پرندے جمع ہوئے' اُنہوں نے اسے کھالیا اور درندوں نے ہڈیاں بھی نگل لیں۔

ہم جب واپس شہر آئے تو میں اس کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک چھوٹی سی بچی نکلی جب اس نے میرے ہاتھ میں لڑکے کا برتن دیکھا تو اس نے پکار کر کہا: امی! ابوقدامہ میرے بھائی کا برتن لے کر آئے ہیں اور میرا بھائی ان کے ساتھ نہیں۔ یا اللہ! پہلے سال میرا باپ شہید ہوا' دوسرے سال میرا بھائی شہید ہوا اور اب دوسرا بھائی بھی شہید ہوگیا۔ ابوقدامہ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں اس قدر رویا کہ شاید جان دے دیتا۔ اسی اثنا میں وہ خاتون باہر نکلیں اور مجھے کہنے لگیں آپ مبارکباد دینے آئے ہیں یا تعزیت کرنے؟ اگر میرا بیٹا وفات پاگیا ہے تو مجھ سے آپ تعزیت کیجئے اور اگر شہید ہوا ہے تو مجھے مبارکباد دیجئے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! وہ تو شہید ہوا ہے۔ خاتون نے کہا اس بات کی کیا نشانی ہے کہ وہ شہید ہوا ہے؟ میں نے کہا وہ لڑتے ہوئے دُشمن کے ہاتھوں قتل ہوا ہے۔ خاتون نے پوچھا: اسے زمین نے قبول کیا یا نہیں؟ میں نے کہا بخدا نہیں۔ عورت نے کہا اگر ایسا ہوا ہے تو پھر الحمدللہ! (یعنی میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں)۔ پھر اس نے ایک صندوق کھولا اور اس میں سے ایک کالی چادر اور لوہے کی ہتھکڑی نکالی اور کہنے لگی کہ جب رات چھا

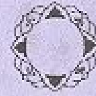
جاتی تو میرا شہید بیٹا یہ کالی چادر پہن لیتا تھا اور اپنے ہاتھ اس ہتھکڑی میں باندھ لیتا تھا اور دُعاء کرتا رہتا تھا کہ یا اللہ! مجھے قیامت کے دن پرندوں اور درندوں کے پیٹ سے کھڑا فرمانا۔ بس اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کی دُعا کو قبول کرلیا"۔

الحمدللہ! اس دور میں آپ کے خاندان نے ان پرانے واقعات کو زندہ کردیا ہے حالانکہ اب مجموعی طور پر ایمان کی گرم بازاری سرد پڑتی جارہی ہے' اسلاف کے واقعات پر دھول پڑگئی ہے اور ماں باپ اپنے ہاتھوں سے اپنے نوجوان بچوں کو جہنم کی طرف دھکیل رہے ہیں' چند ٹکوں کی خاطر' جھوٹے نام کی خاطر' لوگ روزی کے ٹکڑوں کے پیچھے اندھادھند دوڑ رہے ہیں۔ ہر طرف خدا فراموشی اور خود فراموشی کے دردناک مناظر دیکھنے کو مل رہے ہیں مگر آپ خوش نصیب ہیں کہ روزی اور عزت کا مالک آپ سے پھر اپنے پیاروں کو خرید لے گیا اور آپ کو وہ کچھ مل گیا جس کی تمنا ہر سچا مُسلمان کرتا ہے۔ یہ چیز جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو ملتی تھی تو وہ شکر ادا کرتے تھے۔ میں آپ کو اس سعادت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں' اپنی طرف سے اور آپ کے ان سب بچوں کی طرف سے جو اللہ کے راستے میں اسیر ہیں اور آپ کی قسمت پر رشک کررہے ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر اداء کیجئے' دل کی گہرائیوں سے' بہتی آنکھوں سے۔ اور اس سچی نیت کی حفاظت فرمائیے جس کی بدولت آپ کا آنگن اخلاص کی اس خوشبو سے مہک رہا ہے' جو رحمت خداوندی کا استقبال کرتی ہے۔ اپنے ان نیک اعمال اور رزق حلال کی حفاظت کیجئے جس کا اثر آپ کی اولاد کی رگوں میں دوڑتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بنے ہوئے ہیں۔ اپنی اس سادگی کی حفاظت کیجئے جس پر اللہ تعالیٰ کو پیار آتا ہے۔ اکابر کے ساتھ اپنے تعلق اور اپنے جذبۂ جہاد کی حفاظت کیجئے کہ انہیں کی بدولت آپ کی چھپی ہوئی خوشبو آج لاکھوں مُسلمانوں کو ایمان کی راہیں دکھارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اور آپ کی اولاد اور خاندان کی حفاظت فرمائے اور ہر قدم پر آپ کی نصرت فرمائے۔ آخر میں عاجزانہ درخواست ہے کہ میرے لئے اور میرے

محبوس رفقاء کیلئے بھی دُعا فرمادیں' یہ آپ کا احسان ہوگا۔

آپ کے پورے خاندان اور سب اہل خانہ اور گاؤں والوں کی خدمت میں مبارکباد اور سلام۔

والسلام



امیر جیش کا پہلا پیغام کارکنوں کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے ہم سفر' ہم فکر ساتھیو! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

الحمدللہ "جیش محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہم نے اپنے کام کا آغاز کردیا ہے۔ میری تمنا اور خواہش تھی کہ میرے علاوہ کسی اور ساتھی کو امیر منتخب کیا جاتا لیکن یہ بھاری بوجھ میرے کمزور کاندھوں پر ڈال دیا گیا ہے اور اس طریقے سے ڈالا گیا ہے کہ شریعت کی رو سے میرے لئے انکار کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ میں اس فرض کی ادائیگی کیلئے اللہ تعالیٰ سے توفیق اور مدد مانگتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور تمام مُسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اسلام اور جہاد کی کما حقہ خدمت کی توفیق عطاء فرمائے اور مجاہدین کو صلاح اور تقویٰ کے ساتھ ایک منظم محاذ نصیب فرمائے تاکہ مضبوطی کے ساتھ مظلوم مُسلمانوں کی مدد کی جاسکے اور اپنے مقبوضہ اسلامی علاقوں کو کافروں کے چنگل سے آزاد کرایا جاسکے اور اسلام کی حفاظت کی جاسکے۔ اب جبکہ "جیش محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تشکیل ہوچکی ہے۔ میں تمام مجاہدین کرام کو اس محاذ میں شمولیت کی دعوت دیتا ہوں اور جو مجاہدین ہمارے ساتھ شامل ہوچکے ہیں ان سے عرض کرتا ہوں کہ جہاد ایک عظیم عبادت ہے اور اس میں اطاعت امیر فرض ہے اس لئے تمام مجاہدین اب اپنے تمام جہادی امور عبادت سمجھ کر عبادت کی شان کے ساتھ اداء کریں اور ہر طرح کے فسق' خیانت' جھگڑے اور فضولیات سے پرہیز کریں۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے نفس کی اصلاح کی فکر کریں۔ اب تک ہم نے جتنا نقصان اٹھایا ہے وہ اطاعت امیر نہ ہونے کی وجہ سے اٹھایا ہے۔ اس لئے تمام کارکن افغانستان کے طالبان سے سبق لیں اور اطاعت امیر کے ذریعے اپنے مرکز کو ایسا مضبوط بنادیں کہ کفر پر زلزلہ طاری ہوجائے۔ یاد رکھئے! اگر مرکز کمزور ہوا تو

ہم ہمیشہ وہیں کھڑے رہیں گے جہاں تھے لیکن اگر مرکز مضبوط ہوا تو پھر اسلام کی عزت کو چار چاند لگیں گے اور مجاہدین کی صلاحیتیں ایک دوسرے کو اکھاڑنے اور پچھاڑنے کی بجائے دشمنان اسلام کے مقابلے میں صرف ہوں گی۔ ابتدائی طور پر چند ضروری امور پر عمل کریں اور ایک دوسرے کو اس پر عمل کی دعوت دیں۔

① مجاہد کی جان اور مال کا خریدار اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس لئے "جیش محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کارکن اپنی جان کو گناہوں سے اور اپنے مال کو خیانت اور شبہات سے پاک رکھے نیز ہر کارکن جان اور مال کی قربانی کا جذبہ اپنے اندر موجزن رکھے۔

② ماضی میں تنظیمی اختلافات اور غیر تربیتی ماحول کی وجہ سے اگر کسی کارکن میں کوئی روحانی بیماری مثلاً جھوٹ، خیانت، غیبت، نمازوں میں سستی، حب دنیا، حب جاہ، نفس پرستی وغیرہ پیدا ہوگئی ہو تو اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑا کر توبہ استغفار کرے اور اپنی اصلاح کی فکر کرے۔ یاد رکھئے! جہاد جنت کا راستہ ہے اور مجاہدین میں اہل جنت کی صفات ہونی چاہئیں۔

③ دعوت جہاد کا عمل تیز کردیں۔ ہم نے اس سال گرمیوں میں ان شاء اللہ کئی ہزار مجاہدین کشمیر میں مسلمانوں کے تحفظ کیلئے بھیجنے کا ارادہ کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس بار بار مشرکوں کے ساتھ جہاد فرمایا۔ "جیش محمد" کے کارکن بھی مشرکین سے جہاد کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ افراد کو تیار کریں۔

④ "جیش محمد" کے ہر دفتر میں تین چیزیں لازمی ہیں: مکتب یعنی جہاد کا دفتر۔ مکتبہ یعنی کتب خانہ اور لائبریری اس میں جہادی کتابوں اور کیسٹوں کے علاوہ حضرات اکابر کی کتابیں بھی رکھی جائیں جو لوگوں کو پڑھنے کیلئے عاریۃً دی جائیں۔ مدرسہ یعنی ہر دفتر میں مقامی مجاہدین تعلیم بالغاں کا انتظام کریں جس میں نوجوانوں کو ناظرہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھایا جائے، نماز سکھائی جائے، مسائل اور مسنون دعائیں یاد کرائی جائیں۔ اس مدرسے میں پڑھانے کیلئے ان حضرات کو لیا جائے جو روزانہ دو گھنٹے کا وقت رضاکارانہ طور پر خدمت جہاد کیلئے پیش کریں۔ دفاتر کی یہ

ترتیب فوراً شروع کردی جائے۔

⑤ معسکرات اور دفاتر کیلئے ان شاء اللہ عنقریب ایک ترتیب کا اعلان کیا جائے گا۔ فی الحال تمام دفاتر میں روزانہ فضائل جہاد کی تعلیم لازمی ہے۔ اس میں بالکل سستی نہ کی جائے کیونکہ شوق شہادت کو زندہ رکھنا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر یہ شوق ٹھنڈا ہوجائے تو پھر انسان فتنوں میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

⑥ حضرات علماء کرام اور دینی مدارس کے طلبہ بڑھ چڑھ کر "جیش محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ بنیں کیونکہ وہی اس کے زیادہ حقدار ہیں اور دیگر مسلمانوں میں سے جو بھی اس لشکر محمدی میں شرکت کرنا چاہتے ہوں ان کیلئے دروازے کھلے ہیں بشرطیکہ وہ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کرنا چاہتے ہوں۔ البتہ دینی مدارس کے طلبہ کرام اس ترتیب سے کام کریں کہ ان کی تعلیم ہرگز متاثر نہ ہو۔

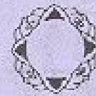
⑦ جو حضرات و خواتین "جیش محمد" صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مالی تعاون کرنا چاہتے ہوں یا کوئی مرکز یا دفتر دے کر اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہوں تو ان کیلئے عنقریب ایک ایسے نظام کا اعلان کردیا جائے گا جو خیانت اور بے احتیاطی سے پاک اور شرعی اصولوں کے عین مطابق ہوگا۔ جب تک اس طرح کی ترتیب کا اعلان نہیں ہوجاتا اس وقت تک حصہ لینے والے حضرات اس موبائل فون نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں: 0300-203600

⑧ اس وقت تمام دشمنان اسلام جہاد اور مجاہدین کے خلاف متحد ہوچکے ہیں اور ہم نے ایسے وقت میں منظم ہونے کا اعلان کیا ہے جب ہمیں بکھیرنے کے منصوبے ہر طرف بن رہے ہیں، مگر ہماری نظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ پر ہے اور ہم نے اسی کے بھروسے پر اس عظیم اور مبارک کام میں ہاتھ ڈالا ہے، ان شاء اللہ وہ ہماری مدد کرے گا۔ کارکنوں کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور ان اعمال میں لگ جائیں جن سے اللہ تعالیٰ کی نصرت متوجہ ہوتی ہے اور کسی طرح کے منفی پروپیگنڈے

سے مایوس نہ ہوں۔

⑨ تمام کارکنوں پر لازم ہے کہ وہ کسی دوسری جہادی تنظیم کی مخالفت نہ کریں اور نہ ہی کسی تنظیم کے زعماء حضرات کے خلاف کوئی بدگوئی کریں اور نہ ہی کسی تنظیم کے کارکنوں کے ساتھ کسی طرح کے جھگڑے یا نزاع میں مبتلا ہو کر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع دیں۔ یاد رکھئے! آپ لوگوں کا مشن بہت عظیم ہے اور آپ اس امت کے عظیم ترین مفادات کے تحفظ کیلئے کھڑے ہوئے ہیں اس لئے ان فضولیات میں نہ الجھیں جن میں الجھ کر ماضی میں بہت وقت اور بہت افراد ضائع ہو چکے ہیں، کشمیر اور پوری دنیا کے مجموعی حالات پر نظر کیجئے، کلیجہ منہ کو آتا ہے، ان حالات میں ہمیں سنجیدہ اور بامقصد بننا ہو گا۔

⑩ دشمنان اسلام خوف کی وجہ سے اور بعض دوسرے افراد غلط فہمیوں کی وجہ سے ممکن ہے کہ "جیش محمد" کی مخالفت کریں۔ ان حالات میں ہمارے کارکنوں پر لازم ہے کہ وہ صبر اور استقامت سے کام لیں اور اپنی تمام تر قوت اور صلاحیت صرف اور صرف دشمنان اسلام کا مقابلہ کرنے میں صرف کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام

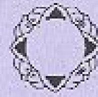


جیش کی تاسیس کے موقع پر عمومی پیغام

اصولی موقف، لازمی ہدایت

اللہ تعالیٰ کے دین اسلام سے محبت ایمان کا لازمی جزو ہے اور اسلام کی خدمت ایک عظیم سعادت ہے اور اسلام کی عظمت اور اس کی حفاظت کیلئے محنت ایک ضروری ذمہ داری ہے۔ اس زمانے میں اسلام کے دشمن بے شمار ہیں اور یہ سب متحد ہو کر کام کر رہے ہیں اس لئے اسلام کے خادموں کو بھی متحد ہو جانا چاہئے اور اتحاد کی پہلی سیڑھی ایک دوسرے کا اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن ظن ہے چنانچہ ہمیں ہر اس شخصیت اور ہر اس فرد کا احترام کرنا چاہئے جو دین کی خدمت کر رہا ہے اور دین کے کسی بھی شعبے میں مصروف عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ کے دین سے محبت ہوگی وہ دین کا کام کرنے والے ہر شخص سے محبت کرے گا اور اس کا دل کبھی بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرے گا کہ وہ دین کی خدمت کرنے والوں کی مخالفت کرے یا انہیں نقصان پہنچائے۔ میں "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے تمام اراکین و کارکنوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً اس بات کی تاکیدی دعوت دیتا ہوں کہ وہ دین کے کسی بھی شعبے میں خدمت سرانجام دینے والے کسی بھی فرد کی مخالفت نہ کریں۔ مدارس ہوں یا خانقاہیں، تبلیغی کام ہو یا اصلاحی، جہادی جماعتیں ہوں یا دینی سیاسی جماعتیں، ان سب کا بھرپور اکرام اور احترام کریں اور جہاد کے کام کو اس کا پورا حق دیں کیونکہ جب تک ہم جہاد کے مکمل حقوق ادا نہیں کریں گے جہاد کے مکمل ثمرات سے محروم رہیں گے۔ "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی فرد اگر خدانخواستہ کسی دینی کام یا دینی شخصیت کی مخالفت کرے گا تو اس کا جیش کے ساتھ تعلق حقیقی نہیں رہے گا۔ اب تک اُمت نے اختلافات میں پڑ کر بہت کچھ کھویا ہے اب ضرورت اس بات کی ہے

کہ ہم اختلافات کو کھو کر وہ نعمتیں پائیں جو اللہ تعالیٰ نے اتفاق و اتحاد میں رکھی ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم بدگمانی، غیبت اور طعنہ زنی سے احتراز کریں اور ایک دوسرے کا اکرام کرتے ہوئے دین کی خدمت سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین



جیش کی تاسیس کے موقع پر ذمہ داروں اور کارکنوں کو ہدایات

① ہر اچھے اور بڑے کام میں آزمائشیں آیا کرتی ہیں لہٰذا خوب محنت کر کے کام کو آگے بڑھایا جائے۔

② اگر ذمہ داروں میں اختلاف و نزاع نہ ہو تو پھر ہر سازش ناکام ہو جاتی ہے۔

③ اکابر کی سرپرستی ہمارے لئے کافی ہے ان کا یکسو ہونا اور دوسروں کو مسترد کرنا ضروری نہیں، کوئی ذمہ دار اکابر سے بدظن نہ ہو۔

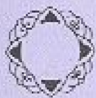
④ کشمیری تنظیموں کو اعتماد میں لیا جائے اور ان کے بڑوں سے بات چیت کے ذریعہ اپنے موقف اور اہداف کی وضاحت کر کے غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔

⑤ مضبوط اور نظریاتی بنیادوں پر حلقہ سازی کی جائے۔

⑥ جو لوگ باقاعدہ جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل نہ ہوں ان کو بھی دین اور جہاد کی محنت میں جوڑا جائے خواہ وہ لوگ پورے طور پر ہمارے ساتھ جڑے ہوئے نہ ہوں۔

⑦ ذمہ دار اور کارکن پروپیگنڈا یا بدنام کرنے کی کسی مہم سے متاثر نہ ہوں نہ ہی کوئی جواب دیں، اخلاص سے کام میں لگے رہیں، یاد رکھیں عمل ہی ہر پروپیگنڈے کا جواب ہے۔

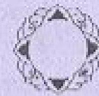
⑧ ذمہ دار اور کارکن "زادِ مجاہد" اور "دروس جہاد" کا مطالعہ کریں۔



مقبوضہ کشمیر میں برسرپیکار مجاہدین کے نام

امیر جیش کا پیغام

مقبوضہ کشمیر میں برسرپیکار مجاہدین کی شمولیت اللہ رب العزت کی خاص نصرت ہے اور تمام مجاہدین پر لازم ہے کہ وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ ہم مجاہدین کی آمد کا بھرپور خیرمقدم کرتے ہیں اور دیگر تمام مجاہدین کو اس عظیم قافلے میں شمولیت کی دعوت دیتے ہیں۔ مجاہدین کو تقویٰ، اخلاص اور اطاعت کو اپنا شعار بنانے کی نصیحت بلکہ وصیت ہے اور انہیں تاکید ہے کہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اصلاح کی بھرپور کوشش کریں اور اختلاف و انتشار سے سخت پرہیز کریں، یہ تمام چیزیں جہاد کو برباد کرنے والی ہیں۔ غاصب ہندوستانی فوج سے برسرپیکار مجاہدین اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنے کام میں مصروف رہیں اور "جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے خلاف ہونے والے کسی منفی پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں اور نہ ہی مخالفین سے کوئی جھگڑا مول لیں۔ عظیم کمانڈر مفتی محمد اصغر کی جیش میں شمولیت سے دلی مسرت ہوئی اور امید ہے حق کی فتح ہوگی ان شاء اللہ۔



ڈاک کا ہجوم چند گزارشات

روزانہ کی ڈاک..... اگر لگے ہاتھوں..... نمٹانے کا موقع مل جائے..... تو..... نہ مکتوب نگار کو..... پریشانی اور انتظار کی کلفت..... اٹھانا پڑے..... اور نہ مکتوب الیہ کو..... کسی تکلیف کا سامنا ہو..... لیکن..... اسفار اور اشغال..... روزانہ..... قلم اٹھانے..... لفافے کھولنے..... اور خط پڑھنے پھر لکھنے کی..... فرصت نہیں دیتے..... اور یوں..... بہت سارے..... رنگ برنگے..... لفافے..... جمع ہوجاتے ہیں۔ بعض لفافوں پر..... جلد جواب دینے کی..... اور بعض پر..... خود لفافہ کھولنے کی..... خصوصی تاکید..... درج ہوتی ہے..... پہلے میں..... ساری ڈاک خود لکھتا تھا..... ایک ایک خط کو..... بغور پڑھتا تھا..... لیکن پھر..... خطوط کی تعداد..... اور ان کا حجم..... دونوں..... بہت بڑھ گئے..... بعض احباب نے..... خطوط کی بجائے..... پورے پورے مقالے..... بھیجنا شروع کردیئے..... تب..... کچھ ڈاک میں خود لکھتا..... اور کچھ..... بعض ساتھیوں سے..... لکھواتا..... بعض خطوط کی..... طوالت..... بہت شاق بھی گزرتی رہی..... اس کے ازالے کیلئے..... مکتوب نگار حضرات سے..... درخواست کی..... خدارا..... خط مختصر لکھا کریں..... پانچ صفحے کا خط..... صرف وقت ضائع کرتا ہے..... اور کچھ نہیں..... مگر..... اس درخواست کا اثر..... چند افراد نے لیا..... باقی نے..... لمبا خط لکھ کر..... آخر میں..... معذرت کو کافی سمجھا..... خطوط کے اس سلسلے میں..... کافی فوائد ہیں..... اس لئے..... دل چاہتا ہے..... سلسلہ جاری رہے..... اصلاحی ڈاک..... خود..... دین کی اشاعت کا..... بہترین ذریعہ ہے..... میری تمنا ہوتی ہے کہ..... یہ ڈاک..... میں خود لکھوں..... لیکن..... ڈاک کے مسائل..... بڑھتے جارہے ہیں..... تفصیلی..... اور بھاری بھرکم..... موٹے خطوط..... دیکھ کر..... دور سے ہی..... ڈر لگتا

ہے...... کیونکہ آج کل تو...... تفسیر وحدیث...... اور ملفوظات اکابر پر...... مشتمل کتب...... پڑھنے کیلئے...... آنکھیں ترستی رہتی ہیں...... ضرب مؤمن اور مجلّہ جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل مضامین...... لکھنے کا...... وقت نہیں ملتا...... معرکہ اور اداریہ لکھنے کیلئے...... مستقل معرکہ آرائی...... اور...... دوڑ دھوپ...... کرنا پڑتی ہے...... ''چاک قفس سے''...... کا سلسلہ...... ہچکیاں...... لے رہا ہے...... آج بند ہوا کہ...... کل...... ان حالات میں...... خطوط کے درجنوں صفحات پڑھنا...... بہرحال...... میرے لئے ہی نہیں...... سب کیلئے...... نقصان دہ ہے...... پھر...... بعض حضرات...... جوابی لفافہ...... نہیں بھیجتے...... اور...... اپنے لئے...... لفافے...... مہیا کرنے کا کام...... میرے ذمے...... لگا دیتے ہیں...... اب تک...... درجنوں بنڈل...... لفافے...... لگ چکے ہیں...... بعض دوست...... خط کو...... قلعہ بند کر کے...... بھیجتے ہیں خوب گوند لگاتے ہیں...... پھر...... کئی کئی پنیں...... گاڑ دیتے ہیں ایسے خط کو...... کھولنے میں...... پھٹنے سے بچانے کی...... کوشش میں...... کافی وقت...... برباد ہوتا ہے...... بے آباد ہوتا ہے...... جتنی دیر میں...... دس خط...... نمٹائے جاتے ہیں...... اتنی دیر میں...... ایک مضمون...... لکھا جاسکتا ہے...... اور بھی...... کئی اجتماعی کام...... کئے جاسکتے ہیں...... اس لئے...... ضروری گزارش ہے کہ...... خط مختصر لکھیں...... صرف بوقت ضرورت لکھیں...... جوابی لفافہ بھی...... ضرور بھیجیں...... خط کو...... قلعہ بند کرنے کی بجائے...... معمول کے مطابق...... بند کریں...... آپ کے خط لکھنے سے...... مجھے...... خوشی ہوتی ہے...... آپ کا خط...... اور آپ کی باتیں...... میرے سینے میں...... امانت ہوتی ہیں...... آپ کی طرف...... جواب بھجوانا...... میرے لئے...... ایک سعادت...... ہے...... لیکن اس خوبصورت...... ایمانی سلسلے کو جاری رکھنے کیلئے...... آپ...... میری گزارشات پر...... ضرور...... غور فرمائیں...... آپ سب...... اہل محبت...... خصوصاً...... دعاؤں سے نوازنے والوں کا...... بہت بہت شکریہ۔

چاکنگ کے بارے میں اہم ہدایات

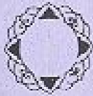
مجاہدین اہل حق کے منظم لشکر جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب الامیر کی جانب سے جاری ہونے والے ایک اعلامیہ میں دعوتِ جہاد کے حوالے سے چاکنگ کے سلسلے میں کچھ ہدایات جاری کی گئیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

① چاکنگ کے اخراجات تنظیم کے اجتماعی جہاد فنڈ سے ہرگز خرچ نہیں کئے جائیں گے البتہ اگر کوئی صاحب اسی مقصد کیلئے فنڈ یا کوئی کارکن اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے تو اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

② چاکنگ کسی غیر کی شخصی ملکیت کی عمارت پر نہ کی جائے جو اس کے نقصان یا دل آزاری کا باعث بنے۔

③ ایسے مقامات پر چاکنگ کرنے سے اجتناب کیا جائے جہاں لکھی جانے والی مبارک عبارات کی بے ادبی ہوتی ہو۔

جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اب تک ملک بھر میں جہاں کہیں چاکنگ ہوتی ہے وہ انہی اصول و ضوابط کے تحت ہوتی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہم شریعت اسلامیہ کے مطابق انہی اصولوں پر کاربند رہیں گے۔ (ان شاء اللہ)



سرفروشان جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے چند ضروری ہدایات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے محترم وعزیز بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہم سب کو جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سپاہی بنایا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اندر وہ صفات پیدا کریں جو ایک مجاہد کیلئے لازمی حیثیت رکھتی ہیں۔ بعض چیزیں دیکھنے میں چھوٹی نظر آتی ہیں لیکن وہ حقیقت میں بہت بڑی ہوتی ہیں۔ اسلامی احکام پر عمل، مضبوط نظم وضبط اور مقصد کے ساتھ وفاداری ہمارے جہاد کو وفادار بنائے گی۔ اسی بات کو سمجھنے اور سمجھانے کیلئے یہ مستقل کالم شروع کیا جارہا ہے۔ جیش کا ہر کارکن اس میں بیان کردہ گذارشات کو اپنے لئے مرکز کی طرف سے تنظیمی ہدایت سمجھ کر عمل کرے۔ آج کے اس کالم میں تین امور کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے۔

۱۔ ''مجاہدین'' امت مسلمہ کے خادم ہیں۔ بس ہمارے ہر عمل سے یہ ثابت ہونا چاہئے کہ ہم مسلمانوں کیلئے رحمدل اور اسلام کے دشمنوں کیلئے بے حد سخت ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ جیش کے مرکزی قائدین کی کسی شہر میں آمد کے موقع پر بعض احباب موٹر سائیکلوں پر سوار ہوکر سامنے سے آنے والے ٹریفک کو دائیں بائیں ہٹا کر راستہ بناتے ہیں۔ بندہ کے خیال میں یہ عمل مسلمانوں کیلئے بے حد غیر منصفانہ اور تکلیف دہ ہے۔ ہر شخص کو راستے پر مساوی حق حاصل ہے۔ ہم تو حکمرانوں کے اس طرز عمل سے شاکی تھے چہ جائیکہ قوم کے غمگسار خادم حضرات ''مجاہدین'' یہ کام شروع کردیں۔ ممکن ہے مجبوری کے بعض حالات میں شرعاً اس کا کچھ جواز نکلتا ہو لیکن موجودہ عام حالات میں ایسا کرنا مجاہدین کی شان کے خلاف ہے۔

جیش کے تمام منتظمین حضرات کارکنوں سے اس گذارش پر اہتمام سے عمل درآمد

کرائیں۔

۲۔ بعض غیر ذمہ دار افراد کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جلسوں میں (لائسنس والے) اسلحے کی نمائش کرتے ہیں اور اس پر بہت خوش ہوتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چھوٹے سے پستول کو کئی افراد شوقیہ طور پر ہاتھ میں لے کر لہراتے ہیں۔ اس چیز کا جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آج ہمارے دشمنوں نے اس پستول سے زیادہ خطرناک اسلحہ بنایا ہے، اس لئے محض ایک پستول لہرانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کے عمل سے کارکنوں میں دکھلاوے، ریاکاری اور اپنے مسلمان بھائیوں پر رعب ڈالنے جیسی موذی بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اسلحہ دکھانے کی نہیں چلانے کی چیز ہے اور اسے مسلمانوں پر نہیں اسلام کے دشمنوں پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ اللہ کیلئے اپنے اندر سنجیدگی اور گہرائی بیدار کیجئے۔ ہمارا دشمن ہمارے خلاف سنجیدہ ہے جبکہ ہم بچگانہ چیزوں میں خوشی محسوس کرتے ہیں اور یہ چیز ہمیں عمل سے کوسوں دور کردیتی ہے۔ جیش کے جلسوں اور اجتماعات میں اسلحہ کی نمائش پر پابندی لگادی گئی ہے۔ آپ حضرات اس کا اہتمام فرمائیں، جہاد اور اسلحے سے محبت کا تقاضا یہی ہے۔ ان شاء اللہ اس سے جہاد کو وقار اور رعب نصیب ہوگا۔

۳۔ آج کل اس بات کا رواج بن چکا ہے کہ دینی جلسے رات گئے تک جاری رہتے ہیں۔ ان جلسوں کے منتظمین حضرات کے ذہن میں اس کی ضرور کوئی حکمت ہوگی لیکن جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جلسوں کی حد تک اس بات کا اہتمام چاہتی ہے کہ یہ جلسے زیادہ سے زیادہ رات کے گیارہ بجے تک ختم ہوجائیں تاکہ بیمار و کمزور افراد بھی ایمانی محفلوں میں شریک ہوسکیں۔ شرکاء جلسہ کی نماز فجر سستی کا شکار نہ ہو اور جن جلسوں میں خواتین کی شرکت ہوتی ہے، وہ بسہولت گھروں کو واپس جاسکیں۔ اس اعلان کے بعد جیش کے تمام ذمہ دار اور کارکن جلسوں کے بروقت ختم ہونے کو یقینی بنانے کی کوشش کریں، چونکہ یہ معاملہ محنت طلب

ہے، اس لئے اس پر حتمی عمل کیلئے آج سے دو ماہ کا وقت دیا جا رہا ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا نصیب فرمائے۔

والسلام
خادم جیش محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مولانا محمد مسعود اظہر